حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے احوال وفضائل ومناقب (مصادر حدیث وآثار کی روشنی میں)

کا تحقیقی مطالعہ

تحقیقی مقالہ برائے ایم۔فل علوم اسلامیہ

مقالہ نگار

عبدالباقی

رول نمبر BB771944

رجسٹریشن نمبر 01-NMA-02138

ایس ایس اسلامیات، اپر چنی، مانسہرہ

نگران مقالہ

ڈاکٹر حافظ غلام یوسف

چیئرمین شعبہ شریعہ وقانون

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

سیشن 2014-15

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے احوال وفضائل ومناقب (مصادر حدیث وآثار کی روشنی میں) کا تحقیقی مطالعہ

تحقیقی مقالہ برائے ایم۔فل علوم اسلامیہ

مقالہ نگار

عبدالباقی

رول نمبر BB771944

رجسٹریشن نمبر 01-NMA-02138

ایس ایس اسلامیات، اپرچنئی، مانسہرہ

نگران مقالہ

ڈاکٹر حافظ غلام یوسف

چیئرمین شعبہ شریعہ وقانون

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

کلیۃ عربی وعلوم اسلامیہ

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

سیشن 2014-15

Declaration

I **Abdul Baqi** Son of Abdul Hadi Roll No. **BB771944** student of M. Phil Islamic Studies ,Faculty of Arabic and Islamic Studies, Alama Iqbal Open University,Islamabad ,do hereby solemnly declare that the thesis entitled

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے احوال وفضائل ومناقب (مصادر حدیث وآثار کی روشنی میں) کا تحقیقی مطالعہ

is submitted by me in partial fulfillament of M. Phil Islamic Studies Degree ,is my original work except where otherwise acknowledged in the text ,and has not been submitted or published earlier and shall not ,in future, be submitted by me for obtaining any degree from this or any other university or institution.

Signature:........

Name...........

Date...............

Forwarding Sheet by Supervisor

I **Dr. Hafiz Ghoulam Yousaf** Supervisor of the research Mr. **Abdul Baqi** do hereby solemnly declare that the thesis entitled

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے احوال وفضائل ومناقب (مصادر حدیث وآثار کی روشنی میں) کا تحقیقی مطالعہ

being submitted as a partial fulfillment of M. Phil. Islamic Studies has been completed under my guidance and supervision and is an original work of the student except where otherwise acknowledged in the text. It has not been submitted or published earlier for obtaining any degree from this or any other University or Institution.

The thesis is complete in all respects and I fully satisfied with the quality of student`s research work .Now it is ready to be evaluated by external subject experts.

Date................

Signature....................

Dr. Hafiz Ghulam Yousaf

Chairman, Department of Islamic Law,

AIOU, Islamabad

Allama Iqbal Open University, Islamabad

Faculty of Arabic and Islamic Studies

Approval by the Viva Voce Committee

Title of Thesis

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے احوال وفضائل ومناقب (مصادر حدیث و آثار کی روشنی میں) کا تحقیقی مطالعہ

Name of Student: Abdul Baqi

Accepted by the Faculty of Arabic and Islamic Studies Allama Iqbal Open University , Islamabad, for partial fulfillment of the requirements for the Master of Philosophy Degree in Discipline Islamiat .

Supervisor

Viva voce Commitee

External Examiner

Chairperson/Director

Deen

Members

....

Date

انتساب

1.

خاتم النبیین حضرت محمدﷺ کے نام، جن کو معلم بنا کر مبعوث فرمایا گیا۔

2.

آپﷺ کے چچازاد ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے نام جو آپﷺ کے تربیت یافتہ ہیں۔

3.

اپنے والدین کے نام، جنھوں نے مقالہ نگار کو تعلیم کے لیے تمام گھریلو مصروفیات سے آزاد رکھا اور مواقع و وسائل فراہم کیے۔

4.

اپنے مادر علمی اشاعت الاسلام مانسہرہ کے نام جہاں کے علمی ماحول میں نبیﷺ کی احادیث مبارکہ پڑھنے کا موقع میسر آیا۔

5.

اپنے تمام اساتذہ کرام کے نام جن کی ہمدردانہ محنت سے آج تحقیقی میدان میں قدم رکھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

اظہار تشکر

تمام حمد وثنا اللہ تعالی کے لیے جس نے قلم کے ذریعہ انسان کو وہ کچھ سکھایا جو انسان نہیں جانتا تھا۔لاکھوں درود وسلام حضرت محمدﷺ کی ذات پر جنہوں نے خالق کائنات کے پیغام کو مکمل طور پر انسانیت تک پہنچا کر رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیا۔رب تعالی کی رضا مسلسل نبیﷺ کے صحابہ کرام پر ہو جنہوں نے آپﷺ سے حاصل کی ہوئی تعلیم کا عملی نمونہ امت کے سامنے پیش کیا۔ ہزاروں دعائیں ان علماء دین کے لیے جن کے قلمی جہاد کی وجہ سے دین اسلام کی تعلیمات خالص شکل میں تسلسل کے ساتھ سفر جاری رکھے ہوئے ہیں۔

میں اللہ تعالی کی ذات کا بے حد مشکور ہوں جن کے عمومی احسانات کے ساتھ ساتھ خصوصی احسانات بھی شامل حال رہے ہیں کہ اسلامی تعلیم سے منسلک رکھا اور اسی میدان میں توجہ مرکوز کرنے کی توفیق عنایت فرمائی۔

میں شکر گزار ہوں کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ کے ڈین ڈاکٹر محی الدین ہاشمی صاحب اور ڈاکٹر علی اصغر چشتی صاحب،اور کلیہ ہذا کے دیگر تمام اساتذہ کرام کا اور اس میں موجود تمام عملہ کا اور دوست احباب کا جن کی معاونت سے یہ علمی سفر طے ہوا۔

میں تہہ دل سے انتہائی مشکور ہوں پروفیسر ڈاکٹر حافظ غلام یوسف صاحب کا جنہوں نے ہر لحظہ تحقیقی کام میں رہنمائی فرمائی۔اللہ تعالی ان کو خیر کثیر سے نوازے۔

آخر میں لیکچرار معظم شاہ اور ان کے بھائی حافظ مصنف شاہ کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے مطالعہ کے لیے کتابوں کی فراہمی یقینی بنائی۔

مقدمہ

موضوع کا تعارف

صحابہ کرامؓ امت کے لیے رشد ہدایت کے مینارہ نور ہیں۔ان عالی شان شخصیات میں سے ایک نمایاں نام حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا بھی ہے۔ جو علم وفضل کے لحاظ سے اساطین امت میں شمار ہوتے ہیں۔ جو حضرت محمدﷺ کے محبوب چچا حضرت عباسؓ کے فرزند ہیں۔ آپؓ کی ولادت ہجرت سے تین سال قبل ہوئی۔ آپؓ کی والدہ حضرت ام الفضلؓ نے حضرت خدیجہؓ کے بعد عورتوں میں سے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ لہذا آپؓ کو اسلام کی آغوش میں پرورش پانے کا موقع ملا۔

والدین کے ساتھ فتح مکہ والے سال ہجرت فرما کر مدینہ چلے آئے۔ یہاں پر نبیﷺ کی خدمت میں اکثر حاضر رہتے تھے۔ آپﷺ کے حجۃ الوداع کے سفر میں آپؓ کو بھی شرکت کی سعادت نصیب ہوئی۔ نبیﷺ کے وصال کے وقت آپ لڑکپن کے آخری مراحل میں تھے۔ آپؓ نے علم کے حصول کے لیے اپنے آپ کو وقف کر رکھا تھا۔ حضرت عمرؓ کی مجلس میں آپؓ شریک رہتے تھے۔ حضرت عثمانؓ کے دور میں آپؓ کو امیر حج بنایا گیا حضرت علیؓ کے دور میں آپ والی بصرہ رہے۔
افریقہ، طبرستان اور روم کے بحری جہاد میں آپؓ شریک ہوئے۔ درس وتدریس کا فریضہ آپؓ زندگی بھر سرانجام دیتے رہے۔ آپؓ کثیر الروایہ صحابہ میں سے ایک ہیں۔ آپؓ کا شمار عبادلہ اربعہ فقہاء صحابہ میں ہوتا ہے۔ آپؓ بڑے مہمان نواز اور سخی تھے، نفلی عبادات میں اپنا اکثر وقت استعمال کرتے تھے۔ طائف میں 68 ہجری کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ یہ مقالہ آپؓ کے احوال وفضائل اور مناقب کا مصادر حدیث اور آثار کی روشنی میں ایک تحقیقی مطالعہ ہے۔

اختیار موضوع کے اسباب:

اس موضوع کے اختیار کے اسباب درج ذیل ہیں:

اختیار موضوع بلحاظ اہمیت:

حضرات صحابہ کرامؓ کی جماعت وہ مبارک جماعت ہے جن کو اللہ تعالی نے منتخب کر کے درجہ صحابیت پر فائز فرمایا۔ نبیﷺ کی تعلیم وتربیت کے بعد اس جماعت کی صلاحیتیں نکھر کر سامنے آئیں۔ معجزات اور وحی کے مشاہدہ کی وجہ سے یہ جماعت اس مقام پر پہنچ گئی کہ اس جماعت کو ایمان کا معیار مقرر فرما دیا گیا۔ بھلائیوں اور نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے سے سبقت حاصل کرنے کی کوشش کرنا صحابہ کرامؓ کا امتیازی وصف تھا۔ صحابہ کرامؓ کی ایک ایک بات امت مسلمہ کے لیے نمونہ ہے۔ ہر صحابی مشعل راہ ہے۔
اس اہمیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے علم وہدایت کے روشن ستاروں میں سے ایک چمکتا ہوا ستارہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے احوال، فضائل کو تحقیقی مقالہ کا موضوع منتخب کیا گیا۔

صحابہ کرامؓ کے متعلق مواد مصادر حدیث کی مختلف کتابوں میں موجود ہے۔ان شخصیات کی زندگیوں پر اب تک جو مواد تدوین کیا گیا ہے اس میں زیادہ تر مؤرخین کے اسلوب کو مدنظر رکھ کر کیا گیا ہے۔

متقدمین اور متاخرین کی مرتب کردہ کتب مثلاً صحاح ستہ، مسانید اور سنن وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے بارے میں فضائل اور دوسرے صحابہ کرامؓ کے اقوال کا ذکر پایا جاتا ہے۔مگر ایک جگہ بالترتیب جمع نہ ہونے کی وجہ سے ان کی زندگی کے اکثر پہلو تشنہ رہ جاتے ہیں۔لہذا ضرورت اس امر کی تھی کہ ان متفرق احادیث واقوال کو بنیادی مصادر سے اخذ کیا جائے۔تاکہ قاری کو ان کے احوال وفضائل ایک جگہ میسر ہوں۔نیز اگر کوئی محقق ان کی زندگی کے کسی ایک پہلو پر کام کرنا چاہے تو اس کے لیے بنیادی نمونہ موجود ہو۔

اختیار موضوع بلحاظ افادیت

انسان کی جبلت میں یہ بات شامل ہے کہ وہ دیکھی ہوئی چیزوں پر ہی اپنی سوچ اور فکر کو مرکوز رکھتا ہے۔اور ان ہی کے اپنانے کو ترجیح دیتا ہے۔ لہذا صحابہ کرامؓ جو نبی ﷺ کی درسگاہ کے براہ راست شاگرد ہیں اور آپ ﷺ ہی کے ذاتی طور پر تربیت یافتہ ہیں۔ایسے حضرات کی زندگیوں کو تحقیقی طور پر امت کے سامنے پیش کرنا ضروری ہے تاکہ وہ ان بہترین نمونہ میں سے کسی کو بھی اپناتے ہوئے دارین میں کامیابی حاصل کر سکیں۔یہ پیش خدمت مقالہ اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

اختیار موضوع بلحاظ دلچسپی مقالہ نگار

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو نبی ﷺ کی صحبت بچپن میں اور انتہائی کم عرصہ کے لیے میسر آئی۔اس کے باوجود آپؓ نے ترجمان القرآن اور بحر امت کے لقب سے شہرت حاصل فرمائی۔مقالہ نگار آپؓ کی اس غیر معمولی اور واقعی شہرت سے متاثر ہے۔جس نے آپؓ کی سیرت، احوال وفضائل کے مطالعہ کو تحقیقی طور پر منتخب کرنے کا داعیہ پیدا کیا۔

اختیار موضوع بلحاظ کثرت مواد

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کثیر الروایہ صحابہ کرامؓ میں شامل ہیں۔فقہاء صحابہ کرامؓ میں بھی آپؓ کا شمار ہوتا ہے۔نبی ﷺ کے چچازاد بھائی ہونے کی وجہ سے سیرت کی کتب میں بھی آپؓ کا تذکرہ موجود ہے۔لہذا مصادر حدیث اور آثار میں آپؓ کے بارے میں علمی مواد کثرت سے بکھرا ہوا موجود ہے۔لہذا اس بات کی ضرورت تھی کہ ان متفرق احادیث واقوال کو بنیادی مصادر سے اخذ کیا جائے۔

اس مقالہ میں آپؓ کے بارے میں استشہادی روایات احادیث اور آثار کو تحقیقی طور پر جمع کیا جانا تھا جو مصادر حدیث میں مختلف ابواب کے تحت منقول ہیں۔اس نوعیت کا کام اب تک صحابہ کرامؓ کے سوانحی ادب کے ضمن میں بھی منظر عام پر نہیں آیا۔

بنیادی سوال

1. حضرت عبداللہ بن عباسؓ کون ہیں؟
2. آپؓ نے عملی زندگی میں کون کون سے میدانوں میں کیا خدمات سرانجام دیں؟
3. آپؓ نے تفسیر قرآن ،حدیث اور فقہ کی درس وتدریس میں کیا اسلوب منہج اختیار کیا؟
4. کیا محدثین نے اپنے مصادر میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے احوال وآثار اور فضائل ومناقب سے متعلق روایات اخذ کی ہیں؟
5. جو روایات ان کے بارے میں مصادر حدیث میں اخذ کی گئی ہیں کیا اصول روایت اور درایت کے اعتبار سے ان کی استنادی حیثیت مسلم ہے؟
6. کیا علماء حدیث نے فضائل ومناقب میں ان کے بارے میں ایسی روایت بھی اخذ کی ہیں جو فنی لحاظ سے غیر مستند اور ناقابل قبول ہیں؟

اہداف تحقیق

1. حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے احوال وآثار اور فضائل ومناقب سے متعلق مستند احادیث وآثار کو جمع کرنا۔
2. حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے احوال وآثار اور فضائل ومناقب سے متعلق منقول روایات کو روایت اور درایت کے اصولوں کے مطابق پرکھنا۔
3. حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی شخصیت اور خدمات کو احادیث اور آثار کی روشنی میں نمایاں کرنا۔

سابقہ کام کا جائزہ

صحابہ کرامؓ کے تراجم کے مجال میں کئی محدثین اور مؤرخین نے تالیفات مرتب کی ہیں۔مثلاً امام ابن عبدالبر نے الاستعاب فی معرفۃ الاصحاب،امام ابن اثیر الجزری نے الکامل اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ مرتب کی ہیں۔اس کے علاوہ محدثین نے کتب حدیث میں صحابہ کرامؓ متعلق روایات وآثار اخذ کیے ہیں۔لیکن یہ سارے ذخائر منتشر صورت میں پائے جاتے ہیں۔مصادر حدیث میں منتشر احادیث ،آثار کو تحقیقی طور پر مجتمع صورت میں پیش کرنے کا کام ابھی تک نہیں ہوا تھا۔

ضرورت اس بات کی تھی کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے احوال وآثار سے متعلق مصادر حدیث میں متفرق منقول روایات کو تحقیقی اور تجزیاتی طور پر جمع کیا جائے۔مقالہ ہذا میں اس پہلو کو خصوصی طور پر مدنظر رکھا گیا ہے۔

اسلوب تحقیق

اس مقالہ میں تحقیق کے لیے بیانیہ اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔

حدیث،تراجم صحابہ کرامؓ اور انساب کے بنیادی مصادر سے استفادہ کیا گیا ہے۔

اس مقالہ کو مستند بنانے کے لیے اولین مأخذ سے مواد لیا گیا ہے۔

یہ مقالہ ایک مقدمہ، چار ابواب، خاتمہ اور فہارس پر مشتمل ہے۔

ابواب بندی

باب اول : حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا تعارف اور حالات زندگی

فصل اول: نام ونسب حلیہ وخدوخال

فصل دوم: ولادت بچپن اور جوانی

فصل سوم: اخلاق وعادات تواضع کلمات حکمت مواعظ

فصل چہارم: آخری ایام اور وفات

باب دوم: حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی عملی زندگی

فصل اول: حضورﷺ کی خدمت

فصل دوم: حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی تحصیل علم

فصل سوم: حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی اشاعت علم

فصل چہارم: فتن اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا مؤقف وکردار

باب سوم: حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی دینی خدمات

فصل اول: تفسیر قرآن کریم میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی خدمات

فصل دوم: حدیث مبارکہ کے میدان میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی خدمات

فصل سوم: فقہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی خدمات

فصل چہارم: جہاد میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی شرکت

باب چہارم: مصادر حدیث اور تراجم صحابہؓ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے فضائل ومناقب مع تحقیق رواۃ

فصل اول: صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے فضائل

فصل دوم: صحیح ابن حبان اور جامع ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے فضائل ومناقب

فصل سوم: فضائل الصحابہ (احمد بن حنبل) میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے فضائل ومناقب

فصل چہارم: طبقات الکبریٰ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے فضائل ومناقب

خاتمہ،خلاصہ بحث،نتائج ،سفارشات

مقالہ کے آخر میں خاتمہ کے ذیل میں اس کا خلاصہ نتائج اور چند سفارشات پیش کی گئی ہیں۔

فہارس

اس کے ذیل میں آیات قرآنی کی فہرست،احادیث کی فہرست،اعلام کی فہرست،اماکن کی فہرست کے علاوہ مصادر اور مراجع کی فہرست بھی مقالہ کے آخر میں پیش کی گئی ہے۔جبکہ موضوعات کی فہرست مقدمہ کے بعد موجود ہے۔

فہرست موضوعات

عنوان	صفحہ نمبر
حلف نامہ	۲
تصدیق نامہ	۳
زبانی امتحان کی منظوری کا وثیقہ	۴
انتساب	۵
اظہار تشکر	۶
مقدمہ	۷
موضوع تحقیق کا تعارف	۷
اختیار موضوع کے اسباب	۷
اختیار موضوع کے اسباب بلحاظ اہمیت	۷
اختیار موضوع کے اسباب بلحاظ ضرورت	۸
اختیار موضوع کے اسباب بلحاظ افادیت	۸
اختیار موضوع کے اسباب بلحاظ دلچسپی مقالہ نگار	۸
اختیار موضوع کے اسباب بلحاظ کثرت مواد	۸
بنیادی سوال	۹
اہداف تحقیق	۹
سابقہ کام کا جائزہ	۹
اسلوب تحقیق	۹
موضوع تحقیق کی ابواب بندی	۱۰
فہرست موضوعات	۱۲ تا ۳۱

عنوان	صفحہ نمبر
باب اول :	2
حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا تعارف اور حالات زندگی	2
فصل اول: نام ونسب حلیہ وخدوخال	2
نام ونسب	2
لقب	3
خاندان	4
شجرہ نسب	4
فصل دوم: ولادت بچپن اور جوانی	5
ولادت	5
اسلام	5
ہجرت	6
بچپن	6
نبی ﷺ کے وصال کے وقت آپؓ کی عمر	9
جوانی	10
حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی زوجات واولاد	12
حلیہ وخدوخال	13
خوشبو کا استعمال	13
گیسو، زلفیں	14
لباس	14
عمامہ	15
انگوٹھی	16
حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے غلام	17
فصل سوم: اخلاق وعادات تواضع کلمات حکمت مواعظ	18
عبادت وریاضت	18
سخاوت ومہمان نوازی	19
مشتبہ امور سے اجتناب	20
خیر خواہی کا جذبہ	21
کثرت صیام	22

شرم وحیا	22
عزت افزائی کرنا	23
نسبت رسول ﷺ کا خیال	23
شوق نماز	24
فکر آخرت	24
شکر گزاری	25
تواضع وانکساری	25
دور اندیشی	25
تکلیف ومصیبت میں طرز عمل	26
احترام رسول ﷺ	27
جنت کا شوق	27
محبت نبوی ﷺ	28
امہات المؤمنین کا احترام	29
اتباع سنت	30
خشیت الٰہی	30
نرم مزاجی	31
اظہار حق میں جرأت وبے باکی	32
مسلمانوں کے لیے آسانی	33
حقیقت حال بیان کرنا	34
حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی نصیحت	35
مواعظ	37
گناہ سے پرہیز	37
فرائض کا اہتمام	38
ہم نشینوں کے حقوق	38
کامل انسان	39
زبان کی حفاظت	39
محسنوں کا شکریہ	40
اپنی اصلاح کی فکر	40
رزق حلال	41
فقراء کی امداد	41

اخلاص	42
ظلم سے اجتناب	42
نیکی	43
عفوودرگزر	43
فصل چہارم: آخری ایام اوروفات	44
مرض الوفات اوروصال	46
حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی عمر	46
تجہیزوتکفین	47
کفن میں پرندہ کا داخل ہونا	47
نماز جنازہ	48
غیبی آواز	49
باب دوم	50
حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی عملی زندگی	50
فصل اول: حضورﷺ کی خدمت	50
گھر میں نبیﷺ کے لیے وضو کا پانی رکھنا	50
گھر سے باہر نبیﷺ کے لیے وضو کا پانی رکھنا	51
نبیﷺ کو زمزم پلانا	51
نبیﷺ کو رمی جمار کے لیے کنکریں چن کر دینا	52
نبیﷺ کا استقبال کرنا	52
کاتبین وحی کو بلانا	53
نبیﷺ کی سواری کے لیے لگام بنانا	53
فصل دوم: حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی تحصیل علم	54
نبیﷺ سے تشہد سیکھنا	54
نبیﷺ سے دعا سیکھنا	54
نبیﷺ سے سواری پر علم سیکھنا	55
نبیﷺ سے سوالات پوچھنا	55
رات کو نبیﷺ سے علم سیکھنا	56
عیدین کے موقع پر نبیﷺ کے ساتھ ہونا	56
نبیﷺ کے دور میں قرآن کریم سیکھنا	57

نبی ﷺ کے وصال کے بعد حصول علم	57
امہات المؤمنین سے حصول علم	58
والدہ سے حصول علم	59
والد سے علمی استفادہ	60
بھائی سے حصول علم	60
اکابر صحابہ سے حصول علم	61
اختلاف میں اکابر صحابہؓ سے رجوع کرنا	61
مناسب موقع پر سوال کرنا	62
حصول تعلیم میں بعض مسائل کا اعادہ کروانا	62
حصول علم اور کتابت	63
سفر میں علم کا حصول	63
راستہ میں سبق یاد کرنا	64
اپنے اساتذہ سے محبت کرنا	64
اساتذہ کی خدمت کرنا	65
اساتذہ کا ادب واحترام	65
مسئلہ مخصوص فرد سے لینا	66
جامع القرآن سے جمع قرآن کے بارے میں سوال کرنا	67
خط وکتابت کے ذریعہ علم حاصل کرنا	68
کافر سے بات پوچھنا	68
آپؓ کے حصول علم کی مقدار	69
فائدہ مند علم کی چاہت	70
فصل سوم: حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی اشاعت علم	71
اشاعت علم میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا طرز عمل	71
عملی اظہار کے ذریعہ تعلیم	71
وضو کر کے دکھانا	72
غسل کر کے دکھانا	73
علوم کے لحاظ سے طلبہ کی گروہ بندی کرنا	73
قرآن کریم کو ترتیل سے پڑھانا	75
قرآن کریم کو بار بار پڑھانا	75

قرآن کریم کے معانی بتانے میں اشعار کا سہارا لینا	76
اکابر صحابہ کرامؓ کا آپ ﷺ سے سوالات پوچھنا	76
اکابر صحابہ کرامؓ کو قرآن کریم سکھانا	76
دلچسپ انداز میں اشاعت علم کرنا	77
جمعہ کے دن سوالات جوابات کی مجلس	78
احادیث کی تشریح بیان کرنا	79
طلبہ کو متوجہ کرنا اور ان سے سننا	79
موقع محل کی مناسبت سے مسئلہ بیان کرنا	80
طلبہ کی نفسیات کو پیش نظر رکھ کر تعلیم دینا	80
طلبہ کی غلطی پر فوراً درستگی کرنا	81
شاگردوں سے بطور امتحان مسئلہ پوچھنا	81
پیغام کے ذریعہ تعلیم	82
جواب دینے کے لیے قرآن کریم سے دلیل پیش کرنا	82
جواب دینے کے لیے حدیث مبارکہ سے دلیل پیش کرنا	83
الفاظ کی اصلاح کرنا	84
خطبہ کے ذریعہ اشاعت علم	85
خطبہ حج کے ذریعہ اشاعت علم	85
اشاعت علم میں نگران مقرر کرنا	86
دوسرے علماء سے تصدیق کروانا	86
انفرادی سوال کا جواب دینا	87
اختلافی مسئلہ کا تفصیلی جواب دینا	87
اجتماعی سوالات کے جوابات دینا	88
بذریعہ قاصد سوال پوچھنے والوں کو جواب دینا	89
کفار کے سوالات کے جوابات دینا	89
مسئلہ کا درجہ بیان کرنا	90
وجوہات کا بیان کرنا	91
نامعلوم کی وضاحت کرنا	92
طلبہ سے احادیث کی قرأت کروانا	93
نفلی عبادت پر اشاعت علم کو ترجیح دینا	93
طلبہ کو دوسرے صحابہ کرامؓ کے پاس حدیث کی سماعت کے لیے بھیجنا	94

کتابت علم سے انکار	94
کتابت علم کی اجازت دینا	95
خواتین کو تعلیم دینا	96
جس مسئلہ کا علم نہ ہو اس سے لاعلمی کا اظہار کرنا	**97**
بعض مسائل میں اپنی اعلیت کا اظہار کرنا	97
نبی ﷺ کے آخری عمل کی تعلیم دینا	98
مخصوص احکام کی اشاعت	99
اشاعت مع الدلائل	99
اشاعت علم بذریعہ خطوط	100
اکابر صحابہ کرامؓ کے بعض فیصلوں پر اپنی رائے کا اظہار کرنا	101
احادیث کا ذکر کیے بغیر فتوی دینا	102
اشاعت علم میں ترجمان مقرر کرنا	103
اشاعت علم میں طلبہ کو پابند کرنا	103
اہل کتاب سے علم حاصل کرنے سے روکنا	104
طلبہ کو خود مطالعہ کرنے کا کہنا	104
بعض باتوں سے رجوع کرنا	105
حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا تعلیم دینے میں وقت کی تعین کرنا	106
علوم کے لحاظ سے دنوں کی تقسیم کرنا	107
فصل چہارم: فتن اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا مؤقف وکردار	108
حضرت عثمان ذوالنورینؓ کا محاصرہ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا کردار	108
شہادت حضرت عثمانؓ اور آپؓ کا مؤقف	109
واقعہ جمل اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا مؤقف وعمل	109
واقعہ صفین اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا مؤقف وعمل	109
حکمین کا تقرر اور آپؓ کا مؤقف	110
یزید کی بیعت اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا مؤقف	110
حضرت حسینؓ کا کوفہ کا قصد کرنا اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا مؤقف	111
حضرت ابن زبیرؓ کا دعوی خلافت اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا مؤقف وعمل	112
باب سوم	113
حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی دینی خدمات	113

فصل اول: تفسیر قرآن کریم میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی خدمات 113

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا آیات کا شان نزول بیان کرنا 115

جہاد کی اجازت کی پہلی آیت کا شان نزول 115

نماز کے اندر قرأت کرنے کے انداز کی آیت کا شان نزول 116

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا نبی خیانت نہیں کرتا آیت کا شان نزول بیان کرنا 116

جو سلام کرے اس کے بارے میں یہ کہنا کہ یہ مسلمان نہیں آیت کا شان نزول بیان کرنا 117

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا ناسخ منسوخ کا بیان کرنا 117

والدین کے لیے وصیت کرنے کی آیت کا نسخ 118

جان بوجھ کر قتل کرنے والے کے حکم کے بارے میں آیت کی نسخ کی بحث 118

تمام مسلمانوں کا اجتماعی طور پر جہاد کے لیے نکلنے کی آیت کا نسخ 119

جہاد سے پیچھے رہنے کے لیے عدم اجازت کا نسخ 119

مواخات کی بناء پر وراثت کے حکم کا نسخ 120

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا آیات قرآنی پر نبی ﷺ کا عمل بیان کرنا 121

تمام اعمال کے محاسبہ کی آیت کے نزول پر نبی ﷺ کا عمل 121

اپنے رشتہ داروں کو ڈرانے کی آیت پر نبی ﷺ کا عمل 122

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا سورۃ اعلیٰ کی تلاوت پر نبی ﷺ کا عمل بیان کرنا 123

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا منفرد تفسیر بیان کرنا 123

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا سورۃ نصر کی منفرد تفسیر بیان کرنا 123

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا جامع تفسیر بیان کرنا 124

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا لفظ کوثر کی جامع تفسیر بیان کرنا 124

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا آیات سے اخذ شدہ مسائل بیان کرنا 125

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا دعا کو افضل ترین عبادت قرار دینا 125

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا تقدیر کا قرآن کریم سے ثبوت پیش کرنا 126

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قسم سے استثنیٰ کی مدت قرآن کریم سے بیان کرنا 126

سفر میں روزوں میں آسانی حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قرآن کریم سے پیش کرنا 127

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا نماز ضحیٰ کا ثبوت قرآن کریم سے پیش کرنا 127

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا پانچ وقت کی نماز کا ثبوت قرآن کریم سے پیش کرنا 128

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا آیات کی مراد بیان کرنا 128

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا اپنی زینت ظاہر نہ کرو کی مراد بیان کرنا	129
حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا معراج کے واقعہ میں رؤیا کی مراد بیان کرنا	129
حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا بہترین امت کے مصداق کو بیان کرنا	130
حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا نبی ﷺ کے معراج کے موقع پر دیدار الٰہی کی توضیح بیان کرنا	130
حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا تلاوت قرآن کریم کرنے والے کی دو جہانوں میں کامیابی کو بیان کرنا	130
حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا سورتوں کے غیر مشہور نام بیان کرنا	131
حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا سورۃ حشر کا دوسرا غیر مشہور نام بتانا	131
سورۃ توبہ اور سورۃ انفال کے دوسرے غیر مشہور نام بتانا	132
مفصلات سورتوں کا غیر مشہور نام بتانا	132
حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا سورتوں کے نزول کی ترتیب کو بیان کرنا	133
حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا سب سے آخر میں مکمل نازل ہونے والی سورۃ کا نام بتانا	133
حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا سب سے آخر میں نازل ہونے والی آیت کا بتانا	133
حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا غریب و مشکل الفاظ کے معانی بیان کرنا	134
حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا عِتِیا کا معنی بتانا	134
حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا کالقصر کا معنی بتانا	134
قرآنی الفاظ کے معانی بتانے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا اشعار سے سہارا لینا	135
حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا مختلف قرأتوں کا بیان کرنا	135
حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قرأتوں کی تعداد اور مشروعیت کا بتانا	136
حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا سب سے آخری قرأت کا بیان کرنا	136
حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا من لدنی عذرا کی قرأت کا بیان کرنا	137
حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا غیر مشہور قرأت سے پڑھ کر بتانا	137
حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا عملی تفسیر کرنا	138
حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا استعینوا بالصبر و الصلوۃ کی عملی تفسیر کر کے بتانا	138
حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا لا تحرك به لسانك کی عملی تفسیر کر کے بتانا	138
حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا آیت اذن کی عملی تفسیر بیان کرنا	139
حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا سجدہ تلاوت کا بیان کرنا	140
حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا سورۃ ص کے سجدے کا حکم بیان کرنا	140
سورۃ نجم کے سجدے کی مشروعیت کا بیان کرنا	141
مفصلات کے سجدوں کے بارے میں نبی ﷺ کا آخری عمل کا بیان	141
حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا سورتوں کے فضائل بیان کرنا	141

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا سورۃ فاتحہ کی فضیلت بیان کرنا 142
سورۃ زلزال، سورۃ اخلاص اور سورۃ کافرون کے فضائل بیان کرنا 142
حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا تسبیح والی آیت کی فضیلت کو بیان کرنا 143
حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قرآن کریم کی آیات سے استشہاد پیش کرنا 143
نبی ﷺ کی سری نمازوں کی قرأت کے بارے میں آیات سے استشہاد پیش کرنا 143
اشیاء کی حلت وحرمت پر حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا آیات سے استشہاد پیش کرنا 144
حلال چیز کو حرام کہنے کے حکم پر حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قرآن کریم سے استشہاد 145
حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قرآن کریم میں مذکور شخصیات کا تعین اور تعارف کرنا 145
حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا صاحب موسیٰؑ کا تعین اور تعارف کرنا 145
حضرت خضرؑ کے ساتھ ملاقات کرنے والے حضرت موسیٰؑ کا تعین کرنا 146
حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا الیاسین کا تعین اور تعارف کرنا 147
حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا اللات کا تعارف کرانا 147
حضرت نوحؑ کے قوم کے بتوں کے ناموں کا تعارف بیان کرنا 147
مختلف آیات میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا تطبیق بیان کرنا 148
قیامت کے دن مجرموں کے کلام کرنے اور نہ کرنے کی آیات میں تطبیق بیان کرنا 148
حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا تفسیری منہج 149A
فصل دوم 149
حدیث مبارکہ کے میدان میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی خدمات 149
حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا احادیث مبارکہ کی اخذ واشاعت میں طرز عمل 149
حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے شیوخ 150
حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے تلامذہ 152
حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مرویات کی تعداد 153
صحاح ستہ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایات 153
حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا نبی ﷺ کے کیے گئے افعال کی روایت بیان کرنا 154
حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا نبی ﷺ سے براہ راست سنی ہوئی احادیث بیان کرنا 155
حدیث بیان کر کے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا مسئلہ اخذ کرنا 155
حدیث بیان کر کے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا اس پر تبصرہ کرنا 156
نبی ﷺ سے نماز کے متعلق روایات کا بیان کرنا 157
حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا حالت خوف کی نماز کی روایت بیان کرنا 157

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا نماز کسوف کی روایت بیان کرنا 158

قبر پر نماز جنازہ پڑھنے کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا روایت بیان کرنا 158

نبی ﷺ کا نماز جمعہ کے لیے خطبہ دینے کی روایت بیان کرنا 159

نبی ﷺ سے روزہ سے متعلق حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا روایت بیان کرنا 159

ایک فرد کی گواہی پر رمضان کی ابتداء کرنے کی روایت بیان کرنا 159

نبی ﷺ سے زکوۃ کے متعلق حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا روایت بیان کرنا 160

صدقہ فطر کے لازمی ہونے کے بارے میں روایت بیان کرنا 160

نبی ﷺ سے حج کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا روایت بیان کرنا 161

حج کے دوران رمی کرنے کی روایت کا بیان کرنا 161

جہاد سے بیوی کے ساتھ حج پر جانے کو ترجیح دینے کی روایت کا بیان کرنا 162

پیادہ حج کرنے کے بارے میں روایت بیان کرنا 162

نبی ﷺ سے جہاد کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا روایت بیان کرنا 163

غزوہ بدر کے موقع پر نبی ﷺ کی دعا کی روایت بیان کرنا 163

فتنہ کے زمانے میں جہاد کرنے کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا روایت بیان کرنا 164

نبی ﷺ سے کھانے پینے کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا روایت بیان کرنا 164

زمزم کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا روایت بیان کرنا 164

نبی ﷺ کے زمزم پینے کے انداز کی روایت بیان کرنا 165

نبی ﷺ کا کھانے کی اشیاء کی تقسیم کرنے کا انداز بیان کرنے کی روایت 165

نبی ﷺ کتنی انگلیوں سے کھانا کھاتے تھے اس بارے میں روایت بیان کرنا 166

نبی ﷺ کے لباس کے متعلق حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا روایت بیان کرنا 166

نبی ﷺ کا سفید کپڑوں کو پسند کرنے کی حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا روایت کا بیان کرنا 167

نبی ﷺ سے نکاح کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا روایت بیان کرنا 168

فصل سوم 169

فقہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی خدمات 169

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا فقہی مسئلہ کے استدلال کا طریقہ کار 170

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا آسانی کو ترجیح دینا 171

دوسروں کے مسلک کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا موقف 172

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا نئے آمدہ مسائل کا جواب دینا 172

طہارت کے متعلق حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے بیان کردہ مسائل 173

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قرآن کریم کی بغیر وضو کے تلاوت کی اجازت دینا	174
حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا مریض کے لیے تیمّم کی عام اجازت دینا	174
آگ سے پکی ہوئی چیز کے استعمال سے وضو برقرار رہنا	174
بیت الخلاء میں مقدس لکھائی کو نہ لے جانا	175
نماز کے متعلق حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے بیان کردہ مسائل	175
نماز کے اوقات	175
حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا سری نمازوں میں عدم قرأت کا موقف	176
حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا نماز میں بسم اللہ کا جہر سے پڑھنا	176
نماز میں تشہد	177
نماز میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا رفع یدین کرنا	177
باجماعت نماز کی اہمیت	177
نماز میں نفخ کا حکم	178
کپڑا اسمیٹ کر سجدہ کرنے کا حکم	178
پہلی صف کی اہمیت پر حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا زور دینا	179
مسجد میں سونے کی ممانعت	179
عورت کے لیے اذان اور اقامت کا حکم	180
کعبہ کی چھت پر نماز کا حکم	180
نابینا کی امامت کا حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے ہاں حکم	181
سفر میں قصر نماز کا حکم	181
کتنے دنوں کے سفر پر احکام سفر جاری ہوں گے	181
کتنی مسافت پر سفر کے احکام جاری ہوں گے۔	182
نماز جنازہ کا طریقہ	182
روزہ کے متعلق حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے بیان کردہ مسائل	183
حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا اختلاف مطالع کا اعتبار کرنا	183
حالت صیام میں بوسہ کا حکم	183
نفلی روزہ کی عدم قضاء کا حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا موقف	184
عاشورہ کے روزہ کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے ہاں حکم	184
میت کی طرف سے رمضان کا فدیہ دینے کا حکم	185
سفر میں روزہ کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا فتوی	185
زکوۃ کے متعلق حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے بیان کردہ مسائل	186

حج کے متعلق حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے بیان کردہ مسائل 186
حج کی اہمیت کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا بیان 187
حالت احرام میں نکاح کا حکم 187
حالت احرام میں بالوں کو مجتمع کرنے کا حکم 188
مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونے کا حکم 188
حالت احرام میں غسل کرنے کا حکم 188
حالت کے بدلنے پر دوبارہ حج کے لازم ہونے کا حکم 189
طواف افضل ہے یا نماز حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا موقف 189
عمرہ کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا موقف 190
حج تمتع کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا فتوی 190
طواف وداع حائضہ پر لازمی ہے یا نہیں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا موقف 191
جہاد کے متعلق حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے بیان کردہ مسائل 192
نکاح وطلاق کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے بیان کردہ مسائل 192
نکاح میں ولی کی اجازت کی شرط 192
متعہ کے عدم جواز کا حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا فتوی 193
شوہر کی وفات پر بیوی کے مہر کا حکم 194
نکاح سے پہلے طلاق دینے کے حکم کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا موقف 194
نشہ کی حالت کی طلاق اور زبردستی دلوائی جانے والی طلاق کا حکم 195
نکاح کے انعقاد کے لیے کم از کم افراد کی تعداد 195
عزل کے حکم کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا موقف 195
عدت کہاں گزاری جائے گی؟ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا موقف 196
مطلقہ بیوی کی عدت کے دوران اس کی بہن سے نکاح کا حکم 196
لعان والی عورت کی عدت کا حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے ہاں حکم 196
بیوی کو طلاق کا اختیار دینا طلاق شمار ہوگا یا نہیں؟ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا موقف 197
رضاعت کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے بیان کردہ مسائل 197
رضاعت کے ثبوت کے لیے ایک عورت کی گواہی کا حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے ہاں حکم 197
ایک ہی مرد کی وجہ سے دو عورتوں کے دودھ کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے ہاں حکم 198
علم الفرائض کے متعلق حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے بیان کردہ مسائل 198
کھانے پینے کے احکام کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے بیان کردہ مسائل 198
خرید وفروخت کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے بیان کردہ مسائل 199

بیع صرف کا حکم 200

بیع سلم کے دوران ہدیہ قبول کرنے کی ممانعت 200

درخت پر لگے پھل کی بیع کب درست ہوگی 201

عاریت کی ضمان کا حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے ہاں حکم 201

نذر اور منت کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے بیان کردہ مسائل کا حکم 201

لباس کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے بیان کردہ مسائل 202

حدود میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے بیان کردہ مسائل 202

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے بیان کردہ فقہی مسائل اور حدیث مبارکہ 203

فصل چہارم 205

جہاد میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی شرکت 205

ملک شام کے جہاد کے لیے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روانگی 205

افریقہ کے جہاد میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی شرکت 206

طبرستان کے جہاد میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی شرکت 207

روم کے بحری جہاد میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی شرکت 207

باب چہارم 209

مصادر حدیث اور تراجم صحابہؓ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے فضائل ومناقب مع تحقیق رواۃ 209

فصل اول 209

صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے فضائل 209

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے فضائل 209

حدیث نمبر 1 209

فضائل 209

تحقیق رواۃ حدیث 209

مسدد 209

عبدالوارث 210

خالد الحذاء 211

عکرمہ 212

ابن عباسؓ 213

حدیث نمبر 2 213

فضائل	213
تحقیق رواۃ حدیث	213
ابومعمر	213
حدیث نمبر3	214
تحقیق رواۃ حدیث	214
موسیٰ	214
وہیب	215
صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے فضائل	216
حدیث نمبر1	216
فضائل	216
تحقیق رواۃ حدیث	216
زہیر بن حرب	216
ابوبکر بن نضر	217
ہاشم بن قاسم	217
ورقاء بن عمر یشکری	218
عبداللہ بن ابی زیاد	218
فصل ثانی	220
صحیح ابن حبان اور جامع ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے فضائل ومناقب	220
صحیح ابن حبان میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے فضائل	220
حدیث نمبر1	220
تحقیق رواۃ حدیث	220
احمد بن علی بن مثنی	220
حدیث نمبر2	221
تحقیق رواۃ حدیث	222
شباب بن صالح	222
وہب بن بقیہ	222
خالد بن عبداللہ	223
حدیث نمبر3	223
تحقیق رواۃ حدیث	224

حسن بن سفیان	224
ابوبکر بن ابی شیبہ	224
سلیمان بن حرب	225
عبداللہ بن عثمان بن خثیم	225
سعید بن جبیر	226
جامع ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے فضائل	226
حدیث نمبر1	226
فضائل	226
تحقیق رواۃ حدیث	227
بندار	227
محمود بن غیلان	227
ابواحمد	228
سفیان	228
لیث	229
ابوجہضم	230
حدیث نمبر2	230
فضائل	230
تحقیق رواۃ حدیث	230
محمد بن حاتم المؤدب	230
قاسم بن مالک المزنی	231
عبدالملک بن ابی سلیمان	232
عطاء	232
حدیث نمبر3	233
تحقیق رواۃ حدیث	233
عبدالوہاب ثقفی	233
فصل ثالث	235
فضائل الصحابہ (احمد بن حنبل) میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے فضائل ومناقب	235
حدیث نمبر1	235
تحقیق رواۃ حدیث	235

عبداللہ	235
احمد بن حنبل	236
اسماعیل	236
حدیث نمبر 2	237
تحقیق رواۃ حدیث	238
اسماعیل ابن علیہ	238
ایوب	238
طاؤس	239
حدیث نمبر 3	239
حالات رواۃ حدیث	240
سفیان بن عیینہ	240
عبدالکریم جذری	240
حدیث نمبر 4	241
فضائل	241
تحقیق رواۃ حدیث	241
محمد بن جعفر	242
شعبہ	242
ابواسحاق	243
سیف	244
ام المؤمنین حضرت عائشہؓ	244
حدیث نمبر 5	245
فضائل	245
تحقیق رواۃ حدیث	245
جعفر بن عون	245
اعمش	246
مسلم بن صبیح	246
مسروق	247
عبداللہ بن مسعودؓ	248
حدیث نمبر 6	248
فضائل	248

تحقیق رواۃ حدیث 249

ابن ابی نجیح 249

مجاہد 249

حدیث نمبر 7 250

فضائل 250

تحقیق رواۃ حدیث 250

محمد بن جعفر بن ابی ہاشم ورکانی 251

عبدالرحمان بن ابی الزناد 251

ابوالزناد 252

عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ 253

عمر بن الخطابؓ 253

فصل چہارم 255

طبقات الکبریٰ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے فضائل ومناقب 255

روایت نمبر 1 255

فضائل 255

تحقیق رواۃ روایت 255

محمد بن عمر 255

عبداللہ بن فضیل بن ابی عبداللہ 256

فضیل بن ابی عبداللہ 256

عطاء بن یسار 257

روایت نمبر 2 257

فضائل 258

تحقیق رواۃ روایت 258

یزید بن ہارون 258

جویبر 258

ضحاک 259

روایت نمبر 3 260

فضائل 260

تحقیق رواۃ روایت 260

ابواسامہ حماد بن اسامہ 260
روایت نمبر 4 261
فضائل 261
تحقیق رواۃ روایت 261
عارم بن فضل 261
حماد بن زید 262
ابی الزبیر 262
روایت نمبر 5 263
فضائل 263
تحقیق رواۃ روایت 263
ابوبکر بن عبداللہ بن ابی سبرہ 263
موسی بن سعد 264
عامر بن سعد 264
سعد بن ابی وقاصؓ 265
روایت نمبر 6 264
فضائل 266
تحقیق رواۃ روایت 266
عمرو بن عمرو 266
ابومعبد 266
ابن عمرؓ 267
روایت نمبر 7 267
فضائل 268
تحقیق رواۃ روایت 268
معاویہ بن ابی سفیانؓ 268
خاتمہ 269
خلاصہ بحث 269
نتائج بحث 273
سفارشات 274
فہرست آیات 275

فہرست احادیث	277
فہرست اعلام	279
فہرست اماکن	284
مراجع ومصادر	285

باب اول

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا تعارف اور حالات زندگی

فصل اول: نام ونسب حلیہ وخدوخال

نام ونسب:

آپؓ کا نام عبداللہ اور آپ کی کنیت ابوالعباس ہے۔آپؓ کے والد حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ ہیں جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقیقی چچا ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عمر میں زیادہ بڑے نہیں تھے۔

حضرت عباسؓ کی دو بیویاں اور ایک ام ولد تھی۔

حضرت عباسؓ کی اولاد کے نام درج ذیل ہیں:

فضل،عبداللہ،عبیداللہ،عبدالرحمان،قثم،معبد،ام حبیبہ(ام حبیب)،کثیر،تمام،صفیہ،امیمۃ اور حارث۔

حضرت عباسؓ کی کنیت آپ کے بڑے بیٹے کے نام کی وجہ سے ابوالفضل ہے۔(1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے حقیقی بہن بھائی فضل،عبیداللہ،قثم،عبدالرحمان،معبد اور ام حبیبہ ہیں۔(2) حضرت عبداللہ بن عباسؓ اپنے حقیقی بھائیوں میں سے سب سے چھوٹے تھے۔اور آپؓ کے تمام بھائیوں کی قبروں میں اتنا بعد ہے کہ جس کی مثال ایک باپ کی اولاد میں نہیں ملتی۔(3) حضرت عبداللہؓ طائف میں،عبیداللہ مدینہ میں،فضل شام میں،قثم سمرقند میں،اور معبد وعبدالرحمان افریقہ میں مدفون ہیں۔

حضرت عبداللہؓ کی والدہ کا نام لبابۃ الکبری ہے۔اور ان کی کنیت بھی ام فضل ہے۔اور حضرت ام فضل کی بہن حضرت میمونہؓ ہیں جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات میں شامل ہیں۔(4)

حضرت عباسؓ کی اولاد میں سے حضرت عبداللہؓ کو خاص شہرت حاصل ہے۔جب بھی مطلق ابن عباس بولا جائے تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ ہی مراد ہوتے ہیں۔

1). بلاذری: احمد بن یحی بن جابر(م:279ھ)انساب الاشراف 4:1453 دار الفکر، بیروت، 1996ء

2). ذہبی: محمد بن احمد بن عثمان(م 748ھ)سیر اعلام النبلاء 2:84 مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، 1981ء

3). ابن کثیر: ابوالفداء اسماعیل بن عمر(م 774ھ)البدایہ والنہایہ 8:295 مکتبۃ المعارف بیروت، 1966ء

4). ابن عبدالبر: ابوعمر یوسف بن محمد(م:463ھ)الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب 4:1907 دار الجیل، بیروت س.ن

لقب:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا لقب بحر(علم کا سمندر)، حبر الامۃ (امت کا بڑا عالم) اور ترجمان القرآن (قرآن حکیم کی تفسیر بیان کرنے والا) ہے۔ آپؓ کو ان ہی القاب سے عام طور پر یاد کیا جاتا ہے۔

عَن مُنذر الثَوری عَن مُحمدٍ بنِ الحَنفیة قالَ کانَ ابنُ عباسٍ حبرُ ھٰذہِ الامَّۃِ (1)

حضرت منذر ثوری کہتے ہیں کہ حضرت محمد بن حنفیہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس امت کے حبر ہیں

عَن مُجاھدٍ قالَ کانَ ابنُ عباسٍ یُسمّی البحر من کثرۃِ علمہِ (2)

حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو ان کے علم کی کثرت کی وجہ سے بحر کہا جاتا تھا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ کو لقب بحر جو ملا ہے یہ آپؓ کے علم کی کثرت کی وجہ سے ملا ہے۔ آپؓ کے ہم عصر افراد میں آپؓ کے علمی لحاظ سے کوئی برابری کا نہیں تھا۔ تب آپؓ کو بحر یعنی علم کا سمندر کہا جانے لگا۔

عَن عَطاءٍ انَّہ کانَ یقولُ قالَ البحرُ کذا وافتَی البحرُ بِکذا یَعنی ابنَ عباسٍ (3)

حضرت عطاء کہا کرتے تھے کہ بحر نے ایسا فرمایا ہے، اور کبھی کہتے تھے کہ بحر نے ایسے فتوی دیا ہے۔

عَن مَسروقٍ عن عبدِاللہِ بنِ مسعودٍ قالَ نعمَ ترجمان القرآن ابنُ عباسٍ (4)

حضرت مسروق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ بہترین ترجمان القرآن ہیں۔

آپؓ کا یہ لقب زبان عام وخاص پر تھا۔ حضرت جابر بن زید سے ایک روایت جس میں انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو بحر کہا ہے۔

حدَّثنا سفیانُ قالَ عَمرو قلتُ لِجابرِبنِ زیدٍ یزعمونَ اَن رسولَ اللہِﷺ نھَی عَن حُمُرِ الاھلیۃِ فقالَ قد کانَ یقولُ ذاکَ الحکَمُ بنُ عمرٍوالغَفاریُّ عِندَنا بِالبصرَۃِ ولکن ابیٰ ذٰلک البحرُ ابن عباسٍ وَقَرَءَ قُل لَا اَجِدُ فِی مَا اُوحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا (5)

حضرت عمرو کہتے ہیں کہ میں نے جابر بن زیدؓ سے پوچھا کہ لوگوں کا خیال ہے کہ رسول اللہﷺ نے پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع کیا تھا۔ انہوں نے کہا حکم بن غفاریؓ نے بصرہ میں یہی بتایا تھا۔ لیکن اس مسئلہ کا بحر (علم کے سمندر) حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے انکار فرمایا تھا۔ اور (استدلال میں) اس آیت کی تلاوت کی قُل لَا اَجِدُ فِی مَا اُوحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا (6)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ کے ہمعصر حضرات عام طور پر آپؓ کا بحر کہہ کر ہی حوالہ دیا کرتے تھے۔ اور لفظ بحر آپؓ کے ساتھ بطور لقب کے استعمال ہونے لگ گیا۔ جب بحر الامت کہا جائے تو مراد آپؓ ہی ہوتے تھے۔

1). نیشاپوری: ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم (م: 405ھ) المستدرک علی الصحیحین 616:3 دار الکتب العلمیہ، بیروت، س ن
2). اصبہانی: ابونعیم احمد بن عبداللہ (م:430ھ) حلیۃ الاولیاء 316:1 دار الکتاب العربی، بیروت، س ن
3). بلاذری: احمد بن یحیی بن جابر (م:279ھ) انساب الاشراف 1460:4
4). نیشاپوری: ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم (م: 405ھ) المستدرک علی الصحیحین 618:3
5). بخاری: محمد بن اسماعیل (م: 256) الصحیح (کتاب الذبائح، باب لحوم الخیل) 830:2 قدیمی کتب خانہ کراچی، 1938
6). سورۃ الانعام:145

خاندان:

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کا تعلق عرب کے قریش خاندان سے ہے۔اور قریش خاندان جو کہ 10 قبیلوں پر مشتمل ہے، آپ کا قبیلہ بنو ہاشم ہے۔خانہ کعبہ کی دیکھ بھال کی ذمہ داری عمارہ بنو ہاشم کے پاس تھی۔اور حج کے موقع پر زائرین کعبہ کو پانی پلانے کی ذمہ داری سقایہ بھی بنو ہاشم ہی کے حصہ میں تھی۔ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چونکہ چچا زاد بھائی ہیں تو اس لحاظ سے خاندان اور قبیلہ بھی ایک ہی ہے۔

شجرہ نسب:

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کا شجرہ نسب قریش کے مشہور قبیلہ بنو ہاشم سے متصل ہے۔

والد کی طرف سے شجرہ نسب:

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کے والد کی طرف سے شجرہ نسب یوں ہے:

عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم عبدالمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نظر بن کنانہ (1)

والدہ کی طرف سے شجرہ نسب:

جب کہ والدہ کی طرف سے شجرہ نسب یہ ہے

لبابہ الکبری بنت حارث بن حزن بن بجیر بن الہزم بن رویبہ بن عبداللہ بن ہلال بن عامر صعصعہ بن معاویہ بن بکر

(2)

1). ذہبی: محمد بن احمد بن عثمان (م748ھ) سیر اعلام النبلاء 332:3

2). ابن عبدالبر: ابوعمر یوسف بن محمد (م:463ھ) الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب 1907:4

فصل دوم: ولادت، بچپن اور جوانی

ولادت:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ ہجرت سے تین سال قبل اس وقت پیدا ہوئے جب کفار مکہ نے بنو ہاشم کو شعب ابی طالب میں محصور کر رکھا تھا۔ تو تحنیک کے لئے حضرت عباسؓ آپؓ کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوئے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپؓ کے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈال کر دعا فرمائی۔

عَن مجاهدٍ قالَ قال ابنُ عباسٍ لما کانَ النبیُّ ﷺ وَاهلُ بیتهِ فِی الشعبِ اَتی النبیُّ ﷺفقالَ یَا محمدُ ﷺ مَا اَرَی اُمَّ الفَضلِ اِلَّا قَد اشتَمَلَت عَلی حملٍ قالَ لَعلَّ اللهَ اَن یقرَّ عیناكِ مِنهَابِغلامٍ فَاتی بِی النبیّ ﷺ وَانا فِی خرقَتِی فَحَنکَنِی قَالَ مجاهد لا نَعلَمُ احداً حَنكَ بریقِ النبوَّةِ غَیرَهُ (1)

حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جن دنوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شعب میں محصور تھے میرے والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ اے محمد ﷺ ام الفضل حاملہ ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا چچا ممکن ہے اللہ تعالیٰ تمہاری آنکھیں ٹھنڈی فرمادے۔ تو ابن عباسؓ فرماتے ہیں جب میری والدہ نے مجھے جنم دیا تو میرے والد مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے کر گئے۔ اس وقت میں ایک کپڑے میں لپٹا ہوا تھا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنے لعاب دہن سے گھٹی دی۔

حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ ہمارے علم کے مطابق اللہ تعالیٰ کے نبی نے سوائے عبداللہ بن عباسؓ کے کسی اور بچے کو گھٹی نہیں دی۔

اسلام:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی والدہ حضرت لبابہ الکبریٰؓ اسلام کے اولین پیروکاروں میں شامل ہیں۔ ام المؤمنین حضرت خدیجہؓ کے بعد عورتوں میں ان کا ایمان سب سے مقدم ہے۔

وَکَانَت اُم الفَضلِ اوَّل امرأَة اَسلَمَت بِمَکَةَ بعدَ خَدیجَةَ بنتِ خویلدٍ (2)

حضرت ام فضلؓ حضرت خدیجہؓ کے بعد سب سے پہلے مکہ میں ایمان لائی تھی۔

اسی وجہ سے حضرت عبداللہؓ کو پیدائش کے وقت ہی سے اسلام کی دولت نصیب ہوگئی۔ اس طرح آپ کو اسلام کی آغوش میں پرورش پانے کا موقع نصیب ہوا۔ تو اسلام کے ساتھ ان کا خصوصی لگاؤ پیدا ہوا۔

امام بخاریؒ ترجمۃ الباب میں فرماتے ہیں کہ

کانَ ابنُ عباسٍؓ مَعَ اُمّهِ مِن المُستَضعفینَ وَلم یَکن مَع ابیهِ علیٰ دینِ قومِهِ وَقالَ الاسلامُ یعلو ولا یعلیٰ (3)

حضرت ابن عباسؓ اپنی والدہ کے ساتھ ضعفائے اسلام میں شامل تھے اور وہ اپنے والد کے ساتھ اپنی قوم کے مذہب پر نہیں تھے۔ اور وہ فرمایا کرتے تھے اسلام سربلند رہے گا اور مغلوب نہیں ہوگا۔

1). طبرانی: ابوالقاسم سلیمان بن احمد (م 310ھ) المعجم الکبیر 233:10 مکتبۃ العلوم والحکم الموصل، 1983ء

2). ابن سعد: ابوعبداللہ محمد (م 230ھ) الطبقات الکبریٰ 277:8 دار صادر بیروت، 1968ء

3). بخاری: محمد بن اسماعیل (م: 256ھ) الصحیح (کتاب الجنائز: اذا اسلم الصبی) 180:1

ہجرت:

حضرت عباسؓ فتح مکہ سے پہلے آٹھ ہجری میں اپنے اہل وعیال سمیت ہجرت کر کے مدینہ چلے آئے۔ اس وقت حضرت ابن عباسؓ کی عمر گیارہ برس سے زیادہ نہیں تھی۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ جلد ہجرت نہ کرنے کی وجہ یہ بتایا کرتے تھے کہ ہم مستضعفین میں شامل تھے۔ لہٰذا ہم بروقت ہجرت نہ کر سکے۔

اَنَّ ابنَ عباسٍ تَلا اِلَّا المُستَضعَفِینَ مِنَ الرجالِ والنساءِ والوِلدانِ قالَ کنتُ انا وَاُمِّی مِمَّن عذرَ اللهُ

کُنتُ انا وَامی مِن المُستضعفینَ (1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے یہ آیت پڑھی اِلَّا المُستَضعَفِینَ مِنَ الرجالِ والنساءِ والوِلدانِ (2)

اور پھر فرمایا کہ میں اور میری والدہ دونوں ان لوگوں میں شامل تھے جن کو اللہ تعالی نے معذور کر رکھا ہے۔ میں اور میری والدہ کمزور اور ناتواں لوگوں میں سے تھے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ اکیلے بچے ہونے کی وجہ سے ہجرت پہلے نہیں کر سکے اور شریعت نے بھی بچوں کو ہجرت پر پابند نہیں کیا۔ لہذا آپؓ نے بعد میں والدین کے ساتھ ہجرت کی۔

بچپن:

حضرت ابن عباسؓ کا بچپن سنہری گزرا ہے کیونکہ اس میں ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت نصیب ہوئی تھی۔ آپؓ عام بچوں سے کافی مختلف تھے۔ عام طور پر بچپن میں ایک بچہ لاشعوری طور پر کھیل کود میں مشغول ہوتا ہے۔ علم کی تحصیل سے اس کو کوئی خاص لگاؤ نہیں ہوتا۔ مگر حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا مزاج اس سے بالکل مختلف تھا۔

آپؓ ہجرت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہے اس طرح آپ کو تقریباً ڈھائی سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت نصیب ہوئی۔

صحبت نبیﷺ نحوًا من ثلاثین شهرا (3)

آپؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تقریباً تیس ماہ رہے۔

اس مختصر عرصہ میں آپؓ نبیﷺ کے ساتھ اتنے قریب رہے کہ آپؓ نے بہت سا علم نبیﷺ سے براہ راست سیکھا۔ اور آپؓ نے اپنے بچپن کے زمانہ کو کھیل کود میں صرف کرنے کے بجائے نبیﷺ کی خدمت میں رہ کر قیمتی بنانے میں لگے رہے۔

1). بخاری: محمد بن اسماعیل (م:256ھ) الصحیح (کتاب التفسیر، باب: قوله ومالکم لا تقاتلون) 660:2

2). سورۃ النساء: 98

3). ذہبی: محمد بن احمد بن عثمان (م748ھ) سیر اعلام النبلاء 332:3

حضرت عبداللہ بن عباسؓ ہجرت کے بعد اکثر و بیشتر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاتے رہتے۔ عام طور پر بچپن میں انسان کھیل کود کو پسند کرتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں لڑکوں کے ساتھ گلیوں میں کھیلا کرتا تھا ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیچھے آتے دیکھا تو جلدی سے ایک گھر کے دروازہ کے پاس چھپ گیا۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آ کر مجھے پکڑ لیا اور سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا جاؤ اور معاویہ کو بلاؤ میں دوڑ کر ان کے پاس گیا اور کہا کہ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلا رہے ہیں کسی ضروری کام کے لئے۔

آپ بچپن ہی سے جستجو کے دلدادہ تھے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت سے واپس آئے تو کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک ایسا آدمی دیکھا ہے جس کو میں بالکل نہیں جانتا کاش کے مجھے معلوم ہو جائے کہ وہ کون ہیں؟ تو جب حضرت عباسؓ نے اس بات کا تذکرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابن عباسؓ کو بلایا اور محبت سے ان کو اپنے پاس بٹھا کر سر پر ہاتھ پھیرا۔ (1)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی کبھی آپ کو اپنی سواری پر بھی سوار کر لیا کرتے تھے۔

قَالَ اِبنُ زبیرٍ لِابنِ جَعفَرٍ اَتَذکُر اِذ تَلقینَا رسولَ اللہِ اَنا وَ انتَ و ابنُ عباسٍ قَالَ نَعَم فَحملنَا وَترَکَکَ (2)

حضرت ابن زبیرؓ نے عبداللہ بن جعفرؓ سے کہا کہ آپ کو وہ بات یاد ہے جب میں، آپ اور ابن عباسؓ آگے جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملے تھے (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا استقبال کیا تھا جب وہ جہاد سے واپس آئے تھے) تو عبداللہ بن جعفرؓ نے کہا کہ ہاں یاد ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اور ابن عباسؓ کو اپنے ساتھ سواری پر بٹھا دیا تھا اور تمہیں چھوڑ دیا تھا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ نبی ﷺ کے ساتھ خصوصی تعلق رکھتے تھے۔ یعنی نبی ﷺ کے سفر پر آنے اور جانے کے وقت نبی ﷺ کا استقبال اور الوداع کرنے میں شریک رہتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تبرک حاصل کرنے میں آپ پہل کرتے تھے۔ اور اس موقع پر کسی کو بھی اپنی ذات پر ترجیح نہیں دیتے تھے بلکہ اس معاملہ میں خود ہی سبقت لے جانا پسند کرتے تھے۔

عَن سَہلٍ بنِ سعدٍ الساعدیِّ انَّ رسولَ اللہِ ﷺ اتی بِشرَابٍ فَشربَ مِنہُ وَعَن یَمِینِہٖ غُلام وعَن یَسارِہٖ اشیَاخ فَقَالَ لِلغلامِ اَتأ ذنُ لِی ان اعطِی ھٰؤُلاءِ فَقَالَ الغلامُ لا وَاللہِ لا اُوثرُ بِنَصِیبِی مِنکَ اَحدَ قَالَ فَتلہ رَسولُ اللہِ ﷺ فِی یدہٖ

(3)

حضرت سہل بن سعد ساعدیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پانی لایا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو پیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دائیں طرف ایک لڑکا تھا اور بائیں طرف بڑے بڑے لوگ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لڑکے سے کہا کیا تم مجھے اجازت دیتے ہو کہ میں ان لوگوں کو دے دوں؟ اس لڑکے نے کہا کہ نہیں۔ اللہ کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے دیے ہوئے اپنے نصیب پر میں کسی کو ترجیح نہیں دوں گا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے ہاتھ پر پیالہ رکھ دیا۔

اور یہ لڑکا حضرت عبداللہ بن عباسؓ ہی تھے۔ اور اشیاخ میں حضرت خالد بن ولیدؓ تھے۔

1). العسقلانی: احمد بن علی بن حجر (م:852ھ) الاصابۃ فی تمیز الصحابہ 331:2 دار احیاء التراث العربی، بیروت، 1328ھ

2). بخاری: محمد بن اسماعیل (م:256ھ) الصحیح (کتاب الجہاد، باب: استقبال الغزاۃ) 433:1

3). القشیری: ابو الحسن مسلم بن حجاج بن مسلم (م:261ھ) الصحیح (کتاب الاشربۃ، باب: استحباب ادارۃ الماء) 175:2

ام المومنین حضرت میمونہؓ حضرت ابن عباسؓ کی خالہ تھیں اور وہ آپ کو عزیز رکھتی تھیں اکثر آپ اپنی خالہ کے گھر جاتے اور کبھی وہاں ہی پر رات گزارتے ۔اور نبی ﷺ کی رات کی نماز کو دیکھتے اور نبی ﷺ کے لیے وضو کا پانی رکھا کرتے تھے۔

عَن ابنِ عباسٍ قَالَ اَتی النبیُّ ﷺ الخَلاءَ فوَضَعتُ لَهُ وَضوءَ فَلَما خرجَ قالَ مَن وَضَعَ هذا قالَ ابنُ عباسٍ قالَ اللّٰهُمَّ فقهه (1)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت الخلاء کی طرف آئے تو میں نے وضو کے لیے پانی رکھ دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نکلے تو پوچھا کہ پانی کس نے رکھا تھا۔تو کہا حضرت ابن عباسؓ نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خوش ہو کر دعا دی کہ اللہ اس کو دین میں سمجھ عطاء فرمائے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ بچپن میں نبی ﷺ کی خدمت کو سامنے رکھا کرتے تھے اور جو بھی موقع ملتا تو فوراً ہر ممکن خدمت سرانجام دیتے اور نبی ﷺ کی دعائیں حاصل کرتے۔

حضرت ابن عباسؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہی رہا کرتے تھے سفر وحضر میں بھی آپ حجۃ الوداع میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شریک رہے۔

عَن ابنِ عباسٍ قالَ اقبلتُ راکبًا علَی اتانٍ وَانا یَومئذٍ قد ناهزتُ الاحتلامَ ورسول اللهِ ﷺ یُصلِّی بِمنی فمررتُ بینَ یدی الصفِّ فنزلتُ فارسلتُ الاتانَ ترتع ودخلتُ فِی الصفِّ فلم ینکر ذٰلکَ علَی احدٍ (2)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں گدھی پر سوار ہو کر حاضر ہوا اور ان دنوں میں بلوغت کے قریب تھا۔اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منی میں لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے میں صف کے آگے سے گزر کر اترا اور گدھی کو چرنے کے لیے چھوڑ دیا اور میں خود صف میں شریک ہو گیا اور اس بات پر مجھ پر کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ اکثر اوقات نبی ﷺ کے ساتھ ساتھ ہی رہا کرتے تھے۔اور نماز میں آپ ﷺ کے ساتھ شریک رہا کرتے تھے

1)۔احمد:ابو عبداللہ بن محمد بن حنبل(م:241ھ)فضائل الصحابہ 956:2 جامعہ ام القری،مکہ،س ن

2)۔القشیری:ابوالحسن مسلم بن حجاج بن مسلم(م:261ھ)الصحیح(کتاب الصلوۃ،باب:سترۃ المصلی)196:1

نبی ﷺ کے وصال کے وقت آپؓ کی عمر:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں نوجوانی کے ابتدائی مراحل کو چھوا ہی تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا فانی سے پردہ فرما گئے۔اس بارے میں تین اقوال ہیں۔

کہ آپؓ کی اس وقت عمر دس سال تھی۔

عَن سَعیدِ بنِ جبیرٍ قالَ انَّ الذینَ تدعونَہُ المفصّلَ ھُو المُحکمُ قالَ وقالَ ابنُ عباسٍ توفی رسولُ اللہِ ﷺ وانا ابن عشرَ سنینَ وقد قرأتُ المحکمَ (1)

حضرت سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ قرآن کے جس حصہ کو تم مفصل کہتے ہو(سورۃ حجرات سے آخر تک)وہ محکم ہے۔حضرت ابن عباسؓ کہا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جب وصال ہوا تو میری عمر دس سال تھی اور میں محکم پڑھ چکا تھا۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ کی عمر اس وقت دس سال تھی۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ اس وقت میرا ختنہ ہو چکا تھا۔اور اس دور میں ختنہ تب کیا جاتا تھا جب لڑکا سمجھدار ہو جاتا تھا۔

عَن سعیدِ بنِ جبیرٍ قالَ سُئلَ ابنُ عباسٍ مثل من انتَ حینَ قُبضَ النبیُّ ﷺ قالَ انا یَومئذٍ مَختون قَالَ و کانوا لا یَختنونَ الرجل حتی یدرکَ (2)

سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے وقت آپ کی عمر کیا تھی؟ تو انہوں نے کہا کہ میرا اس وقت ختنہ ہو چکا تھا۔اور عرب کے لوگوں کی عادت تھی کہ جب تک لڑکا جوانی کے قریب نہ ہو جاتا اس کا ختنہ نہیں کرتے تھے۔

اسی روایت کے ہم معنی دوسری روایت جس میں ساتھ عمر کی بھی وضاحت ہے کہ اس وقت عبداللہ بن عباسؓ پندرہ سال کے تھے۔

عَن سعیدِ بنِ جبیرٍ عن ابنِ عباسٍ قالَ توفی رسول اللہ ﷺ وانا ابن خمسَ عشرۃَ سنۃَ وانا ختین (3)

حضرت سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ کہا کرتے تھے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا ہے اس وقت میری عمر پندرہ سال تھی اور میرا ختنہ ہو چکا تھا۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ اس وقت پندرہ سال کے تھے کیونکہ اس وقت ختنہ کر دیا جاتا تھا جب وہ سمجھدار ہوتا تھا۔

1). بخاری: محمد بن اسماعیل (م:256ھ) الصحیح (کتاب فضائل القرآن، باب: تعلیم الصبیان) 753:2

2). حوالہ بالا (کتاب الاستیذان، باب: الختان بعد ما کبر) 932:2

3). ذہبی: محمد بن احمد بن عثمان (م 748ھ) سیر اعلام النبلاء 335:3

اور آپؓ کی نبی ﷺ کی وفات کے وقت عمر کا تیسرا قول تیرہ سال کا ہے۔

قالَ الزبیرُ بنُ بکارٍ توفی رسول اللهِ ﷺ وَلابنِ عباسٍ ثلاثَ عشرَ سنةَ (1)

حضرت زبیر بن بکار کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے وقت حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی عمر تیرہ سال تھی۔

اس لحاظ سے نبی ﷺ کی وفات کے وقت حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی عمر کے حوالے سے تین اقوال موجود ہیں۔ دس سال کا، تیرہ سال کا اور پندرہ سال کا۔ اور اس میں سے کون سا قول زیادہ معتبر ہے۔

علامہ عثمان ذہبی نے علامہ واقدی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے دس سال کے قول کو ترجیح دی ہے جب کہ اکثر مؤرخ تیرہ سال کے قول کو بیان کرتے ہیں جب کہ حضرت احمد بن حنبل پندرہ سال کے قول کو راجح قرار دیتے ہیں۔ (2)

تیرہ سال کا قول راجح نظر آ رہا ہے۔

جوانی:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اپنی جوانی زیادہ تر تحصیل علم اور اس کی اشاعت میں خرچ کی جیسا کہ جب حضرت عمرؓ مسند خلافت پر تخت نشین ہوئے تو اس وقت حضرت ابن عباسؓ سن شباب کو پہنچ چکے تھے۔ تو حضرت عمرؓ ان کی صلاحیتوں کی وجہ سے ان کو اپنے قریب کر دیا اور ان کو شیوخ بدر کے ساتھ شریک محفل کیا کرتے تھے۔ اس پر بعض بزرگوں نے شکایت کی آپ اس جوان کو ہمارے ساتھ کیوں شریک کرتے ہو۔؟ اور ہمارے لڑکے جو اس کے ہم عمر ہیں آپ ان کو شریک کیوں نہیں کرتے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا علم کی وجہ سے یہ میرے قریب ہو گیا ہے یہ وہ شخص ہے جس کی قابلیت تم کو بھی معلوم ہے۔

عَن ابنِ عباسٍ قالَ کانَ عمُر بنُ الخطابِ یدنی ابنَ عباسٍ فقالَ لهُ عبدُالرحمٰنِ بنُ عوفٍ انَّ لنا ابناء مثلهُ فقالَ انهُ مِن حیثُ تعلمُ فسألَ عمرُ ابنَ عباسٍ عن هذهِ الایةِ اِذَا جَاءَ نَصرُ اللّٰهِ وَالفَتحُ فقالَ اجلُ رسولِ اللهِ ﷺ اَعلمهُ اِیَّاهُ قالَ ما اعلم مِنها اِلا مَا تَعلمُ (3)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ ابن عباسؓ کو اپنے پاس بٹھاتے تھے یہ حال دیکھ کر حضرت عبدالرحمان بن عوف نے کہا ہمارے بیٹے بھی ابن عباسؓ کی طرح ہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہیں علم وفضل حاصل ہے۔ پھر حضرت عمرؓ نے حضرت ابن عباسؓ سے یہ آیت دریافت کی کہ اِذَا جَاءَ نَصرُ اللّٰهِ وَالفَتحُ (4)

انہوں نے اس کی تفسیر میں کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے انتقال کی خبر دی ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا میں بھی یہی سمجھتا ہوں جو آپؓ جان گئے ہیں۔

1). ذہبی: محمد بن احمد بن عثمان (م748ھ) سیر اعلام النبلاء 336:3

2). حوالہ بالا 336:3

3). بخاری: محمد بن اسماعیل (م:256ھ) الصحیح (کتاب المناقب، باب: علامات النبوۃ) 512:1

4). سورۃ النصر:1

حضرت ابن عباسؓ تمام صحابہ کرامؓ سے محبت اور خلوص سے پیش آتے تھے مگر حضرت عمر فاروقؓ سے جوان کی محبت تھی وہ سب سے زیادہ تھی۔ بلکہ عملاً محبت کا جو اظہار ہوتا ہے احساسات ادب واحترام اس کے علاوہ کبھی کبھی آپؓ اپنی اس محبت کا اظہار زبان سے بھی فرمایا کرتے تھے۔

قالَ اخبرنَا ابو العالیةَ عَن ابنِ عباسٍ قالَ فسمعتُ غیرَ واحدٍ مِن اصحابِ النبیِّ ﷺ مِنهم عمرُ بنُ الخطابِ وَکانَ احبهم الیَّ انَّ رسولَ اللهِ ﷺ نَهی عَنِ الصلوۃِ بَعدَ الفجرِ حتی تَطلعَ الشمسُ و بعدَ العصرِ حتی تَغربَ الشمسُ

(1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کئی نبی ﷺ کے صحابہ کرامؓ سے سنا ہے اوران صحابہ کرام میں حضرت عمرؓ بھی ہیں۔اور وہ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔کہ بے شک نبی ﷺ نے فجر کے بعد سورج کے نکلنے تک نماز پڑھنے سے منع کیا ہے۔اسی طرح عصر کے بعد بھی سورج ڈوبنے تک۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ کو حضرت عمر فاروقؓ کے ساتھ خصوصی تعلق تھا۔اور اس کا اظہار بھی آپؓ کی زبان سے ہوتا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمان غنیؓ کی مجلس میں اکثر شریک رہتے تھے۔اور آپؓ سے وہ مشورہ بھی لیا کرتے تھے۔اور اس مشورہ کو خاص اہمیت بھی دی جاتی تھی۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ ہمیشہ خلفائے راشدین کو نیک مشورے دینے اور اچھی رائے دینے میں کبھی بخل نہیں کرتے تھے۔ان مشوروں کی بنیادی نیت یہ ہی تھی کہ اسلامی حکومت کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا جائے۔اور دنیا پر حق کی سیادت قائم رہے۔حضرت علیؓ نے اپنے دور خلافت میں آپؓ کو شام کا گورنر مقرر کرنا چاہا مگر آپ نے اس سے معذرت کردی۔

حضرت علیؓ کے دور خلافت میں جو بھی لڑائیاں ہوئی آپؓ اس میں شریک رہے۔اور حضرت علیؓ کے لشکر کے ایک حصہ کی قیادت بھی کرتے رہے۔جب حضرت حسینؓ کی شہادت ہوئی اور حضرت ابن زبیرؓ اور ابن مروان کے درمیان طویل جنگ شروع ہوئی تو آپ مکہ میں آکر مقیم ہوگئے۔جب حضرت ابن زبیرؓ نے آپ کو بیعت کے لئے مجبور کیا تو آپ نے اہل کوفہ سے امداد طلب کی۔تو چار ہزار کوفی آگئے اور وہ آپؓ کو لے کر طائف چلے گئے۔ (2)

1). القشیری: ابوالحسن مسلم بن حجاج بن مسلم (م:261ھ) الصحیح (کتاب الصلوۃ، باب: الاوقات التی نہی) 275:1

2). ذہبی: محمد بن احمد بن عثمان (م:748ھ) سیر اعلام النبلاء 356:3

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی زوجات واولاد:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی اولاد درج ذیل ہے۔

عباس (اسی بیٹے کی وجہ سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی کنیت ابوالعباس ہے)

محمد

علی (اسی بیٹے کی اولاد سے ہی عباسی خاندان اور خلافت آگے چلی۔ یہ سب بیٹوں میں سے چھوٹے ہیں۔آپ کی پیدائش 40 ہجری کو ہوئی اور بعض نے کہا ہے کہ جنگ جمل کے سال 36ھ کو ہوئی ہے۔آپ قریشی خاندان میں سے سب سے زیادہ حسین تھے۔اور آپؒ بہت زیادہ عبادت گزار اور شب بیدار تھے اسی وجہ سے آپ کو سجاد کہا جانے لگا تھا۔)

عبیداللہ

فضل

عبدالرحمان

لبابہ (اس بیٹی کی شادی علی بن عبداللہ بن جعفرؓ سے ہوئی تھی اور آپ کی اولاد بھی ہوئی۔)

اسماء (اس بیٹی کی شادی عبداللہ بن عبیداللہ بن عباسؓ سے ہوئی۔اور آپ کی بھی اولاد ہوئی جن کے نام حسن اور حسین تھے) (1)

آپؓ کی اولاد میں سے عباس، فضل، محمد، عبیداللہ کی کوئی اولاد نہیں تھی۔

آپؓ کی زوجہ زرعہ بنت مسرح بن معدیکرب تھی جو کہ ایک بڑے سردار کی بیٹی تھی۔

اس بیوی سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی جو اولاد ہوئی ان کے نام عباس، علی، محمد، عبیداللہ، فضل اور لبابہ ہے۔

اور ایک ام ولد بھی تھی۔

جس سے اسماء ایک بیٹی پیدا ہوئی۔ (2)

1). ذہبی: محمد بن احمد بن عثمان (م748ھ) سیر اعلام النبلاء 333:3

2). نیشاپوری: ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم (م:405ھ) المستدرک علی الصحیحین 629:3

حلیہ وخدوخال:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ بہت خوبصورت تھے۔آپ کا چہرہ روشن، گندمی رنگ، لمبا قد، گھنے لمبے بال۔آپ اتنے حسین اور وجیہ تھے کہ لوگ چودھویں کے چاند کو دیکھ کر آپ کو یاد کرتے ۔(1)

آپؓ بڑے جسیم تھے جب بیٹھتے تھے تو دو آدمیوں کی جگہ لیتے تھے۔آپ نہایت خوبصورت تھے۔آپؓ کے بال کانوں تک لمبے تھے۔آپ کا سر سامنے سے سفید ہو چکا تھا۔آپ بالوں پر مہندی لگاتے تھے۔

عَن عَلی بنِ طلحۃَ قالَ کانَ عبدُاللہِ بنُ عباسٍ مدید القامۃِ مُستدِیر الوجہِ جَمیلہ ابیضہ ولَیسَ بِالمفرطِ البیاضِ سَبط اللحیۃِ فِی اَنفِہِ قنی معتدل الجسمِ وکانَ احسن الناسِ عینًا قبلَ اَن یکف بصرہُ (2)

حضرت علی بن طلحہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قد دراز تھا اور آپ کا چہرہ گول تھا۔آپ سفید اور خوبصورت تھے اور آپ کی سفیدی میں شدت نہیں تھی۔آپ کی داڑھی سیدھی تھی (گنگریالی نہیں تھی)۔ آپؓ کا ناک قدرے بلند تھا۔اور آپ کا جسم درمیانہ سا تھا۔اور آنکھوں کی خوبصورتی کے لحاظ سے (نابینا ہونے سے پہلے) آپ تمام لوگوں میں سے حسین تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے حسن و جمال کی تعریف لوگوں کی زبان پر اکثر جاری رہتی۔آپ کی خوبصورتی کے بارے میں حضرت مسروق کہا کرتے تھے کہ جب میں عبداللہ بن عباسؓ کو دیکھتا ہوں تو کہتا ہوں آپ لوگوں میں سے سب سے زیادہ جمیل ہیں۔اور جب وہ بات کرتے تھے تو میں کہتا ہوں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سب سے زیادہ فصیح اللسان ہیں اور جب وہ بیان کرتے تو میں کہتا کہ آپ سب لوگوں سے زیادہ عالم ہیں۔ (3)

خوشبو کا استعمال:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح خوشبو بہت پسند تھی۔اکثر آپ کا بدن اور لباس معطر رہتا تھا۔

عَن عِکرمۃَ قالَ کانَ ابنُ عباسٍ اذَا مرَّ فی الطریقِ قُلنَ النساءُ علَی الحِیطانِ اَمرَّ المِسکُ اَم مَرَّ ابنُ عباسٍ (4)

حضرت عکرمہ کہتے ہیں کہ جب حضرت ابن عباسؓ راستہ سے گزرتے تو عورتیں دیواروں سے ایک دوسرے سے کہتیں تھیں کہ یہ ابن عباسؓ گزرے ہیں یا کوئی کستوری والا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ خوشبو کا استعمال کثرت سے فرمایا کرتے تھے۔اس سے آپؓ کی نفاست پسندی ظاہر ہوتی ہے۔اور نبی ﷺ کو بھی خوشبو پسند تھی۔تو آپؓ اس پر اپنا عملی اظہار کیا کرتے تھے۔

1). ذہبی: محمد بن احمد بن عثمان (م748ھ) سیر اعلام النبلاء 333:3

2). بلاذری: احمد بن یحیٰی بن جابر (م:279ھ) انساب الاشراف 1485:4

3). ابن عبدالبر: ابوعمر یوسف بن محمد (م463:ھ) الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب 935:3

4). ذہبی: محمد بن احمد بن عثمان (م748ھ) سیر اعلام النبلاء 337:3

گیسوزلفیں:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اکثر اوقات زلفیں ہی رکھی تھیں اور یہ انداز ان کا بچپن ہی سے تھا۔اور صرف زلفیں ہی نہیں بلکہ ان کو اچھی طرح سنوارتے بھی تھے۔

عَن ابنِ عَباسٍ قَالَ بِت لَیلةَ عِندَ مَیمُونَۃَ بنتِ الحارثِ خَالتِی وَکَانَ رَسولُ اللہِ ﷺ عِندَھا فِی لیلتِھا فَقالَ فَقامَ رسولُ اللہِ ﷺ یُصلی مِن الیلِ فَقمتُ عَن یَسارِہِ قَالَ فَأخذَ بِذؤابَتی فَجَعَلنی عَن یَمِینِہِ (1)

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ ایک رات میں اپنی خالہ میمونہ بنت حارث کے پاس رہا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ تھی اس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی وہاں ہی تھے۔رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے۔میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے گیسو پکڑ کر مجھے دائیں طرف کر دیا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ شروع ہی سے زلفیں رکھا کرتے تھے۔اور اسی انداز سے آپؓ نے جوانی بھی گذاری اور آخر دم تک زلفوں سے سرمزین رہا اور صرف حج عمرہ کے موقع پر زلفیں منڈوا دیا کرتے تھے۔ورنہ عام حالات میں آپؓ کی زلفیں رکھی ہوتی تھیں۔

لباس:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ عام طور پر اچھا اور عمدہ لباس زیب تن فرماتے تھے۔ اور جائز حد تک آپؓ قیمتی اور عمدہ لباس پہنا کرتے تھے۔اور اللہ تعالیٰ کی مالی نعمت کا اظہار اپنے لباس سے کیا کرتے تھے۔

عَن عبدِاللہِ بنِ عباسٍ قالَ لمَّا خَرَجَتُ الحَرُورِیَّۃُ اَتَیتُ علیا فقالَ ائتِ ھؤُلاءِ القومَ فَلَبِستُ اَحسَنَ مَا یکونُ مِن حُللِ الیمنِ قالَ ابو زَمِیلٍ وکانَ ابنُ عباسٍ رجُلا جَمِیلا جَھِیرًا قالَ ابنُ عباسٍ فَأَتیتُھم فقالوا مَرحبًا بكَ یَا ابنَ عباسٍ ما ھذہِ الحلَّۃُ قالَ مَا تَعیبُونَ عَلَیَّ لقد رَأَیتُ علی رسولِ اللہِ ﷺ اَحسَنَ ما یکونُ من الحللِ (2)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ خود فرماتے ہیں کے جب خوارج نکلے تو میں حضرت علیؓ کے پاس آیا۔تو آپؓ نے کہا کہ تم ان لوگوں کے پاس جاؤ تو میں یمن کا سب سے عمدہ جوڑا پہن کے ان کے پاس گیا۔ابوزمیل کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ ایک خوبصورت اور وجیہ آدمی تھے۔حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں ان کے پاس آیا تو انہوں نے کہا خوش آمدید اے ابن عباس! اور پوچھا یہ کیا پہنے ہو؟ تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے کہا آپ مجھ میں کیا عیب نکالتے ہو۔میں نے رسول اللہ ﷺ کو اچھے سے اچھا جوڑا پہنے دیکھا ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی عادت ہی یہی تھی کہ آپؓ اچھا اور نفیس لباس زیب تن فرمایا کرتے تھے۔

آپ لباس کے معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقہ پر عمل کرتے تھے اور ہمیشہ ٹخنوں کو ظاہر رکھتے تھے اکثر آپ کا ازار آدھی پنڈلی تک اٹھایا ہوتا تھا اور یا اس سے بھی کچھ اوپر تک۔

عَن اَبی الجَویریۃقَالَ رَأیتُ ازارَ ابنِ عباسٍ اِلَی نِصفِ سَاقِہِ اَو فَوقَ ذٰلكَ وَعَلَیہِ قَطِیفَۃ رومِیۃ وَھوَ یصَلی (3)

ابوالجویریہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس کو نماز پڑھتے ہوئے اس حالت میں دیکھا کہ آپ کا ازار آدھی پنڈلی یا اس سے بھی ذرا اوپر تھا۔ اور آپ نے رومی نرم ملائم سوتی کپڑا پہن رکھا تھا۔

1). بخاری: محمد بن اسماعیل (م:256ھ) الصحیح (کتاب اللباس، باب: الذوائب) 877:2

2) . ابوداود سلیمان بن الاشعث (م 275ھ) سنن ابی داوٗد (کتاب اللباس، باب: فی لبس الصوف) 204:2

3). ذہبی: محمد بن احمد بن عثمان (م 748ھ) سیر اعلام النبلاء 355:3

حضرت عبداللہ بن عباسؓ شریعت کے مطابق لباس پہنا کرتے تھے۔اور ٹخنوں کو ظاہر رکھا کرتے تھے۔

عَن ابو حَمزةَ قالَ رأیتُ ابنَ عباسٍ قمیصهُ مُقلصًا فوقَ الکعبِ والکم یَبلغُ اصولَ الاصابعِ یغطی ظَهرَ الکفِّ

(1)

ابوحمزہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو دیکھا ان کی قمیص ایڑیوں تک نہیں پہنچ رہی تھی۔آستین اور بازو والا کپڑا انگلیوں کی جڑوں تک تھا جس سے ہتھیلی کی پشت پوشیدہ تھی۔

آپؓ نفیس اور اچھے قسم کے لباس کو ترجیح دیتے تھے تاکہ اللہ تعالی کی دی ہوئی نعمتوں کا اظہار کے ذریعہ شکریہ ادا ہو۔آپؓ عمدہ اور قیمتی لباس زیب تن فرماتے تھے۔

عن عُثمانَ بنِ ابی سلیمانَ انَّ ابنَ عباسٍ کانَ یَتخذ الرداءَ بِالفٍ (2)

حضرت عثمان بن ابی سلیمان کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ ہزار (دینار یا درہم) کی چادر لیا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ لباس میں ریشم اور اون وغیرہ کے امتزاج والا کپڑا پہنا کرتے تھے اور خالص ریشمی کپڑا نہیں پہنتے تھے بلکہ اس کو ناپسند کرتے تھے۔اور ہمیشہ اس سے بچتے رہتے تھے۔

عَن عِکرمةَ کانَ ابنُ عباسٍ یَلبسُ الخزَّ ویَکرهُ المصمتَ (3)

حضرت عکرمہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ خز کا کپڑا پہنا کرتے تھے۔اور مصمت کو ناپسند کرتے تھے۔

خز وہ کپڑا ہوتا ہے جس میں ریشم کے ساتھ اون وغیرہ ملا ہوا ہو۔اور مصمت خالص ریشمی لباس کا کہا جاتا ہے۔یعنی حضرت عبداللہ بن عباسؓ خالص ریشمی کپڑے سے اجتناب کرتے تھے۔

عمامہ:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ عمامہ کو لباس کا جزء تصور کرتے تھے۔اور ہمیشہ پہنا کرتے تھے اور عام طور پر سیاہ رنگ ہوتا تھا۔اور عمامہ کے دونوں اطراف کو باہر چھوڑتے تھے۔

عن رِشدین بنِ کریبٍ عن ابیه قالَ رأیتُ ابنَ عباسٍ بِعمامة سَوداء فَیرخی شِبرا بینَ کَتفیهِ ومِن بین یدیهِ (4)

حضرت کریبؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباسؓ کو دیکھتا تھا کہ آپؓ سیاہ عمامہ پہنتے تھے اور اس کا ایک سرا کندھوں کے درمیان چھوڑا کرتے تھے اور دوسرا سامنے چھوڑ دیا کرتے تھے۔

1). احمد: ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل (م:241ھ) الزھد ص:279 دارالکتاب العربی، بیروت، 1994ء

2). ذہبی: محمد بن احمد بن عثمان (م748ھ) سیر اعلام النبلاء 355:3

3). حوالہ بالا 356:3

4). حوالہ بالا 355:3

انگوٹھی:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ انگوٹھی بھی پہنا کرتے تھے اوراس کو آپؓ سنت سمجھتے ہوئے اتباع نبوی ﷺ میں پہنا کرتے تھے۔اور آپؓ اس میں بھی اس بات کا لحاظ رکھا جائے کہ اسی طرح پہنی جائے جیسے نبی ﷺ نے پہنی ہے۔

عَن الصلتِ بنِ عبدِ اللهِ بنِ نوفلٍ قالَ رأيتُ ابنَ عباسٍ يتختَّمُ فی يمينِهِ وَلَا اِخالُهُ الا قالَ رأيتُ رسولَ اللهِ ﷺ يتختمُ فی يمينِهِ

(1)

حضرت صلت بن عبداللہ بن نوفل کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنے ہوئے دیکھا اور میرا یہی خیال ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنے ہوئے دیکھا تھا۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ انگوٹھی جو پہنتے تھے نبی ﷺ کی اتباع کے طور پر پہنتے تھے۔

آپؓ اپنی انگوٹھی کو دائیں ہاتھ کی سب سے چھوٹی انگلی میں پہنا کرتے تھے۔اور آپؓ کی انگوٹھی کا نگینہ ہتھیلی کی پشت کی طرف ہوا کرتا تھا۔یعنی سامنے کی طرف ہوتا تھا۔

عَن مُحمدِ بنِ اسحاق قالَ رَأَيتُ على الصَّلتِ بنِ عبدِاللهِ بنِ نوفلِ بنِ عبدِ المطلبِ خَاتمًا فی خِنصرِهِ اليُمنى فقلت ما هذا قالَ رَأَيتُ ابنَ عباسٍ يَلبسُ خَاتَمهُ هكذا و جعلَ فَصَّهُ على ظهرِها قالَ و لا يَخالُ ابن عباسٍ الَّا قد كان يذكُرُ انَّ رسولَ اللهِ ﷺ كانَ يلبسُ خاتَمهُ كذالكَ

(2)

حضرت محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ میں نے صلت بن عبداللہ بن نوفل بن عبدالمطلب کو اپنے داہنے ہاتھ کی چھنگلی میں انگوٹھی پہنے دیکھا تو کہا یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا میں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو اسی طرح اپنی انگوٹھی پہنے ہوئے اوراس کے نگینہ کو اپنی ہتھیلی کی پشت کی طرف کیے ہوئے دیکھا۔اور کہا کہ یہ مت سمجھنا کہ صرف حضرت عبداللہ بن عباسؓ ہی ایسا کرتے تھے بلکہ وہ ذکر کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ بھی اپنی انگوٹھی ایسے ہی پہنتے تھے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ جو یہ انگوٹھی پہنا کرتے تھے اس میں بھی نبی ﷺ کی اتباع کو مدنظر رکھتے تھے۔اور سنت کے مطابق ہی پہنا کرتے تھے۔آپؓ نے نبی ﷺ کو ایسے ہی پہنا ہوئے دیکھا۔لہذا آپؓ اسی انداز سے انگوٹھی پہنتے تھے۔

1. ترمذی: ابوعیسی محمد بن عیسی (م279ھ) جامع الترمذی (کتاب اللباس، باب: ماجاء فی لبس الخاتم) 304:1

2. ابوداود سلیمان بن الاشعث (م275ھ) سنن ابی داؤد (کتاب الخاتم، باب: ماجاء فی التختم) 229:2

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے غلام:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو اللہ تعالی نے مالی وسعت عطاء کررکھی تھی۔اور آپؓ کے ایک وقت میں کئی کئی غلام ہوتے تھے۔اور مختلف کاموں کے لئے مختلف غلام مقرر کیے ہوئے تھے۔

عَن عِکرمةَ یقولُ کانَ لِابنِ عباسٍ غلمة ثلاثة حجامونَ فَکانَ اِثنانِ منهم یُغِلّانِ وواحد یحجمهُ ویحجمُ اهله (1)

حضرت عکرمہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس پچھنا لگانے والے تین غلام تھے۔ان میں سے دو غلہ حاصل کرتے تھے (کمائی وغیرہ) اور ایک غلام آپؓ اور ان کے اہل وعیال کو پچھنے لگاتا تھا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے آپؓ نے مختلف کاموں کے لیے علیحدہ علیحدہ غلام رکھے ہوئے تھے۔اور آپؓ کو اللہ تعالی نے بہت سامال عطاء کیا ہوا تھا۔آپؓ نے اپنے چند غلاموں کو صرف اور صرف پڑھنے علم حاصل کرنے کے لیے مخصوص کرر کھا تھا۔اور ان سے دیگر کام نہیں لیے جاتے تھے۔بلکہ ان کا کام ہی یہ مقرر کر دیا تھا کہ آپ تعلیم حاصل کرو۔ان پڑھنے والے غلاموں میں عکرمہ اور کریب سر فہرست ہیں۔

1. ترمذی: ابوعیسی محمد بن عیسی (م279ھ) جامع الترمذی (کتاب الطب، باب: ماجاء فی الحجامة) 25:2

فصل سوم:

اخلاق وعادات تواضع کلمات حکمت ومواعظ

عبادت وریاضت:

آپ کثرت سے عبادت کرتے تھے۔دن کو روزہ اور رات کو مصلی۔اور یہ ترتیب سفر وحضر میں یکساں رہتی تھی۔اور جسمانی آرام وسکون آپؓ کے ہاں دوسرے درجہ پر تھا۔آپؓ کی پہلی ترجیح نفلی عبادت سے اللہ تعالی کی رضا مقصود تھی۔

عَن ابنِ ابِی مُلیکۃَ صحبتُ ابنَ عباسٍ مِن مَکۃَ الَی المدینۃ فکانَ اذَا نزلَ قامَ شطرَ الیلِ فسألَہُ ایوبُ کیفَ کانتُ قِرائتُہُ قالَ قَرَاَ وَجَاءَ تُ سَکرَۃُ المَوتِ بِالحَقِّ ذَلِکَ مَا کُنتَ مِنہُ تَحِید فَجعلَ یُرتِّلُ وَیکثرُ فِی ذَلکَ النشج

(1)

حضرت عبداللہ بن ملیکہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباسؓ کے ساتھ سفر میں مکہ سے مدینہ تک رہا وہ جب بھی کسی جگہ قیام کرتے تو وہاں وہ آدھی رات اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کھڑے رہتے۔حضرت ایوب نے راوی سے پوچھا وہ قرآن مجید کس طرح پڑھتے تھے؟ توانہوں نے جواب دیا کہ ایک مرتبہ حضرت ابن عباسؓ نے

وَجَاءَ تُ سَکرَۃُ المَوتِ بِالحَقِّ ذَلِکَ مَا کُنتَ مِنہُ تَحِید (2)

اور موت کی سختی حق کے ساتھ قریب آ پہنچی یہ موت وہ چیز ہے جس سے توں گھبراتا تھا۔

پڑھی تو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے تھے۔اور دردبھری آواز سے خوب روتے تھے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سفر وحضر میں آپؓ عبادت میں منہمک رہتے تھے اور سفر کی حالت میں تھکاوٹ تو یقینی ہے مگر آپؓ اپنے آرام وسکون پر نفلی عبادت کو ترجیح دیا کرتے تھے۔اور اس عبادت میں تعداد کی کثرت ان کا مقصود نہیں ہوتی تھی بلکہ خوب ٹھہر ٹھہر کر تلاوت فرمایا کرتے تھے۔اور خشوع وخضوع بھی دیدنی ہوتا تھا۔اور رات کے ایک بڑے حصہ میں آپؓ کی یہ عبادت جاری رہتی تھی۔

1). ذہبی: محمد بن احمد بن عثمان (م748ھ) سیر اعلام النبلاء 342:3

2). سورۃ ق:19

سخاوت اور مہمان نوازی:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سخاوت کے اعلیٰ درجے پر تھے ۔کیونکہ آپ ﷺ کی زیر سایہ رہنے کی وجہ سے آپ ﷺ کی سخاوت کی صفت کو بہت قریب سے دیکھا تھا اس لیے آپؓ بھی اس میدان میں بہت آگے تھے۔

حضرت ابان بن عثمان نے کہا کہ ایک مرتبہ ایک آدمی نے حضرت ابن عباسؓ کو پریشان کرنے کے لئے قریش کے سرداروں سے جا کر کہہ دیا کہ کل صبح حضرت ابن عباسؓ کے گھر آپ کی دعوت ہے۔تو اگلے دن آپؓ کے گھر بہت سے افراد جمع ہو گئے۔ جب آپ کو صورت حال کی حقیقت حال معلوم ہوئی تو آپؓ نے فوراً ان کے لئے پھلوں کا انتظام کر دیا۔اور وہ حضرات پھلوں سے فارغ ہی ہوئے تھے کہ کھانے کا بھی بروقت انتظام کر دیا اور سب کو اچھی دعوت کھلائی اور پھر کہا کہ آپ سب حضرات ہر روز صبح ہماری دعوت پر آ جانا۔

اسی طرح آپؓ کی یہ چاہت ہوتی تھی کہ آپؓ کے دسترخوان پر مہمان ضرور ہو۔اور مہمانوں کو اپنے پاس مستقل رہائش دینے پر خوشی محسوس کرتے تھے۔اور اچھی مہمان نوازی کیا کرتے تھے۔

حَدَّثنا اَبُو جَمرةَ نَضرُ بنُ عمران الضبعیُّ قَالَ تَمتعتُ فَنهانِی نَاسُ فسألتُ ابنَ عباسٍ فَامَرنی فَرایتُ فَی المنامِ کانَ رجلا یَقولُ لِی حَج مَبرُور وَعُمرَة مُتقبلةفَأَخبَرتُ ابنَ عباسٍ فَقَالَ سُنة النبیِّ ﷺ ثُم قالَ لِی اَقِم عِندِی واجعلُ لكَ سَهمًا مِن مالِی قالَ شعبةُ فَقلتُ لِمَ فَقَالَ لِلرؤيَا التِی رأیتُ (1)

حضرت ابو جمرہ نضر بن عمران ضبعی کہتے ہیں کہ میں نے حج تمتع کا ارادہ کیا۔تو چند لوگوں نے مجھے اس سے منع کیا۔چنانچہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا انہوں نے کہا تمتع کرو ۔پھر میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص نے کہا تیرا حج مبرور ہوا اور عمرہ بھی قبول ہوا۔میں نے یہ خواب حضرت ابن عباسؓ کو سنائی انہوں نے کہا کہ یہ حج تمتع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے۔اور پھر انہوں نے کہا کہ آپ میرے پاس ہی رہو میں اپنے مال میں سے تیرا ایک خاص حصہ مقرر کر دیتا ہوں۔شعبہ کہتے ہیں میں نے ابو جمرہ سے پوچھا یہ انہوں نے کیوں فرمایا تو ابو جمرہ نے جواب دیا کہ میرے خواب کی وجہ سے خوش ہو کر۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ اپنے پاس اکثر مہمانوں کو روک لیا کرتے تھے اور ان کی کئی دنوں تک خوب ضیافت کیا کرتے تھے۔ آپؓ کی سخاوت وفیاضی کی تعریف کرنے پر لوگ مجبور ہو جایا کرتے تھے۔

عَن الضحَاك قالَ مَا رَأيتُ بَيتًا اَكثَر خُبزًاوَلَحمًا مِن بَيتِ ابنِ عَباسٍ (2)

حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ کے گھر سے زیادہ کسی گھر میں روٹی اور گوشت نہیں دیکھا۔ یعنی آپؓ کا دسترخوان عمدہ کھانوں کے ساتھ آباد رہتا تھا جس سے ضیافت کی جاتی تھی۔

1). بخاری: محمد بن اسماعیل (م:256ھ) الصحیح (کتاب المناسک، باب:التمتع والقران والافراد) 213:1

2). ذہبی: محمد بن احمد بن عثمان (م:748ھ) سیر اعلام النبلاء 351:3

حضرت عبداللہ بن عباسؓ ضیافت میں صرف غلہ پر قناعت نہیں کرتے تھے بلکہ مہانوں کو پھلوں اور میوہ جات سے بھی شکم سیر کرواتے تھے۔

عَن عَبدِاللهِ بنِ عبدِالرحمٰنِ بنِ ابی حسینٍ قالَ ما رَأیتُ بَیتًا اکثر طَعامًا وَلَا شَرابًا ولَا فَاکِھَۃً وَلَا عِلمًا مِن بَیتِ عبدِ اللهِ بنِ عباسٍ (1)

عبداللہ بن عبدالرحمان بن ابی حسین کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے گھر سے بہتر اور کثرت والا کھانے، پینے میوہ جات اور علم کے لحاظ سے کوئی نہیں دیکھا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی ضیافت کا یہ عالم تھا کہ اگر کوئی نفلی روزہ دار بھی آپؓ کے ہاں آتا تو آپ اس کے لیے بھی اتنا خلوص اور پر تکلف انداز میں اس کو دسترخوان پر دعوت دیتے کہ وہ اپنا روزہ افطار کر دیتا تھا۔

عَن عَطاءٍ قَالَ کُنا نَأتِی ابنَ عباسٍ فَیؤتی بِغداثِہِ فَاقولُ اِنِّی صَائِم فَمَا یَزَالُ یقسمُ عَلَیَّ حتی اَدنو فَأتغدی مَعَہُ (2)

حضرت عطاء کہتے ہیں کہ ہم جب کبھی حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس آتے تو آپ فورا کھانا لے آتے اور جب میرا روزہ ہوتا تو میں کہتا میرا روزہ ہے۔ تو تب بھی وہ مجھ پر اتنا اصرار کرتے کہ میں بھی آخر کار ان کے ساتھ کھانے میں شریک ہو جاتا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ نہایت ہی پرخلوص طور پر دعوت دیتے تھے کہ جس کو دیکھ کر مہمان کو نفلی روزہ توڑے بغیر کوئی چارہ ہی نہیں ہوتا تھا۔ اور وہ آپؓ کے ساتھ کھانے میں شامل ہو جاتا تھا۔

مشتبہ امور سے اجتناب:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ ہر مشتبہ چیز سے اجتناب کرتے تھے اور خرید و فروخت کے اندر اس کا بہت لحاظ رکھتے تھے کہ کوئی معاملہ ایسا نہ کیا جائے جو شبہ والا ہو۔

طاؤس یقولُ سَمعتُ ابنَ عباسٍ یَقولُ اما الذِی نَھی عَنہُ النبیُّ ﷺ فَھُوَ الطعامُ اَن یبَاعَ حَتیٰ یقبضَ قَالَ ابنُ عباسٍ وَلَا اَحسبُ کُلَّ شَیءٍ اِلَّا مثلہُ (3)

حضرت طاؤس کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے سنا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس بیع سے منع کیا ہے وہ غلہ کی بیع ہے جو قبضہ سے پہلے ہو۔ حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں میں تو ہر چیز کو ایسا ہی سمجھتا ہوں یعنی قبضہ سے پہلے بیع درست نہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس میں ذرا سا بھی شبہ ہوتا آپؓ اس بات سے بھی اجتناب فرمایا کرتے تھے۔

1). اصبہانی: ابونعیم احمد بن عبداللہ (م:430ھ) حلیۃ الاولیاء 321:1

2). بلاذری: احمد بن یحیٰ بن جابر (م:279ھ) انساب الاشراف 1480:4

3). بخاری: محمد بن اسماعیل (م:256ھ) الصحیح (کتاب البیوع، باب: بیع الطعام قبل ان یقبض) 286:1

عَن شعبةَ مولی ابنَ عباسٍ اَنَّ المسورَ بنَ مخرمةَ دَخَلَ عبدَ اللہِ بنِ عباسٍ یعودُ ہُ فَرَأَی عَلَیہِ ثوب استَبرَقٍ فقالَ یَا ابَا عباسٍ مَا ھذا الثوبُ قَالَ ابنُ عباسٍ وَما ھُوَ قَالَ الإستَبرقُ قَالَ انما کُرِہَ ذلکَ لِمَن یَتَکَبرُ فِیہِ قَالَ مَا ھَذہِ التصَاوِیرُ فِی الکَانونِ قالَ لَا جرمَ الَم تَرَ کیفَ اُحرقھَا بالنارِ فَلما خَرَجَ قالَ انزِعُو ھَذا الثوبَ عَنِّی واقطعوا رُءُوسَ ھذہِ التصَاویرَ التِی فِی الکانونِ فقطَعَھا (1)

ایک بار حضرت مسور ابن مخرمہؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی عیادت کو آئے۔حضرت ابن عباسؓ استبرق کی چادر اوڑھے ہوئے تھے۔حضرت مسور بن مخرمہؓ نے کہا یہ تو اچھی بات نہیں۔تو ابن عباسؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف غرور اور تکبر کی بناء پر اس کی ممانعت کی تھی۔اور الحمد للہ ہم مغرور نہیں ہیں۔انہوں نے کہا کہ تو پھر یہ چولھے میں تصویریں کیسی بنی ہوئی ہیں؟ تو ابن عباسؓ نے کہا کہ دیکھو ہم نے ان کو جلا ڈالا ہے۔لیکن یہ چیزیں مشتبہات میں داخل تھیں۔اس لیے جب وہ چلے گئے تو آپؓ نے فرمایا میرے بدن سے یہ چادر اتار لو اور ان تصویروں کا سر کاٹ دو۔تو اسی طرح کیا گیا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ مشتبہ چیزوں سے بھی حتی الوسع اپنا دامن پاک رکھا کرتے تھے۔جیسا کہ اس روایت میں حضرت مسورؓ کی توجہ دلانے پر آپؓ نے ان مشتبہ چیزوں سے بھی اپنے آپ کو علیحدہ کر دیا۔

خیر خواہی کا جذبہ:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی گھٹی میں دوسروں کی خیر خواہی رکھی ہوئی تھی اور شریعت کا لحاظ رکھتے ہوئے آپ دوسروں کو ہر اچھا مشورہ دیتے تھے جس سے اس کا بھی فائدہ ہو اور شریعت کے متصادم بھی کوئی بات سرزد نہ ہو۔

اِذَا اَتَاہُ رَجل فَقَالَ یَا اَبَا عباسٍ اِنِّی اِنسان اِنَّمَا مَعِیشَتِی مِن صَنعَۃِ یَدَی وَاِنی اَصنَعُ ھَذہِ التصَاوِیرَ فَقَالَ ابنُ عباسٍ لَا اُحدِّثُکَ اِلا مَا سَمِعتُ رسولَ اللہِ ﷺ یقولُ سمعتُہُ یقولُ مَن صَوَّرَ صُورۃً فَإِن اللہَ مُعَذِّبُہُ حَتی یَنفخَ فِیھا الروح وَلیسَ بِنافخٍ فِیھا اَبَدا فَربا الرجلُ ربوۃً شدیدۃً وَاَصفرَ وجھُہُ فقالَ وَیحکَ اِن اَبیتَ اَلا ان تَصنعَ فَعلیکَ بِھذا الشجر کُلُ شَیءٍ لَیسَ فِیہِ رُوح (2)

ایک شخص آیا اور کہنے لگا اے ابو العباسؓ (یہ حضرت عبداللہ بن عباس کی کنیت ہے) میں ایک ایسا شخص ہوں جو اپنے ہاتھ سے محنت کر کے کھاتا ہوں میں تصویریں بنایا کرتا ہوں تو ابن عباسؓ نے کہا کہ میں تجھ سے صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث بیان کروں گا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ جو شخص صورت (مورت) بنائے جاندار کی تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو اس وقت تک عذاب دے گا جب تک وہ اس میں جان نہ ڈال دے۔اور وہ اس میں جان کبھی نہیں ڈال سکے گا۔تو اس مصور کا سانس رک گیا اور اس کے چہرے کا رنگ پیلا ہو گیا۔تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے کہا افسوس اگر تو تصویر بناتا ہی ہے تو درخت وغیرہ کی بنا جس میں روح نہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ دوسروں کی بھلائی کے لیے بہت جذبہ رکھتے تھے۔اور ان کو بہترین مشورہ دیتے تھے۔

1). بیہقی: ابوبکر احمد بن حسین (م458ھ) سنن الکبری 5:2 مجلس دائرۃ المعارف النظامیہ، حیدر آباد 1344ء

2). بخاری: محمد بن اسماعیل (م:256ھ) الصحیح (کتاب البیوع، باب: بیع التصاویر) 296:1

کثرت صیام:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اکثر اوقات روزہ رکھتے تھے بلکہ بعض دنوں میں تو آپؓ برابر روزہ سے رہتے تھے جیسا کہ ہفتہ میں دو دن لازمی روزہ رکھتے تھے۔

عَن سَعیدٍ بنِ ابی سعیدٍ قالَ کُنتُ عِندَابنِ عباسٍ فَجَاءَہُ رَجُل فَقَالَ یَا ابنَ عباسٍ کَیفَ صَومكَ قَالَ اَصومُ الاثنیینَ والخمیسَ قَالَ لِمَ قالَ لِاَنَّ الاعمالَ ترفعُ فِیھِمَا فَاحبُّ اَن یرفع عَمَلی وَاَنَا صَائِم (1)

حضرت سعید بن ابی سعید کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباسؓ کے پاس تھا کہ ایک آدمی آیا اور اس نے یہ سوال کیا کہ اے ابن عباسؓ! آپؓ کی روزوں کی کیا ترتیب ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ میں پیر اور جمعرات کے دن روزہ رکھتا ہوں۔ تو اس شخص نے کہا یہ کیوں؟ تو آپؓ نے جواب دیا کہ ان دو دنوں میں اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔ اور مجھے یہ بات پسند ہے کہ جب میرے عمل پیش کیے جائیں تو میں روزہ کی حالت میں ہوں۔

یہ کثرت صیام بھی اتباع سنت ہی کی کڑی تھی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ان دنوں کے روزے اہتمام سے رکھا کرتے تھے۔

عَن عَائِشَۃَ قالت کانَ النبیُّ ﷺ یتحری صَومَ الاثنینِ والخمیس (2)

حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیر اور جمعرات کو خاص طور پر روزہ رکھتے تھے۔

شرم وحیا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ شرم وحیا کے پیکر تھے کوئی بات ایسی نہیں کرتے تھے جو شرم وحیا کے منافی ہو۔ بلکہ اس معاملہ میں آپ انتہائی حساس تھے۔ حمام میں بھی آپ جب جاتے تو بڑی احتیاط کرتے تھے

عَن عِکرمۃَعَن ابنِ عباسٍ اَنَّہُ لَم یَکن یَدخلُ الحَمامَ اِلَّا وَحدَہُ وَعَلَیهِ ثَوب صَفِیق یَقولُ اِنِّی اَستَحیی اللّٰہَ اَن یَرانِی فِی الحَمامِ مُتجَردا (3)

حضرت عکرمہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ یہ کہا کرتے تھے کہ وہ حمام میں جب بھی داخل ہوتے ہیں تو وہ اکیلے ہی ہوتے ہیں۔ اور ان پر پھر بھی دبیز کپڑا ہوتا تھا۔ اور وہ کہتے تھے کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے شرم وحیا آتی ہے کہ وہ مجھے حمام میں بغیر لباس کے دیکھے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ شرم وحیا کے معاملہ میں انتہائی حساس تھے۔ اور ستر پوشی کا بہت خیال رکھتے تھے۔ اور اگر کبھی حمام میں داخل ہوتے تو زیادہ محتاط ہوتے تھے۔ لوگوں سے شرم وحیا تھی ہی۔ اللہ تعالیٰ سے بھی وہ حیا کرتے تھے۔

1). ذہبی: محمد بن احمد بن عثمان (م748ھ) سیر اعلام النبلاء 352:3

2). ترمذی: ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ (م:279ھ) جامع الترمذی (کتاب الصوم، باب: ماجاء فی صوم یوم الاثنین) 157:1

3). ذہبی: محمد بن احمد بن عثمان (م748ھ) سیر اعلام النبلاء 355:3

عزت افزائی کرنا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ ہمیشہ دوسروں کی عزت افزائی کرتے تھے اور ان کا حوصلہ بڑھاتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آغوش میں پرورش پانے کی وجہ سے انسانیت کا ادب واحترام آپؓ نے سیکھا تھا۔ اور پھر پوری زندگی اس پر عمل پیرا رہے۔ آپ تو اپنے شاگردوں کو بھی اپنے ساتھ تخت پر بٹھاتے تھے۔

عَن اَبِی جَمرَۃَ قَالَ کَانَ ابنُ عَباسٍ یقعِدُ نِی عَلَی سَریرِہِ فَقَالَ لِی اِنَّ وَفدَ عبدِ القیسِ لَما اَتَوا رَسولَ اللہِ ﷺ قَالَ مَنِ الوَفدُ قَالُوا رَبیعۃ قَالَ مَرحبًا لِوَفدِ والقومِ غیرَ خَزَایَا وَلا نَدَامی قَالُو یَا رَسولَ اللہِ ﷺ اِن بَینَنَاوَبینَکَ کُفار مُضَر فَامُرنَا بِاَمرٍ نَدخلُ بِہِ الجَنۃ وَنُخبرُ بِہِ مَن وَرَائنا فَسألوا عَن الاَشربۃِ فَنَھَاھُم عَن اَربعٍ وَامَرھُم بِاَربَعٍ (1)

حضرت ابو جمرہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ مجھے اپنے تخت پر بٹھاتے تھے۔ ایک بار مجھے کہنے لگے کہ قبیلہ عبدالقیس کا وفد آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم کس قوم سے تعلق رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا قبیلہ ربیعہ سے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مرحبا (خوش آمدید) تم نہ رسوا ہوئے اور نہ ہی شرمندہ ہوئے۔ انہوں نے عرض کیا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے اور آپ کے درمیان قبیلہ مضر کفار کا علاقہ ہے۔ اس لیے ہمیں ایسی چیز کا ارشاد فرمادیجیے کہ اس پر عمل کر کے ہم جنت کے مستحق بن جائیں۔ اور جو ہمارے پیچھے ہیں ان کو بھی ہم اطلاع دیں۔ اس کے بعد انہوں نے شراب کے برتنوں کے بارے میں پوچھا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چار باتوں سے ان کو منع کیا اور چار باتوں کا حکم دیا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ دوسروں کو عزت دیتے تھے اور یہ بات ان کی اعلیٰ ظرفی کی علامت ہے۔ کہ ایک عام انسان کو اپنے ساتھ تخت پر بٹھاتے تھے۔

نسبت رسول ﷺ کا خیال:

حضرت ابوایوب انصاریؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس جب بصرہ گئے تو آپ نے اپنا مکان خالی کر کے حضرت ابوایوب انصاریؓ کو دے دیا اور کہا کہ میں تمہارے ساتھ وہ ہی معاملہ کرونگا جو آپؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کیا تھا۔ تو حضرت ابن عباسؓ نے اپنا مکان بمع ساز و سامان کے ان کے حوالہ کر دیا اور مزید ان کو چالیس ہزار اور بیس غلام بھی دیے۔ (2)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نبی ﷺ کے ساتھ تعلق رکھنے والوں کا خصوصی خیال رکھا کرتے تھے۔ اور جن حضرات نے نبی ﷺ کے ساتھ کوئی بھی احسان کیا تھا۔ ان کے ساتھ آپؓ بڑی فراخ دلی کے ساتھ پیش آتے تھے۔ اور ہر ممکن احسان ان کے ساتھ کرتے تھے۔ اور یہ سب کچھ اس وجہ سے کرتے تھے کہ ان حضرات کا نبی ﷺ سے جو احسان ہے اس کے بدلے احسان کا اظہار ہو۔

1). بخاری: محمد بن اسماعیل (م:256ھ) الصحیح (کتاب اخبار الاحاد، باب: وصاۃ النبی ﷺ) 1079:2

2). ذہبی: محمد بن احمد بن عثمان (م748ھ) سیر اعلام النبلاء 352:3

شوق نماز:

جب حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی بینائی چلی گئی تو کسی نے کہا کہ آپ چند دن نماز اشارہ سے پڑھیں تو آپ کی بینائی کا علاج کیا جاسکتا ہے۔مگر آپ نے اپنی بینائی کے بجائے نماز کو ترجیح دی اس طرح نماز کی ادائیگی میں کسی طرح کمی نہیں کی۔

اَخبَرَنَا عَمرُو قَالَ لَمَّا وَقَعَ فِی عَینِ ابنِ عباسٍ الماءُ اَرَادَ اَن یَتعَالجَ مِنهُ فَقِیلَ لَه اِنَّكَ تمكث كَذَا وَكَذَا یومَا لَا تُصَلِّی اِلا مُضطَجِعَا فَكرِهَ ذَلِكَ (1)

حضرت عمرو کہتے ہیں جب آپؓ کی آنکھ میں پانی اتر آیا تو توان کی آنکھ کا علاج کرنا چاہا توان سے کہا گیا کہ آپ نے اتنے دن لیٹ کر نماز ادا کرنی ہوگی ۔تو آپ نے اس بات کو ناپسند کیا کہ لیٹ کے نماز ادا کی جائے۔لہذا آنکھ کے علاج کو چھوڑ دیا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ نے آنکھ کے علاج پر نماز کو ترجیح دی اور نماز کو تمام لوازمات کے ساتھ احسن طریقہ سے ادا کرنے کو پسند کیا اور ایک نماز بھی قضا نہ کی۔بلکہ صحت مند آدمی کی طرح نماز ادا کرتے رہے۔

بچپن ہی سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ نماز پڑھنے میں شوق رکھتے تھے۔اور جب بھی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر آتے تو خصوصا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نفلوں میں شریک ہوجاتے آپؓ اپنا واقعہ خود بیان کرتے ہیں۔

بِت عِندَ خَالَتِی مَیمُونَةَ لَیلَةَ فَنَامَ النبیُّ ﷺ مِنَ الیلِ فَلَما كَانَ فِی بَعضِ الیلِ قَامَ النبیُّ ﷺ فَتَوَضا مِن شَن مُعَلقٍ وُضوءَ خَفِیفَا وَقَام یُصَلی فَتَوَضا تُ بِنَحوِ مِما تَوَضاَ ثُم جِئتُ فَقُمتُ عَن یَسارِهِ فَحولَنِی فَجَعَلَنِی عَن یَمِینِهِ ثُم صَلی مَا شَاءَ اللّٰهُ (2)

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں نے اپنی خالہ میمونہؓ کے ہاں ایک رات قیام کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی سو گئے۔جب رات کا ایک حصہ گزر گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھے آپ نے ایک لٹکی ہوئی پرانی مشک سے ہلکا وضو کیا اور کھڑے ہوکر نماز پڑھنے لگے میں نے بھی اسی طرح وضو کیا پھر آپ کے بائیں طرف کھڑا ہوگیا لیکن مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دائیں طرف کر دیا پھر جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا نماز پڑھتے رہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ بچپن ہی سے نماز کے شوقین تھے۔اور فرض نمازوں کے علاوہ نفلوں بلکہ رات کے نفلوں میں بھی شریک ہوجاتے تھے اور یہ سب کچھ ان کا نماز کے ساتھ شوق کا عملی اظہار تھا۔

فکر آخرت:

آخرت کی فکر ہمیشہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو لاحق ہوتی تھی۔حضرت عبداللہ بن ملیکہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں صبح کو حضرت ابن عباسؓ کے پاس گیا تو انہوں نے کہا کہ آج رات مجھے بالکل نیند نہیں آئی میں نے پوچھا کیوں؟ تو انہوں نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ دمدار ستارہ نکل آیا ہے تو مجھے اس کا ڈر ہے کہ کہیں یہ وہی دجال نہ ہو (جو قیامت کی نشانی ہے) اس وجہ سے مجھے صبح تک نیند نہیں آئی۔ (3)

یعنی دمدار ستارہ کو دیکھ کر پوری رات سو نہ سکے کہ کہیں یہ ہی دجال کی آمد ہو جو کہ مشکل ترین فتنہ کا وقت ہوگا۔اور اس کے ساتھ ہی قیامت کا وقت متعلق ہے۔اور جیسے ہی یہ نشانیاں سامنے آتی جائیں گی تو آخرت نزدیک آتی جائے گی۔

1). بلاذری: احمد بن یحیی بن جابر (م:279ھ) انساب الاشراف 1475:4
2). بخاری: محمد بن اسماعیل (م:256ھ) الصحیح (کتاب الوضوء، باب: التخفیف فی الوضوء) 25:1
3. نیشاپوری: ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم (م405ھ) المستدرک علی الصحیحین 506:4

شکر گزاری:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ہمیشہ شکر گزاری کو اپنا معمول بنائے رکھا اور کبھی بھی بے صبری یا ناشکری کو قریب نہیں آنے دیا۔ جب آخیر عمر میں آپؓ نابینا ہو گئے تھے۔ اس مشکل زندگی میں بھی صبر کے دامن کو تھامے رکھا اور حرف شکایت زبان پر نہیں لایا۔ ایک دن فرط محبت میں آئے اور یہ اشعار کہے۔

اِن یَاخُذَاللہُ مِن عَینی نُورَھُمَا   فَفِی لِسَانِی وَ قَلبِی مِنھُمَا نُورُ

قَلبِی ذَکِیّ وَ عَقلِی غَیر ذِی دَخَلٍ   وَفِی فَمِی صَارِمٍ کَاالسَّیفِ مَاثُورُ   (1)

اگر اللہ تعالیٰ نے میری آنکھوں کا نور سلب کر دیا تو کیا ہوا میری زبان اور میرے دل میں ان کا نور باقی ہے۔ میرا دل توانا ہے اور میری عقل خرابی سے پاک ہے۔ اور میرے منہ میں منقول روایات تلوار کی عمدگی کی طرح محفوظ ہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ آنکھوں کی روشنی چلے جانے پر بھی کوئی حرف شکایت زبان پر نہیں لاتے تھے۔ بلکہ دیگر نعمتوں کو سامنے رکھ کر ان کا شکریہ ادا کرتے تھے۔

تواضع وانکساری:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ تواضع وانکساری کے پیکر تھے۔ آپؓ کی تواضع مثالی تھی۔ آپؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا زاد ہونے کی حیثیت سے خود ہی معزز تھے۔ مگر پھر بھی آپؓ حد درجہ کی تواضع کرتے تھے۔

رَکِبَ زَیدُ بنُ ثَابِتٍ فَأَخَذَ ابنُ عباسٍ بِرِکَابِهِ فَقَالَ لا تَفعَل یَا ابنَ عَم رسولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ هَکَذَا اُمِرنَا اَن نَفعَلَ بِعُلَمَائِنَا

فَقَبَّلَ زَیدُ بنُ ثَابِتٍ یَدَهُ وَقَالَ هَکَذَا اُمِرنَا اَن نَفعَلَ بِاَهلِ بَیتِ نَبِینَا   (2)

ایک مرتبہ حضرت زید بن ثابتؓ سوار ہوئے تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے احترام سے ان کی سواری کی رکاب تھام لی تو انہوں نے کہا کہ اے ابن عم رسول ایسا نہ کرو تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ہم کو اپنے علماء کا ایسا ہی ادب کرنا چاہئے تو زید بن ثابتؓ نے آپ کا ہاتھ چوم لیا اور کہا کہ ہم کو بھی اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کا ایسا ہی احترام کرنا چاہئے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ اپنے سے بڑوں کا ادب احترام کرتے تھے۔ اور یہ ادب احترام کرنا آپؓ کے اپنے بڑے پن کی صفت کی وجہ سے تھا کیوں کہ کم ظرف لوگ تو کسی کا احترام کرنے کے بجائے حسد کی آگ میں جلتے ہی رہتے ہیں۔ مگر آپؓ کیسے خندہ پیشانی سے دوسروں کا احترام فرمایا کرتے تھے۔

دور اندیشی:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے حضرت حسینؓ کو کوفہ جانے سے روکا تھا اور کہا تھا کہ اہل عراق نہایت غدار ہیں تم ان کے قول وقرار پر کوئی اعتبار نہ کرو تم اہل حجاز کے سردار ہو اس لئے کوفہ جانے سے یہاں پر رہنا زیادہ بہتر ہے۔ ہاں اگر اہل کوفہ تمہارے اتنے عقیدت مند ہیں تو ان کو لکھو کہ پہلے وہ اپنے علاقہ سے دشمن کو نکال دیں اور پھر آپ وہاں چلے جاؤ۔ لیکن حضرت حسین نے جانے کا پکا ارادہ کر لیا تھا۔ تو حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ اپنے ساتھ بیوی بچوں کو نہ لے جاؤ۔ اور آخر وہ ہی ہوا جس کا حضرت ابن عباسؓ کو اندیشہ تھا۔

1). ابن عبدالبر: ابو عمر یوسف بن محمد (م:463ھ) الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب 938:3

2). العسقلانی: احمد بن علی بن حجر (م:852ھ) الاصابۃ فی تمیز الصحابہ 332:2

تکلیف ومصیبت میں طرزِعمل:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ تکلیف ومصیبت میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقوں پرعمل پیرا ہوتے تھے۔اوراس وقت بھی آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوہ حسنہ کو مدنظر رکھتے تھے۔آپؓ کا ایک بیٹا فوت ہوا تو آپؓ نے حدیث مبارکہ کو پیش نظر رکھ کے اس کی تجہیز وتکفین کی۔

عَن کُرَیبٍ مَولَی ابنِ عباسٍ عَن عبدِ اللهِ بنِ عباسٍ انهُ مَاتَ ابنُ لهُ بِقَدِید او بِعسفَانَ فَقَالَ یَا کُرَیبُ اُنظُر مَا ذَا اِجتَمَعَ لَهُ مِنَ الناسِ قَالَ فَخَرَجتُ فَاِذَا نَاسُ قَد اِجتَمَعُوا لَهُ فَاَخبَرتُهُ فَقَالَ تَقولُ هُم اَربَعُونَ قَالَ نَعم قَالَ اَخرِجُوهُ فَانِی سَمِعتُ رَسولَ اللهِ ﷺ یَقولُ مَا مِن رَجلٍ مُسلمٍ یَموتُ فَیقومُ عَلَی جَنازَتِهِ اَربَعونَ رَجلا لَا یُشرِکُونَ بِاللهِ شَیئًا اِلا شَفعَهُم اللهُ فِیهِ

(1)

حضرت کریب جو حضرت ابن عباسؓ کے غلام تھے ان سے روایت ہے کہ ابن عباسؓ کے ایک بیٹے کا مقام قدید یا عسفان میں انتقال ہوگیا تو آپؓ نے فرمایا اے کریب! اس کے لیے کتنے لوگ جمع ہوگئے ہیں۔میں باہر نکلا تو لوگ جمع ہو چکے تھے۔میں نے ان کو اس کی خبر دی۔تو انہوں نے کہا تمہارے انداز ے میں وہ چالیس ہیں؟ میں نے کہا جی ہاں۔حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ جنازہ نکالو! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسلمان فوت ہوجائے اوراس کے جنازہ میں چالیس ایسے لوگ ہوں جو اللہ تعالی کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتے ہوں تو اللہ تعالی میت کے حق میں ان کی شفاعت قبول فرمادیتا ہے۔

اسی طرح آپؓ ایک سفر میں تھے کہ آپ کو اپنے بھائی کی وفات کی خبر ملی تو آپؓ نے کوئی بے صبری کا مظاہرہ نہیں کیا بلکہ قضاءرب تعالی سمجھ کر سرتسلیم خم کر دیا اور زبان سے کوئی بھی لفظ ایسا نہیں بولا جس سے اللہ تعالی کی ناراضگی کا سبب ہو۔

عَن عُیَینَة بنَ عبدِالرحمٰنِ عنِ ابنِ عباسٍ اَنهُ نعی اِلَیهِ اَخُوهُ قثَم وَهوَ فِی سَفرٍ فَاستَرجَعَ ثُم عَدَلَ عَنِ الطرِیقِ فَأنَاخَ رَاحِلَته وَصَلَّی رَکعَتَینِ أَطَالَ فِیهِمَا ثُم عَادَ اِلَی رَاحِلَتِهِ فَرکبَهَا فَقِیلَ لَهُ مَا رَأینَا کَما فَعلتَ فَقَالَ اَمَا سَمِعتُم اللهَ یَقولُ :وَاستَعِینُوا بِالصَّبرِ وَالصَّلوٰةِ وَاِنَّهَا لَکَبِیرَةُ اَلَّا عَلَی الخَاشِعِینَ: (2)

عیینہ بن عبدالرحمان سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سفر میں جار ہے تھے کہ آپؓ کو اپنے بھائی حضرت قثمؓ کی وفات کی خبر ملی تو آپؓ نے

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیهِ رَاجِعُونَ (3)

پڑھا اور پھر آپؓ راستہ سے ایک طرف ہوئے اور سواری سے اتر کر دو رکعت نماز ادا کی اور یہ نماز ایسی تھی کہ جو بہت ہی طویل تھی۔پھر واپس آکر اپنی سواری پر سوار ہو گئے۔تو لوگوں نے کہا جو کچھ آپؓ نے کیا ہے ایسا ہم نے کبھی نہیں دیکھا۔

1). القشیری:ابوالحسن مسلم بن حجاج بن مسلم(م:261ھ)الصحیح(کتاب الجنائز)308:1

2). بلاذری:احمد بن یحی بن جابر(م:279ھ)انساب الاشراف1462:4

3). سورۃ البقرۃ:156

تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کیا تم نے اللہ تعالی کا ارشاد نہیں سنا؟

وَاسۡتَعِيۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ وَالصَّلٰوةِ وَاِنَّهَا لَكَبِيۡرَةٌ اِلَّا عَلَى الۡخٰشِعِيۡنَ (1)

اور مدد چاہو صبر اور نماز کے ساتھ بے شک یہ بھاری ہے مگر عاجزی کرنے والوں پر

اس سے معلوم ہوتا کہ جب کوئی مشکل آتی تو شریعت کے مطابق اس کو صبر سے برداشت کرتے تھے۔اور جزع فزع نہیں کرتے تھے۔

احترام رسول ﷺ:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی بات کا احترام کرتے تھے۔اور اتنا احترام کرتے تھے کہ نماز میں بھی ان کے ساتھ برابری میں کھڑے ہونے کو بے ادبی سمجھتے تھے۔

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کے آخری حصہ میں نماز پڑھنے لگے تو حضرت ابن عباسؓ بھی آکر پیچھے کھڑے ہوگئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو پکڑ کر اپنے برابر کھڑا کر دیا تو اس وقت یہ ساتھ کھڑے ہوگئے مگر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز شروع کی تو یہ واپس اپنی جگہ پر آ گئے۔تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز مکمل کرنے کے بعد آپ سے پوچھا کہ آپ کو میں نے اپنے ساتھ کھڑا کیا تھا اور آپ واپس پیچھے کیوں چلے گئے؟ تو حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ کسی کی کیا مجال ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شانہ بشانہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے۔تو اس بات کو سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت خوش ہوئے اور آپؓ کے لئے دعا کی۔ (2)

جنت کا شوق:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ جنت کی طلب میں بہت رغبت دکھاتے تھے۔بلکہ جنت کے تذکرہ سے بھی انتہائی فرحت محسوس کرتے تھے۔اور ایسے کاموں میں سبقت لینا چاہتے تھے جن سے جنت میں جانے کے لیے آسانی ہو۔

عَن عَبدِ الحَمِيدِ بنِ جعفر عن اَبِيهِ اَنَّ ابنَ عباسٍ كَانَ يَأخُذُ الحَبةَ مِنَ الرُّمان فَيَأكُلُهَا فَقِيلَ لَهُ لِمَ تَفعلُ هَذَا قَالَ اِنهُ بَلَغَنِى اَنَّه لَيسَ فِى الَارضِ رُمانَةٌ تلقَحُ اِلَّا بِحَبةٍ مِن حَب الجَنةِ فَلَعَلَّهَا هَذِهِ (3)

حضرت جعفر کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اناردانوں میں سے ایک ایک دانہ لے کے کھاتے تھے۔جب ان سے پوچھا گیا کہ آپؓ ایسا کیوں کرتے ہیں تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ دنیا کے ہر انار میں ایک دانہ جنت کا ضرور ہوتا ہے۔تو شاید کہ یہی وہ دانہ ہو۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ جنت کے ایک دانہ جو متعین نہیں اس کو کتنی چاہت سے تلاش کرتے ہیں۔تو حقیقی جنت کے لیے آپؓ کی شوق اور محنت نہایت ہی زیادہ تھی۔

1). سورۃ البقرہ:45

2). نیشاپوری: ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم (م405ھ) المستدرک علی الصحیحین 615:3

3). طبرانی: ابو القاسم سلیمان بن احمد (م360ھ) المعجم الکبیر 263:10

محبت نبوی ﷺ:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خصوصی محبت تھی ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے موقع کا ایک واقعہ کا جب بھی تذکرہ کرتے تو روتے روتے بے قرار ہوجاتے ۔اور آپ کے سامنے جو سنگریزے پڑے ہوتے وہ بھی آنسوؤں سے تر ہوجاتے ۔

عَن سَعِیدِ بنِ جُبیرٍ قَالَ قَالَ ابنُ عَباسٍ یَومُ الخَمِیس وَمَا یومُ الخَمِیس ثُم بَکی حَتَّی بَلَّ دَمعُهُ الحصَی فَقُلتُ یَا اَبَا عَباسٍ وَمَا یَومُ الخَمیس قَالَ اشتَدَّ برسولِ اللهِ ﷺ وَجعُهُ فَقَالَ ائتُونِی اَکتبُ لَکُم کِتَابًا لا تضلوا بَعدِی فَتَنَازَعُوا وَمَا یَنبَغِی عِندَ نَبی تَنَازع وَقَالُوا مَاشَانُه اَهجر استَفهَمُوهُ قَالَ دَعُونِی فَالذِی اَنَا فِیهِ خَیر اُوصِیکُم بِثَلَاث اخرِجُوا الْمُشرِکِینَ مِن جَزیرَة العَربِ وَاجِیزُوا الوَفدَ بِنَحوِ مَا کُنتُ اجیزُهُم قَالَ وَسکتَ عَن الثَالِثَةِ اَو قَالَهَا فَانسَیتُها (1)

حضرت سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ پنجشنبہ کا دن،کون سا پنجشنبہ کا دن؟ اتنا کہا ہی تھا کہ زاروقطار رونے لگے اتنا روئے کہ سامنے پڑے ہوئے کنکر بھی آنسوؤں سے تر ہوگئے ۔تو ہم نے کہا کہ اے ابو العباسؓ پنجشنبہ کے دن کیا خاص بات تھی تو آپ نے جواب دیا کہ اسی دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیماری میں شدت آگئی تھی ۔تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لاؤ تمہیں ایک کتاب لکھ دوں کہ گمراہی سے ہمیشہ کے لئے محفوظ ہوجاؤ ۔تو اس بات پر لوگ جھگڑنے لگے ۔جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جھگڑا مناسب نہیں ۔اور صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کیا سبب ہے؟ کیا آپ الوداع ہورہے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھو۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس سے ہٹ جاؤ میں جس حالت میں ہوں وہ بہتر ہے ۔میں تمہیں تین باتوں کا حکم کرتا ہوں مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دو ۔اور وفود کی اسی طرح عزت کرو جس طرح میں کیا کرتا ہوں ۔اور ابن عباسؓ تیسری بات سے خاموش ہوگئے یا آپؓ نے تو فرمایا تھا اور میں بھول گیا۔

اسی واقعہ کی جب بھی یاد آتی تو آپؓ کے آنسو بے قابو ہوجاتے اور چہرے پر آنسوؤں کی لڑی لگ جاتی ۔

عَن سَعِیدِ بنِ جُبیرٍ عَنِ ابنِ عَبَاسٍ اَنَّهُ قَالَ یَومُ الخَمِیس وَمَا یَومُ الخَمِیس ثُمَّ جَعَلَ تَسِیلُ دمُوعه حَتَّی رَأیتُ عَلَی خَدیهِ کَاَنَّهَا نظَامُ اللؤلُؤ (2)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے جمعرات کے دن کہا کہ جمعرات کا دن کیا ہے؟ پھر ان کے آنسوان کے رخساروں پر موتیوں کی لڑیوں کی طرح دیکھائی دے رہے تھے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کی یہ ایک واقعہ جو آپ ﷺ کے مرض الوصال کے ساتھ تعلق رکھتا ہے ۔اس کا جب بھی ذکر کرتے تو وہ نبی ﷺ کی جدائی کا منظر دوبارہ آنکھوں کے سامنے آجاتا تو آپؓ کے آنسو بے قابو ہوکر گرنا شروع ہوجاتے تھے۔

1). القشیری: ابو الحسن مسلم بن حجاج بن مسلم (م:261ھ) الصحیح (کتاب الوصیة، باب: ترک الوصیة) 42:2

2). حوالہ بالا 43:2

امہات المؤمنین کا احترام:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احترام کی وجہ سے امہات المؤمنین کا بھی احترام کرتے تھے۔ حضرت میمونہؓ کا جب انتقال ہوا تو لوگ مقام سرف میں شرکت کے لئے جمع ہوئے تو آپؓ نے فرمایا کہ لوگو! یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حرم محترم کا جنازہ ہے۔ نعش کو آہستہ اٹھاؤ کہ ہلنے نہ پائے۔

عطاء قَالَ حَضرنَا مَعَ ابنِ عباسٍ جَنازَةَ مَیمُونَةَ بِسَرَف فَقَالَ ابنُ عَباسٍ هَذهِ زَوجَةُ النبیِّ ﷺ فَإذَا رَفعتُم نَعشَهَا فَلا تُزَعزِعُوهَا وَلا تُزَلزِلُوهَا وَارفقُوا فَإنَّهُ کَانَ عندَ النبیِّ ﷺ تِسع یقسمُ لِثَمَانٍ وَلَا یُقسِمِ لِوَاحِدَةٍ (1)

حضرت عطاء کہتے ہیں کہ مقام سرف میں جب ام المؤمنین حضرت میمونہؓ کے جنازہ میں ہم حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے ساتھ حاضر ہوئے تو آپؓ نے کہا دیکھو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ہے جب تم جنازہ اٹھاؤ (ادب کرو) ہلاؤ جلاؤ نہیں اور آہستہ آہستہ لے کر چلو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نو ازواج تھی آٹھ کی باری مقرر تھی اور ایک کی نہیں تھی۔

اسی طرح آپ کا حضرت میمونہؓ کے ساتھ ہی صرف یہ تعلق خاص نہیں تھا بلکہ دیگر ازواج مطہرات کا بھی آپ اسی طرح ادب واحترام کرتے تھے اور ان کی فضیلت بیان کرنے میں کوئی کمی نہیں کرتے تھے۔ جب حضرت عائشہؓ بیمار تھیں تو آپؓ ان کی عیادت کو تشریف لے گئے اور تسلی بخش اور فضیلت بھرے الفاظ ان کے سامنے پیش کیے۔

عَنِ القَاسِمِ بنِ مُحمدٍ اَن عَائشةَ اِشتَکَت فَجَاءَ ابنُ عباسٍ فَقَالَ یَا اُمَّ المُؤمِنِینَ تقدمینَ عَلیٰ فَرطِ صِدقٍ عَلیٰ رَسولِ اللهِ ﷺ وَعَلیٰ اَبِی بَکرٍ (2)

حضرت قاسم بن محمد کہتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ جب بیمار ہوئیں تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا اے ام المؤمنین! آپؓ ایسی جگہ تشریف لے جا رہی ہیں جہاں آپ کے سچے ہراول (پیش خیمے) موجود ہیں یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت صدیق اکبرؓ۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ امہات المؤمنین کے ادب احترام میں کوئی کسر نہیں چھوڑا کرتے تھے۔ اور ان کے ساتھ اچھے طریقہ سے پیش آتے تھے۔ اور ان کے مشکل وقت میں ان کی ہر ممکن مدد کیا کرتے تھے۔ اور یہ ادب احترام ان کی زندگی میں تو تھا ہی۔ ان کی وفات کے بعد بھی اچھے طریقہ سے ان کی تدفین کیا کرتے تھے۔ اور ہمیشہ ان کا ذکر خیر ہی کرتے تھے۔

1). بخاری: محمد بن اسماعیل (م:256ھ) الصحیح (کتاب النکاح، باب: کثرۃ النساء) 758:2

2). حوالہ بالا (کتاب المناقب، باب: فضل عائشہؓ) 532:1

اتباع سنت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو جاری رکھنا یہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا ایک خاص وصف تھا۔اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پسند کو ہی اپنی پسند بنا لیتے تھے۔اور پھر کسی کی ملامت کرنے والے کی ملامت کی کوئی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ بلکہ تمام تر باتوں سے قطع نظر صرف اور صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت اور پسند پر عمل کرتے تھے اور اس کو جاری رکھتے تھے۔

عَن بَکرٍ بنِ عبدِاللهِ المزنیِّ قَالَ کُنتُ جَالِسًا مَعَ ابنِ عَباسٍ عِندَ الکَعبَة فَاتَاهُ اَعرَابِی فَقَالَ مَالِی اَرَی بَنِی عمِّکُم یسقُونَ العَسلَ واللبَنَ وَاَنتُم تسقُونَ النبیذَ اَمِن حَاجَتِکُم اَم مِن بُخلٍ فَقَالَ ابنُ عَباسٍ اَلحَمدُ لِلهِ مَا بِنا حَاجَة وَلا بُخل قَدمَ النبیُّ ﷺ عَلَی رَاحلتِهِ وَخَلفَهُ اُسَامَة فَاستَسقَی فَاَتَینَاهُ بِاِنَاءٍ مِن نَبِیذٍ فَشرب وَسَقی فَضلَهُ اُسامَةُ وَقَالَ اَحسَنتُم وَاَجمَلتُم کَذَا فَاصنَعُوا فَلا نُرِیدُ نُغَیرُ مَا اَمَرَ بِهِ رَسولُ اللهِ ﷺ۔ (1)

حضرت بکر بن عبداللہ مزنی سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں خانہ کعبہ میں حضرت ابن عباسؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک دیہاتی آیا اور اس نے کہا اس کی کیا وجہ ہے کہ آپ کے چچازاد تو شہد اور دودھ پلاتے ہیں اور آپ صرف نبیذ (یعنی کھجوروں کا پانی) پلاتے ہو؟ کیا اس کی وجہ غربت یا بخل ہے۔؟

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا الحمدللہ نہ تو ہم غریب ہیں اور نہ ہی بخیل۔بات دراصل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی سواری پر تشریف لائے اور حضرت اسامہ بھی سواری پر پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانی طلب کیا تو ہم نے آپ کی خدمت میں نبیذ کا برتن پیش کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ پیا اور جو بچ گیا وہ حضرت اسامہؓ نے پیا۔اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اچھا اور خوب کام کیا ہے۔اور تم اسی طرح کرتے رہو۔حضرت ابن عباسؓ فرمانے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو ہمیں حکم دیا ہے ہم اس میں کوئی تبدیلی نہیں کرنا چاہتے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے افراد کو دیکھ کر ان کی تعریفات کو سن کر بھی آپؓ نے نبی ﷺ کی پسند ہی کو جاری رکھا۔ورنہ آپؓ چاہتے تو ان کے مقابلہ میں اچھی ضیافت کر سکتے تھے۔مگر نبی ﷺ نے جس نبیذ کو پیا اور پسند کیا اسی کو آپؓ نے مرتے دم تک جاری رکھا۔

خشیت الٰہی:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اللہ تعالیٰ کے خوف سے بہت روتے تھے۔اور زیادہ رونے کی وجہ سے چہرے پر آنسوؤں کے بہنے کی وجہ سے دونالیوں کے نشان بن گئے تھے۔

عَن اَبِی رَجَاءٍ قَالَ کَانَ هَذَا المَکَانُ مِن ابنِ عباسٍ مَجرَی الدُّمُوعِ مِثلُ الشراكِ البَالِی مِنَ الدُّمُوعِ (2)

ابو رجاء کہتے ہیں کہ اس جگہ (چہرہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے چہرہ پر آنسوؤں کے بہنے کی وجہ سے پرانے تسموں کی طرح کے نشان بن گئے تھے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ اللہ تعالی کے ڈر کی وجہ سے بہت رویا کرتے تھے۔کیوں کہ ایسے نشان ایک دو دن کے رونے کی وجہ سے نہیں بن سکتے۔

1). القشیری:ابوالحسن مسلم بن حجاج بن مسلم (م:261ھ) الصحیح (کتاب الحج، باب فضل القیام بالسقایة) 423:1

2). العبسی:ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ (م 235ھ) مصنف ابن ابی شیبہ 5:14 ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی، س ن

نرم مزاجی:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ برائی کا بدلہ اچھائی ہی سے دیتے تھے اور کسی کی طرف سے اگر کوئی ناخوشگوار بات سامنے آئے تب بھی آپ عفوودرگزر سے کام لیتے تھے۔

عَن بریدَةَ قَالَ شَتمَ رَجُلُ ابنَ عباسٍ فَقَالَ ابنُ عباسٍ اِنَّکَ لَتشتُمَنِی وَفِیَّ ثَلاثُ خِصَال ، اِنِّی لَآتِی عَلَی الآیةِ مِن کِتَابِ اللہِ فَلَوَددتُ اَنَّ جَمِیعَ الناسِ یَعلَمُونَ مِنهَا مَا اَعلَمُ وَاِنی لَاسمَعُ بِالحَاکِمِ مِن حُکامِ المُسلِمِینَ یَعدِلُ فِی حُکمِهِ فَأَفرَحُ بِهِ وَلَعَلِّی لا اقَاضِی اِلَیهِ اَبَدًا وَانی لَأَسمَعُ بِالغَیثِ قَد اَصَابَ البلدَ مِن بِلادِ المُسلِمِینَ فَأَفرَحُ بِهِ وَمَا لِی بِهِ مِن سَائِمَةٍ (1)

حضرت بریدہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے حضرت ابن عباسؓ کو برا بھلا کہا۔ تو آپؓ نے اس سے فرمایا آپ مجھے ایسا کہتے ہو حالانکہ مجھ میں تین ایسی صفات پائی جاتی ہیں۔ میں کتاب اللہ کی کسی آیت پر پہنچتا ہوں تو میں چاہتا ہوں کہ جس طرح مجھے اس آیت کے بارے میں علم ہے۔ لوگوں کو بھی اس کے متعلق ویسا ہی علم ہو جائے۔ اور جب میں مسلمانوں کے کسی حکمران کے متعلق سنتا ہوں کہ وہ عدل وانصاف سے فیصلے کرتا ہے تو میں اس سے خوش ہوتا ہوں۔ اور شاید میں کبھی بھی اس کے پاس فیصلہ نہ لے جاؤں۔ اور جب میں سنتا ہوں کہ مسلمانوں کے کسی علاقہ میں بارش ہوئی ہے تو میں خوش ہوتا ہوں حالانکہ وہاں میرے چرنے والے جانور بھی کبھی نہیں ہوئے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ گالی کا جواب گالی سے نہیں بلکہ عفوودرگزر سے دیا کرتے تھے۔ بلکہ اس شخص کی اصلاح کرنے کے لیے اس کو عمدہ جواب دیا کرتے تھے۔

آپؓ کو اگر کبھی اپنے غلاموں کی بھی کسی بات پر غصہ آجاتا تب بھی آپ اس کو عفوودرگزر ہی سے تبدیل فرمادیتے تھے۔

عَن مُحمدٍ بنِ ابی مُوسَی عَن ابنِ عَباسٍ انهُ فَقَدَ غُلَامًا لَهُ فَحَلَفَ بِاللہِ لَیَضرِبَنَّهُ فَلَمَّا جَآءَ الغلامُ قَالَ لَهُ اَینَ کُنتَ قَالَ کُنتُ فِی مَوضِعٍ کَذَا فَعَفَا عَنهُ وَلَم یَضرِبهُ فَقِیلَ أَوَلَستَ قَد حَلَفَ قَالَ أَوَلَم اَعف عَنهُ اِحدَاھُما بِالأخریٰ (2)

محمد بن ابی موسی حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ کا ایک غلام غائب ہو گیا۔ تو آپؓ نے قسم اٹھائی کہ اس کو سزا دوں گا۔ جب وہ غلام آیا تو اس سے پوچھا آپ کہاں تھے؟ اس نے کہا میں فلاں جگہ تھا۔ تو آپؓ نے اس کو معاف کر دیا اور سزا بالکل نہیں دی۔ تو آپؓ سے کہا گیا کیا آپؓ نے قسم نہیں اٹھائی تھی؟ تو آپؓ نے جواب دیا کیا میں اس کو معاف نہ کروں؟ یہ ایک دوسرے کے بدلے میں ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ نے اپنی قسم کا کفارہ تو ادا کرنا گوارہ کر دیا۔ لیکن غلام کو معاف کر دیا اور یہ سب کچھ آپؓ کی نرم مزاجی کی صفت کی وجہ سے تھا۔ کہ آپؓ دوسروں سے نرمی برتتے تھے۔

1). طبرانی: ابوالقاسم سلیمان بن احمد (م 360ھ) المعجم الکبیر 266:10

2). بلاذری: احمد بن یحی بن جابر (م:279ھ) انساب الاشراف 1475:4

حضرت عبداللہ بن عباسؓ عفو ودرگزر کے پیکر تھے اور غصہ نہیں کیا کرتے تھے بلکہ نرم مزاجی کو اپنا شیوہ بنا رکھا تھا۔ کسی کی غلطی پر آپ نرم الفاظ میں صرف نشاندہی کر دیتے تھے۔

عَن ابنِ عَباسٍ اَنَّهُ سُئلَ عَن قَولِهِ اِلّا الُمَودَّةَ فِی الُقُربیٰ فَقَالَ سَعیدُ بنُ جبیرٍ قُربیٰ ال مُحمدٍ ﷺ فَقَالَ ابنُ عباسٍ عَجلت اِنَّ النبیَّ ﷺ لَم یَکُن بَطنُ مِن قُرَیشٍ اِلَّا کَانَ لَهُ فِیهِم قرَابَة فَقَالَ اَلّا اَن تَصلُوا مَا بَینِی وَبینَکُم مِن القرَابَةِ (1)

حضرت ابن عباسؓ سے

اِلَّا الُمَودَّةَ فِی الُقُربیٰ (2)

کا مطلب دریافت کیا گیا تو سعید بن جبیر نے فوراً کہہ دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ال مراد ہے۔ تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ آپ نے جلدی کر دی۔ اصل بات یہ ہے کہ قریش کا کوئی قبیلہ ایسا نہیں تھا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (کچھ نہ کچھ) قرابت نہ ہو تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہہ دیں) اگر اور کچھ نہیں کرتے تو اتنا تو کرو میرا اور اپنی قرابت کا لحاظ رکھو۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ نے شاگرد کا بغیر اجازت کے جواب دینے پر کوئی ناراضگی کا اظہار نہیں کیا بلکہ عفو ودرگزر سے کام لیتے ہوئے اس کی درستگی کر دی۔ اور یہ آپؓ کی نرم مزاجی ہی کا نتیجہ تھا کہ شاگرد بھی آپؓ کے سامنے بے خوف خطر ہو کر علمی بحث کیا کرتے تھے۔

اظہار حق میں جرأت و بے باکی:

صحابہ کرامؓ کے آخری زمانہ میں نومسلم عجمیوں کے ذریعے خیر وشر اور قضا وقدر کی بحث عراق میں پیدا ہو چکی تھی۔ اور رفتہ رفتہ دوسرے علاقوں میں بھی ایسی باتیں ہونے لگیں۔ تو آپؓ ان کے بارے میں بڑے سخت الفاظ سے حق بات کا اظہار کیا کرتے تھے۔

عَن محمدٍ بنِ عبیدِ المکیِّ عن عبدِاللهِ بنِ عباسٍ قَالَ قیلَ لِا بنِ عباسٍ اَنَّ رجلا قَدِمَ عَلَینَا یُکَذبُ بِالقَدرِ فَقَالَ دلُونِی عَلَیهِ وَهُوَ یومَئذٍ قَد عَمی قالُوا مَا تَصنَعُ بِهِ یَا اَبَا عَباسٍ قَالَ وَالذی نَفسِی بِیَدِهِ لَئِن استَمکَنتُ مِنهُ لَاَعضَنَّ اَنفَهُ حتَّی اَقطَعَهُ وَلَئِن وَقَعَت رَقبتُهُ فِی یَدی لَاَدقنَّهَا فَاِنِّی سَمِعتُ رسولَ اللهِ ﷺ یقولُ کَاَنِّی نِساءُ بَنی فَهرٍ یَطفنَ بِاالخَزرَجِ تصطفقُ اِلیاتهنَّ مشرکات هَذا اَولُ شِرکٍ هَذه الُاُمَّةِ وَالذی نَفسِی بِیدِهِ لَیَنتَهِینَ بِهِم سوء رَایُهُم حتی یخرُجوا اللهَ مِن اَن یَکونَ قدرُ خیرًا کَمَا اخرجُوهُ من اَن یکُونَ قدرُ شرا (3)

ایک مرتبہ حضرت ابن عباسؓ کو معلوم ہوا کہ ایک شخص تقدیر کا منکر ہے۔ اس وقت آپ کی آنکھوں کی بصارت زائل ہو چکی تھی۔ پھر بھی لوگوں سے کہا کہ مجھ کو اس شخص تک پہنچا دو۔ لوگوں نے پوچھا آپ اس کے ساتھ کیا طرز عمل اختیار کرو گے؟ تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اگر ہو سکا تو اس کی ناک کاٹ دونگا۔ اگر گردن ہاتھ آئی تو اس کو توڑ دونگا۔ میں نے نبی ﷺ سے سنا ہے کہ بنو فہر کی عورتیں خزرج کا طواف کر رہی ہیں اور سب شرک میں مبتلا ہیں ۔تقدیر کا انکار اس امت کا پہلا شرک ہے۔ میں اس ذات کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ ایسی لوگوں کی بری رائے یہاں تک ہی نہیں رکے گی بلکہ یہ شرک تقدیر کے بعد خیر کی تقدیر سے بھی انکار کر دیں گے۔

1). بخاری: محمد بن اسماعیل (م:256ھ) الصحیح (کتاب التفسیر، باب: قولہ الا المودة فی القربیٰ) 713:2

2). سورة الشوریٰ: 23

3). احمد: ابو عبداللہ بن حنبل (م 241ھ) المسند 330:1

مسلمانوں کے لیے آسانی:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے مزاج میں یہ بات شامل تھی کہ آپ ہمیشہ قرآن وحدیث کو پیش نظر رکھتے ہوئے آسانی کو ترجیح دیتے تھے اور اسی پر خود بھی عمل کرتے تھے اور دوسروں کو ترغیب دیتے تھے۔

خَطَبَنَا ابنُ عباسٍ فِی یومِ رَزَعٍ فَلَمَّا بَلَغَ المُؤَذِّنُ حَیَّ عَلَی الصَّلوٰۃ فَاَمَرَہُ اَن یُنَادِی الصَّلوٰۃُ فِی الرِّحَالِ فَنَظَرَ القومُ بعضُھم اِلیٰ بَعضٍ فَقالَ فَعلَ ھَذا مَن ھُوَ خیرُ مِنہُ وَانَّھا عَزمَۃُ (1)

حضرت ابن عباسؓ نے جمعہ کا خطبہ سنایا اس دن کیچڑ تھا۔ جب مؤذن حی علی الصلوۃ کہنے لگا تو آپؓ نے اس کو حکم دیا۔ کہ بجائے اس کے الصلوۃ فی الرحال کہو (نماز اپنے اپنے ٹھکانوں میں پڑھ لو) تو لوگ ایک دوسرے کو حیرت سے دیکھنے لگے تو حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ ایسا اس نے کیا ہے جو اس سے بہتر ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جمعہ لازم ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاں تک شریعت آسانی کی اجازت دیتی ہے اس پر عمل کیا جائے۔

اسی طرح سفر میں روزہ کے بارے میں آپ یہ کہتے تھے کہ سنت سے دونوں باتیں ثابت ہیں روزہ رکھنے کا بھی اور افطار کرنے کا بھی۔ لہٰذا جس کا جو دل چاہے اختیار کرے۔

عَن ابنِ عَباسٍ قَالَ خَرجَ رَسولُ اللہِ ﷺ مِنَ المَدینۃِ اِلیٰ مَکۃَفَصَامَ حتی بَلَغَ عسفَانَ ثُم دَعا بِماءٍ فَرَفَعَہُ اِلیٰ یَدَیہِ لِیُرَاہُ الناسُ فَافطَرَ حتی قَدِمَ مَکۃَ وَذٰلِکَ فِی رَمَضَانَ فَکَانَ ابنُ عَباسٍ یَقُولُ قد صَامَ رَسولُ اللہِ ﷺ و افطرَ فَمَن شَاءَ صَامَ وَمَن شَاءَ اَفطَرَ

(2)

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ سے مکہ کو روانہ ہوئے تو عسفان پہنچنے تک روزہ رکھتے رہے۔ عسفان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانی منگوایا اور دونوں ہاتھ دراز کر کے پانی کو اٹھایا۔ اس طرح آپ لوگوں کو دکھا رہے تھے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے افطار کر دیا۔ مکہ پہنچنے تک آپ اسی حالت میں رہے۔ اور یہ واقعہ رمضان کا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کہتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفر میں روزہ رکھا بھی ہے اور افطار بھی کیا ہے۔ لہٰذا جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے افطار کرے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ آسانی کو ترجیح دیا کرتے تھے۔ اور رمضان میں اگر سفر کیا جائے اور سفری مشکلات بھی ہوں تو روزہ رکھنا کوئی نیکی نہیں بلکہ شریعت کی اجازت کے مطابق افطار کرنا چاہیے۔

1). بخاری: محمد بن اسماعیل (م:256ھ) الصحیح (کتاب الاذان، باب: الکلام فی الاذان) 86:1

2). حوالہ بالا 226:1

حقیقت حال بیان کرنا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے جب بھی کوئی مسئلہ پوچھتا تو آپ صرف وہ ہی بتاتے تھے جس کا آپ کو یقینی علم ہوا اور جو بات آپؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا صحابہ کرامؓ سے نہ سنی ہوتی آپؓ اس کی وضاحت کر دیتے تھے کہ میں نے یہ بات نہیں سنی اور اپنے نہ جاننے کو بیان کر دیتے تھے۔

قَالَ طَاوُسُ قُلتُ لِابنِ عباسٍ ذَکَرُو ا اَنَّ النبیَّ ﷺ قَالَ اغتَسَلُوا یومَ الجُمُعَۃِ وَاغسِلُوا رُؤُسَکُم وَاِن لم تَکُونُوا جُنُبًا وَاَصِیبُو ا مِن الطیبِ قَالَ ابنُ عَباسٍ اَمَّا الغُسلُ فَنَعَم وَاَما الطیبُ فَلَا اَدرِی۔ (1)

حضرت طاؤس کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جمعہ کے غسل کرو اور اپنے سر دھوؤ اگرچہ تمہیں نہانے کی حاجت نہ ہو۔اور خوشبو لگاؤ۔تو حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ غسل کا حکم تو مجھے معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہی دیا ہے۔مگر خوشبو کا حکم مجھے معلوم نہیں ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے جو بات آپؓ کو معلوم تھی اس کا جواب تو دے دیا اور جس بات کا علم نہیں تھا اس سے اپنی لاعلمی کا اظہار فرما دیا۔

اسی طرح آپ سے ایک مرتبہ اور سوال کیا گیا کہ دجال کی پیشانی پر کافر لکھا ہوگا؟ تو آپؓ نے کہا کہ میں نے تو ایسی بات نہیں سنی۔

عَن مُجَاھِدٍ قَالَ کُنا عِندَ ابنِ عباسٍ فَذَکَرُو الدجَالَ اَنَّہٗ کَانَ مَکتُوبُ بَینَ عَینَیہِ کَافِرُ قَالَ فَقَالَ ابنُ عباسٍؓ لَم اَسمعہُ وَلٰکِنَّہٗ قَالَ اَمَّا مُوسیٰ کَاَنِّی اَنظُرُ اِلَیہِ اِذَا انحَدَرَ فِی الوَادِی یلَبی۔ (2)

مجاہد کہتے ہیں کہ ہم حضرت ابن عباسؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے لوگوں نے دجال کا ذکر کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لفظ کافر لکھا ہوگا۔تو حضرت ابن عباسؓ نے کہا میں نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ نہیں سنا۔البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ گویا میں حضرت موسیٰؑ کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ جب وادی میں اتر رہے ہیں تو تلبیہ کہہ رہے ہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ نے دجال کی پیشانی پر کافر کے الفاظ لکھے ہوئے سے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا ہے۔اور مشہور بات میں ہاں کے ساتھ ہاں نہیں ملاتے تھے بلکہ جو کچھ آپؓ نے سنا ہوتا اس کی صراحت فرماتے جو آپؓ نے قوی دلیل سے نہیں سنا اس سے لاعلمی کا اظہار کر دیتے تھے۔

اس انداز سے سننے والوں پر ایک اچھا تاثر یہ بھی پڑتا کہ ہر بندہ کو تمام علمی باتوں کا جاننا ضروری نہیں دوسرا یہ کہ جس بات کا صحیح علم نہ ہو اس سے لاعلمی کا اظہار کر دینا سب سے بہترین جواب ہے۔

1). بخاری: محمد بن اسماعیل (م:256ھ) الصحیح (کتاب الجمعۃ، باب: الدھن للجمعۃ) 121:1

2). حوالہ بالا (کتاب المناسک، باب: التلبیۃ اذا انحدر) 210:1

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی نصیحت:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اہل کتاب سے علمی باتیں پوچھنے سے روکا کرتے تھے۔اور یہ اس وجہ سے کہ ان کی بات کا کوئی اعتبار نہیں نہ تو ان کے پاس کتابیں محفوظ ہیں اور نہ ہی کوئی اور قابل تصدیق ذریعہ موجود ہے۔

عَن عبدِ اللهِ بنِ عَباسٍ قَالَ يَا مَعشَرَ المُسلِمِينَ كَيفَ تَسأَلُونَ اَهلَ الكِتابِ وَكِتابُكُم الَّذِى اُنزِلَ عَلىٰ نَبِيِّهِ اَحدَثَ الا خبَار بِاللّٰهِ تَقرَؤُنَهُ لَم يشب وَقَد حَدثَكُم اللهُ اَنَّ اَهلَ الكِتابِ بَدَّلُوا مَا كَتبَ اللهُ وغَيرُوا بِاَيدِيهِم الكِتَابَ فَقَالُو هُوَ مِن عِندِ اللهِ لِيَشتَرُو نهُ ثَمنًا قَلِيلا اَفَلَا يَنهَاكُم مَا جَائَكُم مِن العِلمِ عَن مَسأَلَتِهِم وَلَا وَاللهِ مَا رَأَينَا مِنهُم رَجلا قَط يِسأَلُكُم عَن الذِى اُنزِلَ عَلَيكُم (1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اے مسلمانو! تم اہل کتاب سے کیسے پوچھتے ہو حالانکہ تمہاری کتاب جو تمہارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی یہ اللہ تعالیٰ کی سب کتابوں کے بعد والی ہے۔اور سب سے نئی ہے۔اس میں کچھ بھی غلط ملط نہیں ہوا۔اللہ تعالیٰ اسی کتاب میں فرماتے ہیں کہ اہل کتاب نے اللہ تعالیٰ کے لکھے کو بدل ڈالا اور اپنے ہاتھوں سے اس میں تصرف کیا۔اور کہنے لگے یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے تا کہ اس کے ذریعہ تھوڑی بہت قیمت وصول کریں۔کیا جو تمہیں اللہ تعالیٰ نے علم دیا ہے اس میں ان سے پوچھنے کی ممانعت نہیں؟ (اور) تعجب تو یہ ہے خدا کی قسم اہل کتاب کا کوئی آدمی تم سے وہ مسائل نہیں پوچھتا جو تم پر نازل ہوئے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ اہل کتاب سے سوالات کرنے سے منع کیا کرتے تھے۔تا کہ ان کو یہ زعم بھی نہ ہو کہ ہم سے یہ مسلمان بھی سوال کرتے ہیں اور ہم حق اور سچ پر ہیں۔لہذا حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس بات سے منع فرمایا کرتے تھے۔

آپؓ بے فائدہ باتوں سے منع کرتے تھے اور طعن و تشنیع سے روکتے تھے۔ایسی باتیں جن کا نہ دنیا کا فائدہ ہو اور نہ آخرت کا ایسی لا یعنی باتوں سے آپؓ خود بھی اجتناب کرتے تھے اور دوسروں کو بھی ایسی باتوں سے منع کیا کرتے تھے۔

قَالَ ابنُ عبا سٍ اِيَّاكَ وَالكَلَامُ فِيمَالا يعنِيكَ اِذَا كَانَ فِى غَيرِ مَوضُوعِهِ وَلَا تُمَارِ سَفِيهَا وَلا حَلِيمَا فَانَّ لَسَفِيهِ يُؤذِيكَ وَاِن الحَلِيمَ يُقلِيكَ وَاذكُر اخَاكَ فِى غَيبَتِهِ بِمَا تُحِبُّ اَن يَذكُرُكَ بِهِ وَدَعه مِما تُحِب اَن يَدعَكَ مِنهُ (2)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے تھے کہ جس چیز کا تجھے کچھ مطلب نہیں اس کے بارے میں بات نہ کر یہاں تک کہ بات کرنے کی جگہ دیکھ لے۔اور بے وقوف اور بردبار سے جھگڑا نہ کر کیوں کہ بے وقوف تجھے تکلیف دے گا اور بردبار آدمی تجھے رسوا کر دے گا۔اور جب تیرا بھائی تجھ سے غائب ہو تو اس کے بارے میں اسی قسم کی بات کر جیسے تو چاہتا ہے کہ تیری غیر موجودگی میں وہ بات کرے۔اور اس کی وہ تمام باتیں چھوڑ دے جو آپ پسند کرتے ہو کہ وہ آپ کی بھی وہ باتیں چھوڑ دے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ بے فائدہ باتوں سے منع کرتے تھے۔اور کسی کے ساتھ بھی کوئی بری بات نہ کی جائے۔خواہ وہ کسی بھی قسم کا آدمی ہو۔

1). بخاری: محمد بن اسماعیل (م:256ھ) الصحیح (کتاب الشہادات، باب: لایسئل اہل الشرک) 369:1

2). بلاذری: احمد بن یحیی بن جابر (م:279ھ) انساب الاشراف 1474:4

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ایک اور موقع پر فرمایا کہ میری بات غور سے سنا کرو اور پھر جو سمجھو وہ مجھے بھی سناؤ یہ نہ ہو کہ میں کچھ کہوں اور آپ کچھ سنو اور آگے جا کر کچھ اور روایت کرو کہ ابن عباسؓ نے یہ کہا ہے۔

يَقُولُ يَااَيهَاالناسُ اِسمَعُوا مِنِّى مَا اَقُولُ لَكُم وَاسمَعُو نِى مَا تَقُولُونَ وَلا تَذهَبُوا فَتَقُولُوا قَالَ ابنُ عباسٍ مَن طَافَ بِالبَيتِ فَليَطُف مِن وَرَاءِ الحِجرِ وَلَا تَقُولُوا الحَطِيمَ فَاِنَّ الرجُلَ فِى الجَاهِلِيةِ كَانَ يَحلفُ فَيلقِى سَوطَهُ اَو نَعلَهُ اَو قَوسَه

(1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے تھے کہ اے لوگو! جو میں کہوں وہ تم سنو اور مجھے میرا کہا ہوا سناؤ (تا کہ میں سمجھ لوں کہ تم نے میری بات یاد کر لی ہے) کہیں ایسا نہ ہو باہر جا کر تم یہ کہو کہ ابن عباسؓ یہ کہتا ہے دیکھو جو کوئی بیت اللہ کا طواف کرے وہ حجر کے پیچھے سے (یعنی حطیم کے پرے سے) حجر کو حطیم نہ کہو یہ جاہلیت کا کام ہے۔ اس وقت کے لوگ ان میں سے جب کوئی ایسی بات کی قسم کھاتا تو اپنا جوتا یا کمان یا کوڑا وہاں پھینک دیتا تھا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ دوسروں کو وعظ نصیحت کرتے وقت ان کو متوجہ کرتے تھے۔ تا کہ وہ بات غور سے سنیں۔ اور جو سنا ہے اسی کو یاد کریں اور آگے دوسروں کو بتاتے وقت وہ ہی بات بتائیں جو یاد کی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ آپؓ نے جو کہا ہے شاگرد اس کے علاوہ آگے پھیلاتے رہیں۔

1). بخاری: محمد بن اسماعیل (م:256ھ) الصحیح (کتاب بنیان الکعبۃ، باب القسامۃ فی الجاہلیۃ) 543:1

مواعظ:

گناہ سے پرہیز:

گناہوں سے بچنے ہی کو آپؓ کامیابی سمجھتے تھے۔اور گناہ نہ کر کے پریشان ہونا یا گناہ کر کے خوش ہونا دونوں باتیں ہی بری ہیں۔اسی طرح ہر قسم کے گناہوں سے بچنے کی آپؓ تلقین کیا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے مواعظ میں سے ہے کہ

عَن ابنِ عباسٍ اَنَّهُ قَالَ يَا صَاحِبَ الذَنبِ لَاتَأمَن مِن سُوءِ عَاقِبَتِهِ وَلَما يَتبعُ الذنبَ اَعظم مِنَ الذَنبِ اِذَا عَلِمتَهُ فَاِنَّ قِلَّةَ حَيَائكَ مِمَن عَلَى اليَمِينِ وَعَلَى الشِمَالِ وَانتَ عَلَى الذنبِ اَعظَم مِنَ الذَنبِ الذِى عَمِلتَهُ ، وَضحكك وَانتَ لَا تَدرِى مَا اللهُ صَانَع بِكَ اَعظَم مِن الذنبِ وَفَرحكَ بِا لذَنبِ اِذا ظَفَرتَ بِهِ اَعظَم مِن الذنبِ وَحُزنكَ عَلى الذنبِ اِذا فَاتكَ اَعظَم مِن الذنبِ اِذَا ظَفَرتَ بِهِ، وَخَوفُكَ مِن الريحِ اِذَا حَركت سِتر بَابَكَ وَانتَ عَلى الذنبِ وَلا يَضطَربُ فُؤادكَ مِن نَظرِ اللهِ اِلَيكَ اَعظَم مِن الذنبِ اِذا عَملَتهُ (1)

اے گناہ گار! اپنے برے انجام سے بےخوف نہ ہو۔

گناہ کے بعد گناہ کرنا جب کہ تو اسے جانتا بھی ہے گناہ سے بڑا گناہ ہے۔

جب تو گناہ کر رہا ہوتا ہے۔تو اپنے دائیں بائیں والوں سے تیرا حیاء نہ کرنا تیرے کیے ہوئے گناہ سے بڑا گناہ ہے۔

تیرا ہنسنا باوجود اس کے کہ تو نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ تیرے ساتھ کیا کرے گا گناہ سے بڑا گناہ ہے۔

گناہ پر خوش ہونا گناہ سے زیادہ سخت ہے۔

گناہ نہ کر سکنے پر تیرا غمگین ہونا۔گناہ کر لینے کے گناہ سے بڑا گناہ ہے۔

جب تو گناہ کر رہا ہوتا ہے تیرے دروازے کے پردہ کے ہلنے سے تیرا ہوا سے ڈرنا اور اللہ تعالیٰ کے دیکھنے سے تیرے دل کا نہ گھبرانا، گناہ کرنے سے بڑا گناہ ہے۔جب کہ تجھے اس کا علم بھی ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ مسلمانوں کو گناہوں سے بچنے کی ترغیب دیتے تھے۔اور گناہ کے مختلف درجات کو کھول کھول کر بیان کرتے تھے۔اور اس سب کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ ہر قسم کے گناہ سے بچنے کی بھرپور کوشش کی جائے۔اور کسی بھی طور پر شیطان کو اپنے اوپر غلبہ نہ دیا جائے۔

1)۔اصبہانی:ابونعیم احمد بن عبداللہ(م:430ھ)حلیۃ الاولیاء324:1

فرائض کا اہتمام:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرائض کے ادا کرنے کا خصوصی اہتمام کرتے تھے۔اوران کا یہ یقین تھا کہ جو بھی انسان اللہ تعالی کے احکام کو خوش دلی اور ثواب کی نیت سے ادا کرتا ہے تو اس کی مشکلات آسان ہو جاتی ہیں۔

عَلَيكَ بِالفَرائِضِ وَمَا وَطَفَ اللهُ تَعالَى عَلَيكَ مِن حَقهِ فَأده وَاستَعِن اللهَ عَلَى ذَلِكَ فَانهُ لَا يَعلَمُ مِن عَبدٍ صِدق نِيةِ وَحِرَصا فِيمَا عِندَهُ مِن حُسنِ ثَوَابِهِ اِلا اَخرَهُ عَما يكرَهُ وَهُوَ المَلكُ يَصنَعُ مَا يَشَاءُ (1)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ فرائض کا اہتمام کرو اور اللہ تعالی نے جو حق تمہارے ذمہ لگائے ہیں انہیں ادا کرو اور ان کی ادائیگی میں اللہ تعالی سے مدد مانگو کیونکہ جب اللہ تعالی کو کسی بندے کے بارے میں معلوم ہوتا ہے کہ وہ سچی نیت سے اور اللہ کے ہاں جو ثواب ہے اسے حاصل کرنے کے لیے شوق میں عمل کر رہا ہے تو اس سے ناگواریاں ضرور ہٹا دیتے ہیں اور اللہ تعالی حقیقی بادشاہ ہیں جو چاہتے ہیں کرتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرائض کی پابندی کا اہتمام کرنے کی تلقین کیا کرتے تھے۔کیوں کہ فرائض کے بارے میں جواب دہی ہو گی۔اور جو بندہ فرائض کی ادائیگی کرتا رہتا ہے تو اس کے لیے نفلی عبادت بھی آسان ہو جاتی ہے۔اور جو فرائض ہی پورے نہیں کرتا اس سے نفلوں کی امید ہی کوئی نہیں۔لہذا فرائض کی پابندی لازمی ہے۔

ہم نشینوں کے حقوق:

کسی بھی انسان کے اخلاق و کردار کے بارے میں حقیقی منصف اس کے ہمنشین ہی ہو سکتے ہیں۔اور انسان کا زیادہ تر تعلق بھی ان ہی کے ساتھ ہوتا ہے۔اور یہ ایک قسم کے ایک مستقل ہمسایہ ہوتے ہیں۔لہذا ان کے ساتھ زیادہ اچھے انداز میں پیش آنا چاہیے۔حضرت عبداللہ بن عباسؓ بھی اس کی اہمیت کو بتایا کرتے تھے۔کہ ہم نشین کے تین حق ہیں اس کو خوش آمدید کہا جائے۔اس کے لیے جگہ بنا دی جائے اور اس کی بات کو سنا جائے۔

عَن عَمرٍو بنِ دِينَارٍ قَالَ ابنُ عَباسٍ لِجَلِيسِي عِندِي ثَلاث اِذَا اَقبَلَ رَحبتُ بِهِ ، وَاِذَا قَعَدَ اَوسَعتُ لَهُ، وَاِذَا حدثَ اَنصتُ لِحَدِيثِهِ وَاستَمعتُ مِنهُ (2)

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ میرے ہم نشین کے مجھ پر تین حق ہیں۔جب وہ میرے پاس آئے تو میں اس کا استقبال کروں اور جب وہ بیٹھنے لگے تو اس کے لیے جگہ کشادہ کر دوں اور جب وہ بات کرے تو میں خاموش ہو جاؤں اور اس کی بات سنوں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی کے آنے پر خندہ پیشانی سے اس کو وصول کیا جائے۔تا کہ اس کو اس بات کا تاثر ملے کہ اس کے آنے سے یہ بندہ خوش ہوا ہے۔اور پھر اس کے بیٹھنے کے لیے اس کو کھلی جگہ دی جائے۔اور اس کی بات کو سنا جائے۔اس کی بات جب سنی جائے گی تو اس سے اس کو یہ تاثر ملے گا کہ اس کی بات کو اہمیت دی جا رہی ہے۔

1). اصبہانی: ابو نعیم احمد بن عبداللہ (م:430ھ) حلیۃ الاولیاء 326:1

2). بلاذری: احمد بن یحی بن جابر (م:279ھ) انساب الاشراف 1480:4

کامل انسان:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ انسانوں کے رویہ کو دیکھ کر تعجب کرتے تھے کہ انسانیت کا معیار باقی نہی رہا اب صرف نام کے انسان موجود ہیں کردار اور کام والے نہیں۔

قَالَ ابنُ عَباسٍ ذَهَبَ الناسُ وَبَقی النَسنَاسُ قِيلَ مَا النَسنَاسُ قَالَ الذِينَ يُشَبهُونَ الناسَ وَلَيسُوا بِالناسِ (1)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ انسان چلے گئے ہیں اور اب صرف نسناس رہ گئے ہیں۔ پوچھا گیا یہ نسناس کیا ہے؟ تو آپؓ نے کہا کہ جو دیکھائی تو انسانوں کی طرح دیتے ہیں مگر درحقیقت وہ انسان نہیں ہیں۔

اسی طرح عقل مند انسانوں کی بھی کمی مسلسل ہو رہی ہے۔ اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ عقل مند ختم ہو جائیں گے اور دنیا بے عقل لوگوں کے ہاتھوں میں آجائے گی۔

عَن مُجاهِدِ عَن عَبدِاللهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنهُ قَالَ يَأتِي عَلَى النَاسِ زَمَانُ يَعرجُ فِيهِ بِعقولِ الناسِ حَتى لَا تَجد فِيهِ أَحَدُ ذَا عَقلٍ (2)

حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا ایک زمانہ آئے گا کہ اس میں عقلمند لوگ اٹھا دیے جائیں گے۔ اور آپ کو کوئی ایک شخص بھی عقلمند نہیں مل سکے گا۔

زبان کی حفاظت:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ زبان کی حفاظت کو بڑی اہمیت دیتے تھے اور ان کا مقصود یہ ہوتا تھا کہ اگر بات کی جائے تو بھلائی کی بات کی جائے ورنہ خاموشی بہتر ہے۔

عَن سَعِيدٍ بنِ جبيرٍ قَالَ رَأيتُ ابنَ عباسٍ اَخَذَ بِلِسَانِهِ وَهُوَ يَقولُ بِاللِسَانِ قُل خَيرًا تغنمُ اَو اصمت تسلم قَبلَ اَن تَندِمَ (3)

حضرت سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ کو دیکھا کہ وہ اپنی زبان کو پکڑ کر کہا کرتے تھے کہ اے زبان! اچھی بات کر تجھے فائدہ ہوگا اور بری بات سے اعراض کر کہ تو محفوظ رہے گی۔ اگر تو نے ایسا نہ کیا تو ندامت ہی اٹھانی پڑے گی۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زبان کی وجہ سے انسان بہت سی مشکلات میں پھنس جاتا ہے۔ لہذا اس سے مناسب یہ ہی ہے کہ زبان کو احتیاط سے چلایا جائے۔ اور کوئی بات زبان سے ایسی نہ بولی جائے جو ندامت کا باعث بن جائے۔

1). ذہبی: محمد بن احمد بن عثمان (م 748ھ) سیر اعلام النبلاء 343:3

2). اصبہانی: ابونعیم احمد بن عبداللہ (م:430ھ) حلیۃ الاولیاء 328:1

3). احمد: ابوعبداللہ محمد بن حنبل (م:241ھ) الزھد ص:278

محسنوں کا شکریہ ادا کرنا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ آنے والوں کا بڑا خیال رکھتے تھے اوران کے مشکور ہوا کرتے تھے کہ وہ آپؓ کے پاس تشریف لائے۔

عَن ابنِ اَبی مُلَیکَۃَ قَالَ قَالَ عَبدُاللہِ بنُ عباسٍ ثَلَاثَۃ لَا اَقدرُ عَلٰی مُکَافَأتِهِم رَجُل جئِتُ ظَمأن فَسَقَانِی وَرَجُلُ ضَاقَ بِی مَجلَسِی فَأوسَعَ لِی وَرَجُلُ اغبَرت قَدَمَاہُ فِی الِاختِلَافِ اِلَی بَابِی وَرَابِعُ ھُوَ اَعظَمُھُم حَقا عَلَیَّ رَجُلُ بَاتَ سَاھِرًا یَعرِض النَاسَ عَلٰی نَفسِہِ فَأصبَحَ لَا یَجِد لَہُ فِی حَاجَتِہِ مُعتَمِدًا سِوَایَ (1)

حضرت ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ کہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے تھے کہ تین آدمی ایسے ہیں جن کا بدلہ میں نہیں چکا سکتا۔ایک وہ جس کے پاس میں پیاسا آیا اوراس نے مجھے پانی پلایا۔اوردوسرا وہ ہے جو میرے لیے مجلس میں جگہ کو وسیع کردے۔اورتیسرا وہ جو میرے دروازہ پر چل کر آجائے۔
اور چوتھا وہ آدمی ہے جس کا سب سے زیادہ حق ہے وہ آدمی جو رات بھر جاگتا رہا اور مختلف لوگوں کا خیال کرتا رہا شاید فلاں فلاں اس کی حاجت پوری کردے اور جب صبح ہوئی تو وہ میرے علاوہ کسی کو اس کام کا اہل نہ سمجھا اور میرے پاس آگیا۔
جو بھی احسان کرتا ہے اس کے احسان کا معترف ہونا چاہیے اورالفاظ سے بھی اس کا شکریہ ادا کرنا چاہیے اور۔عملی طور پر اس کے ساتھ جوابی احسان کرنا چاہیے۔اوراگرکوئی کسی حاجت کے لیے کسی کے دروازے پر آئے تو اس کو اللہ تعالی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اس بندہ کی حاجت پوری کردینی چاہیے۔کیوں کہ حالات بدلنے میں وقت نہیں لگتا۔اورممکن ہے یہ اللہ تعالی کی طرف سے اس کے لیے آزمائش ہو۔

اپنی اصلاح کی فکر:

دوسروں پر تنقید کرنے اورغیبت کرنے کو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نہایت ہی ناپسند کرتے تھے۔اوردوسروں کو بھی اس سے منع کرتے تھے۔

عَن مُجَاھِدٍ عَن ابنِ عباسٍ قَالَ اِذَا اَرَدتَ اَن تَذکُرَ عُیُوبَ صَاحِبِكَ فَاذکُر عُیوبَ نَفسِكَ (2)

حضرت مجاہد روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ فرمایا کرتے تھے کہ جب تو اپنے ساتھی کے عیب شمار کرنے لگے تو پہلے اپنے عیبوں کو یاد کرلیا کر۔
یعنی دوسروں کی برائیوں کا تذکرہ کرنے سے یہ بات بہتر ہے کہ اپنے عیوب کی اصلاح کی جائے۔
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسروں کے عیوب کا چرچا کرنے سے بہتر بات یہ ہے کہ اپنی اصلاح کی جائے۔اور ہر بندہ اپنی اچھائی سننا چاہتا ہے تو پھر دوسرے کی برائی بیان کرنا بھی ہر بندہ چھوڑ دے۔تاکہ سب ہی ایک دوسرے کی اچھائی بیان کریں اورخوشگوار ماحول قائم ہوجائے۔

1). بلاذری: احمد بن یحیی بن جابر(م:279ھ)انساب الاشراف 1480:4

2). احمد: ابوعبداللہ محمد بن حنبل(م:241ھ)الزھد ص:279

رزق حلال:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ رزق حلال کی تلاش کی ترغیب دیتے تھے۔یعنی رزق تو ملنا ہی ہے لہذا حلال طریقہ اختیار کرنا ضروری ہے تاکہ حرام رزق کی کمائی سے بچا جا سکے۔

قَالَ مَا مِن مُؤمِنٍ وَلَا فَاجِرٍ اِلا وَقَد کَتَبَ اللهُ تَعَالَی لَه رِزقَهُ مِن الحَلَالِ فَان صَبَرَ حَتی یَأتِیهِ آتَاهُ اللهُ تَعَالَی وَاِن جَزَعَ فَتَنَاوَل شَیئًا مِن الحرامِ نَقَصَهُ اللهُ مِن رِزقِهِ الحَلاَل (1)

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ہر مومن اور فاجر بندے کے لیے اللہ تعالی نے حلال روزی مقرر فرما رکھی ہے اگر وہ اس روزی کے آنے تک صبر کرتا ہے تو اللہ تعالی اس کو حلال روزی دیتے ہیں اگر وہ بے صبری کرتا ہے تو اور حرام میں سے کچھ لے لیتا ہے تو اللہ تعالی اس کی اتنی حلال روزی کم کر دیتے ہیں۔
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رزق حلال اور صبر لازم ملزوم ہیں۔جو کوئی بندہ رزق حلال پر صبر کرتا ہے تو اللہ تعالی اس میں برکت عطا کر دیتے ہیں۔اور اگر وہ بے صبری کرتا ہے اور حرام کی طرف ہاتھ لے جاتا ہے تو برکت ختم ہو جاتی ہے اور نصیب سے زیادہ تو پھر بھی نہیں ملتا۔لہذا حلال پر ہی قناعت اختیار کرنی چاہیے۔

فقراء کی امداد:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فقیروں کے ساتھ تعاون کرنے کو بڑی نیکی سمجھتے تھے۔اور فرائض کی ادائیگی کے بعد غریبوں کی امداد کرنے کو نفلی عبادت پر ترجیح دیتے تھے۔اور پوشیدہ صدقہ وخیرات کرنے کو مسلمانوں کے لیے ایک وصف نمایاں شمار فرماتے تھے۔بلکہ آپؓ نفلی حج پر بھی اس کو ترجیح دیتے تھے۔

عَن عِکرَمَةَ عَن ابنِ عباسٍ قَالَ لَأن اَعُولَ اَهلَ بَیتٍ مِن المُسلِمِینَ شَهرًا اَو جُمُعَةَ اَو مَا شَاءَ اللهُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِن حَجةٍ بَعد حَجةٍ ولطَبَقُ بِدَانقٍ اَهدِیهِ اِلَی اَخِی لِی فِی اللهِ عَزوَجَل اَحَب اِلَیَّ مِن دِینَارٍ اَنفِقُهُ فِی سَبِیلِ اللهِ عَزوَجَلَّ
(2)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں مسلمانوں کے کسی گھرانے کی کفالت و پرورش کروں ایک مہینہ یا ایک ہفتہ یا جتنی مدت اللہ تعالی چاہے مجھے یہ بات زیادہ پسند ہے اس سے کہ میں حج پر حج کرتا رہوں۔اور ایک درہم کا چھٹا حصہ اپنے بھائی کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے دوں یہ مجھے زیادہ پسند ہے کہ میں ایک دینار اللہ تعالی کی راہ میں خرچ کروں۔
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فرائض کی ادائیگی کے بعد بڑی نیکی غریبوں اور فقیروں کے ساتھ مالی تعاون ہے۔کیوں کے مالدار کی نفلی عبادت پر کتنے ہی فقیروں کے فرائض موقوف ہیں۔مطلب کہ اگر کوئی فقیر بیمار ہے تو اس کا علاج معالجہ کروا دینا کہ وہ اس قابل ہو جائے کہ اپنے فرائض کی ادائیگی کر سکے۔تو ایسے کام بڑی نیکی کے ہیں اگر چہ یہ نیکیاں خفیہ ہوتی ہیں لیکن اخلاص کی وجہ سے اللہ تعالی کے ہاں بڑا درجہ رکھتی ہیں۔

1). اصبہانی:ابونعیم احمد بن عبداللہ(م:430ھ)حلیۃ الاولیاء326:1

2). حوالہ بالا 328:1

اخلاص:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اخلاص سے قیمتی کسی چیز کو نہیں سمجھتے تھے۔ اخلاص ہی کی وجہ اعمال کی قبولیت ہوتی ہے اور رب تعالی کی رضا مندی حاصل ہوتی ہے۔ اور اخلاص ہی کے بقدر اللہ تعالی اجر عطاء کرتے ہیں۔

عَن ابنِ عباسٍ اَحَب فِی اللّٰهِ وَوَال فِی اللّٰهِ وَعَادَ فِی اللّٰهِ فَأَنما تَنَال وِلَایَة اللهِ بِذَلِكَ لَایَجِدُ رَجُل طَعمَ الاِیمَانِ وَاِن كَثُرَت صَلَوتُهُ وَصِیَامِهِ حَتی یَكونَ كَذَلِكَ (1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کر، اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے دوستی کر اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے دشمنی رکھ۔ بے شک آپ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی ولایت کو پہنچ جاؤ گے۔ اور کوئی بھی شخص ایمان کی حلاوت حاصل نہیں کر سکتا جب تک ایسا نا ہو جائے اگر چہ وہ نمازیں زیادہ پڑھتا ہو۔
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محبت اور دشمنی اللہ تعالی ہی کی رضا کے لیے کرنی چاہیے اور اس میں اپنی ذاتی چاہت کو دخل نہیں کرنا چاہیے۔ کیوں کہ اگر اپنی چاہت کو داخل کر دیا تو اس میں سے اخلاص ختم ہو جائے گا۔

ظلم سے اجتناب:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ ظلم کرنے کو بڑی برائی سمجھتے تھے اور ظلم کرنے سے روکا کرتے تھے۔ کیوں کہ ظلم کا بدلہ اکثر دنیا ہی میں مل جاتا ہے۔ جس طرح نیکی کرنے سے دنیا میں بھی اچھائی حاصل ہوتی ہے۔ اور دنیا میں اچھائی کرنے والے کو زندگی میں بدلہ نہ ملا تب بھی اس کی اولاد کو اس کا بدلہ کبھی نہ کبھی ضرور مل جاتا ہے۔ اسی طرح ظلم کرنے والے کو بھی مرنے سے پہلے ہی اس کے ظلم کا بدلہ مل ہی جاتا ہے۔

قَالَ ابنُ عَباسٍ لَو اَن جَبَلَا بَغی عَلَی جَبَلٍ لَدك البَاغِیُّ، مَاظَهَرَ البَغیُ فِی قَومٍ قَط اِلا ظَهَرَ فِیهِم الموتَانِ
(2)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اگر ایک پہاڑ بھی دوسرے پہاڑ پر ظلم کرے گا تو ظالم پہاڑ خود ہی ریزہ ریزہ ہو جائے گا۔ اور کسی بھی معاشرے میں جب کبھی ظلم ہوا ہے تو اس معاشرے میں اموات کی کثرت ہو جاتی ہے۔
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ظلم سے بری کوئی برائی نہیں اور ظالم کو اپنے ظلم کا بدلہ اکثر دنیا میں بھی مل جاتا ہے۔ جیسا کہ آپؓ نے کہا ہے کہ ظالم پہاڑ خود بھی ریزہ ریزہ ہو جائے گا۔ تو ظالم انسان کیسے اپنے برے انجام سے محفوظ رہ سکے گا۔

1). العبسی: ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ (م:235ھ) مصنف ابن ابی شیبہ 368:13
2). اصبہانی: ابونعیم احمد بن عبداللہ (م:430ھ) حلیۃ الاولیاء 322:1

نیکی:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس ایک آدمی جس کا نام جندب تھا آیا اور کہا مجھے نصیحت فرما دیں۔ آپؓ نے فرمایا میں تجھے اللہ تعالی کی توحید اختیار کرنے اور اس کے لیے عمل کرنے اور نماز قائم کرنے اور زکوۃ دینے کی وصیت کرتا ہوں۔ بلاشبہ اس کے بعد جو تو نیکی کرے گا وہ مقبول ہوگی۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف مرفوع ہوگی۔ اے جندب تو موت کے قریب ہوتا جارہا ہے پس تو آخری نماز کی طرح ہر نماز پڑھ اور دنیا میں مسافر کی طرح رہ بلاشبہ تو اہل قبور میں سے ہے۔ اپنے گناہ پر اشک بہاؤ اپنی خطاؤں سے توبہ کرو۔ اور دنیا تیرے نزدیک تیری جوتی سے بھی حقیر ہونی چاہیے۔ تو اسے چھوڑ کر اللہ تعالی کے عدل وانصاف کی طرف جائے گا۔ اور جو تو دنیا میں باقی چھوڑے گا وہ تجھے ہرگز فائدہ نہیں دے گا۔ اور صرف تجھے تیرا عمل ہی فائدہ دے گا۔

آپؓ نے فرمایا نیکی کا کمال یہ ہے کہ اس کو جلدی کرنا ہے اور اس کو چھوٹا قرار دینا ہے اور اس کو چھپانا ہے۔ یعنی جس کو عطیہ دینا ہے اسے جلد عطیہ دو اور جس کو عطیہ دیا گیا ہے اس کی نگاہوں میں چھوٹے بنو۔ اور اس بات کو لوگوں سے چھپاؤ اور اس کا اظہار نہ کرو۔ بلاشبہ اس کے اظہار سے ریا کاری کا دروازہ کھلتا ہے۔ اور جس کو عطیہ دیا گیا ہے اس کی دل شکنی ہوتی ہے۔ اور پھر وہ لوگوں سے شرمندگی محسوس کرتا ہے۔ (1)

عفو و درگزر:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ معافی دینے اور بدلہ نہ لینے کو پسند کرتے تھے۔ کیوں کہ جو آدمی اپنا بدلہ لے لیتا ہے تو اس کو آخرت میں کوئی جزا نہیں دی جائے گی۔ اور دنیا میں بھی اس کی عزت میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔ اگر اس کے برعکس معاف کر دیا جائے تو عزت میں بھی اضافہ ہوتا ہے اور آخرت کا ثواب تو ملنا ہی ہے۔

كَانَ ابنُ عَباسٍ يَقُولُ اِسمَح يُسمَحُ لَكَ (2)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرمایا کرتے تھے کہ آپ درگزر کرو آپ سے بھی ضرور درگزر کیا جائے گا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسروں کو معافی دینا، نرمی کرنا حقیقت میں اپنے اوپر نرمی کرنا ہے کیوں کہ جس بندہ کو معاف کیا جاتا ہے تو وہ عمر بھر کے لیے معافی دینے والے کا احسان مند ہو جاتا ہے۔ اور پھر اس سے بھی اچھے کی ہی امید کی جاتی ہے۔

اور اگر اس کے مزاج میں احسان مندی نہ ہو تو اللہ تعالی کے ہاں تو بدلہ ضرور ہی ملتا ہے۔ اور اللہ تعالی کی رحمت سے کوئی بعید نہیں کہ کسی ایک معافی پر اللہ تعالی اس معاف کرنے والے کو اپنی رحمت کی چادر میں ڈھانپ لیں اور اس کی آخرت صرف اسی وجہ سے اچھی ہو جائے۔ لہذا عفو و درگزر سے زیادہ کام لینا چاہیے۔

1). ابن کثیر: ابوالفداء اسماعیل بن عمر (م: 774ھ) البدایہ والنہایہ 305:8

2). بلاذری: احمد بن یحیی بن جابر (م: 279ھ) انساب الاشراف 1483:4

فصل چہارم:

آخری ایام

زندگی کے آخری ایام میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ طائف میں منتقل ہو گئے تھے۔اور وہاں ہی رہائش بھی اختیار کر لی تھی۔
آخری عمر میں آپ کی ظاہری بینائی بھی چلی گئی تھی۔اور اس بینائی جانے میں یہ کہا جاتا ہے آپؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک دن حضرت جبریلؑ کو دیکھا تھا۔

بَعَثَ العباسُ ابنَهُ عَبدَاللهِ اِلَی النبیِّ ﷺ فَنَامَ وَرَائَهُ وَعِندَ النبیِّ ﷺ رَجُلُ فَالتَفَتَ النبیُّ ﷺ فَقَالَ مَتَی جِئتَ قَالَ مُذسَاعَة قَالَ هَل رَأَیتَ عِندِی اَحَدَ ا قَالَ نَعَم رَأیتُ رَجُلا قَالَ ذَاكَ جِبرِیلُ عَلیهِ السلامُ وَلَم یَرَهُ خَلقُ اِلَّا عَمی اِلَّا اَن یَکُونَ نَبِیا وَلَکِن اَن یجعلَ ذَلِكَ فِی آخِرِ عُمُرِكَ (1)

ایک مرتبہ حضرت عباسؓ نے عبداللہ بن عباسؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیجا اور وہ وہاں جا کے سو گئے۔جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی طرف متوجہ ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کس وقت آپ آئے ہو؟ تو آپؓ نے کہا کچھ دیر پہلے۔تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا آپ نے میرے پاس ابھی ابھی کسی کو دیکھا ہے؟ تو ابن عباسؓ نے کہا کہ جی ہاں ایک آدمی کو دیکھا ہے۔تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا وہ تو جبریلؑ تھے۔اور نبیوں کے علاوہ جو بھی اس کو دیکھ لیتا ہے اس کی بینائی چلی جاتی ہے۔لیکن آپ کے ساتھ ایسا آپ کی آخری عمر میں ہوگا۔
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ جب بڑی عمر کے ہو گئے تھے تو بینائی اللہ تعالی نے واپس لے لی تھی۔اور آپؓ پھر بھی حسب معمول اپنے ممکن دینی کاموں میں مشغول رہتے تھے۔اور بینائی کے جانے کا ایک سبب حضرت جبریلؑ کا دیدار بھی تھا۔کہ نبیوں کے علاوہ جو بھی دیکھتا ہے تو اس کی بینائی چلی جاتی ہے۔

جب آپؓ کی بینائی آخری عمر میں چلی گئی تو اس وقت سے لے کر وفات تک تقریبا آپؓ چھ سال تک نابینا رہے۔

عَن اَبِی طَلحَةَ قَالَ کَانَ عَبدُاللهِ بنُ عَباسٍ اَحسَنُ الناسِ عَینَا قَبلَ اَن یَکُف بَصَرُهُ وَکفَّ بَصَرَهُ قَبلَ مَوتِهِ بِست سِنینَ اَو نَحوهَا (2)

حضرت ابوطلحہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی جب تک بینائی موجود تھی تو آنکھوں کے لحاظ سے لوگوں میں سے سب سے حسین تھے۔اور آپؓ کی وفات سے تقریبا چھ سال پہلے بینائی چلی گئی تھی۔
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ نے تقریبا چھ سال بینائی کے بغیر گزارے ہیں اور یہ ایک بڑا عرصہ ہے۔لیکن آپؓ نے کبھی کوئی ایسی بات نہیں کی جس سے بے صبری کا اظہار ہوتا ہو۔بلکہ ہمیشہ اللہ تعالی کی قضا سمجھ کر اس پر صبر کیا ہے۔

1). نیشاپوری: ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم (م:405ھ) المستدرک علی الصحیحین 618:3
2). بلاذری: احمد بن یحی بن جابر (م:279ھ) انساب الاشراف 1485:4

آپ نے اس بینائی کے صدمہ پر کبھی غمگین نہیں ہوئے اور اکثر کہا کرتے تھے

اِن یَاخُذَاللهُ مِن عَینی نُورَھُمَا　　　　فَفِی لِسَانِی وَ قَلبِی مِنھُمَا نُورُ

قَلبِی ذَکیّ وَ عَقلِی غَیر ذِی دَخَلٍ　　　　وَفِی فَمِی صَارِم کَاالسَّیفِ مَاثُورُ　　(1)

اگراللہ تعالیٰ کے حکم سے میری آنکھوں کی بصارت جاتی بھی رہی تو کیا غم۔ میری زبان اور میرے دل میں اس سے بڑھ کر نور ہے۔ میرا دل پاک وطاہر ہے۔اور میری عقل وفہم میں کوئی کمی نہیں۔اور میرے منہ میں اللہ تعالیٰ نے جو زبان رکھی ہے۔ وہ تلوار سے بڑھ کر تیز ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ اس ایک نعمت کے چلے جانے اسی کو لے کر اسی پر جزع فزع کرنے کے بجائے۔اس کے علاوہ جو کثیر تعداد میں نعمتیں موجود تھیں۔ان کو بیان فرما کر شکر یہ ادا کرتے تھے۔اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آخری عمر میں بھی آپؓ کی ہمت جوان تھی اور تمام تر اعضاء تندرست توانا طور پر کام کر رہے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اکثر کہا کرتے تھے کہ مجھے اپنی زندگی میں کوئی افسوس نہیں سوائے پیدل حج کے کہ میں جوانی میں وہ پیادہ حج ادا نہیں کرسکا۔

قَالَ ابنُ عَباسٍ بَعدَ اَن اُصِیبَ بِبَصَرِہِ مَا آ سَی عَلَی شَیءٍ فَاتَنِی اِلَّا اَنِّی لَم اَحج مَاشِیًا لِاَنّی سَمِعتُ رَسولَ اللهِ ﷺ یَقُولُ

وَاَذِّنُ فِی النَّاسِ بِالُحَجِّ یَاُتُوکَ رِجَال　　(2)

حضرت ابن عباسؓ بینائی چلے جانے کے بعد کہا کرتے تھے کہ مجھے کسی چیز کے نہ کرنے کا کوئی افسوس نہیں سوائے پیدل حج کے کیوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ

وَاَذِّنُ فِی النَّاسِ بِالُحَجِّ یَاُتُوکَ رِجَال　　(3)

آپ اعلان فرمادیں حج کا،تو لوگ پیادہ بھی حج کو آئیں گے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ ہر نیکی کے کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔مگر آپؓ اگر چہ اکثر حج کرتے رہے ہیں۔مگر پیدل حج نہیں کیا کبھی۔اور جب آپؓ کی بینائی چلی گئی تو اس نیکی یعنی پیدل حج نہ کرسکنے کی وجہ سے یہ خواہش کا اظہار کیا کرتے تھے کہ کاش کہ میں پیدل حج کر لیتا۔

1). ابن عبدالبر: یوسف بن عبداللہ بن محمد(م:463ھ)الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب 938:3

2). بلاذری: احمد بن یحیٰی بن جابر(م:279ھ)انساب الاشراف 1473:4

3). سورۃ الحج:30

مرض الوفات اور وصال:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ جب بیمار ہوئے اور یہ بیماری شدت اختیار کرگئی تو آپؓ نے حاضرین محفل سے کہا کہ میں ایک ایسی جماعت میں وفات پاؤں گا جو روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب اور مقرب ہوگی۔اور عزت والی ہوگی ۔اس لئے اگر میں تم لوگوں میں مروں تو یقیناً تم ہی وہ بہترین جماعت ہوگے۔

تو ایک ہفتہ کی مرض الوفات کے بعد آپ نے وفات پائی۔ (1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی عمر:

آپؓ کی عمر کے بارے میں مختلف روایات ہیں

عن شُعبةَ مَولَی ابنِ عباسٍ يَقُولُ مَاتَ ابنُ عباسٍ سَنَةَ ثَمان وَسِتِّينَ بِالطَّائِفِ وَهُوَ ابنُ خَمسٍ وَسَبعِينَ وَكَانَ يصفرُ لِحيَتهُ (2)

حضرت شعبہ جو حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے غلام تھے وہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے 68ھ میں طائف میں فوت ہوئے اور آپ کی عمر 75 سال تھی۔اور آپ داڑھی کو زرد کیا کرتے تھے۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ نے 75 سال کی عمر پائی ہے۔

جب کہ بعض نے کہا ہے کہ آپ کی عمر 70 سال تھی۔

وَقَالَ بَعضُ البَصرِينَ تُوُفِّيَ رسولُ اللهِ ﷺ وابنُ عباسٍ ابنُ عشرٍ وَاَشهُرٍ وَتُوفيَ ابنُ عباسٍ وَلَهُ سَبعُونَ سَنَةَ (3)

بعض بصرہ والے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے وقت حضرت ابن عباسؓ کی عمر دس سال اور کچھ ماہ تھی۔اور آپؓ نے 70 کی عمر میں وفات پائی۔

امام ذہبی نے علامہ واقدی کا قول نقل کیا ہے کہ 71 سال کی عمر میں آپؓ نے وفات پائی ہے۔

قَالَ الوَاقدِيُّ تُوفيَ ابنُ عباسٍ سَنةَ سِت وَثَمَانِينَ وَقِيلَ عَاشَ اِحدَى وَسَبعِينَ سَنَةَ (4)

حضرت واقدی کہتے ہیں کہ ابن عباسؓ 68ھ میں فوت ہوئے۔اور 71 سال عمر پائی۔

اور حضرت ابن حجر عسقلانی نے یہ 71 سال کی عمر کا قول راجح قرار دیا ہے۔ (5) اور یہ ہی قول راجح نظر آرہا ہے۔

1). نیشاپوری: ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم (م:405ھ) المستدرک علی الصحیحین 326:3

2). حوالہ بالا 628:3

3). بلاذری: احمد بن یحیی بن جابر (م:279ھ) انساب الاشراف 1485:4

4). ذہبی: محمد بن احمد بن عثمان (م748ھ) سیر اعلام النبلاء 359:3

5). العسقلانی: احمد بن علی بن حجر (م:852ھ) الاصابۃ فی تمیز الصحابہ 334:2

تجہیز و تکفین:

آپؓ کی تجہیز و تکفین کی نگرانی حضرت محمد بن حنفیہؒ کر رہے تھے۔

عَن اَبِی جَمرَةَ قَالَ شَهدتُ وَفَاةَ ابنِ عباسٍ بالطَّائِفِ فَوَلِيُّهُ مَحمدُ بنُ الحَنفِيَةَ (1)

حضرت ابو جمرہ سے روایت ہے کہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی وفات کے موقع پر طائف میں حاضر ہوا تو ان کے سرپرست محمد بن حنفیہ تھے۔
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی تجہیز و تکفین کی نگرانی حضرت علیؓ کے بیٹے محمد بن حنفیہ فرما رہے تھے۔

کفن میں پرندہ کا داخل ہونا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی وفات پر ایک عجیب واقعہ رونما ہوا۔ کہ کوئی پرندہ آ کے آپؓ کے کفن میں داخل ہوا اور پھر کفن ہی میں غائب ہو گیا۔ لوگ اس واقعہ کو دیکھ کر حیران ہو گئے۔

عَن غَيلانَ بنِ عَمرٍو بنِ سُوَيدٍ قَالَ لَمَّا مَاتَ ابنُ عباسٍ اَدرَجنَا هُ فِی اَکفَانِهِ فَجَاءَ طَائِرُ اَبيَض فَدَخَلَ فِی اَکفَانِهِ (2)

حضرت غیلان بن عمرو بن سعید کہتے ہیں کہ جب حضرت عبداللہ بن عباسؓ فوت ہوئے تو ہم نے ان کو کفن پہنایا۔ تو ایک سفید پرندہ آ کر ان کے کفن میں داخل ہوا۔
اور یہ پرندہ کفن سے واپس نہیں نکلا بلکہ اسی کے ساتھ دفن کیے گئے۔

عَن سَعيدٍ بنِ جبيرٍ قَالَ مَاتَ ابنُ عباسٍ بِالطَّائِفِ فَشَهدتُ جَنَازَتَهُ فَجَاءَ طَيرُ لَم يُر عَلَى خَلقَتِهِ وَدَخَلَ فِی نَعشِهِ فَنَظَرنَا وَتَأَملنَا هَل يَخرُجُ فَلَم يُرَانَّهُ خَرَجَ مِن نَعشِهِ (3)

حضرت سعید بن جبیر کہتے ہیں جب حضرت عبداللہ بن عباسؓ فوت ہوئے تو میں بھی طائف میں جنازہ میں حاضر ہوا۔ تو ایک پرندہ آیا اور ایسا پرندہ اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا گیا اور وہ کفن میں داخل ہو گیا۔ اور ہم نے اس کو تلاش کیا اور کچھ انتظار کیا کہ وہ نکل جائے مگر وہ نکلتا ہوا دیکھائی نہیں دیا۔
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ کی وفات کے بعد جنازہ کے وقت یہ پرندہ کا عجیب واقعہ پیش آیا۔

1). احمد: ابو عبداللہ محمد بن حنبل (م:241ھ) فضائل صحابہ 961:2

2). حوالہ بالا 964:2

3). نیشاپوری: ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم (م:405ھ) المستدرک علی الصحیحین 626:3

اس وقت کے اہل علم اس پرندہ کے بارے میں کہنے لگے کہ یہ شاید حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا علم ہو۔ جس کا نور ان کے ساتھ ہی دفن ہوگیا۔

عَن اَبِی الزبَیرِ قَالَ لَما مَاتَ ابنُ عباسٍ جَاءَ طَائِرٌ اَبیَضُ فَدَخَلَ فِی اَکفَانِهِ قَالَ ابنُ فِضَیلٍ کَانُوا یَرونَ اَنَّهُ عِلمُهُ

(1)

حضرت ابوزبیر سے روایت ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی وفات ہوئی تو ایک سفید رنگ کا پرندہ آ کر ان کے کفن میں داخل ہوا۔ ابن فضیل کہتے ہیں کہ اس پر لوگوں نے یہ خیال کیا کہ اس پرندہ سے مراد حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا علم ہے جو آپ کے ساتھ ہی چلا گیا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ کا جو علم تھا وہ آپؓ کے ساتھ ہی دنیا سے چلا گیا۔ کیوں کہ عالم کے جانے کے ساتھ ہی اس کا اکثر علم بھی ساتھ ہی چلا جاتا ہے۔ کیوں کہ اس کے شاگرد اس کے تمام علم کو من وعن حاصل نہیں کر سکتے۔

علامہ ذہبی نے اس واقعہ کے بارے میں کہا ہے کہ یہ قضیہ متواتر ہے۔ (2)

نماز جنازہ:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت محمد بن حنفیہ بہت عرصہ ساتھ رہے ہیں۔ اور آپؓ رشتہ میں ان کے چچا کے درجے میں تھے۔ لہذا حضرت محمد بن حنفیہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور طائف ہی میں آپ کی تدفین کی گئی۔

صَلَّی عَلَیهِ مُحَمَّدُ بنُ الحَنفِیةَ وَ کَبَّرَ عَلَیهِ اَربَعًا وَضَرَبَ عَلَی قَبرِهِ فُسطَاطًا (3)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی نماز جنازہ حضرت محمد بن حنفیہ نے پڑھائی چار تکبیروں کے ساتھ اور آپ کی قبر پر خیمہ لگایا گیا۔

آپؓ کی نماز جنازہ پڑھا کر حضرت محمد بن حنفیہؒ نے کہا کہ

مَاتَ وَاللّٰهِ الیومَ حِبرُ هَذِهِ الُامة (4)

اللہ تعالیٰ کی قسم! آج دنیا سے حبر امت اٹھ گیا۔

کوئی انسان بھی موت سے بچ نہیں سکتا لیکن بعض شخصیات کی وفات ایک فرد کی وفات نہیں ہوتی بلکہ وہ پوری ایک جماعت کی وفات سمجھی جاتی ہے اور اس کا متبادل پھر کبھی نہیں آتا۔ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ بھی ان ہی عبقری شخصیت کے مالک تھے۔ جو پوری امت کے اپنے وقت کے سب سے بڑے عالم سمجھے جاتے تھے۔

1). احمد: ابوعبداللہ محمد بن حنبل (م:241ھ) فضائل صحابہ ص:971

2). ذہبی: محمد بن احمد بن عثمان (م748ھ) سیر اعلام النبلاء 358:3

3). ابن عبدالبر: یوسف بن عبداللہ بن محمد (م:463ھ) الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب 934:3

4). اصبہانی: ابونعیم احمد بن عبداللہ (م:430ھ) حلیۃ الاولیاء 316:1

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی قبر پر کھڑے ہوکر کہا کہ اس امت کا ربانی عالم چلا گیا۔

عن سَالِمِ بنِ اَبِی حَفصَةَ قَالَ حَدثَنِی مَن شَهِدَ ابنُ الحِنفِيةَ يَقُولُ عِندَ قَبرِ ابنِ عباسٍ هَذَا كَانَ رَبَّانِيُّ هَذِهِ الُامَّة (1)

حضرت سالم بن ابوحفصہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن حنفیہ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی قبر پر کھڑے ہوکر کہا کہ یہ اس امت کے عالم ربانی تھے۔ ربی اہل کتاب اپنے سب سے بڑے عالم کو کہتے تھے۔اس کی ہر بات ان کے ہاں حرف آخر ہوتی ہے۔اسی طرح حضرت محمد بن حنفیہ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کومسلمانوں کے لیے ربی کا درجہ دیا ہے۔اوران ہی الفاظ سے یاد کیا ہے۔

آپؓ کے علم کا احتیاج اس وقت کے تمام مسلمانوں کو تھا۔اور آپؓ کی وفات امت کا ایک اجتماعی نقصان تھا۔

عَن رَافِعِ بنِ خديجٍ اَنَّهُ قَالَ حِينَ اَخبَرَ بِوَفَاةِ ابنِ عباسٍ مَاتَ وَاللهِ مَن كَانَ المَشرِقُ وَالمَغرِبُ وَمَن بَينَهُمَا يَحتَاجُونَ اِلَى عِلمِهِ (2)

حضرت رافع بن خدیج کو حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی وفات کی خبر ملی تو آپ نے کہا کہ وہ فوت ہوگئے اللہ کی قسم مشرق ومغرب اور اس کے درمیان سب رہنے والے اس کے علم کے محتاج تھے۔

غیبی آواز:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو دفن کر دیا گیا تو ایک غیبی آواز سنی گئی جو سورۃ فجر کی آخری آیات سنائی دی جا رہی تھی۔

لَمَّا دُفِنَ تُلِيت هَذِهِ الآيَةُ عِندَ قَبرِهِ وَهُم لَا يَرونَ تَالِيهَايَآ اَيَّتُهَا النَّفسُ الُمطُمَئِنَّةَ اِرجِعِىُ اِلى رَبِّكَ رَاضِيَةَ مَّرضِيَّةَ فَادُخُلِىُ فِىُ عِبَادِىُ وَادُخُلِىُ جَنَّتِىُ (3)

جب حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو دفن کیا گیا تو ان کی قبر پر تلاوت کی آواز آئی مگر پڑھنے والا دکھائی نہیں دے رہا تھا۔اور وہ آیات یہ ہیں۔

يَآ اَيَّتُهَا النَّفسُ الُمطُمَئِنَّةَ اِرجِعِىُ اِلى رَبِّكَ رَاضِيَةَ مَّرضِيَّةَ فَادُخُلِىُ فِىُ عِبَادِىُ وَادُخُلِىُ جَنَّتِىُ (4)

اے اطمینان والی روح! اپنے رب تعالی کی طرف لوٹ جا تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے خوش۔پس میرے خاص بندوں میں داخل ہوجا اور پھر جنت میں داخل ہوجا۔

یہ واقعہ بھی اپنی نوعیت کا انفرادی واقعہ ہے کہ اللہ تعالی کی طرف سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے لیے جو اجر رکھا ہے اس کی کچھ جھلک دنیا کے افراد کو بھی دکھادی۔اور اس سے آپؓ کی مزید تذکرہ خیر بعد والوں کے لیے جاری فرما دیا۔

1). احمد: ابوعبداللہ محمد بن حنبل (م:241ھ) فضائل صحابہ 955:2

2). بلاذری: احمد بن یحی بن جابر (م:279ھ) انساب الاشراف 1486:4

3). حوالہ بالا 1486:4

4). سورۃ الفجر: 27 تا 30

باب دوم

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی عملی زندگی

فصل اول: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ جب والدین کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ گئے تو اس وقت آپؓ کی عمر گیارہ سال سے زیادہ نہیں تھی۔ اس وجہ سے آپؓ نبی ﷺ کے گھر کے چھوٹے چھوٹے کام کر دیا کرتے تھے۔ بعض کام تو آپؓ خود ہی کر دیتے تھے کہنے کے بغیر اور بعض کام جن کا نبی ﷺ کہتے وہ کہنے پر کر دیتے تھے۔

وہ کام جن کی وجہ سے آپؓ نبی ﷺ کی زیادہ خدمت کرتے تھے وہ نبی ﷺ کے لیے وضو کا پانی مناسب جگہ پر رکھنا سر فہرست ہے۔ اور اکثر یہ خدمت آپؓ کہنے کے بغیر ہی کرتے تھے۔ اور جب نبی ﷺ یہ دیکھتے تو خوش ہوتے تھے۔ اور آپؓ کے لیے دعا فرمایا کرتے تھے۔

گھر میں نبی ﷺ کے لیے وضو کا پانی رکھنا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ ام المؤمنین حضرت میمونہؓ کے گھر میں تھے کہ نبی ﷺ نے ایک مرتبہ وضو کا ارادہ کیا تو آپؓ نے کہنے کے بغیر ہی وضو کے لیے پانی رکھ دیا۔ جب نبی ﷺ کو آپؓ کی اس خدمت کا پتہ چلا تو آپ ﷺ بہت خوش ہوئے اور دعا دی۔

عَن ابنِ عباسٍ قالَ كانَ رسولُ اللهِ ﷺ فی بیتِ میمونةَ فوضَعتُ لهُ وَضُوءَ فقالَت لهُ میمُونةُ وضعَ لكَ عبدُ اللهِ بنُ عباسٍ فقالَ اللّٰهمَّ فَقههُ فِی الدینِ وَعلِّمهُ التأوِیلَ (1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ حضرت میمونہؓ کے گھر میں تھے۔ تو میں نے ان کے لیے وضو کا پانی رکھا۔ حضرت میمونہؓ نے نبی ﷺ کو بتایا کہ آپ کے لیے حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے پانی رکھا ہے۔ تو نبی ﷺ نے دعا دی کہ اللہ تعالی اس کو دین میں سمجھ عطا کرے اور تفسیر کا علم سکھائے۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ نبی ﷺ کی خدمت میں پیش پیش رہتے تھے اور بغیر کہنے کے بہت سی خدمات پیش فرمادیا کرتے تھے۔ اور ان خدمات سے نبی ﷺ کو خوش کرتے رہے اور دعائیں سمیٹتے رہے۔

1. نیشاپوری: ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم (م:504ھ) المستدرک علی الصحیحین 615:3

گھر سے باہر وضو کے لیے پانی پیش کرنا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اکثر نبی ﷺ کے ساتھ رہتے تھے اور جب کبھی نبی ﷺ کا وضو کرنے کا ارادہ ہوتا تو آپؓ فوراً وضو کے لیے پانی رکھ دیتے تھے۔اور سفر وغیرہ میں اس خدمت کی اہمیت عام حالات سے بہت زیادہ ہوتی ہے۔

عَنْ ابنِ عباسٍ انَّ النبیﷺ اتی الخَلَاءَ فوضعتُ لهُ وضوءً فَلمَّا خرَجَ قالَ مَن وَضَع ھَذا فی روایةِ زھیرٍ قالُوا وفی روایةِ ابی بکرٍ قلتُ ابنُ عباسٍ قالَ اللهمَّ فقِّهْهُ فی الدینِ (1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ قضاء حاجت کے لیے تشریف لے گئے۔ میں نے آپ ﷺ کے لیے وضو کا پانی رکھا۔ جب آپ ﷺ آئے تو نبی ﷺ نے پوچھا یہ پانی کس نے رکھا ہے؟ صحابہ کرامؓ نے کہا اور ایک روایت میں ہے میں نے کہا ابن عباسؓ نے۔ تو نبی ﷺ نے دعا دی اے اللہ تعالیٰ اس کو دین میں سمجھ عطاء فرما۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کی موجودگی میں نبی ﷺ کے وضو کے لیے پانی کی فراہمی آپؓ کی ہی قسمت میں آتی تھی۔اور وہ یہ سعادت حاصل کرنے میں سبقت کر جاتے تھے۔

اسی طرح آپؓ یہ خدمت سرانجام دیتے رہتے تھے۔ایک مرتبہ آپؓ نے نبی ﷺ کے قریب پانی لاکر رکھ دیا۔مگر جب نبی ﷺ نے طہارت کا ارادہ کیا تو تیمّم کرلیا تو آپؓ نے کہا پانی تو آپ کے قریب ہی رکھا ہوا تھا۔

عَن حَنَشٍ عَن ابنِ عباسٍ اَنَّ رسولَ اللهِ ﷺ کانَ یخرجُ فَیھرِقُ الماءَ فیتمَسَّحُ بِالترابِ فَأَقولُ یا رسولَ اللهِ ﷺ اِنَّ الماءَ مِنكَ قریب قالَ ما اَدرِی لَعَلِّی لا اَبلُغُهُ (2)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ گھر سے نکلتے اور وضو توڑتے اور تیمّم کرلیتے۔ میں نے عرض کیا وضو کا پانی تو آپ ﷺ کے پاس رکھا تھا۔ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا مجھے کیا معلوم شاید میں اس تک نہ پہنچ پاتا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ اپنی خدمت پیش فرمایا کرتے تھے۔اور نبی ﷺ کا یہ فرمانا کہ میں وہاں تک نہ پہنچ سکتا سے مراد یہ بھی ہوسکتی ہے کیا معلوم کس وقت اللہ تعالیٰ کا حکم آجائے۔لہٰذا فوراً تیمّم فرما کر طہارت حاصل فرمادی اور پھر مناسب وقت پر وضو کرتے تھے۔

نبی ﷺ کو زمزم پلانا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ حجۃ الوداع میں نبی ﷺ کے ساتھ تھے اور جو بھی خدمت آپؓ کے سپرد کردی جاتی آپؓ بطریق احسن اس کو سرانجام دیتے تھے۔اور مسجد حرام میں جب نبی ﷺ پانی وغیرہ کی طلب کا اظہار کرتے تو آپؓ فوراً آب زمزم لاکر پیش کرتے تھے۔

عَنْ عَاصِمٍ سَمِعَ الشعبیَّ سَمِعَ ابنَ عباسٍ قالَ سقیتُ رسولَ اللهِ ﷺ مِنْ زمزمَ فشربَ قائمًا واستسقیَ وھو عند البیت (3)

1. القشیری:ابوالحسن مسلم بن حجاج بن مسلم (م 261ھ) الصحیح (کتاب فضائل الصحابہ، باب؛ من فضائل عبداللہ بن عباسؓ) 298:2

2. احمد:ابو عبداللہ بن حنبل (م 241ھ) المسند 303;1

3. القشیری:ابوالحسن مسلم بن حجاج بن مسلم (م 261ھ) الصحیح (کتاب الاشربۃ، باب: فی الشرب قائما) 174:2

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو میں نے زمزم پلایا تو آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر نوش فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ نے خانہ کعبہ کے پاس پانی مانگا تھا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ حالت سفر میں بھی نبی ﷺ کی خدمت میں پیش پیش رہتے تھے۔ اور ہر وہ خدمت جس کا آپؓ کو موقع ملتا تو فوراً اس خدمت کو سرانجام دیتے تھے۔

نبی ﷺ کو رمی جمار کے لیے کنکریاں چن کر دینا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ حجۃ الوداع میں نبی ﷺ کے ساتھ تھے۔ اور جو کام آپ کے سپرد کیا جاتا آپؓ اس کو سرانجام دیتے۔ جب نبی ﷺ شیطانوں کو کنکریاں مارنے لگے تو وہ کنکریاں بھی آپؓ نے چن کر دیں تھیں۔

عَن ابی العالیۃَ عن ابنِ عباسٍ قالَ قالَ لِی رسولُ اللہِ ﷺ غداۃَ جَمعٍ ھَلمَّ القُط لِی فَلَقَطتُ لہُ حَصیاتٍ مِن حَصَی الخَذفِ فَلَمَّا وَضَعَھُنَّ فِی یدِہِ قالَ نَعم بِامثَالِ ھَؤُلَاءِ وَالغُلُوُّ فِی الدینِ فَأَنَّما ھلَکَ مَن کَانَ قَبلکم بِالغُلُوِّ فِی الدِّینِ (1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے مزدلفہ کی صبح مجھ سے فرمایا کہ ادھر آؤ اور میرے لیے کنکریاں چن کر لاؤ، میں نے کچھ کنکریاں چن لیں جو ٹھیکری کی تھیں۔ نبی ﷺ نے ان کو اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا ہاں! اس طرح کی کنکریاں ہونی چاہئیں، دین میں غلو سے بچو کیوں کہ تم سے پہلے لوگ دین میں غلو کی وجہ سے ہلاک ہو گئے تھے۔

آپؓ کی نبی ﷺ کو کنکریاں چن کر پیش کرنا اور نبی ﷺ کا آپؓ کی کنکریوں کو پسند کرنا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپؓ کی نبی ﷺ کی خدمت ہمیشہ اعلیٰ معیار کی کرتے تھے۔ اور اس سے آپؓ کی عقلمندی بھی ظاہر ہوتی ہے کہ آپؓ نے مناسب جسامت کی کنکریاں پیش کیں جو نہ بہت بڑی تھیں اور نہ ہی بالکل چھوٹی۔ بلکہ درمیانی قسم کی چن کر دیں۔

نبی ﷺ کا استقبال کرنا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ جب مدینہ میں ہوتے اور نبی ﷺ کے ساتھ سفر میں شریک نہ ہوتے تو آپؓ نبی ﷺ کی سفر سے جب واپسی ہوتی تو آپؓ شہر سے نکل کر ان کے استقبال کو آتے تھے۔ استقبال میں بچوں کی صف میں آپؓ پیش پیش ہوتے تھے۔

عَن ابنِ ابی ملَیکۃَ قالَ ابنُ الزبَیرِ لِابنِ جعفرٍ تذکُرُ اِذ تَلَقَّینا رسولَ اللہِ ﷺ انا وَانتَ وَابنُ عباسٍ قالَ نَعم فَحملنَا وترَکَکَ (2)

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے حضرت عبداللہ بن جعفرؓ سے کہا تمہیں وہ قصہ یاد ہے جب میں اور تم اور عبداللہ بن عباسؓ تینوں آگے جا کر رسول اللہ ﷺ سے ملے تھے۔ (آپ ﷺ جہاد سے واپس آرہے تھے) تو حضرت عبداللہ بن جعفرؓ نے کہا ہاں یاد ہے۔ اور نبی ﷺ نے مجھ کو اور ابن عباسؓ کو اپنے ساتھ سوار کر دیا تھا اور تمہیں چھوڑ دیا تھا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ نبی ﷺ کے سفر سے واپسی پر آپ ﷺ کے استقبال کے لیے جاتے تھے۔ اور نبی ﷺ بھی ان کو اپنی سواری پر کبھی کبھی بٹھا دیا کرتے تھے۔

1. احمد: ابوعبداللہ بن حنبل (م241ھ) المسند 215:1

2. بخاری: محمد بن اسماعیل (م256ھ) الصحیح (کتاب الجہاد، باب: استقبال الغزاۃ) 433:1

کاتبین وحی کو بلانا:

نبی ﷺ پر جب بھی قرآن کریم نازل ہوتا تو آپ ﷺ اس کو کاتبین وحی سے لکھوا دیتے تھے۔اور اگر موقع پر کوئی کاتب موجود نہ ہوتا تو آپ ﷺ ان کو بلا دیتے تھے۔اور یہ کاتب وحی تک بلاوا بھیجنا اکثر بچوں کے ذریعہ ہوتا تھا۔اور بچوں میں سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ اکثر یہ خدمت کیا کرتے تھے۔

عَن ابی حمزَةَ سمعتُ ابنَ عباسٍ یقولُ مرَّ بِی رسولُ اللهِ ﷺ وَانَا اَلعَبُ مَعَ الغِلمانِ فَاختَبَأتُ منهُ خَلفَ بابٍ فدَعانی فَحطَأَنِی حَطأَةَ ثمَّ بَعَثَ بِی اِلَی معَاوِیَةَ (1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ کا ایک مرتبہ میرے قریب سے گزر ہوا۔میں اس وقت بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔میں ایک دروازے کے پیچھے جا کر چھپ گیا۔نبی ﷺ نے مجھے بلایا اور پیار سے مجھے زمین پر پچھاڑ دیا۔پھر مجھے حضرت امیر معاویہؓ (کو بلانے کے لیے) کی طرف بھیج دیا۔

یعنی آپؓ نبی ﷺ کی اس خدمت میں ایک قسم کے مختص تھے۔کہ سب بچوں میں سے نبی ﷺ نے آپؓ ہی کو کھیلنے کے دوران کاتب وحی کو بلانے کے لیے بھیج دیا۔اور ہر کاتب وحی کو آپؓ کی آمد پر یہ اندازہ ہو جاتا تھا کہ نئی وحی کا نزول ہوا ہے۔اور کتابت کے لیے ان کو بلایا جا رہا ہے۔اور پھر وہ اس تیاری کے ساتھ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے تھے۔

نبی ﷺ کی سواری کے لیے لگام بنانا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نبی ﷺ کے ساتھ ساتھ رہا کرتے تھے۔اور جب بھی آپ ﷺ کسی کام کا کہتے تو آپؓ اس کو سرانجام دیتے۔جب کوئی سواری نبی ﷺ کے پاس آجاتی اور اگر اس کی لگام مہار نہ ہوتی تو آپ ﷺ یہ کام خود کر لیتے تھے اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ بھی اس کام میں آپ ﷺ کے ساتھ شریک ہوتے تھے۔

عَن عکرَمَةَ عَن ابنِ عباسٍ قالَ اهدَی لِرسولِ اللهِ ﷺ بغلَة شهباء فهیَ اَوَّلُ شهبَاء کانَت فِی الاسلامِ فَبَعَثَنِی رسولُ اللهِ ﷺ اِلی زَوجَتِهِ اُمِّ سلمَةَ فَأتیهِ بِصُوفٍ وَلِیفٍ ثمَّ فَتَلتُ اَنَا وَرسولُ اللهِ ﷺ لها رسنًا وَعذارٗ ثُمّ دَخَلَ البیتَ فَاخرجَ عباءَةَ مطرفَةَ فثنَّا ها ثمَّ رَبعَهَا علَی ظَهرِها ثم سمی ورکِبَ ثم اردفَنِی خَلفَهُ (2)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ ایک سفید مادہ خچر بطور ہدیہ نبی ﷺ کو دی گئی۔یہ سب سے پہلی سفید مادہ خچر اسلام میں تھی۔رسول اللہ ﷺ نے مجھے اپنی زوجہ حضرت ام سلمہؓ کے پاس بھیجا۔میں ان سے اون اور کھجور کی چھال آپ ﷺ کے پاس لیکر آیا۔میں نے اور نبی ﷺ نے اس کے لیے رسی اور راس بٹی۔آپ ﷺ گھر میں تشریف لے گئے اور اچھی نئی عبا لائے اس کو تہ کیا اس کی پشت پر چار جامہ بنایا۔پھر آپ ﷺ اس پر سوار ہو گئے اور اپنے پیچھے مجھے بٹھا دیا۔

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نبی ﷺ کی خدمت میں پیش پیش ہوتے تھے۔اور کسی بھی قسم کی خدمت کا موقع آپؓ کو ملتا تھا آپؓ ضرور سرانجام دیتے تھے۔اور اسی وجہ سے آپؓ کو نبی ﷺ سے مزید قربت کا موقع ملتا تھا۔اور خدمات کے بدلے میں نبی ﷺ کی خوشی اور دعائیں بھی ملتی تھیں۔اور آپؓ خدمت کا کوئی موقع ضائع نہیں کیا کرتے تھے۔

1.احمد:ابوعبداللہ بن حنبل (م241ھ) المسند 240:1

2.ابن سعد:ابوعبداللہ محمد (م230ھ) الطبقات الکبری 491:1

فصل دوم

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی تحصیل علم

نبی ﷺ سے تشہد سیکھنا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نبی ﷺ کی خدمت میں اکثر حاضر رہتے تھے اور آپ ﷺ سے کچھ نہ کچھ سیکھتے رہتے تھے۔نماز کی تشہد بھی نبی ﷺ سے ہی براہ راست سیکھی ہے۔

عَنْ طَاؤسٍ عن ابنِ عباسٍ انَّه قالَ كانَ رسولُ اللهِ ﷺ يُعلمنَا التشهدَ كما يُعلمنَا السُورةَ مِن القُرآنِ فكانَ يقولُ التحياتُ المبارَكاتُ الصلوات الطيباتُ لِلهِ السَلامُ عليكَ ايها النبىُ وَرَحمَةُ اللهِ وَبركاتهُ السلامُ علينا وَعَلىٰ عِبَادِ اللهِ الصالِحينَ اَشهَد ان لا الٰهَ الا اللهُ وَاَشهدُ ان محمدا رسولُ اللهِ وفى رِوايةِ ابنِ رمحٍ كَمَا يُعلمنا القرانَ (1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ ہمیں تشہد کی تعلیم اس طرح دیتے تھے جس طرح ہمیں قرآن کریم کی کسی سورت کی تعلیم دیتے تھے نبی ﷺ فرماتے تھے کہ یوں کہا کرو' التحياتُ المبارَكاتُ الصلوات الطيباتُ لِلهِ السَلامُ عليكَ ايها النبىُ وَرَحمَةُ اللهِ وَبركاتهُ السلامُ علينا وَعَلىٰ عِبَادِ اللهِ الصالِحينَ اَشهَدُ ان لا الٰهَ الا اللهُ وَاَشهدُ ان محمدا رسولُ اللهِ ۔ابن رمح کی روایت میں ہے جس طرح قرآن کریم ہمیں سکھاتے تھے۔

اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ آپؓ ایک ایک بات نبی ﷺ سے سیکھتے تھے۔

نبی ﷺ سے دعا سیکھنا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی یہ کوشش ہوتی تھی کہ وہ زیادہ سے زیادہ نبی ﷺ سے علم حاصل کریں۔اور پھر جو بات بھی ان کو سکھائی جاتی وہ اس کو دل کی تختی پر نقش کر دیتے تھے۔

عَن ابنِ عباسٍ اَنَّ رسولَ اللهِ ﷺ كانَ يُعلمهم هذا الدُّعاءَ كَمَا يُعلمهم السورَةَ من القرآنِ يقولُ قولوا اللّهمّ ان نعوذُبكَ مِن عذابِ جهنم واعوذُ بك من عذابِ القبرِ واعوذُ بكَ منْ فِتنَةِ المَسيحِ الدَّجالِ واعوذُ بكَ من فتنةِ المَحيا والمَماتِ (2)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ ان کو یہ دعا سکھایا کرتے تھے۔جس طرح ان کو قرآن مجید کی کوئی سورت سکھایا کرتے تھے۔اور نبی ﷺ نے فرمایا کہ آپ یوں کہو!

اے اللہ تعالی ہم تجھ سے جہنم کے عذاب سے پناہ مانگتے ہیں۔اور میں تجھ سے قبر کے عذاب سے پناہ مانگتا ہوں۔اور میں تجھ سے مسیح دجال کے فتنہ سے پناہ مانگتا ہوں۔اور میں تجھ سے زندگی اور موت کے فتنہ سے پناہ مانگتا ہوں۔

یہ روایت یہ بات بتا رہی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کس توجہ اور اہمیت سے نبی ﷺ سے علم حاصل کرتے تھے۔

1. القشیری:ابوالحسن مسلم بن حجاج بن مسلم (م261ھ)الصحیح (کتاب الصلوۃ،باب:التشہد فی الصلوۃ)174:1
2. ایضا حوالہ بالا (کتاب المساجد،باب:استحباب التعوذ)218:1

نبی ﷺ سے سواری پر علم سیکھنا:

حضرت عبداللہ بن عباس علم کے حصول کی خاطر اکثر نبی ﷺ کے ساتھ ساتھ رہتے اور نبی ﷺ کبھی کبھی آپؓ کو اپنے ساتھ سواری پر بٹھا دیتے تھے۔ اور اس وقت بھی آپؓ کچھ نہ کچھ سیکھ ہی رہے ہوتے تھے۔

عَنِ ابنِ عباسٍ قالَ کنتُ خلفَ رسولِ اللهِ ﷺ یوماً فقالَ یا غلامُ انی اُعلِّمُکَ کلماتٍ احفَظ اللهَ یحفَظُكَ احفظ اللهَ تَجِدهُ تُجاهكَ اذا سأَلتَ فاسْأَلِ اللهَ و اذا استَعنتَ فاستَعِن باللهِ واعلَم انَّ الاُمةَ لَواجتَمعتْ علی اَن یَنفَعوكَ بشیءٍ لم ینفعوك الَّا بِشیءٍ قد کتبَهُ اللهُ لكَ وَلو اجتمعوا علی اَن یضروكَ بشیءٍ لم یضروك الا بشیءٍ قد کتبهُ اللهُ علیكَ رُفِعتِ الاَقلامُ و جفَّتِ الصحفُ (1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سواری پر پیچھے تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے لڑکے! بے شک میں تمہیں چند اہم باتیں سکھا رہا ہوں۔ تم اللہ تعالی کے احکام کی حفاظت کرو وہ تمہاری حفاظت فرمائے گا۔ تم اللہ تعالی کے حقوق کا خیال رکھو اسے تم اپنے سامنے پاؤ گے۔ جب تم کوئی چیز مانگو تو صرف اللہ تعالی سے مانگو۔ جب تم مدد مانگو تو صرف اللہ تعالی سے مدد طلب کرو۔ اور یہ بات جان لو کہ اگر ساری امت بھی جمع ہو کر تمہیں کچھ نفع پہچانا چاہے تو وہ تمہیں اس سے زیادہ کچھ بھی نفع نہیں پہنچا سکتی جو اللہ تعالی نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے۔ اور اگر وہ تمہیں کچھ نقصان پہنچانے کے لیے جمع ہو جائیں تو اس سے زیادہ کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے جو اللہ تعالی نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے۔ قلم اٹھا دیے گئے ہیں اور صحیفے خشک ہو گئے ہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ سواری پر بھی علم نبی ﷺ سے سیکھا کرتے تھے اور جو بات نبی ﷺ بتاتے تھے اس کو ہمیشہ یاد رکھا کرتے تھے۔

نبی ﷺ سے سوالات پوچھنا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی حصول علم کی ایک خاص بات یہ تھی کہ آپؓ سوالات بہت پوچھا کرتے تھے اور جو بھی بات آپؓ کو نئی لگے یا عام طریقہ سے مختلف ہو تو آپؓ ضرور اس کے متعلق سوال کیا کرتے تھے۔

عَنُ ابنِ عباسٍ اَنَّه رای النبیَّ ﷺ نامَ وهوَ ساجد حتّی غَطَّ اَو نَفَخَ ثم قامَ یُصلی فقلتُ یا رسولَ اللهِ ﷺ اِنَّكَ قد نمتَ قالَ اِنَّ الوُضوءَ لا یَجِبُ الَّا علی من نامَ مضطجعاً فَاِنَّه اِذا اضطجعَ اِستَرَخَتُ مَفا صلهُ (2)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ سجدہ کی حالت میں سو گئے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ خراٹے لینے لگے۔ پھر نبی کریم ﷺ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ تو میں نے کہا اے اللہ تعالی کے رسول آپ تو سو گئے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا وضو صرف اس پر لازمی ہوتا ہے جو لیٹ کر سو جائے۔ کیوں کہ جو لیٹ کر سو جاتا ہے تو اس کے جوڑ ڈھیلے ہو جاتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ نبی ﷺ سے جو بات بھی عجیب دیکھتے تو سوال کیا کرتے تھے تا کہ اس بات کا اصل علم حاصل ہو جائے۔ اور دل میں پیدا ہونے والا اشکال رفع ہو جائے۔

1. ترمذی: ابو عیسی محمد بن عیسی (م 279ھ) جامع الترمذی (کتاب الزہد، باب آخرہ) 78:2

2. ایضا حوالہ بالا (کتاب الوضوء، باب: الوضوء من النوم) 24:1

رات کو نبی ﷺ سے علم سیکھنا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے حصول علم کو صرف دن تک محدود نہیں کر رکھا تھا۔ بلکہ آپؓ علم کی طلب میں اپنی نیند کو بھی قربان کر دیا کرتے تھے۔ اور ان کی یہ چاہت تھی کہ وہ باتیں جو نبی ﷺ کی زندگی کی رات کی عبادت سے متعلق ہیں ان کو بھی جانا جائے۔ اسی مقصد کے لیے آپؓ کبھی کبھی نبی ﷺ کے گھر ہی میں رات گزار دیتے تھے۔

عَن ابنِ عباسٍ اَنّه قَالَ رَقَدتُ فِی بیتِ میمونةَ لیلة کانَ النبیُّ ﷺ عندَھا لِاَنظرَ کَیفَ صلوٰۃ النبیِّ ﷺ بِاللیلِ قالَ فَتحدثَ النبیُّ ﷺ مع اھلہٖ ساعةً ثم رَقَدَ وساق الحدیثَ وفیہِ ثم قامَ فتوضأَ واستَنَّ (1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں نے حضرت میمونہؓ کے گھر میں رات گزاری جس رات نبی ﷺ حضرت میمونہؓ کے گھر میں تھے۔ تا کہ میں نبی ﷺ کی رات کی نماز کی کیفیت دیکھ سکوں۔ حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے رات کو کچھ وقت اپنی اہلیہ محترمہ سے باتیں کیں۔ پھر آپ ﷺ سو گئے۔ پھر آگے اسی طرح حدیث بیان کی جس میں ہے کہ پھر آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور نبی ﷺ نے وضو فرمایا اور مسواک استعمال کی۔

اس حدیث مبارکہ سے یہ بات معلوم ہو رہی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ علم کی جستجو میں رات کی پیاری نیند بھی قربان کر کے علم حاصل کرنے میں مصروف رہتے تھے۔

عیدین کے موقع پر نبی ﷺ کے ساتھ ہونا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نبی ﷺ کے ساتھ ایسے موقعوں پر بھی ہوتے تھے جہاں آپؓ کے ہم عمر نہیں پہنچ سکتے تھے۔ اور آپؓ جب بھی نبی ﷺ کے ساتھ ہوتے تو نبی ﷺ سے علم حاصل کرتے رہتے تھے اور نبی ﷺ کے اقوال و افعال کو یاد رکھا کرتے تھے۔

عَن عبدِ الرحمٰن بنِ عابسٍ قالَ سَأَلَ رجل ابنَ عباسٍ اَشَھدتَ العیدَ معَ رسولِ اللہِ ﷺ قالَ نعَم ولو لَا مَنزِلَتِی مِنہُ مَا شَھدتُہُ مِن الصغرِ فَأَتی رسولُ اللہِ ﷺ العَلَمَ الَّذی عِندَ دارِ کثیرِ بنِ الصلتِ فَصلی ثم خطبَ ولم یَذکر اَذانا وَلَا اِقامة قالَ فَجَعَل النساءُ یُشرنَ الی آذانِھنَّ وَحُلُوقِھن قالَ فَأَمرَ بلالا فَأَتَاھنَّ ثم رجعَ الی النبیِّ ﷺ (2)

حضرت عبدالرحمان بن عابس کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے پوچھا کیا آپ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز عید میں حاضر تھے؟ تو آپؓ نے جواب دیا کہ جی ہاں! اور اگر رسول اللہ ﷺ کے نزدیک میری قدر و منزلت نہ ہوتی تو میں کمسنی کی وجہ سے آپ ﷺ کے ساتھ حاضر نہ ہو پاتا۔ رسول اللہ ﷺ اس نشان کے پاس تشریف لائے جو کثیر بن صلت کے گھر کے پاس تھا۔ تو آپ ﷺ نے ہمیں صدقہ کا حکم دیا اور اذان اور اقامت کا انہوں نے ذکر نہیں کیا۔ پھر آپ ﷺ نے ہمیں صدقہ کا حکم دیا تو عورتیں اپنے کانوں اور گلوں کی طرف (یعنی بالیوں اور ہاروں) کی طرف اشارہ کرنے لگیں۔ وہ کہتے ہیں تو آپ ﷺ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا چنانچہ وہ ان کے پاس آئے پھر (صدقہ لے کر) نبی ﷺ کے پاس واپس لوٹے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ علم کی طلب میں نبی ﷺ کے ساتھ ساتھ رہا کرتے تھے اور جیسا بھی موقع ہو آپؓ نبی ﷺ ہی کے افعال کو دیکھتے تھے اور ان کو محفوظ رکھتے تھے۔

1. القشیری: ابوالحسن مسلم بن حجاج بن مسلم (م261ھ) الصحیح (کتاب صلوۃ المسافر، باب: صلوۃ النبی ﷺ باللیل) 261:1
2. ابوداؤد: سلیمان بن الاشعث (م275ھ) سنن ابی داؤد (کتاب الصلوۃ، باب: ترک الاذان فی العید) 169:1

نبی ﷺ کے دور میں قرآن حکیم کو سیکھنا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے نبی ﷺ کے دور ہی میں قرآن حکیم کا ایک بڑا حصہ سیکھ لیا تھا۔اور یہ تقریبا براہ راست نبی ﷺ ہی سے تھا۔اور اس وقت صرف الفاظ نہیں بلکہ تمام تفسیر واحکام کے ساتھ آپؓ سیکھا کرتے تھے۔

عَن سعِیدٍ بنِ جبیرٍ قالَ سمعتُ ابنَ عباسٍ قالَ اِن الذینَ تَدعونَہُ المُفَصلَ ھو المُحکَمُ تُوُفی رسولُ اللہِ ﷺ وَاَنا ابنُ عشرِ سِنِین وقد قَرأْتُ المُحکَمَ (1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ تم جن سورتوں کو مفصل کہتے ہو وہ درحقیقت محکم ہیں۔نبی ﷺ کی وفات کے وقت میری عمر دس سال تھی اور اس وقت میں ساری محکمات پڑھ چکا تھا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ نے نبی ﷺ کی زندگی ہی میں قرآن کریم کا ایک بڑا حصہ پڑھ لیا تھا۔

اسی طرح آپؓ نے بچپن ہی میں قرآن پاک مکمل پڑھ لیا تھا۔اور اتنی صغرسنی میں آپؓ کا مکمل قرآن پاک سیکھ لینا آپؓ کی بھرپور محنت اور شوق کی وجہ سے ممکن ہوا تھا۔ورنہ یہ عمر تو لاابالی پن میں اکثر ضائع ہو جاتی ہے۔

عَن ابنِ ابی میلکۃَ قَالَ سمعتُ ابنَ عباسٍ یقولُ سلونی عَن سورَۃِ النساءِ فَأَنی قَرأتُ القرآنَ وَانا صَغِیر (2)

حضرت ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا ہے کہ وہ فرمارہے تھے کہ مجھ سے سورۃ النساء کے بارے میں پوچھو۔اور میں نے بچپن ہی میں قرآن کریم پڑھ لیا تھا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ نے چھوٹی عمر ہی میں قرآن کریم پڑھ لیا تھا اور اس میں موجود احکام ومسائل کو کافی حد تک حاصل کر لیا تھا۔اور اسی وجہ سے بعد میں تحدیث بالنعمۃ کے طور پر کہا کرتے تھے کہ میں نے یہ علم بچپن ہی میں حاصل کر لیا تھا۔

نبی ﷺ کے وصال کے بعد حصول علم:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے نبی ﷺ کے وصال کے بعد بھی اپنا علمی سفر جاری رکھا۔اور اپنے حسب ونسب اور رسول اللہ ﷺ سے قریبی رشتہ داری کے شرف کو علم کے حصول میں رکاوٹ نہیں بننے دیا۔اور علم کی طلب میں بڑی جانفشانی سے محنت شروع کی اور ایسی مستقل مزاجی سے علم حاصل کیا کہ آپؓ کے ہم عصر آپؓ کی علمی قابلیت پر رشک کرنے لگے۔

عَن ابنِ عباسٍ قالَ لما قُبِضَ رسولُ اللہِ ﷺ قلتُ لرجلٍ مِن الانصارِ ھلُمَّ فَلنَسأَل اصحابَ رسولِ اللہِ ﷺ فھم الیوم کَثِیرٌ فَقالَ وَاعجبا لکَ یَا ابنَ عباسٍ اترَی النَاسَ یَفتقرُونَ اِلَیکَ وَفِی الناسِ مِن اصحابِ رسولِ اللہِ ﷺ من فیھم قَالَ فترکتُ ذاکَ وَاقبَلتُ أَسأَلُ اصحابَ رسولِ اللہِ ﷺ وَاِن کانَ یبلغُنی الحدیثَ عَن الرجل فَآتِی بَابہُ وھوَ قائل فَأَتَوَسد رِدائِی علی بابِہِ یَسفی الریحُ علیَّ مِن الترابِ فَیَخرج فیرانِی فَیقولُ یا ابنَ عمِّ رسولِ ﷺ ما جاءَ بِکَ ھَلا اَرسلتَ الیَّ فَآتیکَ فَأَقولُ لا انا اَحَق اَن آتیکَ قالَ فَأَسئَلہُ عنِ الحدیثِ فعاشَ ھذا الرجلُ الانصارِیُّ حتَّی رَأَنِی وقد اجتَمَعَ الناسُ حولی یسأَلُونی فَیقولُ ھٰذا الفتیٰ کان اَعقَلُ مِنِّی (3)

1. احمد:ابوعبداللہ بن حنبل(م241ھ)المسند 253:1

2. نیشاپوری:ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم(م:504ھ)المستدرک علی الصحیحین 330:2

3. ایضا حوالہ بالا 188:1

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب نبی ﷺ کا وصال ہوگیا میں نے ایک انصاری سے کہا آؤ اور اصحاب رسول سے پوچھ پوچھ کے علم حاصل کریں۔ اور ابھی ان کی تعداد کافی ہے۔ اس نے مجھے کہا اے ابن عباسؓ! مجھے آپ پر تعجب ہو رہا ہے۔ کیا آپ کا خیال ہے کہ لوگ آپ سے مسائل پوچھیں گے۔ جب کہ ان کے درمیان نبی ﷺ کے صحابہ کرام موجود ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں میں نے اس کو چھوڑ دیا اور میں اصحاب رسول ﷺ سے مسائل پوچھنے میں مشغول ہوگیا۔

مجھے کسی صحابیؓ سے حدیث معلوم ہوتی تو میں اس کے دروازے پر آجاتا اور وہ قیلولہ کر رہا ہوتا تو میں اپنی چادر کو اس کر دروازے پر اپنا سہارا بنا کر بیٹھ جاتا۔ اور ہوا کے چلنے سے گرد و غبار میرے چہرے پر پڑتی رہتی۔ جب وہ گھر سے نکلتا تو مجھے دیکھتا۔ اور پھر وہ کہتا اے نبی ﷺ کے چچازاد آپ کیوں آئے ہو؟ آپ نے مجھے پیغام کیوں نہیں دیا؟ کہ میں خود آجاتا۔ میں جواب دیتا نہیں یہ میرا حق بنتا ہے کہ میں خود آؤں۔ پھر میں اس سے حدیث پوچھتا۔ اور وہ انصاری زندہ رہا۔ یہاں تک کہ اس نے مجھے دیکھا کہ لوگ میرے ارد گرد جمع ہوتے اور مجھ سے مسائل پوچھتے۔ پھر وہ کہتے تھے یہ نوجوان مجھ سے زیادہ عقلمند تھا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ نے حصول علم میں تن تنہا محنت کی۔ اور اپنی شوق سے علم حاصل کیا اور ایک ایک حدیث مبارکہ کو حاصل کرنے کے لیے استاد محترم کے در پر جاتے تھے۔ اور اپنا آرام قربان کر کے علم کی طلب میں مشغول رہے۔

امہات المؤمنین سے حصول علم:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ یہ جانتے تھے کے نبی ﷺ کے گھر والے علمی لحاظ سے دوسروں پر فوقیت رکھتے ہیں لہٰذا ان سے بھی آپؓ علم حاصل کرتے تھے۔ اور وہ باتیں جو نبی ﷺ نے گھر کے اندر کی ہیں ان کا علم آپؓ امہات المؤمنین سے حاصل کیا کرتے تھے۔

عَن ابنِ السبَّاقِ اَنَّ عبدَ اللهِ بنَ عباسٍ قالَ اخبرتنی میمونۃُ ان رسولَ الله ﷺ اصبَحَ یوماً واجماً فقالت میمونۃُ یا رسولَ الله ﷺ لقدُ استنکرتُ ھیئتکَ منذُ الیومِ قالَ رسولُ اللهِ ﷺ اِنَّ جبریلَ کانَ وعدَنی ان یلقانی اللیلۃ فلم یلقنی امُ واللهِ ما اخلفنی قال فظلَّ رسولُ اللهِ ﷺ یومہُ ذلکَ ثم وقعَ فی نفسہِ جروُ کلبٍ تحتَ فُسطاطٍ لنا فأَمَرَ بہِ فأُخرِجَ ثم اخذَ بیدِہِ ماءً فَنَضَحَ مکانہ فلما امسی لقیہ جبریلُ فقالَ لہُ قد کنتَ وعدتَنی اَن تلقانی البارِحَۃَ قالَ اجَلُ وَلکِنَّا لا ندخُلُ بیتًا فیہِ کلب وَلَا صورَۃَ فَاصبحَ رسولُ اللهِ ﷺ یومئذٍ فَأَمَرَ بِقتلِ الکِلابِ حتی اِنہ یأمُرُ بقتلِ کلبِ الحائطِ الصغیرِ ویترکُ کلبَ الحائطِ الکبیرِ (1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ مجھے حضرت میمونہؓ نے یہ خبر دی ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ صبح کے وقت غمزدہ اٹھے حضرت میمونہؓ نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ آج میں آپ ﷺ کو کچھ پریشان دیکھ رہی ہوں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حضرت جبریلؑ نے آج رات مجھ سے ملاقات کا وعدہ کیا تھا لیکن وہ نہیں آئے۔ اور اللہ کی قسم انہوں نے مجھ سے کبھی وعدہ خلافی نہیں کی۔ پھر اس روز نبی ﷺ سارا دن غمزدہ رہے۔ پھر آپ ﷺ کے دل میں ایک کتے کے بچے کا خیال آیا جو ہماری چارپائی کے نیچے تھا۔ آپ ﷺ نے اس کو نکالنے کا حکم دیا۔ سو اس کو نکال دیا گیا۔ پھر آپ ﷺ نے پانی لے کر اس جگہ چھڑک دیا۔ جب شام ہوئی تو حضرت جبریلؑ نے ملاقات کی۔ آپ ﷺ نے ان سے کہا کہ آپ نے مجھ سے گزشتہ رات کی ملاقات کا وعدہ کیا تھا۔ انہوں نے کہا ہاں لیکن ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جہاں کتا یا تصویر ہو۔ پھر جب صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے کتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ نے چھوٹے باغ کے کتے کو بھی قتل کرنے کا حکم دیا اور بڑے باغ کے کتے کو چھوڑ دیا۔

1. القشیری: ابوالحسن مسلم بن حجاج بن مسلم (م261ھ) الصحیح (کتاب اللباس والزینۃ، باب: تحریم تصویر صورۃ الحیوان) 199:2

اس سے معلوم ہوتا ہو کہ وہ باتیں جو نبی ﷺ کی گھر کی زندگی سے متعلق ہیں ان کا علم آپ امہات المؤمنین سے حاصل کیا کرتے تھے۔ اسی طرح اپنی خالہ حضرت میمونہؓ کے علاوہ دیگر امہات المؤمنین سے بھی علم حاصل کیا کرتے تھے۔

عَن ابنِ عباسٍ عن جویریةَ اَنَّ النبیَّ ﷺ خَرجَ من عندِها بُکرةً حینَ صلی الصبحَ وهیَ فی مسجدِها ثم رجعَ بعدَ اَن اَضحی وهی جالسة فَقَالَ مازِلتِ علی الحالِ التی فارقتُکِ علیها قالت نعم قالَ النبیُّ ﷺ لقد قلتُ بعدِہ اربعَ کلماتٍ ثلاثَ مرَّاتٍ لو وُزِنَتُ بما قلتِ منذُ الیومِ لوَزَنتهنَّ سبحان اللهِ وَبحمدهِ عددَ خلقهِ وَرِضا نَفسِه وزِنةَ عرشهِ ومدادَ کلماتهِ (1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت جویریہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ صبح کی نماز پڑھنے کے بعد صبح ہی کو ان کے پاس سے چلے گئے۔اور وہ اس وقت اپنی نماز کی جگہ پر بیٹھی ہوئی تھیں۔پھر آپ ﷺ دن چڑھے واپس تشریف لائے اور وہ اسی جگہ بیٹھی ہوئی تھیں۔آپ ﷺ نے فرمایا جس وقت سے میں تم کو چھوڑ کر گیا ہوں تم اسی طرح بیٹھی ہو؟ حضرت جویریہؓ نے عرض کیا جی ہاں۔نبی ﷺ نے فرمایا میں نے تمہارے بعد چار ایسے کلمات تین مرتبہ کہے ہیں کہ جو کچھ تم نے صبح سے اب تک پڑھا ہے اگر اس کا ان کلمات کے ساتھ وزن کرو تو اُن کلمات کا وزن زیادہ ہوگا۔وہ کلمات یہ ہیں اللہ تعالی ہی کے لیے تعریف اور تسبیح ہے اس کی مخلوق کے عدد، اس کی رضا، اس کے عرش کے وزن اور اس کے کلمات کی سیاہی کے برابر۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علم کی ایک ایک بات جو کسی بھی امہات المؤمنین کے ساتھ خاص تھی آپؓ وہ ان سے ضرور حاصل کیا کرتے تھے۔

عَن ابنِ عباسٍ قالَ سألتُ عَائشةَهل رَأَیتَ رسولَ اللهِ ﷺ یَأکُلُ الارنبَ فقالَت مَا رَأَیتُهُ یَأکُلُها غَیرَ اَنَّهَا قد اهدِیَت لَنَا وَاَنا نائم فرفعَ لِی مِنهَا العجزَ فلمَّا استیقَظتُ اَعطَانیهِ فأَکلتُهُ (2)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ کیا آپ نے نبی ﷺ کو خرگوش کھاتے ہوئے دیکھا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے ان کو کھاتے ہوئے نہیں دیکھا۔ہاں ایک مرتبہ ہمارے لیے خرگوش تحفہ میں آیا تو میں سوئی ہوئی تھی۔تو انہوں نے میرے لیے اس کا ایک حصہ رکھ دیا۔اور جب میں بیدار ہوئی تو آپ ﷺ نے مجھے دیا اور میں نے کھایا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ گھر کی باتیں جو آپؓ کے سامنے نہیں ہوئی تھیں۔اس میں آپؓ امہات المؤمنین سے سوالات پوچھ کر علم حاصل کیا کرتے تھے۔خاص کر کہ نبی ﷺ نے وہ کام خود کیا ہے یا نہیں۔اور یہ گھر کی باتیں امہات المؤمنین کے علاوہ باہر سے ملنا مشکل تھیں۔

والدہ سے حصول علم:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ حصول علم میں باہر والوں کے علاوہ اپنے گھر والوں سے بھی سیکھتے ہی رہتے تھے۔اور گھر والوں کو قرآن کریم کی تلاوت سنانا ان کی پسندیدہ مصروفیت تھی۔

عَن ابنِ عباسٍ قَالَ انَّ اُمَّ الفَضلِ بِنتَ الحارثِ سمعَتهُ وهوَ یقرأُ وَالمُرسَلاتِ عُرفًا فقالَت یا بُنیَّ لقد ذکَّرتَنِی بِقِراءَ تِكَ هذه السورة انها لآخِرُ ما سمعتُ رسولَ اللهِ ﷺ یقرأُ بها فِی المَغرِبِ(3)

1. القشیری: ابوالحسن مسلم بن حجاج بن مسلم(م261ھ) الصحیح(کتاب الذکر والدعاء، باب: التسبیح اول النھار)350:2
2. عبدالرزاق: ابوبکر بن ہمام(م211ھ) مصنف عبدالرزاق 518:4 المکتب الاسلامی، بیروت 1403ھ
3. القشیری: ابوالحسن مسلم بن حجاج بن مسلم(م261ھ) الصحیح(کتاب الصلوۃ، باب: القراءۃ فی الصبح)187:1

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آپؓ کی والدہ ام فضل بنت حارثؓ نے اسے وَالْمُرْسَلَاتِ عُرُفًا (1)
پڑھتے ہوئے سنا۔تو فرمایااے میرے بیٹے تمہارے اس سورت کو پڑھنے سے مجھے یاد آیا کہ میں آخری مرتبہ یہ سورت نبی ﷺ سے مغرب کی نماز میں سنی تھی۔
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ اپنی والدہ سے بھی تعلیم حاصل کرتے تھے۔اور جو بات بھی وہ بیان کرتی اس کو وہ یاد کرتے تھے۔

والد سے علمی استفادہ:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اپنے والد محترم حضرت عباسؓ سے بھی علم سیکھتے تھے۔اور ان سے وعظ ونصیحت لیا کرتے تھے اور اس پر عمل کیا کرتے تھے۔امیر المؤمنین حضرت عمرؓ جب حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو خاص اہمیت دیا کرتے تھے اس وقت آپؓ کے والد نے آپؓ کو چند باتیں بتائیں۔

عَن عَامرٍ عَن ابنِ عباسٍ قالَ قالَ العباسُ لابنِهِ عبدِاللهِ عباسٍ يَا بُنَيَّ اِنِّی اَری امیرَ المؤمِنِینَ یُقرِّبکَ وَیَستَشِیرُکَ مَعَ اُناسٍ مِن اصحَابِ رسولِ اللهِ ﷺ وَیَخلُوبِکَ فَاحفظ عَنّی ثَلاثًا اِتقِ اللهَ لَا یُجَرِّبَنَّ عَلَیکَ کِذبَةً ولا تُفشِیَنَّ لهُ سرا ولَا تُغتَابَنَّ عِندَهُ احد قالَ فقلتُ لابنِ عباسٍ یَا اَبَا عباسٍ کلُّ واحِدَةٍ مِنهنَّ خیر مِن الفٍ قال ومِن عشرَةِ آلافٍ (2)

حضرت عامر حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عباسؓ نے ان سے کہا اے میرے بیٹے! میں دیکھ رہا ہوں کو امیر المؤمنین آپ کو اپنے زیادہ قریب کرتے ہیں اور اصحاب رسول کے ساتھ آپ سے بھی مشورہ لیتے ہیں۔اور آپ کو علیحدہ وقت بھی دیتے ہیں۔تو میری تین باتیں یاد رکھنا۔اللہ تعالی سے ڈرتے رہو اور کوئی جھوٹ بھی آپ کا ان کے سامنے نہ آئے۔اور ان کی کسی پوشیدہ بات کو کسی پر ظاہر نہ کرنا۔اور کسی کی غیبت ان کے سامنے نہ کرنا۔راوی عامر کہتے ہیں میں نے کہا اے ابوعباس ان میں سے ہر ایک بات ہزار (درہم یا دینار) سے بہتر ہے۔تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے کہا بلکہ دس ہزار سے بہتر ہے۔
اس سے معلوم ہوتا ہے آپؓ اپنے والد محترم سے بھی علمی اور اصلاحی باتیں حاصل کیا کرتے تھے۔اس طرح آپؓ اپنے گھرانے میں سے بھی کافی ساری باتیں حاصل کر لیتے تھے۔

بھائی سے حصول علم:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ حصول علم میں انتہائی رغبت رکھتے تھے۔اکابر صحابہ کرامؓ کے علاوہ اپنے گھر والوں سے بھی علمی باتیں حاصل کیا کرتے تھے۔آپؓ کے بڑے بھائی حضرت فضل بن عباسؓ تھے۔آپ وقتا فوقتا ان سے بھی تعلیم حاصل کرتے تھے۔

عَنَ ابنِ عباسٍ عن الفضلِ بنِ عباسٍ وکانَ ردیفَ رسولِ الله ﷺ انه قالَ فی عشیةِ عرفةَ وغداةِ جمعٍ للناسِ حینَ دفعوا علیکم بالسِّکِینَةِ وهوَ کافُّ ناقته حتی دخَلَ محسرا وهو من منًی قالَ علیکم بِحصی الخَذَفِ الذی یُرمی به الجمرةُ وقال لم یَزَل رسولُ اللهِ ﷺ یُلبی حتی رمی الجمرةَ (3)

1. سورۃ المرسلات:1
2. العبسی: ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ (م235ھ) مصنف ابن ابی شیبہ 384:8
3. القشیری: ابوالحسن مسلم بن حجاج بن مسلم (م261ھ) الصحیح (کتاب الحج) 431:1

حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت فضل بن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ وہ نبی ﷺ کے ساتھ سواری پر پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ عرفہ کی شام اور اگلے دن یعنی مزدلفہ کی صبح لوگوں سے فرماتے کہ آرام سے چلو اور آپ ﷺ اپنی اونٹنی کو روکتے ہوئے جاتے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ وادی محسر میں داخل ہوئے اور محسر منی میں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم پر لازم ہے کہ جمرہ کو کنکریاں مارنے کے لیے کنکریاں چن لو۔ حضرت فضلؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جمرہ کو کنکریاں مارنے تک تلبیہ پڑھتے رہے۔

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ اپنے بھائی سے علم حاصل کرنے میں بھی پیچھے نہیں رہے۔

اکابر صحابہؓ سے حصول علم:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے صحابہ کرامؓ سے جب حصول علم شروع کیا تو آپؓ نے اکابر صحابہ کا دامن تھام لیا۔ کیوں کہ ان کو نبی ﷺ کی صحبت زیادہ میسر آئی تھی۔ اور وہ بہت سی ایسی باتیں بھی جانتے تھے۔ جو دوسرے نہیں جانتے تھے۔ لہٰذا ان سے آپؓ پوچھ پوچھ کر علم حاصل کرتے رہے۔

عَن ابی سلمةَ الحضرمیِّ قالَ سمعتُ ابنَ عباسٍ یقولُ کنتُ الزمُ الاکابرَ مِن اصحاب رسولِ اللهِ ﷺ مِن المهاجرینَ وَالانصارِ فَأَسئَلهم عَن مغَازی رسولِ اللهِ ﷺ وما نزلَ مِن القرآنِ فِی ذلكَ وَکنتُ لَآتِی اَحدًا منهم الا سرَّ بِاتیَانِی لِقربی مِن رسولِ اللهِ ﷺ فجعلتُ اسأَلُ اُبی بنَ کعبٍ یوم وکانَ مِن الراسِخینَ فِی العلمِ عَما نزلَ مِن القرآنِ بِالمدینةِ فقالَ نزل بِهَا سبع وَعشرونَ سورة وَسَائِرهَا بِمَکةَ (1)

حضرت ابی سلمہ حضرمی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے سنا ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے نبی ﷺ کے مہاجرین اور انصار صحابہ میں سے اکابر صحابہ کرامؓ کی صحبت اپنے لیے لازم کر لی تھی۔ اور میں ان سے نبی ﷺ کے مغازی (جہاد) کے بارے میں سوال کیا کرتا تھا۔ اور قرآن کریم کے نزول کے بارے میں۔ اور میں جس کے پاس بھی آتا تو وہ میرے آنے کی وجہ سے خوش ہوتا کیوں کہ میری نبی ﷺ کے ساتھ قریبی رشتہ داری تھی۔ میں حضرت ابی بن کعبؓ سے پوچھتا تھا اور وہ علم میں رسوخ رکھتے تھے۔ مدینہ میں کتنا قرآن کریم نازل ہوا؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ستائیس سورتیں مدینہ میں نازل ہوئیں اور باقی سب مکہ میں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ اکابر صحابہ کرامؓ سے تعلیم حاصل کیا کرتے تھے۔ اور ان سے بکثرت سوال پوچھا کرتے تھے۔ اور ہر وہ بات جس کا علم آپؓ کو نہیں تھا وہ پوچھ پوچھ کر حاصل کرتے تھے۔ اور علم کے حصول کے لیے اکابر صحابہ کرام کے پاس خود جایا کرتے تھے۔

اختلاف میں اکابر صحابہ کرامؓ سے رجوع:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ علم کے حصول کے لیے اکابر صحابہ کرامؓ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اسی طرح اگر کسی مسئلہ میں ان کو کسی دوسرے سے اختلاف ہو جائے تب بھی آپؓ اکابر ہی سے رجوع کرتے تھے اور ان سے اس مسئلہ کی حقیقت معلوم کیا کرتے تھے۔

عن اِبنِ عباس انه تَماریٰ هو والحر بن قیس بن حصن الفزاریُ فی صَاحبِ موسیٰ قَالَ ابنُ عباس هو خَضِرُ فمر بهما اُبی بن کَعب فدعاهُ ابنُ عباس فقال انی تماریتُ انا وصاحبی هذا فی صاحبِ موسیٰ الذی سأَلَ موسیٰ السبیلَ الیٰ لقیه هَل سمعتَ النبیَ صلی اللهُ علیه وسلمَ یذکرُ شانه قالَ نعم سمعت النبیَ صلی الله علیه وسلم یقولُ بینما موسیٰ فی ملاء من بنی اِسرائیلَ اذ جاء ه رجل فقالَ هل تعلمُ احدا اَعلم منكَ قالَ موسیٰ لا فاوحی اللهُ الیٰ موسیٰ بلیٰ عبدنا خَضِر (2)

1. ابن سعد: ابوعبداللہ محمد (م 230ھ) الطبقات الکبریٰ 371:2
2. بخاری: محمد بن اسماعیل (م 256ھ) الصحیح (کتاب العلم، باب: الاغتباط فی العلم) 17:1

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ان کا اور حضرت حر بن قیس فزاری کا حضرت موسیٰ کے ساتھی کے متعلق اختلاف ہوا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ وہ حضرت خضرؑ تھے۔ اتنے میں حضرت ابی بن کعبؓ تشریف لائے۔ تو حضرت ابن عباسؓ نے کہا میرا اور میرے اس ساتھی کا حضرت موسیٰ کے رفیق کے بارے میں اختلاف ہوا ہے۔ کہ حضرت موسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ سے جس شخص سے ملنے کے متعلق عرض کیا تھا۔ کیا آپ نے نبی ﷺ سے اس کے بارے میں کچھ سنا ہے؟ تو حضرت ابی بن کعبؓ نے جواب دیا جی ہاں! میں نے نبی ﷺ سے سنا ہے۔ وہ فرما رہے تھے کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰؑ بنی اسرائیل میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص نے آکر پوچھا کہ آپ اپنے سے زیادہ بھی کسی کو عالم جانتے ہیں؟ آپؑ نے جواب دیا نہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے وحی کی کہ ہمارا بندہ خضر ہے۔

اس روایت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اختلافی مسئلہ میں اپنی بات پر قائم رہنے سے پہلے اکابر سے تصریح کرواتے تھے۔

مناسب موقع پر سوال کرنا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ حصول علم میں ایک اہم بات کا بہت خیال رکھتے تھے۔ وہ یہ کہ جو بھی سوال پوچھنا ہو مناسب موقع پر پوچھا کرتے تھے۔ یعنی جس سے پوچھا جا رہا ہے اس کا وقار بھی مجروح نہ ہو اور وہ برا بھی نہ منائے اور جواب بھی عنایت کردیں۔ مناسب موقع کی تلاش میں کبھی کبھی ایک سال تک بھی انتظار کرتے تھے۔

عَن یحیٰ بن سعیدٍ سمعَ عبیدَ بن حنینٍ وھو مولی العباسِ قالَ سمعتُ ابنَ عباسٍ یقولُ کنتُ اریدُ ان اسألَ عمرَ عن المرأتَینِ اللتَینِ تَظَاھرتا علی عھدِ رسولِ اللہ ﷺ فلبثتُ سنۃً ما اجدُ لہ موضعاً حتی صحبتُہ الی مکۃَ فلما کان بِمرِّ الظھرانِ ذھبَ یقضی حاجتہ فقالَ ادرکنی بِأداوۃٍ من ماءٍ فأتیتُہ بھا فلما قضی حاجتہ وَرَجَع ذھبتُ اصبُّ علیہِ وذکرتُ فقلتُ لہ یا امیرَ المؤمنینَ مَنِ المرأتانِ فما قضیتُ کلامی حتیّ قالَ عائشۃُ و حفصۃُ (1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ میں چاہتا تھا کہ میں حضرت عمرؓ سے ان دو عورتوں کے بارے میں پوچھوں ،جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے موافقت نہیں کی تھی۔ میں ایک سال تک انتظار کرتا رہا اور مجھے اس سوال کا موقع نہیں مل سکا۔ یہاں تک کہ میں حضرت عمرؓ کے ساتھ مکہ روانہ ہوا۔ جب ہم مرالظہر ان پر پہنچے تو حضرت عمرؓ قضاء حاجت کے لیے تشریف لے گئے۔ اور مجھے کہا کہ تم پانی کا برتن لے کر آؤ۔ میں پانی لیکر آیا تو وہ قضاء حاجت سے فارغ ہوئے اور واپس آئے۔ تو میں ان پر پانی ڈالنے لگا۔ میں نے کہا اے امیر المؤمنین وہ کون دو عورتیں ہیں؟ ابھی میں سوال مکمل ہی نہیں کر پایا تھا کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ ہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ سوالات کرتے وقت مناسب موقع کا ضرور انتظار کرتے تھے اور بے موقع سوالات نہیں کرتے تھے۔

حصول تعلیم میں بعض مسائل کا اعادہ کروانا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی تعلیم حاصل کرنے میں ایک اہم بات یہ بھی تھی کہ وہ بعض مسائل کا دوسروں سے اعادہ کرنے کی درخواست کرتے تھے۔ جس سے ان کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ وہ اس مسئلہ کو تفصیلی طور پر معلوم کرلیں۔ دوسری بات اگر پہلے مسئلہ میں کچھ کمی زیادتی یا بھول چوک ہوگئی ہو تو اعادہ میں یقینی درستگی حاصل ہو جائے گی۔

عَن ابنِ عباسٍ قالَ قدِمَ زیدُ بنُ ارقمَ فقالَ لہ عبدُ اللہِ بنُ عباسٍ یستذکرہ کیفَ اخبرتَنی عن لحم صیدٍ اُھدیَ الی رسولِ اللہِ ﷺ وھو حرام قالَ قالَ اُھدیَ لہ عُضو من لحم صیدٍ فَردہ فقالَ انَّا لا نأکلہ انَّا حرم (2)

1. القشیری:ابوالحسن مسلم بن حجاج بن مسلم (م 261ھ) الصحیح (کتاب الطلاق باب بیان تخییرہ لامراتہ) 482:1

2. ایضاحوالہ بالا (کتاب الحج، باب: تحریم صید الماکول) 379:1

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت زید بن ارقمؓ جب تشریف لائے تو ان سے حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ آپ نے مجھے شکار کے اس گوشت کے بارے میں کیا خبر دی تھی جو نبی ﷺ کو احرام کی حالت میں ہدیہ کیا گیا تھا۔انہوں نے فرمایا کہ نبی ﷺ کو شکار کے گوشت کا ایک عضو ہدیہ دیا گیا۔تو آپ ﷺ نے اس کو واپس کر دیا۔اور ارشاد فرمایا کہ ہم اس کو نہیں کھاتے کیوں کہ ہم احرام میں ہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ علم کے حصول میں اعادہ نظر ثانی کروانے میں کوئی برا نہیں مناتے تھے بلکہ حسب ضرورت اعادہ کی درخواست کرتے تھے۔

حصول علم اور کتابت:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ حصول علم میں زبانی یاد کرنے کے ساتھ ساتھ اس کو قلم بند بھی کرتے تھے تاکہ لکھی ہوئی روایات کو دیکھتے ہی ان مسائل کا دوبارہ استحضار ہو جائے۔اور کوئی بات ذہن سے فراموش نہ ہو جائے۔

عَن عُبیدِ اللهِ بنِ عليٍّ عَن جَدَّتِهِ سلمی قَالَت رَأَیتُ عَبدَاللهِ بنَ عباسٍ معهُ الواح یَکتبُ عَلَیهَا عَن اَبی رَافِعٍ شیئًا مِن فِعلِ رسولِ اللهِ ﷺ (1)

حضرت سلمٰی کہتی ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو دیکھا اور ان کے پاس تختیاں تھیں۔اور ان تختیوں پر وہ نبی ﷺ کے افعال میں سے کچھ باتیں لکھ رہے تھے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ صرف زبانی یاد کرنے پر اکتفا نہیں کرتے تھے بلکہ ساتھ ساتھ لکھا بھی کرتے تھے۔اور اپنی ذہنی یادداشت کو حرف آخر نہیں سمجھتے تھے بلکہ بطور ثبوت اور یاددہانی کے لیے لکھا کرتے تھے۔

سفر میں علم کا حصول:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ علم کے حصول میں سفر و حضر کی کوئی تفریق نہیں کرتے تھے۔بلکہ جب بھی آپؓ کو موقع ملتا آپؓ ضرور کچھ نہ کچھ علم حاصل کرتے رہتے تھے۔آپؓ کی عرفہ میں ایک دن حضرت کعب الاحبار سے ملاقات ہوئی تو آپؓ نے ان سے وہاں ہی سوالات پوچھے۔

عَنِ الشعبیِّ قالَ لقیَ ابنُ عباسٍ کعبًا بِعَرَفَةَ فسأَلَهُ عَنِ شیءٍ فکبَّرَ حتی جاوَبَتهُ الجبالُ فقالَ ابنُ عباسٍ اِنَّا بنو هاشمٍ فقالَ کعب اِنَّ اللهَ قسمَ رؤُیتهُ و کلامَهُ بینَ محمدٍ وموسی فکلَّمَ موسی مرَّتینِ ورآهُ محمد مرَّتَینِ (2)

حضرت عامر شعبی کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی ملاقات عرفہ میں حضرت کعب الاحبارؓ سے ہوئی انہوں نے حضرت کعب سے کسی چیز کے بارے میں پوچھا۔تو انہوں نے تکبیرات پڑھی جن کی گونج پہاڑوں سے آنے لگی۔حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے کہا کہ ہم بنو ہاشم سے تعلق رکھتے ہیں۔حضرت کعب نے کہا اللہ تعالی نے رؤیت و دیدار اور کلام کو حضرت محمد ﷺ اور حضرت موسیؑ کے درمیان تقسیم کر دیا۔اللہ تعالی نے موسیؑ سے دو مرتبہ کلام کیا اور حضرت محمد ﷺ نے اللہ تعالی کا دو مرتبہ دیدار کیا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ سفر میں بھی علمی سوالات پوچھا کرتے تھے۔تاکہ علم کے حصول اور اس کی تازگی کا سلسلہ چلتا رہے۔

1. ابن سعد: ابوعبداللہ محمد (م 230ھ) الطبقات الکبری 371:2

2. ترمذی: ابوعیسی محمد بن عیسی (م 279ھ) جامع الترمذی (کتاب التفسیر، باب: سورۃ النجم) 163:2

راستہ میں سبق یاد کرنا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ علم کی پختگی کے لیےکوئی جگہ متعین نہیں کرتے تھے۔ بلکہ جب آپؓ کوعلم، سبق مل جاتا تو پھر اسے یاد کرتے رہتے۔ گھر میں گھر سے باہر، چلتے پھرتے یعنی آپؓ کی چاہت یہ ہوتی تھی کہ یہ علم پختہ ہوجائے اور نہ بھولے۔

عَن ابنِ عباسٍ قالَ بینَما اَنَا اَقرَأُ آیۃَ مِن کِتَابِ اللّٰہِ عزَّوجَل وَاَنَا اَمشِی فِی طَرِیقٍ مِن طُرقِ المَدِینۃِ فَاِذَا اَنَا بِرجُلٍ یُنادِی مِن بعدی اتبع ابن عباسٍ فَاِذا ھوَ اَمِیرُالمُؤمِنِینَ عمرُ فَقُلتُ اَتَّبِعُ علی اُبی بنِ کعبٍ فَقالَ اَھوَ اَقرأَھا کَما سمعتُکَ تَقرأُ قلتُ نَعم فَأَرسلَ مَعِی رسولا قالَ اذھَب مَعَہُ الی اُبی بنِ کعبٍ فَانظُر اَیَقرأُ اُبی کَذٰلکَ قالَ فَانطلَقتُ اَنَا ورسولہُ الی ابی بنِ کعبٍ قالَ فقلتُ یَا ابی قرأتُ ایۃَ مِن کتابِ اللّٰہِ فنادَانی مِن بعدِی عمرُ بنُ الخَطابِ اتَّبع ابن عباسٍ فقُلتُ اتَّبِعُ علی اُبی بنِ کعبٍ فأَرسَلَ مِعِی رسولہُ اَفَأَنتَ اَقرَأتَنِیھا کَما قرَأتُ قالَ اُبی نعم (1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں قرآن کریم کی ایک آیت تلاوت کرر ہا تھا۔ اور میں مدینہ کی گلیوں میں سے کسی گلی میں چل رہا تھا۔ اچانک مجھے ایک شخص نے پیچھے سے آواز دی کہ اے ابن عباس! کسی کی اتباع کرتے ہوئے پڑھو۔ تو وہ امیرالمؤمنین حضرت عمرؓ تھے۔ تو میں نے کہا کہ میں تو حضرت ابی بن کعبؓ کی پیروی کرر ہا ہوں۔ تو انہوں نے فرمایا کہ کیا انہوں نے ایسا ہی پڑھایا ہے جیسے میں نے آپ سے سنا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں۔
حضرت عمرؓ نے میرے ساتھ ایک قاصد بھیجا کہ اس کے ساتھ حضرت ابی بن کعبؓ کے پاس جاؤ اور دیکھو کہ وہ اسی طرح پڑھتے ہیں۔ تو حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں اور ان کا قاصد حضرت ابی بن کعبؓ کے پاس گئے۔ تو میں نے کہا اے حضرت ابیؓ! میں نے ایک آیت تلاوت کی تو مجھے حضرت عمرؓ نے پیچھے سے آواز دی اے ابن عباس! کسی کی پیروی کرو۔ میں نے کہا کہ میں حضرت ابی بن کعبؓ کی پیروی کرتا ہوں۔ تو انہوں نے اپنا قاصد میرے ساتھ بھیجا ہے کہ کیا آپ نے مجھے ایسا ہی پڑھایا ہے جیسے میں نے پڑھا ہے؟ تو انہوں نے کہا ہاں۔
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ سبق کی دوہرائی ہر وقت کرتے رہتے تھے۔ تاکہ علم میں پختگی حاصل ہو۔ اور کوئی بات ذہن سے فراموش نہ ہوجائے۔ اور آپؓ کی زبان ہمیشہ سبق سے تر رہتی تھی۔ اور راستہ میں چلتے ہوئے بھی آپؓ اسی عادت کو اپنائے رکھتے تھے۔

اپنے اساتذہ کرام سے محبت کرنا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ تمام مسلمانوں سے محبت کرتے تھے مگر اپنے اساتذہ کے ساتھ آپؓ کی محبت زیادہ تھی۔ اور بعض اساتذہ کے ساتھ آپؓ کی محبت بہت زیادہ تھی۔ اور آپؓ اپنی اس محبت کا عام اظہار بھی فرمایا کرتے تھے۔

عَن ابنِ عباسٍ قالَ شَھِدَ عِندی رجال مرضِیونَ فِیھِم عُمرُ بنُ الخطَّابِ وَارضاھم عندی عمرُ اَنَّ النبیَّ ﷺ قالَ لَا صلوٰۃَ بعدَ صلوۃِ الصبحِ حتی تَطلعَ الشمسُ ولا صلوۃَ بعدَ صلوۃِ العصرِ حتی تَغرُبَ الشمسُ (2)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میرے پاس کئی پسندیدہ لوگوں نے گواہی دیا۔ جن میں حضرت عمر بن خطابؓ بھی ہیں۔ اور حضرت عمرؓ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا فجر کے بعد سورج نکلنے سے پہلے کوئی نماز نہیں اور نہ عصر کے بعد سورج ڈوبنے سے پہلے کوئی نماز ہے۔
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ جس سے بھی علم حاصل کرتے تھے ان سے پھر محبت کرتے تھے اور ان کے احسان مند ہوتے تھے۔ اور اس محبت کا کبھی کبھی اظہار بھی کرتے تھے۔

1. نیشاپوری: ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم (م:504ھ) المستدرک علی الصحیحین 245:2

2. ابوداؤد: سلیمان بن الاشعث (م275ھ) سنن ابی داؤد (کتاب الصلوۃ، باب: من رخص فیھما) 188:1

اساتذہ کی خدمت کرنا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اساتذہ کی خدمت میں پیش پیش رہتے تھے۔اور آپؓ عام طور پر جب بھی کوئی آپؓ کا استاد وضو وغیرہ کی تیاری کرتا تو آپؓ وضو کے لیے پانی مہیا کرتے۔اور کبھی ان کے وضو کے دوران پانی آپؓ ہی ڈالتے اور آپؓ کے استاد وضو کر رہے ہوتے۔

عَن عَبداللہِ بنِ عباسٍ قالَ لَم اَزَل حریصا علی اَن اَسأَلَ عمر عنِ المَراَتَینِ مِن ازواجِ النبیِّ ﷺ اللّتَینِ قالَ اللہُ لھما اِنْ تَتُوبَا اِلَی اللّٰہِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُکُمَا فحججتُ معہُ فعَدَل وعدلتُ معہُ بِالاِداوۃِ فتبَرَّزَ حتی جاءَ فسکبتُ علیَ یدیہِ مِن الاَداوۃِ فَتَوَضأً فقلتُ یا امیرَالمؤمنینَ مَنِ االمراَتانِ مِن ازواجِ النبیِّ ﷺ اللتانِ قالَ اللہُ عزوجلَّ لھمَا اِنْ تَتُوبَا اِلَی اللّٰہِ واعجَبًا لکَ یا ابنَ عباسٍ عائِشَۃُ وَ حفصۃُ (1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھ کو یہ خواہش تھی کہ میں حضرت عمرؓ سے پوچھوں کہ نبی ﷺ کی بیویوں میں سے وہ دو عورتیں کون سی ہیں جن کی شان میں اللہ تعالی نے یہ فرمایا کہ اگر تم دونوں اللہ تعالی کی بارگاہ میں توبہ کرو تو بہتر ہے تمہارے دل راہ اعتدال سے زراہٹ گئے ہیں۔پھر ایسا ہوا میں نے ان کے ساتھ حج کیا وہ راستے سے مڑے میں بھی وضو کا برتن لے کر ان کے ساتھ مڑا جب انہوں نے حاجت پوری کی اور واپس آئے تو میں نے اس برتن سے ان کے ہاتھوں پر پانی ڈالا انہوں نے وضو کیا اس وقت میں نے پوچھا اے امیر المؤمنین وہ نبی ﷺ کی بیویوں میں سے وہ دو عورتیں کون سی ہیں جن کی شان میں اللہ تعالی نے یہ فرمایا کہ اگر تم دونوں اللہ تعالی کی بارگاہ میں توبہ کرو تو بہتر ہے تمہارے دل راہ اعتدال سے زراہٹ گئے ہیں۔تو حضرت عمرؓ نے فرمایا اے ابن عباسؓ تجھ پر تعجب ہے۔وہ حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ ہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ اپنے اساتذہ کی خوب خدمت کرتے تھے۔اور سفر وحضر میں یہ خدمت برابر جاری رہتی تھی۔اور اسی خدمت کی برکت تھی کہ آپؓ جو بھی سیکھتے تھے وہ آپؓ کو ازبر رہتا تھا۔

اساتذہ کا ادب واحترام:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے حصول علم میں برکت کی ایک وجہ اپنے اساتذہ کی حد درجہ عزت واحترام کرنا بھی شامل ہے۔کیوں کہ باادب بانصیب بے ادب بےنصیب۔اور اساتذہ کے احترام وادب کی وجہ سے ان کا دل خوش ہوجاتا ہے۔اور پھر ان کے دل سے جو دعا نکلتی ہے اس کے اثرات پھر نظر آتے ہیں۔اور یہ صفت آپؓ میں کامل درجہ کی موجود تھی۔

مقالہ ہذا کے صفحہ نمبر 25 پر یہ روایت پیش کردی گئی ہے کہ

آپؓ نے حضرت زید بن ثابتؓ کی سواری کی مہار تھام لی۔تو حضرت زید بن ثابتؓ نے فرمایا کہ اے نبی ﷺ کے چچازاد! چھوڑو چھوڑو۔تو آپؓ نے کہا کہ ہم اپنے بڑوں اور علماء کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ اپنے علماء کی انتہائی قدر اور احترام کیا کرتے تھے۔اور اس میں وہ بڑھ چڑھ کر ادب واحترام کرتے تھے۔اور اساتذہ کی چاہت یہ ہوتی تھی کہ آپؓ اتنا احترام نہ کریں مگر آپؓ اپنی بساط کے مطابق ہر موقع پر ادب واحترام کا اظہار کیا کرتے تھے۔

1. بخاری: محمد بن اسماعیل (م 256ھ) الصحیح (کتاب المظالم والقصاص، باب: الغرفۃ والعلیۃ) 334:1

مسئلہ مخصوص فرد سے لینا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی حصول علم میں ایک خاص بات یہ بھی ہوتی تھی کہ آپؓ مسائل کی حقیقت معلوم کیا کرتے تھے۔اورکوئی بھی مسئلہ آپؓ سنتے تو اس مسئلہ کے عینی شاہدین یا جن افراد کو وہ مسئلہ درپیش ہوا ہے ان سے اس بات کی اصلیت معلوم کرتے تھے۔مثلاً کہ نبی ﷺ نے حالت احرام میں شکار کا گوشت واپس کر دیا تھا۔تو کس نے دیا تھا اور کس کو واپس کیا ہے؟

عَن ابنِ عباسٍ عن الصعبِ بنِ جثامةَ الليثى انّه اهدى لِرسولِ اللهِ ﷺ حِماراً وحشياًوهو بالابواءِ او بِوادانَ فَرَدَّه عليهِ رسولُ اللهِ ﷺ قال فلمّا انْ رَأى رسولُ اللهِ ﷺ ما فِي وَجهى قَالَ اِنَّا لم نَرُدَّه عليكَ اِلا انّا حُرُم (1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت صعب بن جثامہ لیثیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو ابوا یاودان کے مقام پر ایک جنگلی گدھا (زیبرا) ہدیہ پیش کیا تو رسول اللہ ﷺ نے اسی پر واپس کر دیا۔حضرت صعبؓ کہتے ہیں کہ جب نبی ﷺ نے مجھے دیکھا کہ میرے چہرے پر کچھ ناراضگی سی ہے تو نبی ﷺ نے فرمایا ہم نے اس کو صرف اس وجہ سے واپس کیا ہے ہم احرام کی حالت میں ہیں۔

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ مبتلی بہ تک پہنچنے کی کوشش کرتے تھے تاکہ اس مسئلہ کی اصل حقیقت سامنے آجائے۔

اسی طرح ایک صحابیؓ کے ساتھ آپؓ کا حالت احرام میں غسل کرنے یا نہ کرنے کے مسئلہ میں اختلاف ہوا تو آپؓ نے چشم دید گواہ صحابیؓ سے اس کی تصدیق کروائی۔

عَن ابرهيم بن عبدِ اللهِ بنِ حنينٍ عن ابيهِ عن عبدِاللهِ بنِ عباسٍ والمسورِبنِ مخرمةَ انّهما اختلفا بالابواءِ فقالَ عبدُ اللهِ بنُ عباسٍ يغسلُ المحرمُ رأسَه وقالَ المسورُ لا يغسلُ المُحرمُ رأسَه فَأرسَلَنى ابنُ عباسٍ الى ابى ايوب الانصارىِّ اسأله عن ذلكَ فوَجدتُه يغتسلُ بينَ القرنينِ وهو يستترُ بثوبٍ قال فَسلمتُ عليهِ فقالَ من هذا فقلتُ انا عبدُ اللهِ بنُ حنينٍ ارسلنى اليكَ عبدُ اللهِ بنُ عباسٍ اسألُكَ كيفَ كانَ رسولُ اللهِ ﷺ يغسلُ راسَه وهو مُحرم فوَضعَ ابو ايوبَ يده على الثوبِ فَطأطأَه حتى بدا لى رأسُه ثم قالَ لانسانٍ يصبُّ فصبَّ على رأسه ثم حرك رأسه بيديه فأقبلَ بهما وادبرَ ثم قالَ هكذا رأيتُه ﷺ يفعلُ (2)

حضرت ابرہیم بن عبداللہ بن حنین اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔کہ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت مسور بن مخرمہؓ کے درمیان ابواء کے مقام پر اختلاف ہو گیا۔حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے تھے کہ احرام والا آدمی اپنے سر کو دھوسکتا ہے۔اور حضرت مسورؓ فرماتے تھے کہ نہیں دھوسکتا تو حضرت ابن عباسؓ نے مجھے حضرت ابوایوب انصاریؓ کی طرف اس مسئلہ کے بارے میں پوچھنے کے لیے بھیجا تو میں نے ان کو لکڑیوں کے درمیان ایک کپڑے سے پردہ کیے ہوئے غسل کرتے ہوئے پایا۔میں نے ان پر سلام کیا تو انہوں نے فرمایا کون ہے؟ میں نے کہا میں عبداللہ بن حنین ہوں۔مجھے حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے آپؓ کی طرف اس لیے بھیجا ہے تاکہ میں آپؓ سے پوچھوں کہ کیا نبی ﷺ احرام کی حالت میں اپنا سر مبارک دھوتے تھے۔

حضرت ایوب انصاریؓ نے اپنے ہاتھ سے کپڑے کو نیچے کیا یہاں تک کہ آپؓ کا سر ظاہر ہوا پھر انہوں نے کسی پانی ڈالنے والے کو کہا کہ پانی ڈالو تو اس نے آپؓ کے سر پر پانی ڈالا پھر انہوں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو ہلایا پھر ہاتھوں کو سر پر پھیر کر آگے سے پیچھے کی طرف لائے اور پیچھے سے آگے کی طرف لائے ۔پھر حضرت ابوایوب انصاریؓ نے فرمایا کہ میں نے نبی ﷺ کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے۔

اس روایت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ کسی بھی مسئلہ میں اس کے عینی شاہدین سے تحقیق کرتے تھے۔

1. القشیری:ابوالحسن مسلم بن حجاج بن مسلم (م261ھ) الصحیح (کتاب الحج،باب تحریم صید الماکول) 379:1
2. ایضاحوالہ بالا (کتاب الحج،باب:جواز غسل المحرم) 383:1

اسی طرح حجاج کرام کی قربانی کے جانوروں میں سے اگر کوئی راستہ میں ہلاک ہوجائے تو اس کا مسئلہ بھی آپؓ نے اسی صحابیؓ سے حاصل کیا ہے جس کے ساتھ یہ مسئلہ پیش آیا تھا۔

عَنْ ابنِ عباسٍ اَنَّ ذویباً ابا قبیصة حدثه انَّ رسول الله ﷺ کانَ یبعثُ معه بالبدنِ ثم یقولُ ان عطبَ منها شیء فخشیتَ علیهِ موتاً فانحرها ثم اغمس نعلها فی دمهاثم اضرب به صحفتها ولا تطعَمها انتَ ولا اَحد من اهلِ رفقتِكَ (1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے حضرت ذویبؓ سے روایت کی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اس کے ساتھ قربانی کے اونٹ بھیجے۔ پھر نبی ﷺ نے اس سے ارشاد فرمایا کہ اگر ان میں سے کوئی ہلاک ہو رہا ہو اور آپ کو اس کے مرنے کا اندیشہ ہو جائے تو اس کا نحر کرلو۔ پھر اس کے گلے میں جو جوتیاں ہیں ان کو اس خون میں رنگ کر اس کی کوہان پر مار دو اور اس کا گوشت نہ آپ کھاؤ اور نہ ہی آپ کا کوئی ساتھی کھائے۔

اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اصل بندہ سے متعلقہ مسئلہ کو حاصل کیا کرتے تھے۔

جامع القرآن سے جمع قرآن کے بارے میں سوال کرنا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا زیادہ شغف قرآن مجید کے ساتھ تھا لہذا وہ اس کے بارے میں سوالات بھی ان ہی سے کرتے تھے جن کی زیادہ مشغولیت اس کے ساتھ تھی یا وہ اس کام کے ذمہ دار تھے۔ آپؓ نے سورۃ انفال اور سورۃ توبہ کو اکٹھی لکھنے کا سوال حضرت عثمان غنیؓ سے کیا۔ کیوں کہ انہوں نے ہی قرآن مجید کی جمع میں سرپرستی کی تھی۔

عَنْ ابنِ عباسٍ قالَ قلتُ لِعثمانَ بنِ عفَّانَ ما حمَلکم اَن عَمَدتم الی الاَنفالِ وھیَ مِنَ المثانی والی براءۃ وھیَ مِنَ المئتَینِ فَقَرَنتم بینَھما وَلم تَکتُبوا بینَھُما سطرَ بسمِ اللهِ الرحمٰنِ الرحیمِ ووضَعتُموھا فِی السَبعِ الطوَلِ ما حمَلکم علی ذلكَ فقالَ عثمانُ کانَ رسولُ اللهِ ﷺ مِما یأتِی علیهِ الزمانُ وھوَ تنزلُ علیهِ السُّورُ ذواتُ العددِ فکانَ اِذا نزلَ علیهِ الشیءُ دعا بعضَ من کانَ یکتبُ فیقولُ ضَعوا ھؤلاءِ الأیاتِ فی السورۃِ التی یُذکرُ فیھا کذا وکذا وَاِذا نَزَلَت علیهِ الآیةُ فیقولُ ضعوا ھذهِ الآیَةَ فی السورۃِ التی یُذکَرُ فیھا کذا وکذا وَکانتِ الانفالُ مِن اوائلِ ما اُنزلتُ بِالمدینةِ وکانتُ بَراءۃُ مِن آخرِ القرآنِ وکانتُ قِصتُھا شبیھة بقصتِھا فَظَنَنتُ اَنَّھا منھا فَقُبِضَ رسولُ اللهِ ﷺ ولم یُبیِّن لھا اَنھا منھا فَمِن اجلِ ذلكَ قرنتُ بینھما ولم اکتُب بینھما سطرَ بِسمِ اللهِ الرحمٰنِ الرحیم فوضعتُھا فی السبعِ الطولِ (2)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان بن عفانؓ سے کہا کہ کس چیز نے آپ کو آمادہ کیا کہ سورۃ انفال کو جو کہ مثانی میں سے ہے اور سورۃ براءت کو جو کہ مئین میں سے ہے دونوں کو ایک ساتھ ملا دیا۔ اور ان دونوں سورتوں کے درمیان بِسمِ اللهِ الرحمٰنِ الرحیم کی سطر بھی نہیں لکھی۔ اور ان دونوں کو سات لمبی سورتوں میں شامل کر دیا۔ کس سبب سے آپ نے ایسا کیا؟ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ پر زمانہ آتا جارہا تھا اور آپ ﷺ پر متعدد سورتیں نازل ہو رہی تھیں۔ تو جب آپ ﷺ پر کوئی وحی نازل ہوتی تو وحی لکھنے والوں میں سے کسی کو بلا لیتے اور کہتے تھے کہ ان آیات کو اس سورۃ میں رکھ دو جس میں ایسا ایسا ذکر ہے۔ پھر جب آپ ﷺ پر کوئی آیت اترتی تو آپ ﷺ فرماتے اس آیت کو اس سورۃ میں رکھ دو جس میں اس اس طرح کا ذکر ہے۔

سورۃ انفال ان سورتوں میں سے ہے جو مدینہ میں آنے کے بعد شروع شروع میں نازل ہوئی۔ اور سورۃ برأت قرآن مجید کے آخر میں نازل ہوئی۔ اور دونوں کے قصوں میں ایک دوسرے سے مشابہت تھی۔ تو ہمیں خیال ہوا کہ یہ اس کا ایک حصہ (وتکملہ) ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ ہمیں یہ بتائے بغیر کہ یہ سورۃ اسی سورۃ کا جزو حصہ ہے اس دنیا سے رحلت فرما گئے۔ اس سبب سے ہم نے ان دونوں سورتوں کو ایک ساتھ ملا دیا۔ اور ان دونوں سورتوں کے درمیان بسم اللہ بھی نہیں لکھی۔ اور ہم نے اسے سبع طوال میں رکھ دیا۔

1. القشیری: ابوالحسن مسلم بن حجاج بن مسلم (م 261ھ) الصحیح (کتاب الحج، باب: ما یفعل بالھدی) 427:1

2. ترمذی: ابوعیسی محمد بن عیسی (م 279ھ) جامع الترمذی (کتاب التفسیر، باب: من سورۃ التوبۃ) 139:2

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو قرآن مجید کی جمع وترتیب کے حوالے سے جو بات پوچھنی ہوتی تھی تو وہ جامع القرآن حضرت عثمانؓ سے پوچھا کرتے تھے۔اور اس وجہ سے آپؓ کو اس کی مکمل تفصیل حاصل ہو جاتی تھی۔

خط وکتابت کے ذریعہ علم حاصل کرنا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ علم حاصل کرنے میں دور ونزدیک کا کوئی فرق نہیں کرتے تھے۔اور جس سے اگر کوئی بات پوچھنی ہو اور آپؓ اس کی خدمت میں نہ جا سکتے ہوں تو بذریعہ خط ان سے وہ بات پوچھ لیا کرتے تھے۔

اَخبرَنا اَبو التیَّاحِ قالَ حدَّثنِی شَیخ قالَ لما قَدِمَ عبدُ اللهِ بنُ عباسٍ البَصرۃَ فکانَ یُحدثُ عَن اَبی موسی فَکَتَبَ عبدُ اللهِ بنُ عباسٍ الی ابی موسی یَسأَلُهُ عَن أَشیَاءَ فَکَتَبَ الیهِ ابو موسی اِنِّی کُنتُ مَعَ رسولِ اللهِ ﷺ ذَاتَ یومٍ فَأَرادَ اَن یبولَ فأَتی دمثا فِی اَصل جِدارٍ فبالَ ثم قالَ ﷺ اِذا ارادَ احدُکم اَن یبولَ فَلیَرتَد لِبولِهِ موضِعا (1)

حضرت ابوالتیاح کہتے ہیں کہ ایک شیخ نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ جب بصرہ آئے تو وہ حضرت ابوموسیٰؓ سے احادیث بیان کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے حضرت ابوموسیٰؓ کو خط لکھا جس میں ان سے کچھ باتوں کے متعلق پوچھ رہے تھے۔حضرت ابوموسیٰؓ نے جواب میں ان کو لکھا کہ ایک روز میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا۔آپ ﷺ نے پیشاب کا ارادہ فرمایا تو ایک دیوار کی بنیاد کے پاس نرم زمین میں آئے اور پیشاب کیا اور پھر فرمایا جب تم میں سے کوئی پیشاب کرنا چاہے تو وہ اپنے پیشاب کے لیے نرم جگہ تلاش کرے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ خط وکتابت کے ذریعہ بھی مسئلے مسائل پوچھ کر کے اپنے علم میں اضافہ کرتے تھے۔اور جس سے مسئلہ پوچھنا ہو اس کی دوری کا کوئی اعتبار نہیں کرتے تھے۔بلکہ جلد از جلد علمی مسئلہ کو بذریعہ خط ہی پوچھ لیا کرتے تھے۔

عَن الشعبِی قالَ کتبَ ابنُ عباسٍ الی علیٍّ یسأَلُهُ عَن سِتۃِاِخوۃِ وَجدٍّ فَکَتَبَ اِلَیهِ اَن اجعَلهُ کَاَحَدِهم وَامحِ کِتابِی (2)

حضرت شعبی کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے حضرت علیؓ کو خط لکھا اور اس میں یہ مسئلہ ان سے پوچھا کہ چھ بھائی اور ایک دادا ہو تو وراثت کیسے تقسیم ہو گی۔تو حضرت علیؓ نے جوابی خط میں لکھا کہ اس دادا کو بھی ان ہی کی طرح ایک تصور کرلو۔اور میرا خط مٹا دو۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ خط وکتابت کے ذریعہ بھی آمدہ مسائل اکابر صحابہ کرامؓ سے پوچھا کرتے تھے۔

کافر سے بات پوچھنا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ علم کی طلب میں بہت ہی شوق رکھتے تھے اور دوسری بات کہ وہ مسئلہ اسی سے پوچھتے تھے جس کے ساتھ وہ مسئلہ پیش آیا ہو۔اسی طرح اگر کسی کافر کے متعلق کوئی بات ہوئی ہو تو وہ بات اس کافر ہی سے معلوم کرتے تھے۔

عَن ابنِ عباسٍ قالَ جاءَ رجل مِنَ الاَسبَذِیینَ مِن اَهلِ البحرینِ وَهُم مجوسُ اهلِ هَجَرَ الی رسولِ اللهِ ﷺ فَمکثَ عندهُ ثمَّ خرجَ فَسَأَلتُهُ ما قضی اللهُ رسولُهُ فِیکم قالَ شر قلتُ مَهُ قالَ اَلاِسلامُ اَو القَتلُ قالَ وقالَ عبدُ الرحمٰنِ بنُ عوفٍ قبلَ منهم الجِزیۃَ قالَ ابنُ عباسٍ فَأَخذَ الناسُ بِقولِ عبدِ الرحمٰنِ بنِ عوفٍ وترکوا ما سمعتُ انا مِنَ الاَسبَذِیِّ (3)

1. ابوداؤد: سلیمان بن الاشعث (م275ھ) سنن ابی داؤد (کتاب الطھارۃ، باب: الرجل یتبوء) 2:1
2. العبسی: ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ (م235ھ) مصنف ابن ابی شیبہ 293:11
3. ابوداؤد: سلیمان بن الاشعث (م275ھ) سنن ابی داؤد (کتاب الخراج، باب: فی اخذ الجزیۃ) 75:2

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ بحرین کے رہنے والے اسبذیوں (ہجر کے مجوسیوں) میں کا ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ کے پاس تھوڑی دیر ٹھہرا۔ پھر نکلا تو میں نے اس سے پوچھا کہ اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ نے تم سب کے متعلق کیا فیصلہ کیا؟ وہ کہنے لگا برا فیصلہ کیا۔ میں نے کہا چپ۔ اس پر اس نے کہا کہ یا تو اسلام لاؤ یا قتل ہو جاؤ۔ حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمان بن عوف کہا کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ان سے جزیہ لینا قبول کیا۔ تو لوگوں نے حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ کی بات کو قبول کر دیا۔ اور اسبذی سے جو میں نے سنا تھا اس کو چھوڑ دیا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کافروں سے بھی ان کے متعلق کیے گئے فیصلوں کا ان سے پوچھتے تھے۔ ان کا یہ کافروں سے پوچھنا اس لیے ہوتا تھا کیونکہ یہ بات ان سے نبی ﷺ نے کی ہوئی تھی۔ تو ان کی بات زیادہ واضح ہوتی تھی۔

آپؓ کے حصول علم کی مقدار:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ علم حاصل کرنے کا جو شوق تھا اسی کی وجہ سے آپؓ نے کوئی موقع ضائع نہیں کیا۔ اور نبی ﷺ کی موجودگی میں آپ ﷺ سے علم حاصل کرتے رہے۔ اور آپ ﷺ کے وصال کے بعد صحابہ کرامؓ سے علم حاصل کرتے رہے۔ آپؓ نے تمام ہی سنتوں کا علم حاصل کر لیا تھا۔ سوائے ایک دو کے۔

عَن عِکرَمَةَ عنِ ابنِ عباسٍ قالَ قَد حَفِظتُ السُّنَّةَ کُلَّهَا غیرَ انِّی لَادرِی اَکَانَ رَسولُ اللهِ ﷺ یقرأُ فِی الظهرِ وَالعَصرِ ام لا وَلاَ ادری کیفَ کانَ یقرأُ هذا الحرفَ وَقَد بَلَغتُ مِنَ الکِبَرِ عتیًّا اَو عسیًّا (1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کی تمام سنتوں کو محفوظ کر لیا ہے۔ لیکن مجھے یہ معلوم نہیں کہ نبی ﷺ نے ظہر اور عصر میں قراءت فرماتے تھے یا نہیں؟ اور مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ اس لفظ کو وہ کس طرح پڑھتے تھے

وَقَد بَلَغتُ مِنَ الکِبَرِ عتیًّا (2)

یا عسیًّا پڑھتے تھے؟

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ نے علم کے حصول میں بہت محنت اور کاوش کی تھی کہ جس کے نتیجہ میں آپؓ نے نبی ﷺ کی تمام سنتوں کو محفوظ کیا۔ اور یہ ان کی علمی وسعت کا بین ثبوت ہے۔ اور دوسری بات کہ اگر ایک سنت کا بھی علم نہیں تو اس کا بھی اظہار فرمایا اور یہ آپؓ کے حقیقت پسندی اور بڑے پن کا واضح ثبوت ہے۔

1. احمد: ابوعبداللہ بن حنبل (م 241ھ) المسند 249:1

2. سورۃ مریم:8

فائدہ مند علم کی چاہت:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ حصول علم میں کسی حد کے قائل نہیں تھے۔ بلکہ آپؓ علم کی طلب کو مسلسل عمل سمجھتے تھے۔اور مسائل پوچھنا، بحث وتکرار کرنا اور دلائل کو پرکھنا اور مسئلہ کے درجہ کا تعین کرنا یہ عمل مستقل تھا۔اسی وجہ سے آپؓ فائدہ مند علم میں مسلسل اضافہ کی دعا بھی مستجاب مواقع پر فرماتے رہتے تھے۔

عَن ابنِ عباسٍ قالَ قالَ رسولُ اللهِ ﷺ ماءُ زمزَم لِمَا شُرِبَ لهُ فَأَن شَربْتَهُ تَستَشفِي بهِ شَفَاكَ اللهُ وَاِنُ شربتَهُ مُستَعِذا بهِ عَاذكَ اللهُ وَاِن شَربتَهُ لِيُقطَع ظَمأُكَ قطَعَهُ قالَ و كانَ ابنُ عباسٍ اذا شربَ ماءَ زَمزَم قالَ اَللّٰهُمَّ أَسأَلُكَ عِلمًا نَافِعًا وَرِزقًا وَاسِعًا وَشِفَاءَ مِن كُلِّ دَاءٍ

(1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے زمزم کا پانی جس مقصد کے لیا پیا جائے وہ ہو جاتا ہے۔اگر آپ اس کی وجہ سے شفاء چاہتے ہیں تو اللہ تعالی آپ کو شفاء دے گا۔اور اگر آپ اس سے پناہ چاہتے ہو تو اللہ تعالی پناہ دے گا۔اگر اس کو پیاس بجھانے کے لیے پیا جائے تو پیاس ختم ہو جائے گی۔اور حضرت ابن عباسؓ جب زمزم کا پانی پیا کرتے تھے تو فرمایا کرتے تھے اے اللہ تعالی! میں آپ سے فائدہ مند علم کا سوال کرتا ہوں، اور کشادہ رزق کا اور ہر بیماری سے شفاء کا سوال کرتا ہوں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ فائدہ مند علم کی مسلسل چاہت میں تھے۔اور ہمیشہ اس کے حصول میں محنت کرتے رہے۔اور ساتھ ساتھ اس کے حصول کے لیے خصوصی دعا بھی فرمایا کرتے تھے۔

1. نیشاپوری: ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم (م:504ھ) المستدرک علی الصحیحین 614:1

فصل سوم

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی اشاعت علم

اشاعت علم میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا طرز عمل:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اشاعت علم میں ایک خاص ترتیب کو ملحوظ رکھتے تھے۔ جب بھی آپؓ کوئی مسئلہ بیان کرتے یا آپؓ سے کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو آپؓ سب سے پہلے قرآن کریم سے دلیل پیش کرتے۔ اور اگر قرآن حکیم میں اس مسئلہ کی صراحت نہ ہوتی تو آپؓ احادیث مبارکہ سے اس پر دلیل پیش کرتے۔ اور اگر حدیث میں بھی اس کی وضاحت نہ ہوتی تو آپؓ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کا فیصلہ پیش کرتے۔ اگر ان تمام دلائل میں کوئی بات ان کو نہ ملتی تو پھر آپؓ اپنی رائے اور سمجھ سے اس پر جواب دیتے۔

عَن عُبیدِ اللهِ بنِ ابی بریدَۃَ قالَ کانَ ابنُ عباسٍ اِذا سُئِلَ عَن شیءٍ فکانَ فی کِتابِ اللهِ قالَ بِهٖ فَاِن لم یکُن فِی کتَابِ اللهِ وکانَ مِن رسولِ اللهِ ﷺ فیهِ شیء قَالَ بِهٖ فَأن لم یکُن عَن رسولِ اللهِ ﷺ فیهِ شیء قالَ بِمَا قالَ بِهٖ ابو بکرٍ وعمرُ فَأن لَم یَکُن لِأَبی بکرٍ وعمرَ فیهِ شیء قالَ بِرأیهِ (1)

حضرت عبیداللہ بن ابی بریدہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے جب کسی چیز کے بارے میں سوال کیا جاتا تھا۔ اگر وہ کتاب اللہ میں ہوتا تو وہ اس سے جواب دیتے۔ اگر وہ کتاب اللہ میں نہ ہوتا اور نبی ﷺ سے ثابت ہوتا تو وہ اس کے مطابق جواب دیتے۔ اور اگر وہ نبی ﷺ سے بھی منقول نہ ہوتا تو پھر اس کے متعلق جو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے کہا ہوتا اس کے مطابق آپؓ جواب دیتے۔ اور اگر ان حضرات کا بھی اس مسئلہ کے بارے میں کوئی قول نہ ہوتا تو پھر اپنی رائے سے جواب دیتے تھے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ اسی ترتیب کو پیش نظر رکھتے تھے۔ اور اپنی رائے کو سب سے آخر میں رکھتے تھے۔ اور اگر قرآن کریم، احادیث مبارکہ اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے وہ بات نہ ملتی تب وہ اپنی رائے سے جواب دیتے تھے۔ اور پھر اس کی وضاحت بھی فرما دیا کرتے تھے کہ یہ میری ذاتی رائے ہے۔ اور اس وضاحت سے دو فائدے ہوتے تھے کہ اگر سائل کو کسی دلیل سے وہ مسئلہ معلوم ہو جائے تو وہ اس کے مطابق عمل کرے۔ اور آپؓ خود بھی اس مسئلہ کی مزید تحقیق کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے۔

عملی اظہار کے ذریعہ تعلیم:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ تعلیم میں دوسروں کو عمل کر کے بتاتے تھے تاکہ ان کو علم کے ساتھ عملی نمونہ بھی نظر آ جائے اور اس مسئلہ کی صحیح صورت حال سامنے آ جائے۔

حدثنا سعیدُ بنُ جبیرعن ابنِ عباس رضی اللهُ عنهما فی قوله تعالیٰ لا تُحرك به لِسانك لِتعجل بِهٖ قالَ کَانَ رسولُ الله صلی اللهُ علیه وسلم یُعالجُ منَ التنزیلِ شِدۃ وَکانَ مما یُحركُ شفتیهِ فقالَ ابنُ عباس رضی اللهُ عنهمافَانا اُحَرکهما لَكَ کما کان رسولُ اللهِ صلی اللهُ علیه وسلم یُحرکهما فَحركَ شفتَیهِ (2)

1. نیشاپوری: ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم (م:504ھ) المستدرک علی الصحیحین 216:1
2. بخاری: محمد بن اسماعیل (م256ھ) الصحیح (باب: کیف کان بدؤ الوحی) 3:1

حضرت سعید بن جبیر نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے

لا تُحرك به لِسانك لِتعجل به (1)

اس آیت کے ضمن میں بیان کیا ہے کہ نزول وحی کے وقت نبی ﷺ مشکل برداشت کرتے تھے۔اس میں ایک بات یہ بھی تھی کہ دونوں ہونٹ ہلایا کرتے تھے۔حضرت ابن عباسؓ نے حضرت سعید سے کہا کہ میں ہونٹ ہلا کر دکھاتا ہوں جس طرح نبی ﷺ ہلایا کرتے تھے۔پھر انہوں نے اپنے دونوں ہونٹوں کو ہلایا۔
اس طریقہ سے تعلیم دینے سے شاگردوں کو الفاظ کے ساتھ ساتھ عملی بات بھی ان کے سامنے آجاتی ہے اور درست طریقہ سے وضاحت ہوجاتی ہے۔

وضو کر کے دکھانا:

اسی طرح جب آپؓ وضو کا طریقہ بتاتے تو تب بھی شاگردوں کے سامنے کر کے بتا دیتے تھے۔تا کہ وہ سننے کے ساتھ ساتھ اپنی آنکھوں سے اس کا مشاہدہ بھی کرلیں۔

عن عطاء بن يَسار عنِ ابنِ عباس انه توضأ فغسلَ وجهَه اَخذَ غرفة مِن ماء فَتمَضمَض بِها واستنشَق ثم اَخذَ غرفة من ماء فجعلَ بها هكذا اضافها الىٰ يده الاخرىٰ فَغسلَ بها وَجهه ثم اَخذَ غرفة من ماء فَغَسَلَ بها يده اليُمنىٰ ثم اَخذَ غرفة من ماء فَغَسَلَ بها يده اليسرىٰ ثم مسحَ بِراسه ثم اَخذَ غرفة من ماء فَرش علىٰ رِجله اليُمنىٰ حتى غَسلَها ثم اَخذَ غرفة اُخرىٰ فغسلَ بها يعنى رِجله اليُسرىٰ ثم قالَ هَكذا رأيتُ رسولَ الله ﷺ يتوَضأ (2)

حضرت عطاء بن یسار حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ آپؓ نے وضو کیا تو اپنا چہرہ اس طرح دھویا کہ ایک چلو پانی لیا اور اس سے کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا۔پھر ایک ہاتھ سے چلو پانی لیا اور اس طرح کیا کہ دوسرے ہاتھ پر پانی ڈال دیا۔پھر دونوں ہاتھوں سے منہ دھویا۔پھر چلو پانی لیا اور دایاں ہاتھ دھویا۔پھر چلو پانی لے کر بایاں ہاتھ دھویا۔پھر سر کا مسح کیا۔پھر چلو پانی لے کر دایاں پاؤں دھویا۔پھر چلو پانی لیا اور بایاں پاؤں دھویا۔پھر آپؓ نے فرمایا کہ میں نے نبی ﷺ کو اسی طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ عام مسئلہ بھی عملی اظہار کے ذریعہ بتایا کرتے تھے۔

عَن عَطاءِ بنِ يسارٍ عنِ ابنِ عباسٍ قالَ اَلا اُخبِرُكم بِوضوءِ رسولِ اللهِ ﷺ فتوَضأَ مرَّة مرَّة (3)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ کیا میں تم کو رسول اللہ ﷺ کے وضو کے بارے میں نہ بتاؤں؟ پھر انہوں نے وضو کیا اور اعضاء کو ایک ایک بار دھویا۔
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ عملی طور پر تعلیم کو طلبہ کے سامنے پیش کرتے تھے تا کہ وہ اچھی طرح ذہن نشین کر دیں۔

1. سورۃ القیامہ:16
2. بخاری: محمد بن اسماعیل (م256ھ) الصحیح البخاری 26:1
3. ابوداؤد: سلیمان بن الاشعث (م275ھ) سنن ابی داؤد 20:1

غسل کر کے دکھانا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ طہارت کے مسائل سکھاتے ہوئے خاص اہتمام کرتے تھے۔اور آپؓ نے اپنے شاگردوں کو مناسب پردہ کے ساتھ غسل کر کے بھی دکھایا تا کہ ان کو الفاظ کے علم کے ساتھ مشاہدہ بھی ہو جائے اور اس طرح وہ اچھی طرح یہ مسائل محفوظ رکھیں گے۔

عَن شُعبَةَ قالَ اِنَّ ابنَ عباسٍ كانَ اِذا اغتَسلَ مِنَ الجنابَةِ يُفرِغُ بِيَدِهِ اليُمنى على يَدهِ اليُسرى سبعَ مِرارٍ ثم يغسلُ فرجَهُ فَنسىَ مرَّةَ كَم اَفرَغَ فسأَلنى كَم اَفرَغتُ فقلتُ لا ادرى فقالَ لا اُمَّ لكَ وَما يمنعُكَ اَنُ تدرى ثمَّ يَتوضأُ وُضوءَهُ لِلصلوٰةِ ثم يُفيضَ على جلدِهِ الماءَ ثم يقولُ هكذا كان رسولُ اللهِ ﷺ يتطهرُ (1)

حضرت شعبہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ جب غسل جنابت کرتے تو اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر سات مرتبہ پانی ڈالتے پھر اپنی شرمگاہ دھوتے۔ایک بار وہ بھول گئے۔کہ کتنی بار پانی ڈالا۔تو آپؓ نے مجھ سے پوچھا کہ میں نے کتنی بار پانی ڈالا ہے؟ میں نے جواب دیا مجھے یاد نہیں ہے۔آپؓ نے کہا تیری ماں نہ ہو۔تمہیں یہ یاد رکھنے میں کون سی چیز مانع ہے۔پھر آپؓ وضو کرتے تھے جیسے نماز کے لیے وضو کرتے ہیں۔پھر اپنے پورے جسم پر پانی بہاتے۔پھر کہتے اسی طرح رسول اللہ ﷺ طہارت حاصل کرتے تھے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ صرف الفاظ ہی اپنے شاگردوں تک نہیں پہنچاتے تھے بلکہ آپؓ ان کو عملی طور پر وہ کام کر کے بھی بتاتے تھے اس طرح ان طلبہ پر مسائل اچھی طرح واضح ہو جاتے تھے۔

علوم کے لحاظ سے طلبہ کی گروہ بندی کرنا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا حلقہ درس بڑا وسیع ہوا کرتا تھا۔آپؓ کے پاس کثیر تعداد میں طلبہ جمع ہوتے تھے۔اور آپؓ نے مختلف علوم کے لحاظ سے ان کو جماعتوں میں تقسیم کیا ہوا تھا۔اور جب آپؓ کا درس شروع ہوتا تو آپؓ ایک ایک جماعت سے مخاطب ہوتے اور ان کے سوالات کے جوابات اور اس کے علاوہ اضافی باتیں ان کو بتاتے۔پھر دوسری جماعت کی باری آجاتی تھی۔

عَن ابى صالحٍ قَالَ لقد رَأَيتُ مِن ابنِ عباسٍ مجلسا لو اَنَّ جميعَ قريشٍ فَخرَت بِهِ لكانَ لها فَخرًا لقد رَأَيت الناسَ اجتَمَعوا حتى ضَاقَ بِهم الطريقُ فما كانَ اَحد يقدرُ على اَن يجىءَ ولا يذهبَ قالَ فدَخلتُ عليهِ فَأَخبرتُهُ كانهم على بَابِهِ فقالَ لى ضَع لِى وَضوءَ قالَ فتوضأَ وَجلسَ فقالَ لى اخرج وَقُل لهم مَن كانَ يُريدُ اَن يسئلَ عَنِ القرآنِ وحروفِهِ وما ارادَ منهُ اَن يدخلَ قالَ فخرجتُ فَأَذنتُهم فَدَخلوا حتى مَلؤُ البيتَ وَالحجرةَ قالَ فما سَأَلوهُ عن شىءٍ الا اخبرَهم عنهُ وزادَهم مِثلَ ما سَأَلو عنهُ او اكثرَ ثُم قالَ اِخوَانُكم قالَ فَخرَجو ثم قالَ لى اخرج فَقُل لهم مَن ارادَ اَن يسئلَ عَن الحلالِ وَالحرَامِ وَالفِقهِ اَن يدخلَ فَخرَجتُ فقلتُ لهم قالَ فَدَخلوا حتى مَلؤُ البيتَ وَالحجرةَ قالَ فما سأَلوهُ عن شىءٍ الا اخبرَهم بِهِ وزادَهم مِثلَه ثُم قالَ اِخوَانُكم قالَ فَخَرجو ثم قالَ لى اخرج فَقُل لهم مَن ارادَ اَن يسئلَ عَن الفرَائضِ وَمَا اشبَهِهافليَدخل قالَ فَخرجتُ فَاَذنتُهم فَدَخلوا حتى مَلؤُ البيتَ وَالحجرةَ قالَ فما سأَلوهُ عن شىءٍ الا اخبرَهم مِثلَه ثُم قالَ اِخوَانُكم قالَ فَخَرجو ثم قالَ لى اخرج فَقُل لهم مَن ارادَ اَن يسئلَ عَن العَربيةِ وَالشعرِ والغريبِ مِن الكلامِ فَليدخل قالَ فَدَخلوا حتى مَلؤُ البيتَ وَالحجرةَ قالَ فما سأَلوهُ عن شىءٍ الا اخبرَهم بِهِ وزادَهم مِثلَه قالَ ابو صالحٍ فَلو اَنَّ قريشا كلهَا فَخرَت بِذلكَ لكانَ فَخرالها قالَ فما رَأَيتُ مِثلَ هذا لاحَدٍ مِن الناس (2)

1. ابوداؤد: سلیمان بن الاشعث (م275ھ) سنن ابی داؤد (کتاب الطہارۃ، باب: فی الغسل من الجنابۃ) 37:1
2. نیشاپوری: ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم (م:504ھ) المستدرک علی الصحیحین 619:3

حضرت ابوصالح بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی مجلس کو دیکھا۔ اگر پورے قریش اس کی وجہ سے فخر کریں۔ تو یہ ان کے لیے فخر کی بات ہے۔ میں نے دیکھا کہ لوگ جمع ہو گئے یہاں تک کہ راستہ بھی تنگ پڑ گیا۔ اور کوئی شخص آنے یا جانے کی (ہجوم کی وجہ سے) قدرت نہیں رکھتا تھا۔ تو میں آپؓ پر داخل ہوا۔ اور میں نے ان کو بتایا گویا کہ دروازے تک لوگ پہنچ چکے تھے۔ تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ وضو کا پانی رکھو! پھر انہوں نے وضو کیا۔ اور درس کے لیے بیٹھ گئے۔

مجھے کہا کہ آپ نکل کر کہو جو قرآن کریم اور اس کے حروف کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہو وہ آجائے۔ میں نے باہر جا کر یہ اعلان کیا تو مجمع میں سے کچھ لوگ اندر داخل ہوئے جس سے گھر اور اس کا صحن بھر گیا۔ اور انہوں نے جو بھی سوال کیا اس کا جواب آپؓ نے دیا اور ان کو اس کے متعلق اضافی باتیں بھی بتائیں۔ پھر آپؓ نے کہا اب آپ دوسرے بھائیوں کو جگہ دو! پھر وہ نکل گئے اور آپؓ نے مجھ سے کہا کہ جو حلال و حرام اور فقہ کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہو وہ داخل ہو جائے۔ میں نے باہر جا کر یہ اعلان کیا تو مجمع میں سے کچھ لوگ اندر داخل ہوئے جس سے گھر اور اس کا صحن بھر گیا۔ اور انہوں نے جو بھی سوال کیا اس کا جواب آپؓ نے دیا اور ان کو اس کے متعلق اضافی باتیں بھی بتائیں۔ پھر آپؓ نے کہا اب آپ دوسرے بھائیوں کو جگہ دو! پھر وہ نکل گئے

اور آپؓ نے مجھ سے کہا کہ جو علم وراثت اور اس کے متعلق سوال کرنا چاہتے ہیں وہ داخل ہو جائیں۔ میں نے باہر جا کر یہ اعلان کیا تو مجمع میں سے کچھ لوگ اندر داخل ہوئے جس سے گھر اور اس کا صحن بھر گیا۔ اور انہوں نے جو بھی سوال کیا اس کا جواب آپؓ نے دیا۔ پھر آپؓ نے کہا اب آپ دوسرے بھائیوں کو جگہ دو! پھر وہ نکل گئے اور آپؓ نے مجھ سے کہا کہ جو لوگ عربی زبان، اشعار اور کلام عرب کے غریب الفاظ کے متعلق سوال کرنا چاہتے ہوں وہ داخل ہو جائیں۔ تو لوگ اندر داخل ہوئے جس سے گھر اور اس کا صحن بھر گیا۔ اور انہوں نے جو بھی سوال کیا اس کا جواب آپؓ نے دیا اور ان کو اس کے متعلق اضافی باتیں بھی بتائیں۔ حضرت ابو صالح کہتے ہیں اگر قریش والے سارے بھی اس پر فخر کریں تو ان کا فخر بجا ہے۔ میں نے لوگوں میں ایسا کسی کے لیے نہیں دیکھا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس نے مختلف علوم کے لحاظ سے طلبہ کی گروپ بندی فرمائی ہوئی تھی۔ اس طرح ایک وقت میں ایک ہی جماعت ایک ہی علم والی داخل ہوتی اور علمی بحث ہوتی۔ اس سے اشاعت علم میں ایک مناسب نظم نسق قائم ہو جاتا تھا اور دوسری بات کہ طلبہ کی جماعت بھی منتخب اور مختصر ہو جاتی تھی۔ اور طلبہ بھی اپنا درس لے کر جلدی فارغ ہو جاتے تھے۔

عَن ابرهيم بنِ عكرمةَ قالَ كُنتُ انا وَحُيَى بنُ يعلى و سعيد بنُ جبيرٍ فَآتِي ابنَ عباسٍ اَسأَلُهُ عَنِ النسبِ وَيَسأَلُهُ حُيَى عَن الايامِ العربِ وَيَسأَلُهُ سعيد بنُ جبيرٍ عن الفُتيا فكأَنما نغرفُ مِن بحرٍ (1)

حضرت ابرہیم بن عکرمہ کہتے ہیں کہ میں، حیی بن یعلی اور سعید بن جبیر حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس آتے تھے اور سوالات پوچھتے تھے۔ میں نسب کے متعلق سوالات پوچھتا تھا۔ اور حیی بن یعلی ایام عرب کے بارے میں اور حضرت سعید بن جبیر فتوی کے بارے میں۔ اور ہم یہ سمجھتے تھے گویا ہم سمندر سے علم سمیٹ رہے ہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ کو علم الانساب اور تاریخ پر بھی مکمل عبور حاصل تھا کہ آپؓ ان کے متعلق سوالات کے بھی احسن انداز سے جوابات دیا کرتے تھے۔

1. نیشاپوری: ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم (م: 504ھ) المستدرک علی الصحیحین 621:3

آپؓ کے ہاں طلبہ کی جو مختلف علوم کے لحاظ سے گروپ بندی کی ہوئی تھی وہ درج ذیل ہے۔

۱۔ قرآن کریم (قرأت وتفسیر)

۲۔حلال وحرام (فقہ)

۳۔علم الفرائض (وراثت)

۴۔شعرواشعار (ادب)

۵۔قبیلوں اور خاندانوں کا علم (علم الانساب)

۶۔ایام عرب (علم التاریخ)

قرآن کریم کو ترتیل سے پڑھانا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ قرآن کریم کی درس وتدریس میں ترتیل سے پڑھنے اور پڑھانے کا خصوصی لحاظ رکھا کرتے تھے۔آپؓ قرآن مجید کو جلدی جلدی تلاوت کرنے کو پسند نہیں کیا کرتے تھے۔

عَن ابِی جَمرةَ الضبعیِّ قالَ قلتُ لِابنِ عباسٍ اِنی رَجُل فِی کلامی وَقرآئتِی عُجلَة فقالَ ابنُ عباسٍ لَانُ اَقرَأَ البقرَةَ فَأُرَتلهَا اَحبُّ اِلیّ مِن اَن اَقرَأَ هَذا القرآنَ کلَّهُ (1)

حضرت ابی جمرہ ضبعی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے کہا کہ میری باتوں اور تلاوت میں جلدی پن ہے۔تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ میں سورۃ بقرۃ کو ترتیل سے پڑھوں یہ مجھے زیادہ پسند ہے کہ میں پورا قرآن (جلدی جلدی) پڑھ لوں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ قرآن مجید کی تلاوت کرتے وقت ترتیل (آہستہ آہستہ تجوید کے قواعد ومدنظر رکھتے ہوئے) سے پڑھتے تھے۔اسی طرح پڑھانے میں بھی آپؓ کا یہی معمول تھا کہ طلبہ کو ترتیل سے قرأت کرواتے تھے۔

قرآن کریم انفرادی طور پر پڑھانا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ قرآن کریم کی تعلیم کا بالخصوص انتظام کرتے تھے اور ایک ایک طالب علم پر انفرادی توجہ اور وقت دیتے تھے۔اور جب تک اس کو قرآن کریم کی تعلیم کا ایک بڑا حصہ حاصل نہ ہوجائے دوسرے علوم کو ثانوی درجہ میں رکھتے تھے۔

عَن مجاهدٍ قالَ عَرَضتُ القرآنَ علی ابنِ عباسٍ مِن فَاتِحَةِ لِکتَابِ الی خاتمَتِهِ ثلاثَ عَرَضَاتٍ اَقِفُهُ عندَ کُلِّ آیَةٍ (2)

حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے سامنے سورۃ فاتحہ سے لے کر آخر تک تین مرتبہ قرآن کریم پڑھا اور ہر آیت پر رکتا تھا (مسائل پوچھنے کے لیے)۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ ایک ایک طالب علم کو قرآن کریم کی تعلیم دینے میں خصوصی توجہ دیا کرتے تھے۔اور ان کو ہر ہر آیت کریمہ کے متعلق تمام تر تفصیلات بتایا کرتے تھے۔ اور آپؓ سے اس طرز پر سیکھنے والا طالب علم قرآن کریم کے جملہ مسائل کو حاصل کرلیا کرتے تھے۔

1. عبدالرزاق: ابوبکر بن ہمام (م211ھ) مصنف عبدالرزاق 489:2

2. العبسی: ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ (م235ھ) مصنف ابن ابی شیبہ 559:10

قرآن کریم کے معانی بتانے میں اشعار کا سہارا لینا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ قرآن کریم کے جب مشکل اورغریب الفاظ کے معانی بتاتے تھے تو آپؓ دلیل میں عربوں کے پرانے اشعار پیش کیا کرتے تھے۔اوراس طریقہ سے ان الفاظ کے معانی بالکل واضح ہوجاتے تھے۔

عَن عکرمۃَ یقولُ کانَ ابنُ عباسٍ اذا سُئِلَ عَن شیءٍ مِن القرآنِ انشدَ اشعارًا مِن اشعارِھم (1)

ترجمہ:

حضرت عکرمہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے جب قرآن کریم میں سے کسی چیز کے بارے میں سوال کیا جاتا تھا تو آپؓ عربوں کے اشعار میں سے کوئی شعر پیش کیا کرتے تھے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ قران کریم کے معانی اورتفسیر بیان کرنے میں عربوں کے شعری ادب میں سے دلائل پیش کیا کرتے تھے۔یعنی جومعنی کسی شاعر نے لیا ہے وہ ہی معنی عربوں کے ہاں معتبر ہے۔لہذا اس سے وضاحت ہوجاتی تھی۔

اکابر صحابہ کرامؓ کا آپؓ سے سوالات پوچھنا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو علم میں اتنا رسوخ حاصل ہو چکا تھا کہ بڑے بڑے صحابہ کرامؓ بھی آپؓ سے علمی باتیں پوچھا کرتے تھے۔

عَن ابن عباسٍ قالَ کانَ عمرُ یسأَلُنی مَعَ اصحاب النبیِّ ﷺ فقالَ لہُ عبدُ الرحمٰنِ بنُ عوفٍ اَ تسُأَلُہُ ولَنا بنون مثلہُ فقالَ لہُ عمرُ انَّہُ مِن حیثُ تعلمُ فَسأَلَہُ عن ھذہِ الآیۃ، اِذَا جَآءَ نَصرُاللّٰہِ وَالفَتحُ فقلتُ اِنَّما ھو اجلُ رسولِ اللہِ ﷺ اَعلمَہُ اِیَّاہُ وَقرَأَ السورۃَ الی آخرھا فقالَ لہُ عمرُ وَاللہِ مَا اعلمُ منھا اِلَّا ما تعلَمُ (2)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کے صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں حضرت عمرؓ مجھ سے سوالات پوچھا کرتے تھے۔حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ نے ایک باران سے کہا کہ آپ ان ہی سے کیوں پوچھتے ہو؟ جب کہ ہمارے بھی ان جیسے بچے ہیں۔حضرت عمرؓ نے انہیں جواب دیا وہ جس مقام مرتبہ پر ہے وہ آپ کو معلوم ہے۔پھرانہوں نے ان سے اس آیت اِذَا جَآءَ نَصرُاللّٰہِ وَالفَتحُ کے بارے میں سوال کیا۔حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا اس میں رسول اللہ ﷺ کی وفات کی خبر ہے۔اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو آگاہ کیا ہے۔انہوں نے پوری سورۃ شروع سے آخر تک پڑھی۔حضرت عمرؓ نے ان سے کہا اللہ تعالیٰ کی قسم میں نے بھی اس سورۃ میں وہی سمجھا ہے اور جانا ہے جو آپ نے سمجھا اور جانا ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ سے اکابر صحابہ کرام بھی سوالات پوچھا کرتے تھے اور پھر اپنے علم کا ان سے موازنہ کرتے تھے۔اور جو بات انفرادی ہوتی اس کا اظہار ہوجاتا تھا۔اور اگر علمی اتفاق ہوجاتا تو اس مسئلہ کی مزید توثیق ہوجاتی تھی۔

اکابر صحابہ کرامؓ کو قرآن کریم سکھانا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے اکابر صحابہ کرامؓ قرآن کریم سیکھا کرتے تھے۔خاص کر وہ صحابہ کرامؓ جن کو اپنی مصروفیات کی وجہ سے پہلے ایسا موقع نہیں ملا تھا۔اوراب انہوں نے قرآن کریم کو سیکھنے کے لیے آپؓ کو منتخب کیا تھا۔

عَن عبَیدِاللہِ بنِ عبدِاللہِ بنِ عتبۃَ عَن ابنَ عباسٍ قالَ کنتُ اَختلفُ الی عبدِ الرحمٰنِ بنِ عوفٍ ونحنُ بِمنی مَعَ عمرَ بنِ الخطابِ اُعلِّمُ عبدَ الرحمٰنِ بنِ عوفٍ القرآنَ فَأَتیتُہُ فِی المنزلِ فلَم اَجدہُ فقیلَ ھوَعِندَ امیرِ المؤمِنینَ فَانتظَرتُہُ حتی جَاءَ فقالَ لی قَد غَضِبَ ھذَا الیومَ غَضبًا (3)

1. العبسی: ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ (م235ھ) مصنف ابن ابی شیبہ 517:8
2. ترمذی: ابوعیسی محمد بن عیسی (م279ھ) جامع الترمذی (کتاب التفسیر، باب: من سورۃ الفتح) 174:2
3. العبسی: ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ (م235ھ) مصنف ابن ابی شیبہ 563:14

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ کے پاس جاتا تھا اور ہم حضرت عمرؓ کے ساتھ منی میں تھے۔اور میں حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ کو قرآن کریم سکھایا کرتا تھا۔تو میں ان کی رہائش گاہ پر آیا تو وہ موجود نہیں تھے اور مجھے بتایا گیا کہ وہ امیر المؤمنین کے پاس گئے ہوئے ہیں۔تو میں نے ان کا انتظار کیا۔تو جب وہ آئے تو کہنے لگے آج امیر المؤمنین بہت غصہ میں تھے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ سے حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ بھی قرآن کریم سیکھا کرتے تھے۔اور آپؓ کا اشاعت علم سفر وحضر کی حالت میں برابر جاری رہتا تھا۔اور آپؓ اکابر صحابہ کرام کو اپنے پاس آنے کی زحمت نہیں دیتے تھے بلکہ خود ہی ان کے پاس تشریف لے جاتے تھے۔

دلچسپ انداز سے اشاعت علم کرنا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اشاعت علم میں اس بات کو ملحوظ نظر رکھتے تھے کہ سننے والے کو اس انداز میں تعلیم دی جائے کہ وہ خود ہی علم کے حصول میں رغبت دکھائے۔اور طالب علم خود علم کے حصول میں بے قرار ہو جائے۔اس انداز سے تعلیم دینے پر طلبہ کا شوق بڑھ جاتا تھا اور وہ مسئلہ ان کے دل و دماغ میں گہرائی کے ساتھ نقش ہو جاتا۔

حدثنی عطاءُ بنُ ابی رباحٍ قالَ قالَ لی ابنُ عباسٍ الا اُریكَ امرأۃً مِن اھلِ الجنۃِ قلتُ بلیٰ قالَ ھذہِ المرأۃُ السوداءُ أتتِ النبیَّ ﷺ قالتُ اِنِّی اصرعُ واِنِّی اَتکشَّفُ فادعُ اللہَ لی قالَ اِن شئتِ صبرتِ ولَكِ الجنۃُ واِنْ شئتِ دعوتُ اللہَ اَن یعافیكِ قالتُ اَصبرُ قالتُ فَاِنِّی اَتکَشَّفُ فادعُ اللہَ اَن لا اَتکشفَ فدعا لھا (1)

حضرت عطاء بن ابی رباح سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے مجھ سے کہا کہ کیا میں تجھ کو ایک جنتی عورت نہ دکھاؤں؟ میں نے کہا کیوں نہیں؟ انہوں نے کہا یہ سیاہ فام عورت نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کرنے لگی اے اللہ تعالی کے رسول ﷺ مجھ پر مرگی کا دورہ پڑتا ہے۔جس سے میرا ستر کھل جاتا ہے۔آپ میرے لیے اللہ تعالی سے دعا کیجیے۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو اس پر صبر کرو تو آپ کو جنت مل جائے گی۔اور اگر تم چاہو تو میں آپ کے لیے دعا کر دیتا ہوں اللہ تعالی سے اور وہ آپ کو صحت عطاء فرمادے گا۔اس عورت نے کہا کہ میں صبر کرتی ہوں۔اس نے کہا میرا ستر کھل جاتا ہے آپ یہ دعا فرمادیں کہ میرا ستر نہ کھلے پھر آپ ﷺ نے اس کے لیے دعا کر دی۔

اس روایت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ تعلیم دینے کے دوران طلبہ کی توجہ کو مرکوز رکھتے تھے اور نئے اور دلچسپ حقیقت پر مبنی انداز سے ان میں علم کی کشش کو اجاگر کرتے تھے۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے ایک دن اپنے شاگرد سے پوچھا کہ آپ کو معلوم ہے کہ جہنم کتنی وسیع ہے؟ اس نے کہا مجھے تو یہ بات معلوم نہیں۔اس طرح کے سوال کر کے طالب علم میں اس چیز کو جاننے کی جستجو کو اجاگر کر کے پھر آپؓ ان کو بتاتے تھے۔

عَنْ مجاھدٍ قالَ قالَ ابنُ عباسٍ أَتدرِی ما سَعۃُ جھنَّم قلتُ لا قالَ اجلُ واللہ ما تدری حدثتنِی عائشۃُ أنَّھا سأَلتُ رسولَ اللہِ ﷺ عن قولہ وَالْاَرْضُ جَمِیعا قَبْضَتُہُ یَوْمَ الْقِیامَۃِ وَالسَّمٰواتُ مَطْوِیَّات بِیَمِیْنِہِ قالت قلتُ فأَینَ الناسُ یومَئِذٍ یا رسولَ اللہِ قالَ علی جسرِ جھنَّمَ (2)

1. القشیری: ابوالحسن مسلم بن حجاج بن مسلم (م 261ھ) الصحیح المسلم (کتاب البر والصلۃ، باب: ثواب المؤمن فیما یصیبہ) 2:319

2. ترمذی: ابوعیسی محمد بن عیسی (م 279ھ) جامع الترمذی (کتاب التفسیر، باب: سورۃ الزمر) 2:160

حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے کہا تمہیں معلوم ہے جہنم کتنی بڑی ہے؟ میں نے کہا نہیں معلوم۔انہوں نے کہا بے شک مجھے بھی معلوم نہیں تھا مگر حضرت عائشہؓ نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے اس آیت

وَالْاَرْضُ جَمِیعا قَبْضَتُہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَالسَّموٰاتُ مَطْوِیَّات بِیَمِینِہٖ (1)

ساری زمین قیامت کے دن رب تعالی کی ایک مٹھی میں ہوگی اور سارے آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے کے متعلق پوچھا کہ اس دن اے اللہ تعالی کے رسول ﷺ لوگ کہاں ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جہنم کے پل پر (اس سے مجھے معلوم ہوا کہ جہنم بہت وسیع ہوگی)۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ طلبہ میں علمی شوق بیدار کر کے پھر ان کو تعلیم دیا کرتے تھے۔تا کہ اس قسم کے واقعات سے ان کے علم میں مزید پختگی پیدا ہو جائے اور تا دیر ان کے پاس علم محفوظ رہے۔

جمعہ کے دن سوالات وجوابات کی مجلس:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اشاعت علم میں کوئی دن موقوف نہیں کرتے تھے۔جمعہ کا دن جو عام طور پر جمعہ کی تیاری واہتمام کے لیے مختص ہے اس دن بھی آپؓ کی علمی مجلس برقرار رہتی تھی۔

عَن محمدِ بنِ عمرو بنِ عطاءٍ قالَ دخلتُ علی ابنِ عباسٍ بیتَ میمونۃَ زوجِ النبیِّ ﷺ لِغَدِ یومِ الجمعۃِ قالَ وقد اَوصَت لہُ بہِ فکانَ اِذا صلَّی الجمعۃَ بُسطَ لہُ فِیہِ ثُم انصرَفَ الیہِ فَجلسَ فیہِ للنَّاسِ قالَ فسأَلہُ رجُل واَنا اَسمعُ عَنِ الوضوءِ مِما مسَّت النَّارُ مِن الطَّعامِ قالَ فرفَعَ ابنُ عباسٍ یدہُ الی عینیہِ وقد کُفَّ بصَرُہُ فقالَ بصرَ عینایَ ھاتَانِ رَأَیتُ رسولَ اللہِ ﷺ توَضأً لِصلوۃِ الظھرِ فِی بعضِ حُجَرِہِ ثم دعا بلَالا الی الصلَوۃِ فَنَھضَ خارِجَا فلما وقفَ علی بابِ الحجرۃِ لَقِیَتہُ ھدِیۃ مِن خُبزٍ و لَحمٍ بعثَ بِھا الیہِ بعضُ اصحَابِہِ قالَ فرجعَ رسولُ اللہِ ﷺ بِمَن معہُ وَوُضِعَت لھم فِی الحجرۃِ قالَ فأَکَلَ وَاکلوا معہُ قالَ ثمَّ نھضَ رسولُ اللہِ ﷺ بِمَن معہُ الی الصلوۃِ وَمَا مَسَّ ولَااَحد مِمن کانَ معہُ مَاءَ ثم صلی بِھِم وکانَ ابنُ عباسٍ انما عقلَ مِن امرِ رسولِ اللہِ ﷺ آخرہُ (2)

محمد بن عمرو کہتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی خدمت میں جمعہ کے اگلے دن حاضر ہوا۔اس وقت وہ ام المؤمنین حضرت میمونہؓ کے گھر میں تھے۔کیونکہ حضرت میمونہؓ نے انہیں اس کی وصیت فرمائی تھی۔حضرت ابن عباسؓ جب جمعہ کی نماز پڑھ لیتے تو ان کے لیے وہاں گدا بچھا دیا جاتا تھا۔اور وہ لوگوں کے سوالات کے جوابات دینے کے لیے وہاں آکر بیٹھ جاتے۔چنانچہ ایک آدمی نے حضرت ابن عباسؓ سے آگ پر پکے ہوئے کھانے کے بعد وضو کا حکم دریافت کیا۔میں یہ سن رہا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اپنا ہاتھ اپنی آنکھوں کی طرف اُٹھایا اس وقت وہ نابینا ہو چکے تھے۔اور فرمایا میں نے اپنی دونوں آنکھوں سے دیکھا ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے کسی حجرے میں نماز ظہر کے لیے وضو کیا تھوڑی دیر بعد حضرت بلالؓ نماز کے لیے بلانے آگئے۔نبی ﷺ باہر آنے کے لیے اٹھے ابھی اپنے حجرے کے دروازے پر کھڑے ہی تھے کہ کسی صحابی کی طرف سے بھیجا ہوا گوشت اور روٹی کا ہدیہ آپہنچا۔نبی ﷺ اپنے ساتھیوں کو ساتھ لے کر حجرہ میں واپس چلے گئے۔اور ان کے سامنے وہ کھانا پیش کر دیا گیا۔نبی ﷺ نے خود بھی تناول فرمایا اور صحابہ کرامؓ نے بھی کھایا۔

پھر نبی ﷺ اپنے ساتھیوں کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے۔تو آپ ﷺ نے یا آپ ﷺ کے کسی صحابیؓ نے پانی کو چھوا تک نہیں۔اور نبی ﷺ نے اسی طرح نماز پڑھا دی۔(راوی کہتے ہیں) حضرت ابن عباسؓ کو نبی ﷺ کے آخری معاملات یاد تھے۔اور وہ اس وقت سمجھدار ہو گئے تھے۔

1. سورۃ الزمر:67

2. احمد: ابوعبداللہ بن حنبل (م241ھ) المسند 264:1

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ جمعہ کی نماز کے بعد مستقل طور پر علمی مجلس قائم کرتے تھے۔جس میں حاضرین کی طرف سے کیے گئے سوالات کے مفصل جواب دیے جاتے تھے۔اوراس مجلس میں اذن عام تھا ہر شخص سوالات کر سکتا تھا۔

احادیث کی تشریح بیان کرنا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ جب احادیث مبارکہ بیان کرتے تو ساتھ اگر تشریح وتفسیر کی ضرورت ہوتی تو آپؓ اس کی مزید تفصیل بیان فرمایا کرتے تھے۔اس طرح کی تدریس سے طلبہ کے ذہنوں میں پیدا ہونے والے سوالات حل ہوجاتے تھے۔

عَن عِكرمةَ عن ابنِ عباسٍ قالَ احتجمَ رسولُ اللهﷺ وَاعطى الحجامَ اَجرَهُ ولو علمَهُ خَبيثا لَم يعطِيهِ (1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سینگی لگوائی اور سینگی لگانے والے کو مزدوری دی۔اگر آپ ﷺ اس کو حرام جانتے تو اسے مزدوری نہ دیتے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے حضرت عبداللہ بن عباسؓ حدیث مبارکہ بیان کر کے ساتھ تشریح بھی کرتے تھے۔تاکہ اس حدیث یا کوئی اور مسئلہ جو اس سے تعلق رکھتا ہوتا تو اس کی وضاحت فرمادیتے تھے۔تاکہ سامعین کا اشتباہ ختم ہوجائے۔

اسی طرح شہری کی بیع دیہاتی کے لیے کرنے سے جو حدیث مبارکہ میں ممانعت آئی ہے۔اس کی بھی آپؓ نے تشریح کی ہے کہ اس کا مطلب کیا ہے؟ تاکہ یہ معلوم ہوجائے کہ کس چیز سے نبی ﷺ نے منع کیا ہے؟

عَن ابنِ طاؤسٍ عَن ابيهِ عَن ابنِ عباسٍ قالَ نهى رسولُ اللهُ ﷺ اَن يَبيعَ حاضر لِبادٍ فقلتُ مايبيعُ حاضر لِبادٍ قال لا يَكونُ سِمسَارًا (2)

حضرت عبدللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے منع کیا ہے کہ کوئی شہری کسی دیہاتی کی چیز بیچے۔میں (طاؤس) نے کہا شہری دیہاتی کی چیز نہ بیچے اس کا کیا مطلب ہوا؟ تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ وہ اس کی دلالی نہ کرے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث مبارکہ کی تشریح آپؓ اس انداز سے کرتے تھے کہ سائلین کو دوسرے سوال کی نوبت نہیں آتی تھی۔اور سامعین اس کو اچھی طرح سمجھ جایا کرتے تھے۔

طلبہ کو متوجہ کرنا اور ان سے سننا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اشاعت علم میں اس بات کا خیال رکھتے تھے کہ طلبہ متوجہ ہوں اور غور سے سن لیں۔اور جو سنا ہے اسی کو یاد بھی رکھیں اور پھر آپؓ ان سے وہ سنتے بھی تھے۔تاکہ جو آپؓ نے بیان کیا ہے طلبہ بھی وہی بات سنادیں۔ایسا نہ ہو کہ طلبہ کچھ اور بیان کر رہے ہوں۔

اَخبرَنا مُطرِّف سمعتُ اَبا السفرِ يقولُ سمعتُ ابنَ عباسٍ يقولُ يَا ايها النَّاسُ اسمَعوا مِنِّى مَا اَقولُ لَكم وَاَسمِعونِى مَا تقولونَ وَلَا تَذهبُوا فَتَقولوا قالَ ابنُ عباسٍ مَن طافَ بِالبَيتِ فَليَطُف مِن وَرَاءِ الحِجرِ و لا تَقولوا الحطيمُ فَاِنَّ الرَّجُلَ فِى الجاهليةِ كانَ يَحلِفُ فَيُلقِى سوطَهُ اَو نَعلَهُ اَو قوسَهُ (3)

1. ابوداؤد: سلیمان بن الاشعث (م 275ھ) سنن ابی داؤد (کتاب البیوع، باب: فی کسب الحجام) 130:2
2. ایضا حوالہ بالا (باب: فی النھی ان یبیع حاضر لباد) 131:2
3. بخاری: محمد بن اسماعیل (م 256ھ) الصحیح (باب: القسامۃ فی الجاہلیۃ) 543:1

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا اے لوگو! میری باتیں (توجہ سے) سنو کہ جو میں تم سے بیان کرتا ہوں۔اور (جو کچھ تم نے سمجھا ہے) وہ مجھے سناؤ۔ایسا نہ ہو کہ تم لوگ یہاں سے اٹھ کر (بغیر سمجھے) چلے جاؤ اور پھر کہنے لگو کہ ابن عباس نے کہا ہے۔جو شخص بھی بیت اللہ کا طواف کرے تو وہ حطیم کے پیچھے سے طواف کرے اور حجر کو حطیم نہ کہا کرو(یہ جاہلیت کا نام ہے)۔دور جاہلیت میں کوئی شخص کسی بات کی قسم کھاتا تو اپنا کوڑا، جوتا یا کمان وہاں پھینک دیا کرتا تھا۔

اس روایت سے یہ بات معلوم ہو رہی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ تعلیم دینے کے دوران طلبہ کو متوجہ رکھا کرتے تھے۔اور ان کو بار بار یاد دہانی کروایا کرتے تھے۔اور پھر ان سے وہ سنا بھی کرتے تھے کہ وہ کیا سمجھے ہیں۔اس طریقہ سے طلبہ کی توجہ سبق پر مرکوز رہتی تھی۔اور سنانے کے پیش نظر وہ زیادہ اہتمام سے بات کو سننے اور سمجھنے کی کوشش کرتے تھے۔

موقع محل کی مناسبت سے مسئلہ بیان کرنا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے طرز تدریس میں ایک اہم صفت موقع کی مناسبت سے مسئلہ بیان کرنا تھا۔مطلب جب اس حکم پر عمل کا موقع ہوتا تب ہی آپؓ وہ مسئلہ بیان کرتے تھے۔

عن عَبدِالله بن الحارث قَالَ خَطبنا ابنُ عباس فِی یَومِ رزغ فلما بلغَ المُؤذنُ حی علی الصلوٰۃ فامَرَہ ان یُنادی الصلوٰۃ فِی الرحالِ فنظرَ القَومُ بعضُهم اِلیٰ بعض فقال هذا مَن هو خَیر مِنه وانها عَزمة (1)

حضرت عبداللہ بن حارث کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ہمیں جمعہ کا خطبہ دیا۔اس دن کیچڑ بہت تھا۔جب مؤذن حی علی الصلوٰۃ کہنے لگا تو آپؓ نے کہا کہ اس کے بجائے یوں پکار الصلوٰۃ فِی الرحالِ (نماز اپنے اپنے ٹھکانوں میں پڑھ لو) تو لوگ ایک دوسرے کو (حیرت سے) دیکھنے لگے۔تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ایسا اس (نبی ﷺ) نے کیا ہے جو اس سے بہتر ہے۔اور اس میں شک نہیں کہ جمعہ لازمی ہے۔

اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ آپؓ موقع بموقع حسب ضرورت مسائل بیان کرتے تھے۔اور اس سے مقصود ان کا یہ ہوتا تھا کہ مسلمانوں پر سہولت بھی ہو اور مسئلہ کی حقیقت بھی سامنے آجائے۔

طلبہ کی نفسیات کو پیش نظر رکھ کر تعلیم دینا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ طلبہ کی نفسیات کو اچھی طرح سمجھتے تھے۔اور تعلیم دینے میں اس کا خاص لحاظ رکھتے تھے۔ہر طالب علم کو اس کے سوال کا جواب اس کی نفسیات کے مطابق ہی ملتا تھا۔اس طرح ان کی تعلیم نہایت ہی احسن انداز میں ہو جاتی تھی۔

عَن سعدِ بنِ ابراهیمِ قالَ ابنُ عباسٍ مَا سَألنی رَجُل عَن مَسأَلَةٍ اِلَّا عَرَفْتُ فَقِیه هُوَ اَو غَیرُ فَقِیهٍ (2)

حضرت سعد بن ابراہیم کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرمایا کرتے تھے کہ مجھ سے کسی بھی شخص نے مسئلہ نہیں پوچھا مگر میں اس کے پوچھنے ہی سے سمجھ گیا ہوں کہ وہ فقیہ ہے یا نہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ طلبہ کے سوال ہی سے سمجھ جاتے تھے کہ یہ سمجھدار ہے یا نہیں۔اور پھر اس کی سمجھ کے مطابق آپؓ اس کو جواب دیا کرتے تھے۔ایسا نہیں تھا کہ جو آسان بھی نہ سمجھ سکتا ہو اس کو مشکل اور پیچیدہ جوابات دیے جائیں۔اور جو اچھی استعداد کا مالک ہے اس کو آسان مسائل پر ہی بند رکھا جائے۔بلکہ ہر ایک کو اس کے معیار اور نفسیات کے مطابق تعلیم دیتے تھے۔

1. بخاری: محمد بن اسماعیل (م 256ھ) الصحیح (کتاب الاذان، باب: الکلام فی الاذان) 86:1
2. العبسی: ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ (م 235ھ) مصنف ابن ابی شیبہ 46:9

طلبہ کی غلطی پر فورا درستگی کرنا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے سامنے جب کبھی کوئی غلطی کرتا تو آپؓ فورا اس غلطی کی درستگی فرمایا کرتے تھے۔اس بروقت ٹوکنے اور اصلاح کا طلبہ پر دیر پا اثر ہوتا تھا۔اوران طلبہ کو یہ روک ٹوک یاد رہتی تھی۔اس طرح اس موقع پر جو مسئلہ آپؓ بتایا کرتے تھے۔وہ ہمیشہ یاد رہتا تھا۔

عَن عَطَاءٍ قالَ کنتُ عندَ عبدِاللہِ بنِ عباسٍ اِذا جاءَہُ رجل فَسَلَّمَ علیہِ فقلتُ وَعَلَیکُمُ السَلاَمُ وَرَحمَۃُ اللہِ وَبَرَکاتُہُ وَمَغفِرَتُہُ فقَالَ ابنُ عباسٍ انتہ الی مَا انتَہَت الیہِ الملائکَۃُ (1)

حضرت عطاء کہتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس تھا کہ ایک شخص آیا اور اس نے ان کو سلام کیا۔تو میں نے جواب میں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ و برکاتہ ومغفرتہ کہا۔تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے کہا کہ آپ وہاں پر رک جاؤ جہاں پر فرشتے رک گئے(وبرکاتہ تک)۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ علم کی اشاعت میں تاخیر یا مصلحت کے قائل نہیں تھے۔بلکہ موقع پر ہی غلطی کی اصلاح کر کے علمی بات دوسروں تک پہنچا دیتے تھے۔اور اپنے فرائض منصبی سے سبک دوش ہو جاتے تھے۔

سمعَ ابنُ عباسٍ رجلا حین جلسَ فی الصلوۃِ یقولُ الحَمدُ لِلّٰہِ قَبلَ التشَھدِ فَانتَھَرَہُ یقولُ ابتدئی بِالتشَھدِ (2)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ایک شخص کو نماز میں بیٹھنے کی حالت میں تشہد سے پہلے سورۃ فاتحہ پڑھتے ہوئے سنا تو آپؓ نے اسے جھڑک دیا اور کہا کہ تشہد سے ابتداء کرو۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ علم کی اشاعت میں غلطی دیکھنے پر فورا متنبہ کرتے تھے۔اور متعلقہ درست حکم ان کو بتا دیا کرتے تھے۔اس طرح سامعین کی غلطیوں کی بھی اصلاح ہو جاتی تھی اور اس کے ساتھ ساتھ ان کو یہ علم بھی حاصل ہو جاتا تھا۔

شاگردوں سے بطور امتحان سوالات پوچھنا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ مؤثر اور دیر پا تعلیم کے لیے اپنے شاگردوں سے سوالات کبھی کبھی پوچھا کرتے تھے اس کا ایک مقصد یہ ہوتا تھا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ ان کو اس بات کا علم ہے یا نہیں۔یا انہوں نے یہ بات یاد رکھی ہوئی ہے یا بھلا دی ہے۔

عَن عبدِ اللہِ بنِ عتبۃَ قالَ قالَ لی ابنُ عباسٍ تعلمُ وقالَ ھارونُ تدریُ آخِرَ سورۃٍ نزلتْ مِن القرآنِ نَزَلت جمیعاً قلتُ نعم اِذَا جَاءَ نَصرُ اللہِ وَالفَتحُ قالَ صدقتَ وفی روایۃِ ابنِ ابی شیبۃَ تعلمُ ایُّ سورۃٍ ولم یقل آخرَ (3)

حضرت عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ قرآن مجید کی کون سی سورت آخر میں ایک ہی مرتبہ مکمل نازل ہوئی؟ میں نے کہا جی ہاں۔ اِذَا جَاءَ نَصرُ اللہِ وَالفَتحُ انہوں نے فرمایا تم نے سچ کہا۔ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے کہ تم جانتے ہو کہ کون سی سورت ہے؟ اور آخر کا لفظ نہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اپنے شاگردوں سے اس قسم کے سوالات کر کے ان کے علم کی تازگی کرتے رہتے تھے۔اور اس بات کی وجہ سے آپؓ کے طلبہ میں سوالات کے بروقت جواب دینے کی صلاحیت بھی پختہ ہوتی جاتی تھی۔

1. نیشاپوری:ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم (م:504ھ)المستدرک علی الصحیحین 392:2

2. عبدالرزاق:ابوبکر بن ہمام (م211ھ) مصنف عبدالرزاق 198:2

3. القشیری:ابوالحسن مسلم بن حجاج بن مسلم (م261ھ) الصحیح (کتاب التفسیر) 421:2

پیغام کے ذریعہ تعلیم:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ دوسروں کو پیغام بھیج کر بھی تعلیم دیتے تھے تاکہ ان پر جو علم پہنچانے کا حق ہے وہ ادا ہو جائے۔حضرت ابن زبیرؓ کے دور میں جب عید کا موقع آیا تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ان کو عید کی نماز کے متعلق سنت احکام بذریعہ پیغام پہنچائے۔تاکہ وہ اسی کی مطابق عمل کر کے عید کی نماز وخطبہ ادا کروائیں۔

انَّ ابنَ عباسٍ اَرسلَ الی ابنَ الزبیرِ اوّل ما بویعَ له انّه لم یکن یُؤَذَّنُ للصلوٰۃ یومَ الفِطرِ فَلا تُؤَذِّن لها قالَ فلم یُؤذن لها ابنُ الزبیر یومه وَاَرسَلَ اِلیهِ معَ ذلکَ اِنَّما الخطبۃُ بعدَ الصلوٰۃِ وان ذلکَ قد کانَ یُفعلُ قالَ فَصَلی ابنُ الزبیرِ قبلَ الخطبۃِ (1)

حضرت ابن زبیرؓ سے جب لوگوں نے بیعت کی تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ان کے پاس پیغام بھیجا کہ عید الفطر کی نماز کے لیے اذان نہیں دی جاتی کہیں تم عید پر اذان نہ دلوادینا۔تو پھر حضرت ابن زبیرؓ نے اذان نہیں دلوائی۔اور ساتھ آپؓ نے یہ پیغام بھی بھیجا تھا کے خطبہ نماز کے بعد دینا ہے۔اور یہ اسی طرح کیا جاتا تھا۔تو پھر حضرت ابن زبیرؓ نے عید کی نماز پہلے ادا کروائی اور خطبہ بعد میں دیا۔

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جہاں تک کوئی علم پہچانا ہو اور فی الوقت اس سے ملاقات ممکن یا مناسب نہ ہو تو آپؓ بذریعہ قاصد اپنا علمی پیغام پہنچا کر عہدہ برآ ہو جاتے تھے۔

جواب دینے کے لیے قرآن مجید سے دلیل پیش کرنا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اشاعت علم میں سب سے پہلے قرآن مجید سے ابتداء فرماتے تھے۔اسی طرح اگر کوئی مسئلہ بیان کرتے تو تب بھی دلیل میں سب سے پہلے قرآن مجید سے دلیل پیش کیا کرتے تھے۔

عَن الضحاکِ عَنُ ابنِ عباسٍ قالَ مَن کانَ لهُ مال یُبَلِّغُهُ حجَّ بیتِ ربِّهِ او تجبُ علیهِ فیهِ الزکوۃُ فَلَمْ یَفعَل سأَلَ الرجعَۃَ عِندَ الموتِ فقالَ رجل یا ابنَ عباسٍ اتَّقِ اللهَ اِنَّما سأَلَ الرجعۃَ الکفارُ قالَ سأَتلوا علیكَ بذلكَ قرآنَا یَاَیُّها الَّذِیْنَ آمَنُوا لَا تُلْهِکُمْ اَمْوَالُکُمْ وَلَا اَوْلَادُکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰه وَمَنْ یفعَلُ ذٰلكَ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُوْنَ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰکُمْ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَأْتِیَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ فَیَقُوْل رَبِّ لَوْلَا اَخَّرْتَنِیْ اِلٰی اَجَلٍ قَرِیْبٍ فَأَصَّدَّقَ الی قوله وَاللّٰهُ خَبِیْر بِمَا تَعْمَلُوْنَ قالَ فمایُوجب الزکوۃَ قالَ اذا بلغَ المالُ مِأَتَی دِرهمٍ فصاعِدًا قالَ فما یوجبُ الحجَّ قالَ الزادُ والبَعِیرُ (2)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا جس کے پاس اتنا مال ہو کہ وہ حج بیت اللہ کو جاسکے یا اس پر اس میں زکوۃ واجب ہوتی ہو۔اور اس نے یہ کام نہ کیے تو وہ مرتے وقت اللہ تعالی سے درخواست کرے گا کہ اسے وہ دنیا میں دوبارہ لوٹا دے۔ایک شخص نے کہا کہ ابن عباسؓ! اللہ تعالی سے ڈرو ۔دوبارہ لوٹا دینے کی آرزو تو صرف کفار کریں گے،تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے کہا میں تمہیں اس کے متعلق قرآن مجید پڑھ کر سناتا ہوں۔ یَاَیُّها الَّذِیْنَ آمَنُوا لَا تُلْهِکُمْ اَمْوَالُکُمْ وَلَا اَوْلَادُکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰه وَمَنْ یفعَلْ ذٰلكَ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُوْنَ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰکُمْ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَأْتِیَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ فَیَقُوْل رَبِّ لَوْلَا اَخَّرْتَنِیْ اِلٰی اَجَلٍ قَرِیْبٍ فَأَصَّدَّقَ سے وَاللّٰهُ خَبِیْر بِمَا تَعْمَلُوْنَ (3)

1. القشیری:ابوالحسن مسلم بن حجاج بن مسلم(م261ھ)الصحیح(کتاب صلوۃ العیدین)290:1
2. ترمذی:ابوعیسی محمد بن عیسی(م279ھ)جامع الترمذی(کتاب التفسیر،باب:سورۃ المنافقین)168:2
3. سورۃ المنافقون:9تا11

اے لوگو جو ایمان لائے ہو تمہارا مال اور تمہاری اولاد تمہیں اللہ کی یاد سے غافل نہ کردیں۔اور جس نے ایسا کیا۔وہی لوگ نقصان والے ہیں۔اور جو رزق ہم نے تم کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرو اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آجائے۔اور اس وقت وہ کہنے لگے کہ کیوں نہ تھوڑی سی مہلت اور دے دی کہ میں صدقہ کر لیتا اور نیک لوگوں میں سے ہو جاتا۔اور جب کسی کا مقررہ وقت آجاتا ہے تو پھر اسے اللہ تعالی ہرگز مہلت نہیں دیتا اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالی کو سب معلوم ہے۔

اس شخص نے پھر پوچھا کہ کتنے مال میں زکوۃ واجب ہوتی ہے آپؓ نے کہا کہ جب مال دوسو درہم یا زیادہ ہو جائے۔پھر پوچھا حج کب واجب ہوتا ہے آپؓ نے جواب دیا جب توشہ اور سواری کا انتظام ہو جائے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ جب بھی کوئی مسئلہ بیان کرتے تھے تو سب سے پہلے قرآن مجید سے اس مسئلہ پر دلیل پیش کیا کرتے تھے۔ اور قرآن مجید کی دلیل اتنی واضح ہوتی تھی کہ مسئلہ بالکل واضح اور مدلل ہو جاتا تھا۔

جواب دینے کے لیے حدیث مبارکہ سے دلیل پیش کرنا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ جب بھی کوئی کام کرتے یا مسئلہ بیان کرتے تو آپؓ اس پر حدیث مبارکہ بطور دلیل پیش کرتے تھے۔یعنی آپؓ کی نظر میں احادیث سامنے رہتی تھیں۔

اَنَّ کریبا مولی ابنِ عباسٍ حدثہٗ اَنَّ عبدَ اللہِ بنِ عباسٍ رَأَی عبدَ اللہِ بنَ الحارثِ یُصلی وَرَأسُہٗ معقوص مِن ورائِہٖ فقامَ وَراءَہٗ فجعلَ یحُلُّہٗ وَاَقرَّ ہٗ الآخرَ فلما اِنصَرَفَ اَقبلَ الی ابنِ عباسٍ فقالَ مالكَ وَرأسِی قالَ اِنِّی سمعتُ رسولَ اللہِ ﷺ یقولُ اِنما مثلُ ھذا مثلُ الَّذی یُصلی وھو مَکتُوف (1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے حضرت عبداللہ بن حارثؓ کو دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہے ہیں۔اور ان کے بالوں کا پیچھے جوڑا بندھا ہوا ہے۔تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ ان کے پیچھے کھڑے ہو کر اسے کھولنے لگے۔اور حضرت عبداللہ بن حارثؓ ایسے ہی کھڑے رہے۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئے اور کہنے لگے کہ آپ نے میرا سر کیوں کھول دیا؟ تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا ہے کہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی نماز پڑھ رہا ہو اور اس کے ہاتھ پیچھے رسی سے بندھے ہوئے ہوں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے سامنے احادیث مبارکہ ہوتی تھیں جن کو وہ موقع بموقع بیان کرتے تھے۔اور کوئی بات بغیر کسی دلیل کے نہیں کرتے تھے۔

اسی طرح آپؓ سے ایک مرتبہ طلاق کا ایک مسئلہ پوچھا گیا تو آپؓ نے اس کا جواب دیا اور ساتھ ہی حدیث مبارکہ کا حوالہ پیش کیا۔جس سے اس مسئلہ کی مزید پختگی ہو گئی۔

اَنَّ اَبا حسنٍ مولی بَنی نوفلٍ آخبرہٗ اَنَّہٗ استفتی ابنَ عباسٍ فی مملوكٍ کانت تَحتَہٗ مملوکۃ فطلقھا تَطلیقتینِ ثم عُتِقا بَعدَ ذلكَ ھل یَصلحُ لہٗ اَن یَخطبھا قالَ نَعم قضی بِذلكَ رسولُ اللہِ ﷺ (2)

1. ابوداؤد: سلیمان بن الاشعث (م275ھ) سنن ابی داؤد (کتاب الصلوۃ، باب: الرجل یصلی عاقصا) 102:1

2. ایضا حوالہ بالا (کتاب الطلاق، باب: فی سنۃ طلاق العبد) 305:1

بنی نوفل کے غلام ابوحسن نے ابن عباسؓ سے اس غلام کے بارے میں فتوی پوچھا جس کے نکاح میں کوئی لونڈی تھی تو اس نے اس کو دوطلاقیں دے دیں۔اس کے بعد وہ دونوں آزاد کر دیے گئے تو کیا غلام کے لیے درست ہے کہ وہ اس لونڈی کو نکاح کا پیغام دے؟ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے کہا جی ہاں اور نبی ﷺ نے اسی طرح فیصلہ دیا تھا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ مسائل کو بیان کرنے میں احادیث مبارکہ سے دلائل پیش کیا کرتے تھے۔اسی طرح بیع صرف (درہم اور دینار کی آپس میں بیع) جس میں کچھ صحابہ کرامؓ کا اختلاف تھا۔جب آپؓ سے اس متعلق پوچھا گیا تو آپؓ نے اپنے مؤقف کی تائید میں حدیث مبارکہ بطور دلیل پیش فرمائی۔

عَن ذَکوَان قالَ اَرسَلَنِی ابُو سعیدٍ الخُدریُّ الَی ابنَ عباسٍ قالَ قُل لهُ فِی الصرفِ اَسمِعتَ مِن رسولِ اللهِ ﷺ مَالَم نسمَعُ اَو قَرَأتَ فِی کِتَابِ اللهِ مَالَم نَقرأُ قالَ بِکلٍّ لا اقولُ وَلکنّی سمِعتُ اُسامةَ بنَ زیدٍ یُحدثُ اَنَّ رسولَ اللهِ ﷺ قالَ لا رِبَو الا فِی الدَینِ او قالَ فِی النسِیئَة (1)

حضرت ذکوان کہتے ہیں کہ مجھے حضرت ابوسعید خدریؓ نے حضرت ابن عباسؓ کی طرف بھیجا۔اور فرمایا کہ ان سے کہو کہ کیا آپ نے صرف کے بارے میں نبی ﷺ سے کچھ سنا ہے جو ہم نہیں سن سکے؟ یا آپ نے قرآن کریم میں کوئی آیت پڑھی ہے جو ہم نہیں پڑھ سکے؟ تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ ایسا کچھ بھی نہیں۔لیکن میں نے حضرت اسامہ بن زیدؓ سے سنا ہے کہ وہ یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ سود صرف قرض یا ادھار میں ہوتا ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ جو بھی مسئلہ مسائل بیان کرتے تھے۔آپؓ اس پر دلیل میں قرآنی آیت یا حدیث مبارکہ پیش کی کرتے تھے۔

الفاظ کی اصلاح کرنا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اشاعت علم میں الفاظ کی درستگی کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔اور موقع محل کے مطابق مناسب الفاظ کے استعمال کی تعلیم دیتے تھے۔اور غیر مناسب الفاظ کے استعمال سے منع فرمایا کرتے تھے۔

عَن ابی العَالِیَة قالَ کنتُ اَطوفُ معَ ابنِ عباسٍ بِالبیتِ فَکَانَ یَأخذُ بِیَدی فَیُعَلِّمُنِی لحنَ الکَلامِ فقالَ یَا اَبَا العَالِیَةَ لا تقُل انصَرفتُم مِنَ الصلوٰةِ ولکِن قُل قَضیتُم الصلوٰةَ فَأَن اللهَ تعَالی یقولُ انصرفوا صَرَفَ اللهُ قلوبَکُم (2)

حضرت ابوالعالیہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے ساتھ بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا۔وہ میرا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے اور مجھے کلام کی غلطیاں سکھا رہے تھے۔تو انہوں نے فرمایا اے ابوالعالیہ! انصَرفتُم مِنَ الصلوٰة (نماز سے تم پھر گئے) نہ کہو بلکہ قَضیتُم الصلوٰةَ (تم نے نماز مکمل کر دی) کہو کیوں کہ اللہ تعالی کہتے ہیں وہ پھر گئے تو اللہ تعالی نے ان کے دل پھیر دیے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ طلبہ کو مناسب الفاظ کی بھی تعلیم دیتے تھے۔اور خاص کر وہ الفاظ جن کا استعمال قرآن کریم میں مذمت والی جگہ پر ہوا ہے۔ان الفاظ کے عام استعمال سے روکا کرتے تھے اور اس کے متبادل جو مناسب الفاظ ہوں ان کے استعمال کی ترغیب دیا کرتے تھے۔

عَن طَاؤسٍ عَن ابنِ عباسٍ اَنَّهُ کرہَ اَن یَقولَ حجةُ الوِداعِ قالَ فقلتُ حجةُ الاِسلامِ قالَ نَعم حجةُ الاِسلَامِ (3)

1. احمد: ابوعبداللہ بن حنبل (م241ھ) المسند 209:5
2. نیشاپوری: ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم (م:504ھ) المستدرک علی الصحیحین 368:2
3. ابن سعد: ابوعبداللہ محمد (م230ھ) الطبقات الکبری 188:2

حضرت طاؤس کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ حجۃ الوداع کہنے کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔تو میں نے حجۃ الاسلام کہا تو انہوں نے کہا ہاں یہ حجۃ الاسلام درست ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ الفاظ کی درستگی بھی کروایا کرتے تھے۔اور مناسب اور موزوں الفاظ کے انتخاب کو پسند کیا کرتے تھے۔اور نامناسب الفاظ کے استعمال کی حوصلہ شکنی فرمایا کرتے تھے۔

خطبہ کے ذریعہ اشاعت علم:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ طالب علموں کے علاوہ عام مسلمانوں کو بھی احکام و مسائل سکھاتے تھے۔اور یہ کام آپؓ خطبات کے ذریعہ کرتے تھے۔اور موقع کی مناسبت سے آپؓ ان احکام کا خطبہ میں ذکر کردیتے تھے۔تاکہ یہ علم ان سب تک پہنچ جائے اور اس پر وہ سب عمل بھی کرلیں۔

عَن الحسنِ قالَ خَطَبَ ابنُ عباسٍ فِی آخِرِ رمضانَ علیٰ مِنبرِ البَصرۃِ فقالَ اَخرِجوا صدَقۃَ صومِکم فَکَأَنَّ الناسَ لم یعلموا فقالَ من ھا ھُنا مِن اَھلِ المدینۃِ قوموا الی اِخوانِکم فَعلِّموھم فَأنھم لا یَعلمون فرضَ رسولُ اللہِ ﷺ ھذِہ الصدقۃَ صاعًا مِن تَمرٍ او شعیرٍاو نصفَ صاعٍ مِن قَمحٍ علی کُلِّ حُرٍّ او مملُوکٍ ذکرٍ او انثی صغِیرٍ او کبیرٍ (1)

حضرت حسن بصری کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے رمضان کے اخیر میں بصرہ کے منبر پر خطبہ دیا اور فرمایا اپنے روزے کا صدقہ نکالو! لوگ نہیں سمجھ سکے تو انہوں نے کہا اہل مدینہ میں سے کون کون لوگ یہاں موجود ہیں؟ اٹھو اور اپنے بھائیوں کو سمجھاؤ اس لیے کہ وہ نہیں جانتے۔رسول اللہ ﷺ نے یہ صدقہ مقرر کیا ہے کھجور یا جو سے ایک صاع اور گیہوں سے آدھا صاع ہر آزاد اور غلام مرد،عورت چھوٹے اور بڑے پر لازمی ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کہ آپؓ عام مسلمانوں میں دین کی اشاعت کے لیے خطبوں کے ذریعہ اپنا فریضہ ادا کرتے تھے۔اور اس کے ذریعہ وہ بات آسانی سے سب لوگوں تک پہنچ جاتی تھی۔

خطبہ حج کے ذریعہ اشاعت علم:

آپؓ کو جب امیر حج بنادیا گیا۔تو آپؓ نے اس موقع کو علم کی اشاعت میں خوب کام میں لایا۔کیونکہ حج میں مختلف علاقوں کے مسلمان جمع ہوتے ہیں لہذا اس موقع پر قلیل وقت میں بات بہت سے لوگوں تک پہنچ جاتی ہے۔لہذا آپؓ حج کے موقع پر حجاج کرام تک علم کی اشاعت فرمایا کرتے تھے۔

عَن شقِیقٍ قالَ خَطَبَ ابنُ عباسٍ وھو علی الموسمِ فَافتَتَحَ سورۃَ النورِ فجعلَ یقرَأُ وَیُفسِّرُ فَجعلتُ اقولُ ما رَأَیتُ ولَا سمعتُ کلامَ رجلٍ مثلَہُ لو سمعَتہُ فارسُ و الرومُ لَاَسلَمَت (2)

1. ابوداؤد: سلیمان بن الاشعث (م275ھ) سنن ابی داؤد (کتاب الزکوۃ، باب: من روی نصف صاع) 236:1

2. نیشاپوری: ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم (م:504ھ) المستدرک علی الصحیحین 618:3

حضرت شقیق کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے خطبہ دیا اور وہ اس وقت حج پر تھے۔ تو انہوں نے سورۃ النور شروع کی وہ اس کو پڑھتے جاتے اور تفسیر بیان کرتے جاتے۔ تو میں یہ منظر دیکھ کے کہنے لگا کہ میں نے نہیں دیکھا اور نہ ہی کسی شخص کا ایسا کلام سنا ہے۔ اگر ان کو اہل فارس اور اہل روم سن لیتے تو وہ بھی اسلام قبول کر لیتے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب آپؓ حج میں شریک ہوتے تو علم کی اشاعت کے لیے اس موقع کو خوب استعمال کرتے تھے۔ اور جو آپؓ مناسب سمجھتے وہ ہی بیان کرتے۔ اور اس اشاعت علم میں آپؓ کثرت علم نہیں بلکہ معیاری علم کی ترویج کو پیش نظر رکھتے تھے۔

اشاعت علم میں نگران مقرر کرنا:

اشاعت علم ایک آدمی کے بس کی بات نہیں لہذا آپؓ ضرورت پڑنے پے چند اہل علم کو نگران مقرر کر دیتے تھے کہ وہ دوسروں تک وہ علم پہنچا دیں۔ اس میں ایک آسانی یہ ہوتی تھی کہ تمام افراد کو آسانی سے علم مل جاتا تھا۔ دوسری بات یہ بھی پیش نظر ہوتی تھی کہ دوسرے اہل علم بھی اشاعت علم میں اپنا کردار ادا کریں۔ اور ان کو بھی اشاعت علم کی تربیت ہو جائے۔

عَن الحسنِ قالَ خَطَبَ ابنُ عباسٍ فِی آخِرِ رمضانَ علیٰ مِنبرِ البَصرۃِ فقالَ اَخرِجوا صدَقۃَ صومِکم فَکَأَنَّ الناسَ لم یعلموا فقالَ من ها هُنا مِن اَهلِ المدینۃِ قوموا الی اِخوانِکم فَعلِّموهم فَأَنهم لا یَعلمون (1)

حضرت حسن بصری کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے رمضان کے اخیر میں بصرہ کے منبر پر خطبہ دیا اور فرمایا اپنے روزے کا صدقہ نکالو! لوگ نہیں سمجھ سکے تو انہوں نے کہا اہل مدینہ میں سے کون کون لوگ یہاں موجود ہیں؟ اٹھو اور اپنے بھائیوں کو سمجھاؤ اس لیے کہ وہ نہیں جانتے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ اشاعت علم میں دوسروں کو موقع دیا کرتے تھے۔ اور ان کے مقرر کرنے سے ان کی حوصلہ افزائی بھی ہو جاتی تھی اور ان کا اس اشاعت میں تجربہ بھی ہو جاتا تھا۔

دوسرے علماء کرام سے تصدیق کروانا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی اشاعت علم میں ایک خوبی یہ بھی تھی کہ آپؓ بعض مسائل میں دوسرے علماء کرام سے تصدیق بھی کروایا کرتے تھے۔ اس سے اس مسئلہ کی مزید پختگی اور درستگی ہو جاتی تھی۔

عَن عَطاءٍ عَن ابنِ عباسٍ انه قالَ یا زَیدَ بنَ ارقَمَ هَل عَلِمتَ اَنَّ رسولَ اللهِ ﷺ اُهدِیَ اِلَیهِ عضوُ صیدٍ فلم یقبلُهُ وقالَ اِنَّا حرُم قالَ نَعَمْ (2)

حضرت عطاء کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے حضرت زید بن ارقمؓ سے کہا کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو شکار کا دست ہدیہ دیا گیا تو آپ ﷺ نے اسے قبول نہیں کیا اور فرمایا ہم حالت احرام میں ہیں؟ تو انہوں نے کہا ہاں جی! (مجھے معلوم ہے ایسا ہی ہوا)

اس سے معلوم ہوتا ہے آپؓ مسائل کی دوسرے علماء کرام سے تصدیق کرواتے تھے۔ تاکہ اگر اس میں کمی زیادتی ہو تو دوسرے اہل علم اس کی وضاحت فرما دیں اور درست سورت حال سامنے آ جائے۔

1. ابوداؤد: سلیمان بن الاشعث (م 275ھ) سنن ابی داؤد (کتاب الزکوۃ، باب: باب من روی نصف صاع) 236:1

2. ایضا حوالہ بالا

انفرادی سوال کا جواب دینا:

آپؓ کی تدریس اکثر طور پر طالب علم کے سوال کے جواب دینے کے طور پر ہوتی تھی۔ پوچھنے والا پیش آمدہ اور ممکنہ سوال پوچھتا تھا جن کا جواب آپؓ دیتے تھے۔

عن سَعید بن جبیر قَالَ سألنی یھودی مِن اَھلِ الحیرۃ ای الاجَلین قضیٰ موسیٰ قلتُ لاادری حتی اقدم علیٰ حبر العرب فَأسأله فقدمتُ فسألتُ ابنَ عباس فقال قضیٰ اکثَرھُما وَاطیَبھُما انَّ رَسولَ اللهِ اِذا قالَ فَعلَ (1)

حضرت سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ حیرہ کے ایک یہودی نے مجھ سے پوچھا کہ حضرت موسیٰؑ نے دونوں مدتوں میں سے کون سی مدت پوری کی تھی؟ میں نے کہا مجھے معلوم نہیں۔ میں عرب کے بڑے عالم سے دریافت کروں گا۔ چنانچہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس آیا اور ان سے دریافت کیا۔ تو انہوں نے کہا جو زیادہ مدت ہے وہ پوری کی جوان کو زیادہ پسند تھی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا رسول جو کہتا ہے اس کو پھر کرتا بھی ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے آپؓ سے سوال پوچھے جاتے تھے اور آپؓ اس کے جواب دیا کرتے تھے۔

اسی طرح ایک دوسری روایت میں ہے کہ

عَن عِکرمۃَ قالَ رایتُ رجلا عند المقامِ یُکبرُ فی کُل خَفض ورَفع واذا قَامَ واذا وَضَعَ فَأخبرتُ ابنَ عباس فقالَ اولیسَ تلكَ صلوٰۃ النبی ﷺ لا اُم لكَ (2)

حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا جو مقام ابراہیم کے پاس نماز پڑھ رہا تھا۔ وہ ہر جھکنے، اٹھنے (رکوع میں یا رکوع سے) کھڑا ہونے یا سجدے میں جانے کے وقت اللہ اکبر کہتا ہے۔ میں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے تعجب کے طور پر کہا۔ تو انہوں نے فرمایا کیا یہ نبی ﷺ کی نماز کا طریقہ نہیں؟ تیری والدہ نہ رہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ سے جو بھی سوال کیا جاتا تھا آپؓ اس کا مناسب جواب دیتے تھے۔ کہ سوال کرنے والے کا اشکال رفع ہو جائے۔

اختلافی مسئلہ کا تفصیلی جواب دینا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے جب بھی کوئی ایسا مسئلہ پوچھتا جس میں لوگوں کا اختلاف ہو تو آپؓ اس سوال کا جواب ایسی وضاحت سے دیتے تھے کہ سائل کو مکمل طور پر تشفی ہو جاتی تھی۔

عَنُ عَمارٍ مولی بنی ھاشمٍ قالَ سَألتُ ابنَ عباسٍ کَم اتی لِرسولِ الله ﷺ یومَ ماتَ فقالَ ما کنتُ احسبُ مثلكَ من قومِهِ یَخفیَ علیكَ ذاكَ قالَ قلتُ اِنِّی قد سألتُ الناسَ فَاختلفوا علیَّ فَاحببتُ اَنُ اَعلمَ قولَكَ فیهِ قالَ آتحسبُ قالَ قلتُ نعم قالَ امسكُ اربَعین بعثَ لها خمسَ عشرةَ بمكةَ یأمَنُ ویخافُ وعشرَ من مهاجرِهِ الی المدِینَةِ (3)

1. بخاری: محمد بن اسماعیل (م 256ھ) الصحیح (کتاب الشھادات، باب: من امر بانجاز الوعد) 369:1
2. ایضاً حوالہ بالا (کتاب الاذان، باب: اتمام التکبیر فی السجود) 108:1
3. القشیری: ابوالحسن مسلم بن حجاج بن مسلم (م 261ھ) الصحیح (کتاب الفضائل، باب: قدر عمرہ ﷺ) 261:2

حضرت عمار کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے سوال کیا کہ نبی ﷺ کے وصال کے وقت کتنی عمر تھی؟ انہوں نے فرمایا مجھے یہ گمان نہیں تھا کہ آپ ﷺ کی قوم میں سے ہونے کے باوجود تم جیسے آدمی سے یہ چیز مخفی ہوگی۔ میں نے کہا میں نے لوگوں سے یہ سوال کیا ہے مگر ان کا اس میں اختلاف تھا۔ تو میں نے یہ پسند کیا کہ میں اس مسئلہ میں آپؓ کا قول معلوم کروں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے پوچھا تم کو حساب آتا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں۔ انہوں نے کہا یہ یاد رکھو کہ چالیس سال کی عمر میں آپ ﷺ مبعوث ہوئے۔ پندرہ سال مکہ میں امن وخوف کی حالت میں رہے۔ اور دس سال ہجرت کے بعد مدینہ میں رہے۔
اس سے معلوم ہوتا ہے جب بھی آپؓ کے پاس کوئی بھی اختلافی مسئلہ سامنے آتا تو آپؓ اس کو بہترین انداز میں حل کر کے بتاتے تھے۔

اجتماعی سوالات کے جوابات دینا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی تدریس میں جب مجمع زیادہ ہوتو طلبہ کو جو بھی مسئلہ درپیش ہوتا تو وہ مل کر اپنی طرف سے اجتماعی سوالات کرتے تھے۔ اور آپؓ ان کے جوابات دیا کرتے تھے۔

عنُ یحیٰ ابی عمرَ النخعیِّ قالَ سأَلَ قوم ابنَ عباسٍ عنْ بیعِ الخمرِ و شرائها والتجارةِ فیها فقالَ امسلمونَ انتم قالوا نعم قال فانه لا یصلح بیعها ولا شرائها ولا اللتجارةُ فیها قالَ فسألوهُ عن النبیذِ فقالَ خرجَ رسولُ اللهِ ﷺ فی سفرٍ ثم رجعَ وقد نبذَ ناس من اصحابه فی حناتمَ ونقیرٍ ودُباء فأمرَ بهِ فأُهریقَ ثم امرَ بسقاءٍ فجُعلَ فی زبیب وماء فجُعلَ مِن اللیلِ فأَصبحَ فشربَ منه یومهُ ذلكَ ولیلتهُ المُستقبلةَ ومِن الغدِ حتی امسَی فشرِبَ وسقی فِلما اَصبح امر بما بقِی منهُ فأُهرِیقَ (1)

حضرت یحیٰ ابو عمر نخعی کہتے ہیں کہ ایک قوم نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے شراب کے بیچنے خریدنے اور اس کی تجارت کے بارے میں سوال کیا۔ تو آپؓ نے فرمایا کیا تم مسلمان ہو؟ انہوں نے کہا جی ہاں۔ تب حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا شراب کا بیچنا، خریدنا اور اس کی تجارت کرنا جائز نہیں ہے۔ پھر انہوں نے نبیذ کے بارے میں سوال کیا۔ تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے کہا رسول اللہ ﷺ ایک سفر میں نکلے اور پھر آپؓ واپس آ گئے۔ تو آپ ﷺ کے اصحابؓ نے سبز گھڑوں میں، کھوکھلی لکڑیوں میں اور کھوکھلے کدو میں نبیذ تیار کیا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے اس کو انڈیل دینے کا حکم دیا پھر آپ ﷺ نے ایک مشکیزے میں کشمش اور پانی ڈالنے کا حکم دیا۔ رات میں وہ پانی ڈالا گیا۔ آپ ﷺ نے صبح کو اس مشکیزے سے نبیذ پیا اور اس دن بھی اسی سے نبیذ پیا آنے والی رات کو بھی اسی سے پیا۔ پھر دوسرے دن شام تک اسی سے نبیذ پیا بھی اور پلایا بھی۔ اور جب اگلی صبح ہوئی تو آپؓ نے باقی ماندہ کو گرا دینے کا حکم دیا۔
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی کبھی اجتماعی سوالات بھی آپؓ سے ہوا کرتے تھے اور آپؓ ان کے بروقت جوابات دے کر اپنی علمی ذمہ داری پوری فرمایا کرتے تھے۔
اسی طرح جمعہ کے دن غسل کرنے کے بارے میں جب آپؓ سے ایک عراقی قوم نے سوال کیا تو آپؓ نے ان کو بھی جواب دیا جس سے ان سب کو اس مسئلہ کی تفصیل معلوم ہوگئی۔

عَن عِکرمةَ اَنَّ اُناسًا مِن اَهلِ العراقِ جاء وافقالوا یَاا بنِ عباسٍ اَتری الغُسلَ یومَ الجُمُعةِ واجِبًا قالَ لا وَلکنهُ اَطهَرُ وَخیر لِمَن اغتَسلَ وَمَن لم یَغتسل فلیس علیهِ بِواجِبٍ (2)

1. القشیری: ابوالحسن مسلم بن حجاج بن مسلم (م261ھ) الصحیح (کتاب الاشربة، باب: اباحة النبیذ الذی لم یشتد) 168:2

2. ابوداؤد: سلیمان بن الاشعث (م275ھ) سنن ابی داؤد (کتاب الطهارة، باب: فی الرخصة فی ترک الغسل) 57:1

حضرت عکرمہ کہتے ہیں کہ عراق کے کچھ لوگ آئے اور کہنے لگے اے ابن عباسؓ! کیا جمعہ کے دن غسل کو آپ واجب سمجھتے ہو؟ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے جواب دیا نہیں۔لیکن جو غسل کرے اس کے لیے یہ بہتر اور پاکیزگی کا سبب ہے۔اور جو غسل نہ کرے اس پر واجب بھی نہیں۔

اس سے معلوم ہوتا کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے اگر کبھی اجتماعی سوالات بھی ہوں تو آپؓ اس کا جواب بھی مناسب تفصیل کے ساتھ دیتے تھے اس طرح سائلین بالکل مطمئن ہو جاتے تھے۔

بذریعہ قاصد سوال پوچھنے والوں کو جواب دینا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ علم کی اشاعت میں وسعت ظرفی کا مظاہرہ فرمایا کرتے تھے۔جو لوگ کسی مجبوری کی وجہ سے آپؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر خود مسائل نہیں پوچھ سکتے تھے۔وہ اگر قاصد کو بھیج کر آپؓ سے مسائل پوچھتے تو آپؓ ان کو ان کے مسائل کے جوابات دیا کرتے تھے۔

حَدَّثَنا النفیلیُّ و عثمانُ بنُ ابی شیبۃَ نحوہ قالاحَدَّثَنا حاتِمُ بنُ اسماعیلُ حَدَّثَنا هِشامُ بنُ اِسحاقَ بنِ عبدِ اللهِ بنِ کنانۃَ قالَ اَخبرَنی اَبی قالَ اَرسَلَنی الولیدُ بنُ عُتبۃَ قالَ عثمانُ ابنُ عقبۃَ و کانَ امیر المدینۃِ الی ابنِ عباسٍ اَسأَلُهُ عَن صلوۃِ رسولِ اللهِ ﷺ فِی الاستسقاءِ فقالَ خرجَ رسولُ اللهِ ﷺ مُتبذِّلا مُتواضِعًا متضرِّعًا حتی اَتَی المصلَّی زادَعُثمانُ فرقیَ علی المنبرِ ثم اتفقا ولم یخطُب خطبکم هذه ولکن لَم یَزل فِی الدعاءِ والتضرعِ والتکبیرِ ثم صلی رکعتینِ کما یصلی فی العیدِ قالَ ابو داودُ والَاخبارُ لِلنفیلیِّ والصوابُ ابنُ عقبۃَ (1)

حضرت ہشام بن اسحاق کہتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے خبر دی ہے کہ مجھے ولید بن عتبہ نے (عثمان کی روایت میں ہے ولید بن عقبہ نے) جو مدینہ کے حاکم تھے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس بھیجا کہ میں جا کر ان سے رسول اللہ ﷺ کی نماز استنقاء کے بارے میں پوچھوں تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ پھٹے پرانے لباس میں عاجزی کے ساتھ گریہ وزاری کرتے ہوئے عیدگاہ کی طرف تشریف لے گئے۔عثمان بن ابی شیبہ کی روایت میں اتنا اضافہ ہے کہ آپ ﷺ منبر پر چڑھے آگے دونوں راوی روایت میں متفق ہیں کہ آپ ﷺ نے تمہارے ان خطبوں کی طرح خطبہ نہیں دیا۔بلکہ آپ ﷺ مسلسل دعا، گریہ زاری اور تکبیر میں مصروف رہے۔پھر دو رکعتیں پڑھیں جیسے عید میں پڑھتے ہیں۔حضرت ابوداود کہتے ہیں کہ روایت نفیلی کی ہے اور صحیح ولید بن عقبہ ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے اگر کوئی شخص قاصد کے ذریعہ آپؓ سے مسائل پوچھتا تھا تو آپؓ اس کو بذریعہ قاصد ہی جواب عنایت کر دیتے تھے۔اور ان کو اپنے پاس آنے پر مجبور نہیں کیا کرتے تھے۔

کفار کے سوالات کے جوابات دینا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اشاعت علم میں نہ صرف مسلمانوں کی پیاس کو سیراب کرتے تھے بلکہ اگر کوئی کافر بھی آپؓ سے کوئی سوال کرتا یا اعتراض کرتا تھا تو آپؓ اس کا بھی مناسب جواب دیا کرتے تھے۔

عَن عمَّارِبنِ ابی عمارٍ قالَ قرأَ ابنُ عباسٍ الیومَ اَکمَلتُ لَکُم دِینَکُم واَتمَمتُ عَلَیکُم نِعمَتِی وَرضِیتُ لَکُمُ الِاسلَامَ دِینًا وعندہ یَھودِی فقالَ لو اُنزلت ھذہِ علینا لَاتخذنَا یومَھا عیدا قالَ ابنُ عباسٍ فِانھا نَزلت فِی یومِ عیدینِ فی یومِ جُمعۃٍ ویومِ عرفَۃَ (2)

1. ابوداؤد: سلیمان بن الاشعث (م275ھ) سنن ابی داؤد (کتاب الصلوۃ، باب: صلوۃ الاستسقاء) 172:1
2. ترمذی: ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ (م279ھ) جامع الترمذی (کتاب التفسیر، باب: من سورۃ المائدہ) 134:2

حضرت عمار بن ابی عمار کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے یہ آیت

الیومَ اَکمَلتُ لَکُم دِینَکُم وَاَتمَمتُ عَلَیکُم نِعمَتِی وَرضِیتُ لَکُمُ الاِسلَامَ دِینَا (1)

پڑھی تو ان کے پاس ایک یہودی بیٹھا ہوا تھا۔اس نے کہا اگر یہ آیت ہم (یہودیوں) پر نازل ہوتی تو اس دن کو ہم اپنی عید بنا دیتے۔حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے کہا بے شک یہ آیت جب نازل ہوئی اس دن دو عیدیں تھیں۔ جمعہ کا دن اور عرفہ کا دن۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ کفار کے جوابات بھی احسن انداز میں دیا کرتے تھے۔جیسے یہودی نے کہا اس دن کو ہم عید مقرر کردیتے۔تو آپؓ نے بتایا اس دن تو ہماری دو عیدیں تھیں۔یعنی جمعہ کی عید اور عرفہ کی عید۔اور یہ جواب اس کے سوال کے عین مطابق تھا۔

مسئلہ کا درجہ بیان کرنا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی ایک خاص صفت علم کی اشاعت کے لحاظ سے یہ بھی تھی کہ آپؓ جب کوئی حدیث مبارکہ بیان کرتے تھے تو ساتھ اس کی تشریح اس پر عمل کرنے اور اس عمل کا درجہ بھی بتاتے تھے۔تاکہ علم سیکھنے والے اس حدیث کا مکمل ادراک کرلیں۔

عَنُ ابنِ عباسٍ قالَ رَأَیتُ رسولَ اللہِ ﷺ یسجدُ فی ص قالَ ابنُ عباسٍ وَلیسَتُ مِن عزائمِ السجودِ

(2)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سورت ص میں سجدہ کرتے ہوئے دیکھا۔اور حضرت ابن عباسؓ کہتے تھے کہ یہ واجب سجدوں میں سے نہیں ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ جب کوئی حدیث بیان کرتے تھے تو پھر اس سے اخذ ہونے والے اور اس سے متعلقہ مسائل بھی بیان کرتے تھے۔تاکہ اس حدیث کے بارے میں کوئی اشکال باقی نہ رہے۔

اسی طرح آپؓ نے حج کے موقع پر وادی ابطح میں قیام کرنے کی وضاحت کی ہے کہ وہاں پر قیام حج کے ارکان وافعال میں سے نہیں ہے۔کہ اس کے نہ کرنے سے حج میں کوئی کمی آجائے گی۔

عَن ابنِ عباسٍ قالَ لیسَ التَّحصیبُ بِشیءٍ اِنَّما ھو مَنزِل نزلَہُ رسولُ اللہِ ﷺ قال ابو عسیٰ التحصیبُ نزولُ الابطحِ

(3)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں تحصیب کوئی چیز نہیں۔وہ تو ایک جگہ ہے جہاں نبی ﷺ اترے تھے۔امام ترمذی کہتے ہیں کہ تحصیب سے مراد وادی ابطح میں پڑاؤ ڈالنا ہے۔

1. سورۃ المائدۃ:3

2. ترمذی:ابوعیسی محمد بن عیسی (م279ھ) جامع الترمذی (کتاب الصلوۃ والسجدۃ، باب: ماجاء فی السجدۃ فی ص)127:1

3. ایضا حوالہ بالا (کتاب الحج، باب: ماجاء فی نزول الابطح)185:1

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ کسی بھی مسئلہ کی حقیقت بیان کرنے میں دلچسپی رکھتے تھے۔اور وضاحت فرما کر اس عمل کا درجہ بیان کرتے تھے کہ یہ بات لازمی ہے یا نہیں۔

اسی طرح عاشوراء کے روزوں کے بارے میں آپؓ بھی ان کی اہمیت درجہ بتایا کرتے تھے کہ ان کی حقیقت کیا ہے۔اور نبی ﷺ ان کو کتنی اہمیت دیتے تھے اور آپ ﷺ کا ان ایام میں روزہ رکھنے کا انداز کیا تھا۔

عَن عبیدِ اللہِ بنِ ابی یَزیدٍ عن ابنِ عباسٍ قالَ ما رأَیتُ النبیَّ ﷺ یَتحرّی صِیامَ یومٍ فَضَّلَہُ علی غیرِہِ اِلا ھذا الیومَ یومَ عاشوراءَ وَھذا الشھرَ یَعنِی شَھرَ رَمَضَانَ (1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے تھے کہ میں نے نبی ﷺ کو عاشوراء اور اس رمضان کے مہینہ کے علاوہ کسی اور دن کو افضل جان کر خاص طور پر قصد کر کے روزہ رکھتے ہوئے نہیں دیکھا۔

روایت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آپؓ نے نبی ﷺ کے عمل کو دیکھ کر یہ بات بیان کی ہے کہ نبی ﷺ عاشوراء کے روزے کا رمضان کے بعد خاص اہتمام رکھتے تھے۔اور باقی نفلی روزوں کا اتنا اہتمام نہیں فرماتے تھے۔

وجوہات کا بیان کرنا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی اشاعت علم میں ایک خاص بات یہ بھی تھی کہ جب آپؓ کوئی حدیث یا مسئلہ بیان فرماتے تو ساتھ اس کی وجہ بھی بیان فرماتے تھے تا کہ اس مسئلہ کی مکمل وضاحت ہو جائے۔

عَنُ سَعِیدِ بنِ جُبَیرٍ عن ابنِ عباسٍ قالَ جمعَ رسولُ اللہِ ﷺ بینَ الظھرِ وَالعصرِ وَبَینَ المغربِ والعِشاءِ بِالمَدینۃِ مِن غیرِ خوفٍ ولا مطرٍقالَ فقیلَ لِابنِ عباسٍ ما ارادَ بذلکَ قالَ ارادَ اَن لا یُحرِجَ اُمَّتَہُ (2)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بغیر خوف اور بارش کے مدینہ میں ظہر اور عصر کو ایک ساتھ اور مغرب اور عشاء کو ایک ساتھ جمع کیا۔حضرت ابن عباسؓ سے جب پوچھا گیا کہ نبی ﷺ کا اس سے کیا ارادہ تھا؟ تو آپؓ نے کہا کہ نبی ﷺ کا ارادہ اس سے یہ تھا تا کہ آپ ﷺ اپنی امت کو کسی پریشانی میں نہ ڈالیں۔

اس روایت سے یہ بات معلوم ہو رہی ہے کہ آپؓ احادیث اور دیگر مسائل کی وجوہات بھی بیان کرتے تھے کہ ایسا کیوں ہوا ہے۔

اسی طرح ایک حدیث مبارکہ آپؓ نے بیان کی کہ اگر کوئی شخص کسی جانور سے بدفعلی کرے تو دونوں کو قتل کر دو۔تو سامعین نے جانور کے قتل کی وجہ پوچھی کہ اس کے قتل کا حکم کیوں دیا گیا ہے تو آپؓ نے اس کی وجہ بھی بیان فرمائی۔

عَن عِکرمۃَ عن ابنِ عباسٍ قالَ قالَ رسولُ اللہِ ﷺ مَن وَجدتموہُ وقعَ علی بَھیمۃٍ فاقتلوہُ واقتلوا البھیمۃَ فقیلَ لِابنِ عباسٍ ما شانُ البھیمۃِ قالَ ما سمعتُ مِن رسولِ اللہِ ﷺ فی ذلکَ شیئاً ولکِن اری رسولَ اللہِ کرہَ اَن یُوکلَ مِن لحمھا او یُنتفَعَ بھا وقد عُملَ بھا ذلکَ العملُ (3)

1. بخاری: محمد بن اسماعیل (م256ھ) الصحیح (کتاب الصوم، باب: صیام یوم عاشوراء) 268:1

2. ترمذی: ابوعیسی محمد بن عیسی (م279ھ) جامع الترمذی (کتاب الصلوۃ، باب: ماجاء بین الصلوتین) 47:1

3. ایضا حوالہ بالا (کتاب الحدود، باب: ماجاء فیمن یقع علی البھیمۃ) 269:1

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس آدمی کو جانور کے ساتھ بدفعلی کرتے ہوئے پاؤ تو اس آدمی کو قتل کر دو اور ساتھ اس جانور کو بھی قتل کر دو۔ حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ جانور کو قتل کرنے کی وجہ کیا ہے؟ تو آپؓ نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ سے اس سلسلہ میں کچھ نہیں سنا۔ لیکن میرا خیال یہ ہے کہ جس جانور کے ساتھ یہ برا فعل کیا گیا ہو اسکا گوشت کھانے اور اس سے فائدہ لینے کو نبی ﷺ نے ناپسند سمجھا ہو۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ حدیث مبارکہ کی وجوہات اور وضاحت ساتھ ساتھ فرمایا کرتے تھے تاکہ اس کے متعلق تمام بات ذہن نشین ہو جائے۔

اسی طرح نبی ﷺ نے حضرت عائشہؓ کو جو عمرہ ادا کرنے کا حکم دیا اس کی وجہ کیا تھی کہ کس بناء پر رسول اللہ ﷺ نے ان کو عمرہ کی ادائیگی کا حکم دیا۔

عَن ابنِ عباسٍ قالَ وَاللهِ ما اعمرَ رسولُ اللهِ ﷺ عائشةَ فِي ذي الحجةِ اِلا لِيَقطَعَ بِذلكَ اَمرَ اهلِ الشركِ فَاَنَّ هذا الحي مِن قرَيشٍ ومَن دانَ دِينَهم كانو يقولونَ اِذا عفا الوَبرَ وَبرأَ الدَبرَ وَدَخلَ صفرَ فقد حلَّت العمرةُ لِمَن اعتَمرَ فكانوا يُحرمونَ العمرةَ حتى يَنسلِخَ ذو الحجةِ والمُحرمُ

(1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی قسم رسول اللہ ﷺ نے ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کو ذی الحجہ میں عمرہ صرف اس لیے کروایا کہ مشرکین کا خیال ختم ہو جائے اس لیے قریش کے لوگ نیز وہ لوگ جو ان کے دین پر چلتے تھے۔ کہتے تھے کہ جب اونٹ کے بال بڑھ جائیں اور پیٹھ کا زخم ٹھیک ہو جائے۔ اور صفر کا مہینہ آجائے تو عمرہ کرنے والوں کا عمرہ درست ہو گیا۔ چنانچہ وہ ذی الحجہ اور محرم کے ختم ہونے تک عمرہ کرنا حرام سمجھتے تھے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ مسائل و واقعات کی اصل وجوہات بھی بتایا کرتے تھے۔ اور وضاحت کی وجہ سے اس مسئلہ کی اصل حقیقت سامنے آجاتی تھی۔

عَن ابنِ عباسٍ اَنَّ رسولَ اللهِ ﷺ كانَ يَسدلُ شعرَهُ وَكانَ رسولُ اللهِ ﷺ يُحبُّ مُوافَقَةَ اَهلِ الكتابِ فيمَا لَم يُؤمَر فِيهِ بِشيءٍ ثُمَّ فرقَ رسولُ اللهِ ﷺ رَأسَهُ (2)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ (سر کے آگے کے بالوں کو پیشانی پر) پڑا رہنے دیتے تھے۔ نبی ﷺ ان معاملات میں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم آپ ﷺ کو نہ ملا ہوتا تو آپ ﷺ اہل کتاب کی موافقت پسند کیا کرتے تھے۔ پھر نبی ﷺ بھی سر میں مانگ نکالنے لگے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے یہاں پر نبی ﷺ کا سر کی مانگ نہ نکالنے کی وجہ بیان کی ہے کہ جس معاملہ میں نبی ﷺ کو کوئی حکم نہ ملا ہوتا تھا آپؐ اس بات میں اہل کتاب کی موافقت کیا کرتے تھے۔ اور پھر جب آپ ﷺ کو حکم ملتا تو آپ ﷺ اس کے مطابق عمل کیا کرتے تھے۔

نامعلوم کی وضاحت کرنا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی اشاعت علم لوگوں کے سوالات پوچھنے اور وعظ و خطبہ دینے پر موقوف نہیں تھی۔ بلکہ آپؓ ہر وہ موقع جس سے سامعین کو علم حاصل ہو کو کام میں لاتے تھے اور ان کو اسی وقت علمی بات بتا دیا کرتے تھے۔ اگر آپؓ کے سامنے کوئی تذکرہ ہو رہا ہو اور تذکرہ کرنے والا بعض باتوں سے لاعلم ہو تو فوراً اس کی صراحت فرما دیا کرتے تھے۔

1. ابوداؤد: سلیمان بن الاشعث (م275ھ) سنن ابی داؤد (کتاب الحج، باب: العمرۃ) 279:1

2. بخاری: محمد بن اسماعیل (م256ھ) الصحیح (کتاب المناقب، باب: صفۃ النبی ﷺ) 503:1

عَن الزهریِّ قالَ اخبرنی عُبیدُاللہِ بنُ عُتبۃَ اَنَّ عَائشۃَ قالت لمَّا ثَقُلَ النبیُّ ﷺ وَاشتَدَّ بِہِ وَجعُہُ استَأذَنَ اَزوَاجَہُ فِی اَن یُمرَّضَ فِی بَیتِی فَأَذَن لہُ فَخرَجَ النبیُّ ﷺ بینَ رجُلَینِ تَخُطُّ رِجلاہُ فی الَارضِ بینَ عباسٍ وَرَجُلٍ آخَرَ قالَ عُبیدُ اللہِ فَأَخبرتُ عبدَ االلہِ بنَ عباسٍ فَقالَ اَتدری مَن الرجلُ الآخرُ قلتُ لا قالَ ھوَ علیُّ بنُ اَبی طالبٍ (1)

حضرت عبیداللہ بن عتبہ نے خبردی ہے کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا جب رسول اللہ ﷺ بیمار ہوئے اور آپ ﷺ کی بیماری زیادہ ہوگئی ۔تو آپ ﷺ نے اپنی دوسری بیویوں سے اس بات کی اجازت لی کہ آپ ﷺ کی تیمارداری میرے گھر ہی میں کی جائے ۔انہوں نے آپ ﷺ کو اجازت دے دی ایک روز رسول اللہ ﷺ دوآدمیوں کے درمیان (سہارا لیکر) گھر سے نکلے آپ ﷺ کے پاؤں (کمزوری کی وجہ سے) زمین پر گھسٹتے جاتے تھے ۔حضرت عباسؓ اور ایک اور آدمی کے درمیان (آپ باہر) نکلے تھے ۔حضرت عبیداللہ کہتے ہیں میں نے یہ حدیث حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو سنائی ۔تو وہ بولے آپ جانتے ہووہ دوسرا آدمی کون تھا؟ میں نے عرض کیا نہیں ۔تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے کہا وہ حضرت علیؓ تھے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ دوسرے کے پوچھنے کا انتظار نہیں فرمایا کرتے تھے بلکہ کوئی بھی بات جس کے بارے میں آپؓ سمجھتے کہ یہ مخاطب کو معلوم نہیں تو آپؓ فوراً بتادیتے تھے ۔جیسے اس روایت میں راوی کو دوسرے آدمی کا نام معلوم نہیں تھا تو آپؓ نے وہ بتادیا۔

طلبہ سے احادیث کی قرأت کروانا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا درس حدیث دینے میں عام طور پر یہ طریقہ ہوتا تھا کہ آپؓ حدیث مبارکہ کو خود پڑھ کر سامعین کو سنایا کرتے تھے ۔ مگر کبھی کبھی کسی وجہ سے آپؓ شاگردوں سے کہہ دیا کرتے تھے کہ آپ پڑھو اور میں سنتا ہوں اس طرز سے بھی آپؓ حدیث کی اشاعت فرمایا کرتے تھے۔

عَن عکرمۃَ اَنَّ نفرا قدموا علی ابنِ عباسٍ مِن اھلِ الطائف بِکتابٍ مِن کتُبہِ فجعلَ یقرأُ علیھم فَیُقدمُ ویُؤَخرُ فقالَ اِنِّی بَلِھتُ ھذہِ المُصیبۃُ فاقرئوا علیَّ فَاِنَّ اِقراری بہ کَقِرَائَتِی علیکم (2)

حضرت عکرمہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس طائف کی ایک جماعت آئی جن کے ہاتھوں میں حضرت ابن عباسؓ کی کتابوں میں سے ایک کتاب تھی ۔تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ان پر پڑھنا شروع کیا ۔تو آپؓ کبھی آگے سے پڑھتے اور کبھی پیچھے سے پڑھنے لگتے ۔اور پھر فرمانے لگے کہ میں اس مصیبت سے عاجز ہوں بس اب تم مجھ پر پڑھو میرا اقرار ویسا ہی ہے جیسے میں تم پر پڑھوں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ کبھی کبھی طلبہ ہی سے کہہ دیتے تھے کہ تم پڑھتے جاؤ احادیث کو اور میں سن رہا ہوں ۔اور میرا یہ سن کر اقرار کرنا میرے پڑھنے ہی کی طرح ہے ۔اگر کہیں کوئی بات مشتبہ ہوئی تو اس کی وضاحت ودرستگی کردونگا۔

نفلی عبادت پر اشاعت علم کو ترجیح دینا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ تعلیم وتعلم کو نفلی عبادت پر ترجیح دیتے تھے ۔آپؓ کے ہاں رات کو نوافل ،ذکر اذکار اور عبادت کرنے سے حصول علم اور اشاعت علم میں مشغول ہونا بہتر تھا۔

قالَ قتَادۃُ قالَ ابنُ عباسٍ تَذاکرُ العلمِ بعضَ الیلۃِ اَحبَّ اِلیَّ مِن اَحیَائِھا (3)

1. بخاری:محمد بن اسماعیل (م256ھ) صحیح البخاری 32:1
2. ترمذی:ابوعیسی محمد بن عیسی (م279ھ) جامع الترمذی (کتاب العلل ،باب:القراءۃ علی العالم) 236:2
3. عبدالرزاق:ابوبکر بن ہمام (م211ھ) مصنف عبدالرزاق 253:11

حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے تھے کہ رات کا کچھ حصہ علم کے مذاکرہ (سیکھنا، سکھانا) میں مشغول رہنا مجھے زیادہ پسند ہے رات کو عبادت کرنے سے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ علم کے یاد کرنے سکھانے علمی بحث میں مشغول ہونے کو نفلی عبادت پر ترجیح دیا کرتے تھے۔ کیوں کہ نفلی عبادت ایک انفرادی عمل ہے جس کا فائدہ صرف عابد کو ملتا ہے۔ مگر علمی مشغولیت ایک اجتماعی عمل ہے۔ اس کے ذریعہ دوسرں کو بھی فائدہ پہنچتا ہے۔

طلبہ کو دوسرے صحابہ کرامؓ کے پاس حدیث کی سماعت کے لیے بھیجنا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی اشاعت علم میں ایک خاص بات یہ بھی تھی کہ آپؓ اپنے طلبہ کو دوسرے صحابہ کرامؓ کے پاس بھی بھیجا کرتے تھے کہ ان سے بھی علم حاصل کرو۔ یعنی ان کو اپنے پر ہی موقف نہیں رکھتے تھے۔ اور نہ ہی ان کو دوسروں کے پاس جانے سے روکتے تھے۔ بلکہ خود ان کو دوسروں کے پاس بھیجتے تھے تا کہ ان سے بھی وہ علم حاصل کریں اور طلبہ کا فائدہ ہو۔

عَن عِکرمۃَقالَ لی ابنُ عباسٍ وَلِابنہِ علیٍّ انطلقَا الی ابی سعیدٍ فاسمَعَا مِن حدِیثِہٖ فَانطَلقنَافَأِذا ھُوَ فِی حَا ئِطٍ یُصلِحُہُ فَأَخَذَ رِداءَ ہُ فَاحتبی ثمَّ اَنشأَ یُحدثُنا حتی اَتَی ذِکرُ بناءِ المَسجِد فقالَ کُنَّا نَحملُ لَبِنَۃَ لَبِنَۃَ وَعمَّار لَبِنَتَینِ لَبِنَتَینِ فَرَآہُ النبیُّ ﷺ فینفُضُ الترابَ عنہُ ویقولُ ویحَ عمارٍ تقتُلہُ الفِئَۃُ الباغیۃُ یدعوھم الی الجنۃِ وَیدعونَہُ الی النارِ قالَ یقولُ عمار اَعوذُ بِاللہِ مِنَ الفِتَنِ (1)

حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے مجھے اور اپنے بیٹے علی سے کہا دونوں مل کر حضرت ابوسعیدؓ کے پاس جاؤ اور ان کی احادیث سنو! ہم ان کے پاس گئے۔ دیکھا تو وہ اپنے باغ کو درست کر رہے تھے۔ (ہمیں دیکھ کر) انہوں نے اپنی چادر لی اور آلتی پالتی طرز پر بیٹھ گئے پھر احادیث بیان کرنا شروع کیں۔ مسجد نبوی کے بنانے کا ذکر آیا۔ کہنے لگے ہم ایک ایک اینٹ اٹھا رہے تھے۔ اور حضرت عمارؓ دو دو اینٹیں اٹھا رہے تھے۔ نبی ﷺ نے حضرت عمارؓ کو دیکھا تو ان کے بدن سے مٹی جھاڑنے لگے اور فرمانے لگے ہائے افسوس عمار کو باغی لوگ شہید کریں گے۔ یہ تو ان کو جنت کی طرف بلائے گا اور وہ اس کو دوزخ کی طرف۔ حضرت عمارؓ کہا کرتے تھے کہ میں فتنوں سے اللہ تعالی کی پناہ مانگتا ہوں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ طلبہ کو احایث کی سماعت کے لیے دوسرے اہل علم کے پاس بھیجا کرتے تھے۔ اس طرح طلبہ کے سیکھنے کی صلاحیت بھی بڑھ جاتی تھی اور ان کے علم میں بھی اضافہ ہوتا تھا۔ اور مختلف علمی حلقوں کے درمیان اجتماعیت کی فضا قائم ہو جاتی تھی۔

کتابت علم سے انکار:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے زمانہ میں کتابت علم کو زیادہ اچھا نہیں سمجھا جاتا تھا۔ لہذا آپؓ بھی کتابت علم کے حق میں نہیں تھے۔ اگر آپؓ سے کوئی کتابت کی فرمائش کرتا تو آپؓ انکار فرما دیتے تھے۔

عَن طَاؤسٍ قالَ سأَلَ ابنَ عباسٍ رجل مِن اھلِ نَجرَان فَاَعجَبَ ابنُ عباسٍ حسن مسأَلۃ فقالَ الرجلُ اکتبُ لِی فقالَ ابنُ عباسٍ انَّا لا نَکتُبُ العلمَ (2)

1. بخاری: محمد بن اسماعیل (م 256ھ) الصحیح (کتاب الصلوۃ، باب: التعاون فی بناء المسجد) 64:1

2. عبدالرزاق: ابوبکر بن ہمام (م 211ھ) مصنف عبدالرزاق 258:11

حضرت طاؤس کہتے ہیں کہ اہل نجران کے ایک آدمی نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے کوئی مسئلہ پوچھا تو آپ کو اس کا مسئلہ پوچھنا اچھا لگا۔ پھر اس شخص نے کہا کہ آپ میرے لیے یہ مسئلہ لکھ دو۔ تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا ہم علم کی کتابت نہیں کرتے۔

اس انکار سے دو باتیں معلوم ہوتیں ہیں۔ پہلی تو یہ کہ ہم علم کی کتابت بالکل نہیں کرتے۔ تا کہ طلبہ اس کو یاد کرنے پر اکتفاء کریں۔ اور کتابت کا سہارا لے کر یاد کرنے والی بات پس پشت نہ ڈال دیں۔ اور دوسری بات یہ کہ آپ کے لیے کتابت ہم کریں ایسا نہیں (بلکہ آپ خود لکھو)۔

کتابت علم کی اجازت:

حضرت عبداللہ بن عباس نے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کتابت علم کی اجازت بھی دے دی تھی۔ کیوں کہ وقت کے ساتھ ساتھ طلبہ کی ذہنی صلاحیت اور قوت حافظہ میں کمی کو دیکھتے ہوئے آپؓ نے کتابت علم کی اجازت دے دی تھی۔

عَن یَحی بنِ ابی کَثیرٍ قالَ قالَ ابنُ عباسٍ قیّدُو العِلمَ بِالکِتَابِ (1)

حضرت یحی بن ابی کثیر کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ علم کو لکھنے کے ذریعہ قید کرو یعنی اپنے ذہن پر مکمل بھروسہ نہ کرو بلکہ ساتھ ساتھ لکھ بھی لیا کرو۔ کہ اگر مسائل کا ذہن میں اشتباہ پیدا ہو جائے تو لکھائی سے اس کی درستگی ہو سکے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ نے وقت اور حالات کو دیکھ کر طلبہ کو لکھنے کی رخصت دے دی تھی۔

عَن سَعِیدٍبنِ جبیرٍ اَنَّہُ کانَ یکونُ معَ ابنِ عباسٍ فیسمعُ مِنہُ الحدیثَ فیکتبُہُ فِی واسطۃِ الرحلِ فاِذَا نزلہُ نسخَہُ (2)

حضرت سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ وہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے ساتھ ہوتے تھے۔ اور ان سے حدیث سنتے اور اس کو پالان کی تختی پر لکھ لیتے اور جب اترنے لگتے تو اس کو مٹا دیتے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ طلبہ کی کتابت کی رخصت ملتے ہی ضرورت کے تحت لکھنا شروع کر دیا تھا۔ اور پھر ضرورت پورا ہونے یعنی یاد ہو جانے پر اس کو مٹا دیا کرتے تھے۔ مطلب صرف یاد ہونے تک کے لیے لکھ لیتے تھے۔

اور طلبہ نے پھر آپؓ سے حاصل شدہ علم کو قلم بند کرنا شروع کر دیا۔ اور کتابوں کی شکل میں یہ علم محفوظ ہونا شروع ہو گیا۔

عَن عکرمۃَ اَنَّ نفرا قدموا علی ابنِ عباسٍ مِن اھلِ الطائف بِکتابٍ مِن کتُبِہِ فجعلَ یقرأُ علیھم فَیُقدمُ ویُؤَخرُ فقالَ اِنِّی بَلِھتُ ھذہِ المُصیبۃُ فاقرئوا علیَّ فَاِنَّ اِقراری بہِ کَقِرَائَتِی علیکم (3)

1. العبسی: ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ (م 235ھ) مصنف ابن ابی شیبہ 46:9
2. ایضا حوالہ بالا 51:9
3. ترمذی: ابوعیسی محمد بن عیسی (م 279ھ) جامع الترمذی (کتاب العلل، باب: القراءۃ علی العالم) 236:2

حضرت عکرمہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس طائف کی ایک جماعت آئی جن کے ہاتھوں میں حضرت ابن عباسؓ کی کتابوں میں سے ایک کتاب تھی۔تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ان پر پڑھنا شروع کیا۔تو آپؓ کبھی آگے سے پڑھتے اور کبھی پیچھے سے پڑھنے لگتے۔اور پھر فرمانے لگے کہ میں اس مصیبت سے عاجز ہوں بس اب تم مجھ پر پڑھو میرا اقرار ویسا ہی ہے جیسے میں تم پر پڑھوں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ کی موجودگی میں آپؓ کے شاگردوں نے آپؓ سے سنی ہوئی روایات کو کتاب کی شکل میں جمع کر دیا تھا۔

خواتین کو تعلیم دینا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ مردوں کے علاوہ خواتین کو بھی تعلیم دیتے تھے۔ اپنے علم کو صرف مرد حضرات تک محدود نہیں کیا ہوا تھا۔کوئی بھی خاتون آئے تو اس کے مسائل کا جواب دیتے تھے۔

عَنْ أَبِی جَمرةَقَالَ کُنتُ أُتَرجِمُ بین یدیِ ابنِ عباسٍ وبینَ الناسِ فَأتتهُ امرأة تَسألُهُ عنْ نبیذِ الجر فقالَ اِن وفدَ عبدِ القیسِ أَتوا رسولَ اللهِ ﷺ فقالَ رسولُ اللهِ ﷺ مَن الوفدُاو من القومُ قالوا رَبیعةُ قالَ مرحباً بِالقومِ او بالوفدِ غَیرَ خزایا وَلا النَّدامی قالَ فقالوا یا رسولَ اللهِ انا نأتیكَ مِنْ شُقة بَعیدَةٍ واِن بیننَا وَبینَكَ هَذا الحیُّ مِن کُفارِ مُضرَوانا لَا نَستطِیعُ اَنْ نَأ تیكَ اِلا فِیْ شَهرِالحَرامِ فَمُرنَا بِامرٍ فَصلٍ نُخبِرُ مَن ورائنا نَدخلُ بِهِ الجنةَقَالَ فَامرَهُم بِاربَعٍ ونها هم عَن اربعٍ قَالَ امرهم بِالاِیمانِ بِاللهِ وَحدَه وقالَ هل تَدرونَ مَاالایمانُ باللهِ قالوا اللهُ وَرسولُه اعلمُ قالَ شَهادَةُ ان لا اله الا اللهُ وَاَن مُحمدا رَسولُ اللهِ واقامُ الصلوٰةِ وایتاءُ الزکوٰةِوَصومُ رمضانَ وان تؤدُّوا خُمُساً مِن المغنَمِ وَنَهَا هُم عَن الدُّبَّاءِ وَالحَنتَمِ وَالمُزَفَّتِ قالَ شعبةُ وربما قال النقیرِ قالَ شعبةُ ربَّما قالَ المقیَّرِ (1)

حضرت ابوجمرہ سے روایت ہے کہ میں حضرت ابن عباسؓ کے سامنے ان کے اور لوگوں کے درمیان مترجم تھا۔اتنے میں ایک عورت آئی اور اس نے آپؓ سے گھڑے کی نبیذ کے بارے میں پوچھا۔تو ابن عباسؓ نے کہا عبدالقیس کا وفد نبی ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ نے پوچھا یہ وفد کون ہیں؟ یا یہ کس قوم کے لوگ ہیں؟ لوگوں نے کہا یہ ربیعہ کے قبیلہ سے ہیں۔آپ ﷺ نے اس قوم یا وفد کو خوش آمدید کہا۔اور کہا کے نہ ذلیل ہونے والے نہ شرمندہ ہونے والے۔ان لوگوں نے کہا اے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ ہم آپ ﷺ کے پاس دور دراز سے سفر کر کے آئے ہیں۔ہمارے اور آپ ﷺ کے درمیان یہ مضر کے کافروں کا قبیلہ ہے ہم حرمت والے مہینوں ہی میں آپ ﷺ کے پاس آ سکتے ہیں۔اس لیے ہمیں ایک واضح بات کا حکم کیجیے تا کہ ہم اپنے پیچھے رہنے والوں کو بتائیں اور اس کے سبب ہم جنت میں داخل ہو جائیں۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ان کو چار باتوں کا حکم دیا اور چار باتوں سے منع کیا۔ان کو حکم کیا اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لانے کا اور ان سے پوچھا کہ جانتے ہو ایمان کیا ہے؟ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔اور محمد ﷺ اس کے رسول ہیں۔اور نماز کا قائم کرنا۔اور زکوۃ دینا اور رمضان کے روزے رکھنا۔اور غنیمت کے مال میں سے پانچواں حصہ ادا کرنا۔ اور ان کو منع فرمایا کدو کے برتن سے اور روغنی گھڑے سے اور تارکول چڑھائے ہوئے برتن سے۔اور شعبہ نے کبھی یوں کہا ہے نقیر سے اور کبھی کہا ہے مقیر سے۔

اس روایت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے حضرت عبداللہ بن عباسؓ تعلیم دینے میں جنس کی تفریق کے قائل نہیں تھے۔بلکہ جو بھی سائل ہو اس کو اس کے سوال کا جواب ضرور عطا کرتے تھے۔

1. القشیری: ابوالحسن مسلم بن حجاج بن مسلم (م 261ھ) الصحیح (کتاب الایمان، باب: الامر بالایمان باللہ) 34:1

جس مسئلہ کا علم نہ ہو اس سے لاعلمی کا اظہار کرنا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے جب بھی کوئی مسئلہ پوچھتا تو آپ صرف وہ ہی بتاتے تھے جس کا آپ کو یقینی علم ہو اور جو بات آپؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا صحابہ کرامؓ سے نہ سنی ہوتی آپؓ اس کی وضاحت کر دیتے تھے کہ میں نے یہ بات نہیں سنی اور اپنے نہ جاننے کو بیان کر دیتے تھے۔

قالَ طاؤس قلتُ لابنِ عباس ذکرو ا ان النبی ﷺ قالَ اغتسلوا یومَ الجمعةِ واغسلوا رؤسکم وَاِن لم تکونوا جُنبا واصیبو ا من الطیبِ قالَ ابنُ عباس اما الغسلُ فنعم واما الطیبُ فلا اَدری۔ (1)

حضرت طاؤس کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جمعہ کے غسل کرو اور اپنے سر دھوؤ اگرچہ تمہیں نہانے کی حاجت نہ ہو۔ اور خوشبو لگاؤ۔ تو حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ غسل کا حکم تو مجھے معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہی دیا ہے۔ مگر خوشبو کا حکم مجھے معلوم نہیں ہے۔

اسی طرح نبی ﷺ ظہر اور عصر کی نماز میں قرأت کرتے تھے یا نہیں تو آپؓ فرماتے تھے کہ مجھے اس کا علم نہیں۔ یعنی جو بات وہ نہیں جانتے تھے اس کی وضاحت کرنے میں وہ کوئی برا محسوس نہیں کرتے تھے۔

عَن عکرمةَ عَن ابنِ عباسٍ قالَ لا اَدری اَکانَ رسولُ اللهِ ﷺ یقرأُ فِی الظهرِ وَالعصرِ اَم لَا (2)

حضرت عکرمہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ قرأت کرتے تھے یا نہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ جو بات نہیں جانتے تھے اس سے اپنی لاعلمی کا اظہار فرما دیا کرتے تھے۔ اور اس اظہار کرنے کو وہ اپنی عزت و مرتبہ میں کمی کی بات تصور نہیں کرتے تھے۔

بعض مسائل میں اپنی اعلمیت کا اظہار کرنا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے جب بعض مسائل پوچھے جاتے تو وہ ان کا جواب دیتے تھے۔ مگر کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ آپؓ سے اگر کوئی ایسا مسئلہ پوچھا جاتا جس میں آپؓ کو دوسروں سے زیادہ علم ہوتا تو آپؓ اپنی اعلمیت کا اقرار بھی کیا کرتے تھے۔

عَن سعیدٍ بنِ جبیرٍ قالَ قلتُ لِعبدِ اللهِ بنِ عباسٍ یا اَبا العباسِ عَجِبتُ لِاِختلافِ اَصحابِ رسولِ اللهِ ﷺ فی اِهلالِ رسولِ اللهِ ﷺ حینَ اَوجبَ فقالَ اِنِّی لَاَعلمُ الناسِ بِذلكَ اِنها اِنما کانت مِن رسولِ اللهِ ﷺ حجةَ واحدةَ فَمِن هُناكَ اختلفوا خَرَجَ رسولُ اللهِ ﷺ حاجا فلما صلی فی مسجدهِ بِذِی الحُلیفةِ رکعتیهِ فسمعَ ذلكَ منهُ اقوام فَحَفِظتُهُ عَنهُ ثم رکبَ فَلما استقلَّت بهِ ناقَتُهُ اَهَلَّ وَاَدرکَ ذلكَ مِنهُ اقوام وَذلكَ اَنَّ النَّاسَ اِنَّما کانوا یأتونَ اَرسالا فَسَمِعوهُ حینَ استقلَّت بِهِ ناقتُهُ ثم مضی رسولُ اللهِ ﷺ فَلَما علا علی شرَفِ البَیداءِ اَهلَّ وَاَدرکَ ذلكَ مِنهُ اَقوام فقالوا اِنما اَهلَّ حینَ علا علی شرفِ البیداءِ وَاَیمُ اللهِ لَقد اَوجبَ فِی مصلاهُ وَاَهلَّ حینَ استقلَّت بِهِ ناقتُهُ وَاَهلَّ حینَ علا علی شرَفِ البیداءِ (3)

1. بخاری: محمد بن اسماعیل (م 256ھ) الصحیح (کتاب الجمعۃ، باب: الدھن للجمعۃ) 121:1

2. ابوداؤد: سلیمان بن الاشعث (م 275ھ) سنن ابی داؤد (کتاب الصلوۃ، باب: قدر القراءۃ فی صلوۃ الظہر) 124:1

3. ایضاً حوالہ بالا (کتاب الحج، باب: فی وقت الاحرام) 253:1

حضرت سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے کہا اے ابو عباس! مجھے تعجب ہے کہ صحابہ کرامؓ رسول اللہ ﷺ کے احرام باندھنے کے سلسلہ میں اختلاف رکھتے ہیں۔ کہ آپ ﷺ نے احرام کب باندھا؟ تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے کہا کہ اس بات کو لوگوں میں سے سب سے زیادہ میں جانتا ہوں۔ چونکہ رسول اللہ ﷺ نے ایک ہی حج کیا تھا۔ اسی وجہ سے لوگوں نے اختلاف کیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ حج کی نیت کر کے مدینہ سے نکلے جب ذی الحلیفہ کی مسجد میں آپ ﷺ نے دو رکعتیں ادا کیں۔ تو اسی مجلس میں آپ ﷺ نے احرام باندھا اور دو رکعتوں سے فارغ ہونے کے بعد حج کا تلبیہ پڑھا، لوگوں نے اس کو سنا۔ اور میں نے اس کو یاد رکھا۔ پھر آپ ﷺ سوار ہوئے جب آپ ﷺ کی اونٹنی آپ کو لے کر سیدھی کھڑی ہوگئی۔ تو آپ ﷺ نے تلبیہ پڑھا۔ بعض لوگوں نے اس وقت آپ ﷺ کو تلبیہ پڑھتے ہوئے پایا۔ اور یہ اس وجہ سے کہ لوگ الگ الگ گروہوں میں آپ ﷺ کے پاس آتے تھے۔ تو جب آپ ﷺ کی اونٹنی آپ ﷺ کو لے کر اٹھی تو انہوں نے آپ ﷺ کو تلبیہ پکارتے ہوئے سنا تو انہوں نے کہا کہ آپ ﷺ نے تلبیہ اس وقت کہا ہے جب آپ ﷺ کی اونٹنی آپ ﷺ کو لے کر کھڑی ہوئی۔

پھر رسول اللہ ﷺ چلے جب مقام بیداء کی اونچائی پر چڑھے تو تلبیہ کہا تو بعض لوگوں نے اس وقت اسے سنا تو انہوں نے کہا کہ آپ ﷺ نے اس وقت تلبیہ کہا ہے جب آپ ﷺ بیداء کی اونچائی پر چڑھے۔ حالانکہ اللہ کی قسم آپ ﷺ نے وہیں تلبیہ کہا تھا جہاں آپ ﷺ نے نماز پڑھی تھی۔ پھر آپ ﷺ نے اس وقت تلبیہ کہا تھا جب اونٹنی آپ ﷺ کو لے کر سیدھی کھڑی ہوئی۔ اور پھر آپ ﷺ نے بیداء کی اونچائی چڑھتے وقت تلبیہ کہا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ علم کی اشاعت میں بعض مسائل میں کہا کرتے تھے کہ وہ اس مسئلہ کو سب سے زیادہ جانتے ہیں۔ یعنی وہ اس مسئلہ کی تمام تر تفصیل سے درست طریقے سے باخبر ہیں۔

نبی ﷺ کے آخری عمل کی تعلیم:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی تعلیم میں ایک خاص بات یہ بھی تھی کہ آپؓ کسی بھی مسئلہ میں نبی ﷺ کے آخری عمل کو بیان کیا کرتے تھے۔ اس وجہ سے اس مسئلہ کی تقدیم و تاخیر ناسخ منسوخ کی وضاحت ہو جاتی تھی۔ اور مسئلہ کی حقیقت سامنے آجاتی تھی۔ عاشوراء کے روزوں کے بارے میں آپؓ نے درج ذیل روایت میں وضاحت کی ہے۔

عن عبداللہ بن عباسٍ یقولُ حینَ صَامَ رسولُ اللہِ ﷺ یومَ عاشوراءَ وَاَمَرَ بِصیامِہِ قالوا یا رسولَ اللہِ ﷺ انہ یوم تُعَظِّمُہ الیہودُ والنصری فَقالَ رسولُ اللہِ ﷺ فَاِذا کانَ العامُ المقبلُ ان شاء اللہُ صمنا الیوم التاسع قالَ فلم یأتِ العامُ المقبلُ حتی تُوفِّی رسولُ اللہ ﷺ (1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جس وقت رسول اللہ ﷺ نے عاشوراء کے دن کا روزہ رکھا اور اس کے روزے کا حکم فرمایا تو انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ اس دن کی تو یہودی اور عیسائی تعظیم کرتے ہیں۔ تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ جب آئندہ سال آئے گا تو ہم ُ ان شاء اللہ نویں تاریخ کا بھی روزہ رکھیں گے۔ ابھی آئندہ سال نہیں آیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے تھے۔

اس روایت سے نبی ﷺ کے آخری عمل کی وضاحت ہوتی ہے کہ نبی ﷺ نے اس چاہت کا اظہار کیا تھا کہ اہل کتاب سے امتیاز کے لیے ساتھ نویں تاریخ کا بھی روزہ رکھنا ہے۔

1. القشیری: ابوالحسن مسلم بن حجاج بن مسلم (م261ھ) الصحیح (کتاب الصیام، باب: صوم یوم عاشوراء) 359:1

اسی طرح قرآن حکیم کی کون سی قرأت نبی ﷺ کی آخری قرأت ہے؟ اس کا تعین بھی حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اپنے شاگردوں کے سامنے کیا ہے۔ تاکہ ان کو معلوم ہوجائے کہ نبی ﷺ نے آخری دنوں میں کون سی قرأت کے مطابق تلاوت کیا کرتے تھے۔ تاکہ اسی کے مطابق تلاوت کی جائے۔

عَن مُجاھِدٍ عَن ابنِ عَباسٍ قالَ قالَ اَیُّ القِرَاءَ تَینِ کانَت أَخِیرًا قرَاءَ ةُ عبدِ اللہِ اَو قِراءَ ةِ زَیدٍ قالَ قُلنا قِراءَ ةُ زَیدٍ قالَ لَا اِلَّا اَنَّ رسولَ اللہِ ﷺ کانَ یَعرِضُ القُرآنَ علی جِبرِیلَ کُلَّ عامٍ مرَّةً فلمَّا کانَ فِی عامِ الذِی قُبِضَ فیہِ عَرَضَہُ عَلیہِ مرَّتینِ وَکَانَت آخِرَ القراءَ ةِ قِراءَ ةُ عبدِاللہِ (1)

حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ہم سے پوچھا کہ حتمی قرأت کون سی ہے؟ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی یا حضرت زید بن ثابتؓ کی؟ ہم نے عرض کیا حضرت زید بن ثابتؓ کی۔ تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا نہیں! دراصل نبی ﷺ ہر سال حضرت جبریلؑ کے ساتھ قرآن کریم کا دور کیا کرتے تھے۔ جس سال آپ ﷺ کا وصال ہوا اس میں نبی ﷺ نے دو مرتبہ دور فرمایا اور حتمی قرأت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی تھی۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نبی ﷺ کے آخری عمل کی اشاعت کو بطور خاص ملحوظ نظر رکھتے تھے۔ اور مختلف انداز سے اس نکتہ کو سمجھایا کرتے تھے۔

مخصوص احکام کی اشاعت:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ علم کی اشاعت میں نہایت ہی حریص تھے۔ وہ احکام جو سب مسلمانوں کے لیے ہیں ان کی اشاعت کے ساتھ ساتھ آپؓ وہ احکام بھی دوسروں کو بتاتے تھے جو صرف اہل بیت کے لیے خاص ہیں۔ تاکہ یہ معلومات بھی دیگر مسائل کی طرح دوسروں تک پہنچ جائے۔ اور ان کو یہ بھی معلوم ہوجائے کہ کون کون سی باتیں نبی ﷺ نے صرف اہل بیت کے لیے بتائی ہیں۔

عَنُ ابنِ عباسٍ قالَ کانَ رسولُ اللہِ عبدًا مأمورًا ما اختصَّنا دونَ الناسِ بشیءٍ الا بِثلاثٍ امرَنا اَن نُسبِغَ الوُضوءَ وَاَن لا ناکلَ الصدقۃَ وَان لا نُنزیَ حِمارًا علی فرسٍ (2)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالی کے احکام کے تابع اور مامور بندے تھے۔ آپ ﷺ نے ہمیں دوسروں کی بنسبت تین باتوں کا حکم دیا کہ وضو پوری طرح کریں۔ صدقہ نہ کھائیں۔ اور گھوڑی پر گدھا نہ چھوڑیں۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ عمومی مسائل کے ساتھ ساتھ خصوصی مسائل کو بھی عام مجلس میں بیان کرتے تھے۔

اشاعت مع الدلائل:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی فتویٰ دینے میں ایک خاص بات یہ بھی تھی کہ وہ ایسی پختہ دلیل پیش کرتے تھے کہ ان کے فتوی میں پھر کسی شک یا انکار کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی تھی۔

عَنُ طاؤسٍ قالَ کنتُ معَ ابنِ عباسٍ اذ قالَ زید بنُ ثابتٍ تُفتی اَن تَصدرَ الحائضُ قبل ان یکونَ آخرُ عہدِھا بِالبیتِ فقالَ لہ ابنُ عباسٍ أما لا فَسَل فُلانۃَ الانصاریۃَ ھل امرھا بذلکَ رسولُ اللہ ﷺ قالَ فرَجعَ زیدُ بنُ ثابتٍ الی ابن عباسٍ یضحکُ وھو یقولُ ما اَراکَ الا قد صدقتَ (3)

1. احمد: ابوعبداللہ بن حنبل (م 241ھ) المسند 275:1
2. ترمذی: ابوعیسی محمد بن عیسی (م 279ھ) جامع الترمذی (کتاب الجہاد، باب: ماجاء فی کراہیۃ ان ینزی) 299:1
3. القشیری: ابوالحسن مسلم بن حجاج بن مسلم (م 261ھ) الصحیح (کتاب الحج، باب: وجوب طواف الوداع) 427:1

حضرت طاؤس سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس بیٹھا تھا کہ حضرت زید بن ثابتؓ نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ یہ فتوی دیتے ہو کہ حائضہ عورت طواف وداع سے پہلے مکہ سے جاسکتی ہے؟ حضرت ابن عباسؓ نے کہا اگر آپ کو میرے اس فتوی کے بارے میں یقین نہیں تو فلاں انصاری عورت سے پوچھ لو کہ نبی ﷺ نے ان کو یہ حکم دیا تھا یا نہیں؟ پھر حضرت زید بن ثابت واپس حضرت عبداللہ بن عباس کی طرف لوٹے اور ہنس بھی رہے تھے اور کہا کہ آپ ہمیشہ سچ کہتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ بغیر قوی دلیل کے فتوی نہیں دیتے تھے۔

عَنْ مسلم القرِّی قَالَ سألتُ ابنَ عباسٍ عنْ متعةِ الحج فَرَخص فِيها وَكانَ ابنُ الزبيرِ ينهى عنها فقالَ هذه أُمُّ ابنِ الزبير تُحدِّثُ اَن رسول اللهِ ﷺ رَخَّص فيها فادُخلوا عَليها فاسألوها قالَ فدخلنا عليها فاذا امرأة ضَخمة عمياءُ فقالت قد رَخَّصَ رسولُ الله ﷺ فيها (1)

حضرت مسلم قری سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے حج تمتع کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے اس بارے میں رخصت دے دی۔ جبکہ حضرت ابن زبیرؓ اس سے منع فرمایا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ یہ حضرت ابن زبیرؓ کی والدہ موجود ہیں جو بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس بارے میں رخصت دی ہے۔ تو آپ ان کی خدمت میں جاؤ اور ان سے پوچھ لو۔ تب ہم ان کے پاس گئے تو وہ بڑے جسم والی اور نابینا عورت تھیں ہمارے پوچھنے پر انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سلسلہ میں رخصت دی ہے۔

اس مسئلہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اپنے فتوی پر نہایت ہی قابل اعتماد دلیل پیش کی ہے۔ کہ اس کے بعد سوال کرنے والوں کو اصل مسئلہ کی حقیقت معلوم ہوگئی۔

اشاعت علم بذریعہ خطوط:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ علم کی اشاعت کے لیے خطوط کو بھی استعمال کرتے تھے۔ خاص کر جب کوئی بذریعہ خط آپؓ سے کوئی بات پوچھے تو آپؓ ضرور جواب دیا کرتے تھے۔

عَن يزيدَ بنِ هرمزَ قالَ كَتَبَ نجدةُ بنُ عامرٍ الحروريُّ الى ابن عباسٍ يسألُه عن العبدِ والمرأةِ يحضرانِ المغنمَ هل يُقسمُ لهما وعن قتلِ الولدانِ وعنِ اليتيمِ متى ينقطع عنه اليتمِ وعن ذوى القربىٰ من هم فقالَ ليزيدَ اُكتب اليهِ فلولا اَن يقعَ فى اُحقومةٍ ما كتبتُ اليهِ اكتبُ انك كتبتَ تسألنى عن المرأة والعبدِ يحضرانِ المغنمَ هل يقسمُ لهما شيء وانه ليس لهما شيء الّا ان يحذيا وكتبتَ تسّأ لنى عن قتلِ الولدانِ وانَّ رسولَ اللهِ ﷺ لم يقتلهم وانتَ فلا تقتلهم الّا انُ تعلمَ منهم ما علمَ صاحبُ موسىٰ من الغلامِ الذى قتلهُ وكتبتَ تسّأ لنى عن اليتيمِ متى ينقطع عنه اسم اليتم حتى يبلغَ ويؤنَسَ منهُ رشد وكتبتَ تسّأ لنى عن ذوى القربىٰ من هم وإنَّا زعمنا أنَّا هم فأبى ذَلكَ علينا قومُنا (2)

1. القشیری: ابوالحسن مسلم بن حجاج بن مسلم (م 261ھ) الصحیح (کتاب الحج، باب: بیان ان الحرم م بعمرۃ) 406:1
2. ایضاً حوالہ بالا (کتاب الجہاد والسیر باب: النساء الغازیات) 117:2

حضرت یزید بن ہرمز سے روایت ہے کہ نجدہ بن عامر حروری (خارجی) نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو بذریعہ خط لکھ کر یہ پوچھا کہ اگر جہاد میں غلام اور عورت شریک ہوں تو کیا ان کو مال غنیمت سے حصہ مل جائے گا؟ اور بچوں کے قتل کے بارے اور یتیم کے بارے میں پوچھا کہ اس کی یتیمی کب ختم ہوتی ہے۔ اور ذوی القربیٰ کون ہیں تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے یزید سے کہا اس کی طرف لکھو اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ وہ حماقت میں واقع ہو جائے گا تو اس کا جواب نہ لکھتا۔

یہ بات لکھو! تم نے عورت اور غلام کے بارے میں مجھ سے پوچھنے کے لیے لکھا ہے کہ اگر جہاد میں غلام اور عورت شریک ہوں تو کیا ان کو مال غنیمت سے حصہ مل جائے گا؟ تو ان کو مال غنیمت سے کچھ نہیں ملے گا۔ ہاں بطور عطیہ ان کو کچھ دیا جا سکتا ہے۔ اور تم نے مجھ سے بچوں کے قتل کے بارے میں پوچھنے کے لیے لکھا تھا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو قتل نہیں کیا۔ اور تم بھی ان کو قتل نہ کرو۔ ہاں اگر کسی بچے کے متعلق تمہیں علم ہو جائے۔ جیسا کہ حضرت خضرؑ کو اس بچے کے بارے میں علم ہو گیا تھا۔ جس کو انہوں نے قتل کر دیا تھا۔ اور تم نے مجھ سے یتیم کے بارے میں پوچھا کہ اس کی یتیمی کب ختم ہوتی ہے؟ جب تک بچہ بالغ نہ ہو جائے اور اس کو عقل و شعور نہ آ جائے اس وقت تک وہ یتیم ہی کہلائے گا۔ اور تم نے ذوی القربیٰ کے بارے میں پوچھا ہے۔ ہمارا خیال یہ ہے کہ وہ ہم ہیں۔ لیکن ہماری قوم نے اس کا انکار کیا ہے۔

اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ خطوط کے ذریعہ بھی علم کی اشاعت کیا کرتے تھے۔ اور یہ خط لکھنے والا کوئی بھی ہو وہ اس کو اس کے سوالات کے جوابات ضرور دیتے تھے۔

عَن ابنِ ابی مُلیکةَ قالَ کتبتُ الی ابنِ عباسٍ فکتَبَ الیَّ اَنَّ النبیَّ ﷺ قضَی اَنَّ الیمینَ علی المُدَّعَی علیهِ (1)

حضرت ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو (دو عورتوں کے مقدمہ میں خط) لکھا۔ انہوں نے جواب میں لکھا کہ نبی ﷺ نے حکم دیا ہے کہ مدعی علیہ سے قسم لی جائے گی۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ سے جو بھی بذریعہ خط سوال پوچھتا تو آپؓ اس کو خط کے ذریعہ ہی سے جواب دیتے تھے۔

اکابر صحابہ کرامؓ کے بعض فیصلوں پر اپنی رائے کا اظہار کرنا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی اشاعت تعلیم میں ایک خاص بات یہ بھی تھی کہ آپؓ کسی بھی صحابیؓ سے اگر کوئی بات سنتے تو اس کی اپنے طور پر مکمل تحقیق کرنے کے بعد ہی اس کی تصدیق کرتے تھے۔ اگر آپؓ کی تحقیق اس سے متفق نہ ہوتی تو اس پر اپنی رائے اور تحقیق کا ضرور اظہار کرتے تھے تا کہ امت تک ترجیحی بات پہنچ پائے

عَن عِکرمةَ اَنَّ علیاً حَرَّقَ قوماً اِرتدُّوا عنِ الإسلامِ فَبلَغَ ذلكَ ابنُ عباسٍ فقالَ لو کنتُ اَنا لَقَتلتُهم لِقولِ رسولِ اللهِ ﷺ مَن بدَّلَ دِینهُ فاقتلوهُ ولَم اَکُن لِاُحرقهم لِقولِ رسولِ اللهِ ﷺ لا تُعذبوا بِعذابِ اللهِ فَبلَغَ ذلكَ علیًّا فقالَ صدقَ ابنُ عباسٍ

(2)

1. بخاری: محمد بن اسماعیل (م 256ھ) الصحیح (کتاب الرھن، باب: اذا اختلف الراھن) 342:1

2. ترمذی: ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ (م 279ھ) جامع الترمذی (کتاب الحدود، باب: ماجاء فی المرتد) 270:1

حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے کچھ ایسے لوگوں کو جلا دیا جو اسلام سے مرتد ہو گئے تھے۔ جب حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے کہا کہ اگر میں ہوتا تو ان کو صرف قتل کرتا کیوں کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے جو اپنے دین (اسلام) کو تبدیل کر دے اس کو قتل کر دو۔ اور میں ان کو نہ جلاتا کیوں کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے اللہ تعالی کے عذاب خاص کی طرح تم لوگوں کو عذاب نہ دو۔ پھر یہ بات جب حضرت علیؓ تک پہنچی تو انہوں نے کہا حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے سچ کہا ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ دوسرے صحابہ کرامؓ کے فیصلوں پر اپنی رائے کا اظہار کیا کرتے تھے۔

عَن ابنِ جریجٍ قالَ بَلغَ ابن عباسٍ اَنَّ ابنَ مسعودٍ یقولُ اِن طَلَّقَ مَالَم ینکح فَھُوَ جَائز فقالَ ابنُ عباسٍ اخطأَ فِی ھَذا انَّ اللہَ عَزَّوَجل یقولُ اِذا نَکَحتُمُ الْمُؤْمِناتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْھُنَّ مِن قَبلِ اَن تَمَسُّوْھُنَّ و لَم یقُل اِذا طلقتُم المؤمِنات ثُم نَکَحتمُوھُن (1)

حضرت ابن جریج کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو حضرت ابن مسعودؓ کی یہ بات پہنچی کہ وہ کہتے ہیں کہ اگر نکاح سے پہلے کوئی طلاق دے تو یہ درست ہے۔ تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ حضرت ابن مسعودؓ کو اس مسئلہ میں خطا ہوئی ہے، اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ جب تم مومن عورتوں سے نکاح کر لو اور پھر ان کو اگر طلاق دو ہاتھ لگانے سے پہلے۔ اور اللہ تعالی نے یہ تو نہیں فرمایا کہ جب تم مومن عورتوں کو طلاق دے دو پھر نکاح کرو۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ اکابر صحابہ کرام کے فتوی، فیصلہ کو آنکھیں بند کر کے تسلیم نہیں کرتے تھے۔ بلکہ اس کے تمام پہلوؤں کا جائزہ لیتے تھے۔ اگر اس کے مقابلے میں آپؓ کو قوی دلائل مل جاتے تو آپؓ پھر ان کے فیصلہ اور فتوی پر اپنا نظریہ پیش فرمایا کرتے تھے۔

حدیث کا ذکر کیے بغیر فتوی دینا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ پہلے پہل اشاعت علم میں بمع دلائل کے جوابات دیا کرتے تھے۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جب عام طور پر لوگوں سے عمومی باتوں میں بھی حدیث کا حوالہ چلنے لگ گیا تو آپؓ نے اپنے فتوی دینے میں یہ لحاظ رکھنا شروع کر دیا کہ ہر مسئلہ میں ساتھ حدیث کا حوالہ پیش کرنا چھوڑ دیا۔ تا کہ لوگوں کے دلوں میں دوبارہ حدیث مبارکہ کی پہلی سی اہمیت بحال ہو جائے۔

عَن النضرِ بنِ انسٍ قالَ کُنتُ عندَ ابنِ عباسٍ وھوَ یُفتِی الناسَ لا یُسنِدُ الی نبیِّ اللہِ ﷺ شَیئًا مِن فُتیَاہ حتی جَاءَ ہُ رجُل مِن اَھلِ العِرَاقِ فَقَالَ اِنِّی رجل مِن اَھلِ العِرَاقِ وَاِنِّی اُ صَوِّرُ ھَذِہِ التصَاوِیرَ فقالَ لہُ ابنُ عباسٍ اَدْنُہُ اِمَّا مرَّتَینِ اَو ثَلَاثًا فَدَنَا فَقَالَ ابنُ عباسٍ سمعتُ رسولَ اللہِ ﷺ یَقُولُ مَن صَوَّرَ صورَۃَ فِی الدنیَا یُکلفُ یَومَ القِیَامَۃِ اَن یَنفُخَ فِیہِ الروحَ وَلَیسَ بِنَافِخٍ (2)

حضرت نضر بن انس کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ وہ لوگوں کو فتوی دے رہے تھے۔ لیکن اپنے کسی فتوی کی نسبت نبی ﷺ کی طرف نہیں کر رہے تھے۔ اسی دوران ایک عراقی آدمی آیا اور کہنے لگا میں عراق کا رہنے والا ہوں اور میں تصویر سازی کا کام کرتا ہوں۔ حضرت ابن عباسؓ نے اسے دو یا تین مرتبہ اپنے قریب ہونے کا حکم دیا جب وہ قریب ہو گیا۔ تو آپؓ نے کہا میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جو شخص دنیا میں تصویر سازی کرتا ہے۔ اسے قیامت کے دن اس تصویر میں روح پھونکنے کا حکم دیا جائے گا۔ اور وہ اس میں روح نہیں پھونک سکے گا۔

1. عبدالرزاق: ابوبکر بن ہمام (م211ھ) مصنف عبدالرزاق 420:6

2. احمد: ابوعبداللہ بن حنبل (م241ھ) المسند 241:1

آپؓ نے جو یہ طرز اپنایا تھا کہ ہر بات پر حدیث مبارکہ نہ پیش کرنے کا۔تو یہ نہایت ہی مناسب تھا۔ اور پھر جب کبھی انتہائی ضروری ہو جاتا تو آپؓ حدیث مبارکہ پیش فرما دیتے تھے۔اس طریقہ سے سامعین کے دلوں میں حدیث کی وقعت زیادہ ہو جاتی تھی۔اس طرح فتوی اور حدیث مبارکہ میں فرق بھی ہو جاتا اور فرق مراتب بھی سامنے آ جاتا۔

اشاعت علم میں ترجمان کا مقرر کرنا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اشاعت علم کے لیے عربی زبان کے علاوہ دیگر زبانوں کے لیے ترجمان مقرر کیے ہوئے تھے۔جو آپؓ اور دوسری زبان کے لوگوں کے درمیان ترجمانی کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔

حَدَّثنَا مُحمدُ بنُ بشارٍ قالَ حدثنا غُندر قالَ حدثنا شعبةُ عَن اَبِی جَمرةَ قالَ کنتُ اُترجِمُ بَینَ ابنِ عباسٍ و بینَ الناسِ (1)

حضرت ابو جمرہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں عبداللہ بن عباسؓ اور لوگوں کے درمیان ترجمان تھا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس دوسری زبانوں کے لوگوں کو تعلیم دینے یا ان کے مسائل کو سننے اور ان کو جواب دینے کے لیے درمیان میں ترجمان مقرر کرتے تھے۔جن کی وساطت سے علم ان تک آسانی سے پہنچ جاتا تھا۔

اشاعت علم میں طلبہ کو پابند کرنا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اشاعت علم میں ایسے طلبہ جن کے لیے حصول علم خصوصی توجہ پر موقوف ہوتا تھا تو آپؓ ان کے فائدہ کے لیے ان پر مناسب پابندی بھی کرواتے تھے۔امام بخاری نے ترجمۃ الباب میں آپؓ کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے کہ

قَیَّدَ ابنُ عباسٍ عکرمۃَ علی تعلیمِ القرآنِ والسننِ و الفرآئِضِ (2)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے حضرت عکرمہ کو قرآن کریم، سنن اور فرائض کی تعلیم کے لیے قید کر رکھا تھا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ طلبہ کو تعلیم دینے کے لیے پابند کیا کرتے تھے۔اور یہ کام وقتی طور پر طلبہ پر گراں گزرتا ہے مگر اس کا فائدہ بعد میں طالب علم کے سامنے آ جاتا ہے۔اور پھر ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ وہ طالب علم جس کو پابند کیا گیا تھا وہ دعا دیتا ہے کہ شکر ہے مجھ پر اس وقت پابند کیا ورنہ میں اس علم سے محروم ہو جاتا۔

عَن عِکرمۃَ قالَ کانَ ابنُ عباسٍ یضَعُ فِی رِجلِی الکبلَ وَیُعلِّمنِی القرآنَ وَالسننَ (3)

حضرت عکرمہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے میرے پاؤں میں بیڑی ڈالی ہوئی تھی۔اور مجھے قرآن کریم اور سنتوں کی تعلیم دیا کرتے تھے۔

اس سے مراد یہ ہے کہ طلبہ کو تعلیم کے لیے وقف کر دینا اور غیر تدریسی سرگرمیوں سے آزاد کرینا۔بالفعل بیڑی مراد ترجیحی نہیں۔کیونکہ جو طالب علم پابندی کے ساتھ درس میں حاضر ہو اور پھر رفتہ رفتہ وہ حصول علم کی تمام منازل آسانی سے طے کر لیتا ہے۔

1. بخاری: محمد بن اسماعیل (م256ھ) الصحیح (کتاب العلم، باب تحریض النبی ﷺ) 19:1

2. ایضا حوالہ بالا (کتاب الخصومات، باب: التوثق ممن تخشی) 326:1

3. دارمی: عبداللہ بن عبدالرحمان ابو محمد (م255ھ) سنن دارمی 147:1 دار الکتاب العربی، بیروت 1407ھ

اہل کتاب سے علم حاصل کرنے سے روکنا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ علم کے حصول اوراس کی اشاعت میں جہاں ترغیب دیا کرتے تھے۔وہاں ساتھ ساتھ یہ بھی کہا کرتے تھے کہ اہل کتاب سے مسائل نہ پوچھو کیونکہ انہوں نے آسمانی کتابوں میں تحریف کردی ہے لہذا ان کی بات قابل یقین نہیں ہے۔اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ وہ مسلمانوں سے علمی باتیں نہیں پوچھتے تو مسلمانوں کو بھی ان سے کوئی ایسی بات نہیں پوچھنی چاہیے۔

عَن عبیدِاللهِ بنِ عبدِ اللهِ بنِ عتبةَ عَن عبدِ اللهِ بنِ عباسٍ قالَ یا مَعشَرَ المُسلِمینَ کیفَ تَسأَلُونَ اَھلَ الکتابِ وَکِتابُکم الذی اُنزلَ علی نبیهِﷺ اَحدَثُ الاَخبارِ بِاللهِ تَقرءُ ونهُ لَم یُشَب وقد حَدَّثَکم اللهُ اَنَّ اَھلَ الکتابِ بدَّلوا ما کتَبَ اللهُ وَغَیَّروا بِاَیدِیهِم الکِتَابَ فقالوا هو مِن عِندِاللهِ لِیشتَروا بِهِ ثَمَنًا قَلِیلا اَفَلا یَنهَاکم مَا جاءَ کم مِن العِلمِ عَن مَسأَلَتهِم وَلَا وَاللهِ مَا رَأَینَا مِنهم رجلا قَطُّ یَسأَلُکم عَن الذی انزلَ علیکم

(1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے تھے اے مسلمانو! اہل کتاب سے کیوں سوال کرتے ہو حالانکہ تمہاری کتاب جو تمہارے نبی ﷺ پر نازل ہوئی ہے۔اللہ تعالی کی طرف سے سب سے بعد میں نازل ہوئی ہے۔تم اسے پڑھتے ہو۔اور اس میں کسی قسم کی آمیزش بھی نہیں ہوئی ہے۔ اللہ تعالی تو تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہے۔کہ اہل کتاب نے اس کتاب کو بدل دیا جو اللہ تعالی نے انہیں دی تھی۔اور خود ہی اس میں تغیر کردیا۔اور پھر کہنے لگے یہ اللہ تعالی کی طرف سے ہے ۔ان کا مقصد اس سے صرف یہ تھا کہ اس طرح تھوڑی پونجی حاصل کرسکیں۔پس کیا جو علم (قرآن حکیم) تمہارے پاس آیا ہے وہ تم کو ان (اہل کتاب) سے پوچھنے سے نہیں روکتا۔اللہ کی قسم ہم نے ان کے کسی آدمی کو کبھی نہیں دیکھا کہ وہ ان آیات کے متعلق تم سے پوچھتا ہو جو تم پر (تمہارے نبی کے ذریعہ) نازل کی گئی۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اہل کتاب سے کوئی بھی علمی بات پوچھنے سے منع کرتے تھے۔کیوں کہ ان کا علم ان کی کتابوں پر موقوف ہے۔اور ان کی کتابیں اپنی اصلیت کھو چکی ہیں۔لہذا ان کی کوئی بات قابل اعتماد نہیں ہے۔اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ استاد بنانے میں احتیاط سے کام لینا چاہیے۔کیونکہ استاد کا طالب علم پر بہت اثر ہوتا ہے۔اور کافر اگر قرآن پڑھائے تب بھی وہ طلبہ کو گمراہ کردے گا۔اور مسلمان اگر انجیل بھی پڑھائے تو اس کے طلبہ اسلام کی طرف راغب ہو جائیں گے۔

طلبہ کو خود مطالعہ کا کہنا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اشاعت علم میں طلبہ کو حصول علم میں مہارت حاصل کرنے کے لیے بعض اوقات ان کو کوئی عنوان دے دیا کرتے تھے کہ آپ خود اس کو دیکھو اور غور فکر کرو۔اس طریقہ سے طلبہ کی علمی استعداد کی صلاحیت بڑھ جاتی تھی۔اور وہ اپنے طور پر بھی اس مسئلہ پر پھر غور کیا کرتے تھے۔

عَن سعیدِ بنِ جبیرٍ عن ابنِ عباسٍ قالَ اِذا سَرَّکَ اَن تعلمَ جَهلَ العربِ فَاقرَاْ مَا فَوقَ الثلاثینَ وَمِائَةٍ فِی سورَةِ الاَنعامِ قَد خسِرَ الذینَ قَتَلُوا اَولَادَهُم سَفَهَا بِغَیرِ عِلمٍ الی قولهِ قَدْ ضَلُّوا وَمَا کَانُوا مُهتَدِینَ (2)

1. بخاری: محمد بن اسماعیل (م256ھ) الصحیح (کتاب الشهادات، باب: لایسأل اہل الشرک) 369:1

2. ایضا حوالہ بالا (کتاب المناقب، باب جهل العرب) 500:1

حضرت سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے کہا اگر تم کو عرب کی جہالت معلوم کرنا اچھا لگے تو۔ سورۃ الانعام میں ایک سوتیس آیتوں کے بعد یہ آیتیں پڑھ لو قَد خسِرَ الذینَ قتَلُوٓا اَوْلَادَھُمْ سَفَھًا بِغَیرِ عِلْمٍ یقیناً وہ لوگ تباہ ہوئے جنہوں نے اپنی اولاد کو نادانی سے مار ڈالا سے لے کر

قَدْ ضلُّوا وَمَا کَانُوا مُھْتَدِیْنَ (1)

وہ گمراہ ہیں راہ پانے والے نہیں۔ تک

اس سے معلوم ہوتا آپؓ طلبہ کو بعض اوقات مطالعہ کی طرف رہنمائی کر دیتے تھے۔ تاکہ وہ خود ہی اس موضوع پر بتائی گئی جگہ سے مطالعہ کر کے متعلقہ مسائل کو جان لیں۔ اور طلبہ کی مسائل اخذ کرنے کی صلاحیت ابھر کر سامنے آجائے۔

بعض باتوں سے رجوع کرنا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی اشاعت علم میں ایک اہم بات یہ بھی تھی کہ آپؓ جب کوئی مسئلہ بیان کرتے۔ اور اس مسئلہ میں اگر کوئی دوسری شق سامنے آجاتی جو کہ آپؓ کے مسئلہ سے زیادہ قوی ہوتی تو آپؓ اپنے مؤقف سے رجوع فرما دیا کرتے تھے۔

عَن ابنِ عباسٍ اَتی عَلَیَّ زمان وَاَنَا اَقولُ اولادُ المُسلِمینَ معَ المسلِمینَ وَاَولادُ المُشرکینَ مَعَ المُشرکِینَ حتی حدثَنِی فلان عَن فُلانٍ اَنَّ رسولَ اللہِ ﷺ سئِلَ عَنھم فقالَ اللّٰہُ اَعلمُ بِما کَانوا عامِلینَ قالَ فلقِیتُ الرجُلَ فَأَخبَرَنِی فَأَمسَکتُ عَن قَولِی (2)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں مجھ پر ایسا وقت آیا ہے جب میں کہا کرتا تھا کہ مسلمانوں کی اولاد مسلمانوں کے ساتھ ہوگی۔ (آخرت میں) اور مشرکین کی اولاد مشرکین کے ساتھ ہوگی۔ یہاں تک کہ مجھ سے دو واسطوں سے یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی ﷺ سے اس بارے میں سوال کیا گیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو وہ اعمال کرنے والے تھے۔ جب میری اس سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے مجھے اس حدیث کی خبر دی۔ تو میں اپنے پہلے قول سے رک گیا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اپنے فتوی کے برعکس قوی دلیل آنے پر اپنے پہلے فتوی سے رجوع فرمایا کرتے تھے۔ اس رجوع کا فائدہ یہ ہوتا تھا کہ امت تک شریعت کی مکمل صورت کا اظہار ہوجاتا تھا۔ اور اختلافی مسائل کم سے کم ہوجاتے تھے۔

عَن ابی الجَوزاءِ یقولُ کنتُ اَخدمُ ابنَ عباسَ تسعَ سنینَ اِذ جَاءَہُ رجل فَسَأَلَہُ عَن درھمٍ بِدرھمَینِ فَصَاحَ ابنُ عباسٍ وقالَ اِنَّ ھَذا یَأمُرُنِی اَن اطعمۃُ الربا فقالَ ناسُ حولَہُ اِنَّا کنَّا نعملُ بِفُتیَاکَ فقالَ ابنُ عباسٍ قد کنتُ افتی بِذلکَ حتَّی حدَّثَنِی ابو سعیدٍ وَابنُ عمرَ اَنَّ النبیَّ ﷺ نَھیَ عنہُ فَاَنَا اَنھاکُم عَنہُ (3)

1. سورۃ الانعام: 140
2. احمد: ابو عبداللہ بن حنبل (م 241ھ) المسند 73:5
3. بیہقی: ابوبکر احمد بن حسین (م 458ھ) سنن الکبری 43:2

حضرت ابو جوزاء کہتے ہیں کہ میں نے نو سال حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی خدمت کی ہے۔ایک آدمی آیا اور اس نے ایک درہم کی دو درہم کے ساتھ بیع کرنے کا پوچھا۔تو حضرت ابن عباسؓ نے چیخ لگائی اور کہا یہ مجھے حکم دیتے ہیں کہ میں ان کو سود کھلاؤں۔تو موجود لوگوں نے کہا کہ ہم بھی آپ کے فتوی کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں۔تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ میں اس کا فتوی دیا کرتا تھا۔لیکن جب مجھ سے حضرت ابو سعیدؓ اور حضرت ابن عمرؓ نے حدیث بیان کی کہ نبی ﷺ نے اس سے منع کیا ہے۔تو اب میں آپ کو بھی اس سے منع کرتا ہوں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ قوی دلیل کے سامنے آجانے کی وجہ سے اپنے فتوی سے رجوع فرما دیا کرتے تھے۔اور دوسرے صحابہ کرامؓ کے فتوی کو قبول کرلیا کرتے تھے۔اور اپنے رجوع کا اعلان بھی کر دیا کرتے تھے تاکہ طلبہ کو بھی آپؓ کے رجوع کا علم ہو جائے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا تعلیم دینے میں وقت کی تعین کرنا:

آپؓ اشاعت علم میں اس بات کا خیال رکھتے تھے کہ طالب علم اکتا نہ جائیں۔اور اس وجہ سے آپؓ طلبہ کے لیے تعلیم کا اتنا وقت مقرر کرنے کو ترجیح دیتے تھے کہ طلبہ میں شوق برقرار رہے۔اور مناسب وقفوں کے ساتھ تعلیم جاری رہے۔

عَن عِكرَمةَ عَن ابنِ عباسٍ قَالَ حَدِّث الناسَ كُلَّ جُمُعةٍ فَأَن اَبَيتَ فَمَرتَينِ فَاِن اَكثرتَ فَثلاثَ مِرارٍ وَلَا تُملَّ الناسَ هَذا القرآنَ وَلَا اُلفِيَنكَ تَأتِي القومَ وَهُم فِي حديثٍ مِن حديثِهم فَتَقُص عليهِم فَتقطَرُ عَلَيهِم حديثَهُم فَتُمِلَّهُم وَلكِن اَنصِت اِذا اَمرُوكَ فَحَدثهم وَهم يَشتَهونَ وانظرِ السجعَ مِن الدعَاءِ فَاجتَنِبهُ فَاِنِّى عَهِدتُ رسولَ اللهِ ﷺ وَاصحابهُ لَا يفعلُونَ الا ذلكَ (1)

حضرت عکرمہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ لوگوں کو وعظ ہفتہ میں صرف ایک دن جمعہ کو کیا کرو۔اگر آپ اس پر تیار نہ ہو تو دو مرتبہ کر لو۔اگر تم زیادہ ہی کرنا چاہتے ہو تو پس تین دن کر لیا کرو۔اور لوگوں کو اس قرآن کریم سے اکتا نہ دینا۔ایسا نہ ہو کہ تم کچھ لوگوں کے پاس پہنچو اور وہ اپنی باتوں میں مصروف ہوں اور تم پہنچتے ہی ان سے اپنی بات (بشکل وعظ) بیان کرنے لگو اور ان کی آپس کی گفتگو کاٹ دو کہ اس طرح وہ اکتا جائیں گے۔بلکہ (ایسے مقام پر) تمہیں خاموش رہنا چاہیے۔وہ جب تم سے کہیں تو پھر ان سے آپ بیان کریں۔اس طرح کہ وہ بھی اس بیان کے خواہش مند ہوں۔اور دعا میں قافیہ بندی سے پرہیز کرو۔کیوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کو دیکھا ہے وہ ہمیشہ ایسا ہی کرتے تھے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ ہمہ وقت درس و تدریس کے حق میں نہیں تھے۔بلکہ طلبہ کو وقفوں وقفوں میں تعلیم دینے کے قائل تھے۔اور اتنی تعلیم دینا کہ ان کی مزید تشنگی باقی رہے۔ان پر اکتاہٹ نہ پیدا ہونے دی جائے۔اور ہفتہ میں تین روز درس کافی ہے۔اس سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ آپؓ کے ہاں طالب علم کی ذات کو علم کا مرکز بنا کر تعلیم دی جائے۔

1. بخاری: محمد بن اسماعیل (م 256ھ) الصحیح (کتاب الدعوات، باب: ما یکرہ من السجع) 938:2

علوم کے لحاظ سے دنوں کی تقسیم کرنا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے مختلف علوم کے لحاظ سے دنوں کو تقسیم کیا ہوا تھا۔اور جو دن جس علم کے لیے مختص کیا ہوتا اس دن صرف اسی علم کے بارے میں بحث ومباحثہ کرتے تھے۔اس طرح ایک ضبط پیدا ہو جاتا تھا۔اور جو طالب علم جس علم سے شوق رکھتا وہ اس دن حاضر ہو جاتا تا اس طرح طلبہ کی تعداد بھی مختصر ہو جاتی تھی۔

عَن عُبَيدِ اللهِ بنِ عبدِاللهِ بنِ عُتبَة قالَ كانَ ابنُ عباسٍ قد فاتَ الناسُ بِخصَالٍ بِعلمٍ مَا سَبَقَهُ وَفِههِ فِيمَا احتيجَ اِليهِ مِن رَأْيِهِ وَحلمٍ وسَيب وَنائلٍ وما رَأَيتُ اَحَدا كانَ اَعلمُ بِمَا سَبَقَهُ مِن حَدِيثِ رسولِ اللهِ ﷺ مِنهُ وَلَا اَعلَمُ بِقضَاءِ اَبى بكرٍ وَعمر وَعُثمَانَ مِنهُ وَلَا اَفقَه فِى رَاىِ مِنهُ ولَا اَعلَمُ بشعرٍ وَلَا عَرَبِيةٍ ولَا بِتَفسِيرِ القرآنِ ولا بِحسَابٍ وَلَا بِفرِيضَةٍ مِنهَ وَلَا اَعلمُ بِمَا مضِى وَلَا اَثقفُ رَأيَا فيما احتيجَ اِلَيهِ مِنهُ وَلَقَد كَانَ يَجلسُ يومَا مَا يَذكُرُ فِيهِ اِلَّا الفِقهُ وَيومَا التاوِيل وَيوم المغَازىُ وَيومَا الشعر وَيومَا اَيَّام العَرَب وَمَا رَأَيتُ عَالِمَا قط جلسَ اِلَيهِ اِلَّا خَضَعَ لَهُ وَمارَأَيتُ سَائِلا قط سَأَلَهُ اِلَّا وَجدَ عِندَهُ عِلمَا (1)

حضرت عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ چند خصلتوں میں لوگوں سے بڑھ گئے تھے۔ علم میں کوئی ان سے آگے نہیں بڑھا، فقہ میں ان کی رائے کی حاجت ہوتی تھی۔اور اسی طرح برداشت وعطاء اور احسان میں، میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا کہ جو رسول اللہ ﷺ کی حدیث کا جس میں وہ سب سے آگے تھے۔ان سے کوئی زیادہ جاننے والا ہو۔اور نہ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور نہ حضرت عثمانؓ کی قضاء کو کوئی ان سے زیادہ جانتا ہو۔ان سے زیادہ کوئی فقیہ ہو یا سمجھ رکھتا ہو یا ان سے زیادہ شعر وعربیت کا اور تفسیر قرآن کریم، حساب وفرائض کو جاننے والا ہو، اور نہ کوئی ان سے زیادہ گزشتہ واقعات کے بارے میں سب سے درست رائے رکھنے والا ہو۔

وہ ایک روز بیٹھتے تھے تو صرف فقہ کا درس دیتے، ایک روز صرف تفسیر کا، ایک روز صرف مغازی کا، ایک روز صرف شعر کا، اور ایک روز صرف تاریخ عرب کا، میں نے کسی عالم کو بغیر اس کے کبھی ان کے پاس بیٹھتے نہیں دیکھا۔ کہ وہ اس کے لیے جھک نہ گئے ہوں۔اور میں نے کبھی کسی طالب علم کو نہیں دیکھا کہ اس نے ان کے پاس علم نہ پایا ہو۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے مختلف علوم کے لیے دن مقرر کیے ہوئے تھے۔اور اس دن اسی علم کے بارے میں علمی بحث کیا کرتے تھے۔

علوم کے لحاظ سے دنوں کی تقسیم یوں تھی۔

۱۔فقہ

۲۔تفسیر

۳۔مغازی

۴۔شعر

۵۔تاریخ عرب

1. ابن سعد: ابوعبداللہ محمد بن منیع (م 230ھ) الطبقات الکبری 368:2

فصل چہارم

فتن اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا مؤقف و عمل

حضرت عثمان ذوالنورینؓ کا محاصرہ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا کردار:

حضرت عثمان ذوالنورینؓ سے جب باغی خلافت سے دست برداری کا مطالبہ کرنے لگے اور مدینہ میں خوف و ہراس کے حالات ان باغیوں نے پیدا کر دیے۔ تو صحابہ کرامؓ کی چاہت یہ تھی کہ ان باغیوں کے خلاف حضرت عثمان غنیؓ قتال کا حکم دیں۔ اور ان کی بغاوت کو ختم کیا جائے۔ مگر حضرت عثمان غنیؓ مدینہ میں قتال کے حق میں نہیں تھے۔ اور اجازت نہیں دے رہے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی بھی یہی رائے تھی کہ ان باغیوں کی بغاوت کو کچلنے کے لیے قتال کی اجازت ضروری ہے۔ اور آپؓ اس فتنہ کی سرکوبی کے لیے حضرت عثمانؓ کے دروازے پر مسلسل موجود رہے۔ تاکہ جس وقت حضرت عثمانؓ اجازت دیں تو فوراً باغیوں سے قتال شروع کیا جائے۔

فَاَشرَفَ علَى الناسِ فقالَ يَا عبدَاللهِ بنَ عباسٍ فدُعِيَ لهُ فقالَ اذهَب فَأَنتَ عَلى المَوسم وَكَانَ مِمن لَزِمَ البابَ فقالَ وَاللهِ يا اميرَ المؤمِنِينَ لَجِهَاد هؤُلآءِ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنَ الحجِّ فَاَقسَمَ عَلَيهِ فَانطلَقَ ابنُ عباسٍ علَى الموسمِ تلكَ السنةِ

(1)

حضرت عثمان غنیؓ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور کہا اے عبداللہ بن عباسؓ! تو ان کو بلایا گیا۔ امیر المؤمنین حضرت عثمانؓ نے کہا کہ آپ حج پر جاؤ امیر حج بن کے۔ اور وہ ان حضرات میں سے تھے جو امیر المؤمنین کے دروازے پر مسلسل پہرہ دے رہے تھے۔ تو انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ کی قسم! مجھے یہ جہاد کرنا حج سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ تو حضرت عثمانؓ نے ان کو قسم دی کہ آپ ضرور جاؤ۔ تو پھر اس سال آپؓ حج پر امیر بن کر چلے گئے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس مشکل وقت میں امیر المؤمنین کی حفاظت اور باغیوں کے خلاف قتال کرنے کو حج کرنے پر فوقیت دیتے تھے۔ مگر حضرت عثمانؓ کے حکم کی وجہ سے آپؓ خلیفہ کے بطور نائب امیر الحج بن کر حج پر چلے گئے۔

لیکن جب حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے دیکھا کہ حضرت عثمانؓ کسی طور پر قتال کی اجازت نہیں دے رہے۔ اور دوسری طرف باغی روز بروز جری ہو رہے ہیں۔ تو آپؓ نے یہ فرمایا کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت پر اگر پوری دنیا بھی مجتمع ہو جائے تب بھی قاتلین پر آسمانی عذاب ضرور نازل ہوگا۔

عَن ابنِ عباسٍ قالَ لَو اَجمَعَ الناسُ عَلَى قتلِ عثمَانَ لَرَمُوا بِالحِجارةِ كَمَا رُمى قومُ لوطٍ (2)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے تھے کہ اگر تمام لوگ بھی حضرت عثمانؓ کے قتل پر جمع ہو جائیں تو ان سب پر پتھروں کی بارش ہوگی۔ جیسے قوم لوط پر ہوئی تھی۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے باغیوں کو حضرت عثمانؓ کے خلاف کوئی بھی نازیبا قدم اٹھانے پر آسمانی عذاب سے متنبہ فرمایا۔ اور ان کو اس سے باز رہنے کی تاکید کی۔

1. طبری: ابوجعفر محمد بن جریر (م 310ھ) تاریخ الامم والملوک 2:673 دار الکتب العلمیہ، بیروت 1407ھ

2. ابن سعد: ابوعبداللہ محمد (م 230ھ) الطبقات الکبریٰ 3:80

شہادت حضرت عثمان غنیؓ اور آپؓ کا موقف:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ شہادت عثمانؓ کے موقع پر مدینہ میں موجود نہیں تھے۔ بلکہ حضرت عثمان ذوالنورینؓ نے آپؓ کو امیر حج بنا کر مکہ بھیجا ہوا تھا۔ تو آپؓ نے شہادت عثمانؓ کے بعد یہ کہا کہ حضرت عثمانؓ کا قصاص ضرور لینا چاہیے۔ تاکہ لوگ اپنے امیر کی شہادت پر جری نہ ہو جائیں۔ اور قاتلین عثمانؓ کو ضرور شرعی سزا ملنی چاہیے۔

عَن زَهدَمِ الجرميِّ قالَ خطبنَا ابنُ عباسٍ فقالَ لَو اَنَّ الناسَ لَم يطلبوا بِدمِ عثمانَ لرُجمُوا بِالحجَارَةِ مِنَ السماءِ (1)

حضرت زہدم جرمی کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا کہ اگر لوگ حضرت عثمان غنیؓ کے خون کا بدلہ طلب نہیں کریں گے تو ان پر آسمان سے پتھر برسیں گے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ کا موقف یہ تھا کہ قاتلین عثمانؓ سے قصاص ہر صورت لیا جائے۔ اور مسلمانوں کا اس قصاص کا مطالبہ کرنا درست ہے بلکہ لازمی ہے۔ ورنہ آسمانی عذاب کے لیے تیار رہیں۔

واقعہ جمل اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا موقف وعمل:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے شہادت حضرت عثمانؓ کے بعد حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی۔ اور پھر حق کے حصول اور غلبہ کے لیے امیر المؤمنین حضرت علیؓ کے ساتھ ہی رہے۔ جنگ جمل میں بھی آپؓ حضرت علیؓ ہی کے لشکر میں شامل تھے۔

دعَا عليٌّ محمدَ بنَ الحنفِيةَ فدفعَ اَلَيهِ اللواءَ وولى عبدُاللهِ بنَ عباسٍ ميمنةَ (2)

حضرت علیؓ نے محمد بن حنفیہ کو بلایا اور ان کو لشکر کا جھنڈا دیا۔ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو لشکر کے میمنہ کا امیر بنایا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ اس ناگہانی جنگ میں امیر المؤمنین کے لشکر میں موجود تھے۔ اور حضرت علیؓ کا موقف کہ خلافت کے مضبوط ہوتے ہی قاتلین عثمانؓ سے قصاص لیا جائے گا۔ اس موقف سے آپؓ متفق تھے۔

واقعہ صفین اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا موقف وعمل:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت علیؓ کی خلافت میں ہمیشہ ان کے ساتھ رہے۔ اور جنگ صفین کے موقع پر بھی آپؓ حضرت علیؓ کے لشکر میں تھے۔

فِي البَيومِ الخَامسِ قاتَلَ ابنُ عباسٍ يومَئذٍ قتالا شدِيدًا وغشىَ الناسَ بِنفسهِ (3)

1. طبرانی: سلیمان بن احمد ابوالقاسم (م 360ھ) المعجم الکبیر 84:1
2. طبری: ابوجعفر محمد بن جریر (م 310ھ) تاریخ الامم والملوک 5:3
3. ایضا حوالہ بالا 83:3

جنگ کے پانچویں دن حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے خوب قتال کیا۔اور لوگوں پر بذات خود غالب آتے رہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ جنگ صفین کے موقع پر حضرت علیؓ کے ساتھ لشکر میں موجود تھے۔اور قتال میں بھی حصہ لے رہے تھے۔اس موقع پر بھی آپؓ کو موقف امیر المؤمنین حضرت علیؓ کے ساتھ تھا کہ وہ درست حکمت عملی سے خلافت کے تمام فرائض کو سرانجام دینے کی بھرپور جدوجہد کر رہے ہیں۔

حکمین کا تقرر اور آپؓ کا موقف:

حضرت عبداللہ بن عباس حکمین کے تقرر کو درست اور صحیح سمجھتے تھے۔اسی لیے حضرت علیؓ نے حکمین کے مشورے اور فیصلے کے لیے بھیجے گئے قافلے میں آپؓ کو بھی خصوصی ذمہ داری دے کر روانہ کیا تھا۔

عَن زِیاد بن نضرٍ اَنَّ علیًا بعثَ ابا موسیٰ الاشعریَّ ومعهُ اربعُ مائة رَجُلٍ عَلَیهِم شُرَیح بن هانی وَمَعَهُم عبدُاللهِ بنُ عباسٍ یُصَلِّی بِهِم ویلی امرَهُم وَبعثَ مُعَاوِیةُ عمرَوبنَ العاصِ فِی اربعَ مائَةٍ مِن اهلِ الشامِ حتَّی توافوا بِدومة الجندل (1)

حضرت زیاد بن نضر کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے حضرت ابوموسی اشعریؓ کو چار سو افراد کے ساتھ بھیجا قافلے کا سالار شریح بن ہانی تھے۔اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس قافلہ کے امام تھے جو نماز پڑھانے اور دیگر امور کی نگرانی پر تھے۔اور حضرت معاویہؓ نے حضرت عمرو بن العاصؓ کے ساتھ چار سو کا قافلہ روانہ کیا۔اور یہ دونوں قافلے دومۃ الجندل کے مقام پر ملے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے مطابق مسلمانوں کے دو فریقین کے درمیان صلح اور حکمین کا تقرر کرنا یہ نہایت درست فیصلہ تھا۔اور شریعت کے مطابق تھا۔

یزید کی بیعت اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا موقف:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ امت کو تفریق سے بچانے اور اجتماعیت کو برقرار رکھنا چاہتے تھے۔اور اس اصول کے پیش نظر آپؓ نے یزید کی بیعت کر لی تھی۔تاکہ امت مسلمہ دوبارہ کسی نئی مشکل میں نہ پڑ جائے۔

وَاَنَّ ابنَ الزبیرِ وَالحُسَینِ لما دُعِیَا الی البیعةِ لِیَزِید اَبَیَا وَخَرَجَا مِن لیلتِهِما اِلی مکةَ فَلَقِیهِمَاابنُ عباسٍ وَبنُ عمرَجائیین مِن مکةَ فَسَألَاهمَا مَا وَرَائکُمَا قالَا موتُ معاوِیةَ وَالبیعةُ لیَزِیدفقالَ لهما ابنُ عمرَ اتَّقِیَا اللهَ وَلاتَفرَّقَا جماعَةَ المُسلِمِینَ وَاما ابنُ عمرَ فَقَدِمَ فَاَقَامَ ایامًا فَانتَظَرَ حتَّی جَائَتِ البَیعَةُ مِنَ البلدَانِ فَتقدمَ الی الوَلِیدِ بنِ عتبةَ فَبَایَعهُ وَبَیَعهُ ابنُ عباسٍ (2)

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور حضرت حسینؓ کو جب یزید کی بیعت کے لیے دعوت دی گئی تو ان دونوں حضرات نے انکار فرما دیا۔اور وہ دونوں راتوں رات مکہ کی طرف روانہ ہو گئے۔تو ان کی حضرت ابن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے ملاقات ہو گئی جو مکہ سے آ رہے تھے۔تو انہوں نے پوچھا کہ پیچھے کیا خبر ہے؟ تو ان دونوں نے کہا کہ حضرت معاویہؓ کی وفات ہو گئی ہے اور یزید کے لیے بیعت لی جا رہی ہے۔تو حضرت ابن عمرؓ نے ان دونوں سے کہا کہ اللہ تعالی سے ڈرو اور مسلمانوں کی جماعت میں تفرقہ نہ ڈالو۔بہر حال حضرت ابن عمرؓ مدینہ آ گئے۔اور چند دن ٹھہرے رہے اور انتظار کرتے رہے یہاں تک کہ مختلف شہروں سے بیعت کی اطلاع آنے لگی۔تو حضرت ابن عمرؓ ولید بن عتبہ کے پاس آئے اور بیعت کر دی۔اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بھی بیعت فرما دی۔

1. ابن سعد: ابوعبداللہ محمد (م 230ھ) الطبقات الکبری 256:4

2. طبری: ابوجعفر محمد بن جریر (م 310ھ) تاریخ الامم والملوک 272:3

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ یزید کی بیعت صرف اس وجہ سے کی ہے کہ مسلمانوں کی جماعت میں تفرقہ نہ پیدا ہو جائے۔اور اجتماعیت برقرار رہے۔

حضرت حسینؓ کا کوفہ کا قصد اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا موقف:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت علیؓ کے دور میں چند اہم ذمہ داریوں پر رہے تھے۔لہذا آپؓ مختلف علاقوں اوران کے افراد کی عادات و اخلاق اوران کی خصوصیات سے اچھی طرح واقف ہو گئے تھے۔جب حضرت حسینؓ کوفہ جانے کا ارادہ کرنے لگے تو آپؓ نے صاف الفاظ میں ان کو جانے سے منع کر دیا۔اوراس بات کی وضاحت کردی کہ آپ کا وہاں جانا بالکل مناسب نہیں۔اور وہ لوگ ایسے نہیں جیسے آپ کا ان کے بارے میں خیال ہے۔

عَن عقبةَ بنِ سمعانَ اَن حسينًا لما اَجمَع المسِيرَ اِلَى الكوفَةَ اَتَاهُ عبدُاللهِ بنُ عباسٍ فقالَ يا ابنَ عمِّ انك قَد ارجفَ الناسُ انكَ سَائِر اِلَى العِرَاق فَبَيِّن لِى مَا انتَ صانِع قَالَ اِنِّى قد اَجمَعتُ المسيرَ فِى احدِ يومى هذينِ اِن شَاءَ اللهُ تعالى فقالَ لهُ ابنُ عباسٍ فَاِنى اعيذكَ بِاللهِ مِن ذلكَ اخبِر نِى رحمَكَ اللهُ اَتسِيرُ اِلَى قومٍ قَد قتلُوا اَمِيرَهُم وَضَبَطُوا بلَادَهم وَنفوا عدُوَّهم فَاِن كَانُوا قَد فعلُوا ذلكَ فسِر اِلَيهِم وَاِن كَانُوا اِنما دَعوكَ اِلَيهم وَاَمِيرُهم عَلَيهم قَهر لَهُم وعمالِهِ تَجِىءُ بِلَادِهم فَاِنهُم اِنما دعوكَ اِلَى الحرب، وَالقِتَالِ وَلا آمن عليكَ اَن يغروكَ وَيكذبوكَ ويُخالِفوكَ وَيُخذِلوكَ وَان يستَنفروا اِلِيكَ فيكونوا اشَد الناسِ عليكَ فقالَ لهُ حسين وَانى اَستَخِير اللهَ وانظرُ ما يكونُ (1)

حضرت عقبہ بن سمعان کہتے ہیں حضرت حسینؓ نے جب کوفہ کی طرف چلنے کی تیاری کی۔تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ ان کے پاس آئے اور کہا کہ اے چچا کے بیٹے! بے شک لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ عراق کی طرف جا رہے ہو۔تو مجھے آپ واضح بتاؤ کہ آپ کا کیا ارادہ ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ میں ان شاءاللہ ایک دو دنوں میں جانے والا ہوں۔تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے کہا کہ میں آپ کو اللہ تعالی کی پناہ دیتا ہوں۔اللہ تعالی آپ پر رحم فرمائے۔آپ مجھے بتاؤ کہ کیا آپ ایسی قوم کی طرف جا رہے ہو جنہوں نے اپنے امیر کو قتل کر دیا ہے؟ اور اپنے شہروں کو محفوظ کر لیا ہے۔اور دشمنوں کو جلاوطن کر دیا ہے۔اگر انہوں نے یہ سب کچھ کر دیا ہے تو آپ ان کی طرف جاؤ۔

اگر وہ آپ کو بلا رہے ہیں اوران کا امیران پر غالب ہے۔اوراس کے عمال (اہلکار) ان کے شہروں میں آتے جاتے ہیں۔تو ان کا آپ کو بلانا صرف جنگ کے لیے ہے۔اور لڑائی کے لیے ہے۔اوراس بات سے امن نہیں کہ وہ آپ سے دھوکہ کریں گے۔اور آپ سے جھوٹ بولیں گے۔اور آپ کی مخالفت کریں گے۔

اور آپ کو رسوا (بے یار و مددگار) کریں گے۔اور اگر ان کو آپ کی طرف نکلنے کا کہا جائے گا تو وہ لوگوں میں سے سخت ہوں گے۔تو حضرت حسینؓ نے کہا کہ میں اللہ تعالی سے استخارہ کرتا ہوں۔اور پھر دیکھتا ہوں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت حسینؓ کے کوفہ جانے سے منع کرتے تھے۔اور وہاں کے ممکنہ حالات سے ان کو آگاہ کیا تھا۔اور ان سے یہ درخواست کی تھی کہ وہ کوفہ جانے کا اردہ بالکل ترک کر دیں۔

1. طبری: ابوجعفر محمد بن جریر (م 310ھ) تاریخ الامم والملوک 294:3

حضرت ابن زبیرؓ کا دعویٰ خلافت اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا موقف وعمل:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت ابن زبیرؓ کے تمام تر فضائل کا اقرار کرتے تھے مگر ان کی بیعت نہیں کی۔ اور امت کے ان کے نام پر متفق ہونے تک بیعت نہ کرنے کا ارادہ کیا۔

فلمّا جاءَ نعیُ یزیدَ بنَ معاویة وبایعَ ابنُ الزبیرِ لنفسهِ ودَعَا الناسَ الیهِ دعَا ابنَ عباسٍ ومحمدَ بنِ الحنفِیَةَ الَی البیعةِ فَأَبَیَا یُبایعانِ لهُ وقالاحتی یجتمعُ لكَ البلادُ ویَتسقُ لكَ الناسُ (1)

جب حضرت امیر معاویہؓ کے بیٹے یزید کی وفات کی خبر آئی۔ تو حضرت ابن زبیرؓ نے اپنے لیے بیعت لینا شروع کی۔ اور لوگوں کو اس طرف دعوت دی۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت محمد بن حنفیہؒ کو بھی بیعت کی دعوت دی۔ تو ان دونوں حضرات نے بیعت کرنے سے انکار کر دیا۔ اور کہا کہ جب تک تمام شہر آپ کی بیعت پر اتفاق نہیں کر لیتے۔ اور تمام لوگ آپ کی طرف متفق نہیں ہو جاتے اس وقت تک بیعت ہم نہیں کرتے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ امت کی اجتماعیت کو مقدم رکھتے تھے۔ تب آپؓ نے متفقہ فیصلہ آنے تک حضرت ابن زبیرؓ کی بیعت نہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ تا کہ ایسا نہ ہو کہ ان کی خلافت کی بیعت بھی ہم کر دیں اور دوسرا خلیفہ بھی بیعت لینا شروع کر دے تو امت میں تفریق اور تنازع پیدا ہو جائے گا۔

لیکن جب حضرت ابن زبیرؓ کا آپؓ سے بیعت لینے پر اصرار بڑھتا گیا تو آپؓ اور حضرت ابن زبیرؓ کے درمیان کچھ دوریاں پیدا ہو گئیں۔ اور پھر بات کچھ آگے بڑھ گئی تو آپؓ نے مکہ سے نکلنے کا فیصلہ کیا اور ابو عبداللہ جدلی کے ایک دستہ نے آپؓ کو مکہ سے نکال کر جہاں آپؓ جانا چاہتے تھے وہاں پہنچا دیا۔

فَخَرَجوا بِهم حتی اَنزَلُوهُم مِنَی فَاَقَاموا بِهَا مَا شَاءَ اللهُ اَن یقیمُو ثُمَّ خَرَجُوا اِلی الطائِف فَاَقَامُوا مَاقامُوا وتوفی عبدُ اللهِ بنُ عباسٍ بِالطائِف سنةَ ثمانٍ وستِّینَ (2)

وہ (دستہ) ان کو لے کر نکلا اور منیٰ میں ان کو پہنچا دیا۔ پھر وہاں ہی پر جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا آپؓ ٹھہرے۔ پھر طائف کی طرف چلے گئے اور وہاں ہی پر رہتے رہے یہاں تک کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ارسٹھ ہجری میں طائف ہی میں وفات پائی۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے حضرت ابن زبیرؓ کی بیعت نہیں کی تھی۔ اور نہ ہی ان کے خلاف کوئی اقدام کیا۔ بلکہ اس مسئلہ میں ان سے علیحدگی کو ہی ترجیح دی۔

1. ابن سعد: ابو عبداللہ محمد (م 230ھ) الطبقات الکبریٰ 100:5
2. ایضا حوالہ بالا 102:5

باب سوم

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی دینی خدمات

فصل اول:

تفسیر قرآن کریم میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی خدمات

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا ترجمان القرآن ہونے کی حیثیت سے قرآن کریم کی تفسیر سے زیادہ شغف رہا ہے۔اور اس طرح قرآن کریم کی تفسیر بیان کرنے میں وہ اپنے ہم عصر اہل علم سے بہت آگے تھے۔اور حضرت عمرؓ جیسے اکابر صحابہ کرامؓ بھی آپؓ سے بعض آیات کی تفسیر پوچھا کرتے تھے۔اور آپؓ کی بیان کردہ تفسیر پر ان کا مکمل اعتماد ہوا کرتا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو اللہ پاک نے جو تفسیر قرآن کریم کا ملکہ عطا کیا تھا اس میں آپؓ نے تحصیل علم میں کوشش و محنت کی تھی اس کا صلہ ہے۔مگر اصل آپؓ کو تفسیر کے علم میں جو برکت اور رسوخ ملا ہے وہ نبی ﷺ کی دعا کی وجہ سے ہے۔

عَن ابنِ عباسٍ قَالَ دَخلَ رسولُ اللهِ ﷺ المَخرجَ فَأَذا تورُ مُغطىُ فقالَ رسولُ اللهِ ﷺ مَن صَنعَ هٰذَا قُلتُ اَنا فَقالَ رسولُ اللهِ ﷺ اَللّٰهُمَّ عَلِّمهُ تَأوِيلَ القرآنِ (1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ بیت الخلاء میں داخل ہوئے۔تو پانی کا برتن بھرا ہوا رکھا تھا۔تو نبی ﷺ نے کہا یہ کام کس نے کیا ہے؟ تو میں نے کہا کہ میں نے تو نبی ﷺ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ تعالی اس کو قرآن پاک کی تاویل (تفسیر، سمجھ) عطا فرما۔

اس دعا کی برکت اور اثر حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی زندگی میں ظاہر ہوا تھا۔اور آپؓ نے تفسیر کے میدان میں بہت عالی مرتبہ حاصل کیا تھا اور اس تفسیر قرآن کریم کی وجہ سے آپؓ کو ترجمان القرآن کہا جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو نبی ﷺ نے ایک مرتبہ اپنے سینہ کے ساتھ لگایا اور قرآن کریم کے علم کی دعا فرمائی۔

عَن عِكرَمَةَ عَن ابنِ عباسٍ قَالَ ضَمَّنِى رَسُولُ اللهِ ﷺ وَقَالَ اللّٰهُمَّ عَلِّمهُ الكِتَابَ (2)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اپنے سینہ سے لگایا اور یہ دعا فرمائی کہ اے اللہ تعالی! اسے قرآن کریم کا علم عطا فرما۔

نبی ﷺ کے جسمانی قرب اور اس خاص دعا ہی کا نتیجہ تھا کہ اللہ تعالی نے آپؓ کو تفسیر کے میدان میں بڑا رسوخ عطا فرما دیا۔کہ صحابہ کرامؓ میں سے جب بھی مفسرین کے نام گنوائے جائیں تو آپؓ کا نام نمایاں ہوتا ہے۔

1. نیشاپوری: ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم (م:279ھ) المستدرک علی الصحیحین 618:3
2. بخاری: محمد بن اسماعیل (م:256ھ) الصحیح (کتاب العلم، باب: قول النبی ﷺ) 17:1

صحابہ کرامؓ میں سے دس حضرات تفسیر کے حوالہ سے مشہور ہوئے ہیں۔ چاروں خلفاء، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت ابی بن کعب ؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت ابوموسی اشعریؓ، اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام میں مفسرین صحابہؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے نام کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔

تفسیری روایات ان دس میں سب سے زیادہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ ہی سے منقول ہیں۔ اسی وجہ سے آپؓ کو ترجمان القرآن اور مفسر قرآن کے لقب سے پکارا جاتا ہے۔

(حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی تفسیری روایات کا اس مقالہ میں احاطہ ممکن نہیں لہذا صرف نمونہ کے طور پر مصادر حدیث سے چند روایات کو پیش کرنے پر اکتفاء کروں گا)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا آیات کا شان نزول بیان کرنا:

قرآن کریم کی آیات اورسورتوں کا درست اور حقیقی مطلب تب ہی سمجھ آ سکتا ہے جب ان کا شان نزول معلوم ہو جائے۔اوراگر شان نزول معلوم نہ ہوتو تفسیر قرآن کا مفہوم نامکمل رہتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ آیات کا مفہوم بتانے میں اس کا شان نزول بیان کرتے تھے جس سے اس کی مکمل وضاحت ہو جاتی تھی۔اوراس آیت کے نزول کے وقت کے واقعات سے آیت کا مفہوم آسانی سے دوسروں کی سمجھ میں بھی آ جاتا تھا۔

جہاد کی اجازت کی پہلی آیت کا شان نزول:

جہاد کی اجازت کی پہلی آیت کا شان نزول حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بیان کیا ہے۔کہ نبی ﷺ کی ہجرت مدینہ کے بعد یہ حکم نازل ہوا۔اور مسلمانوں کو جہاد کی اجازت دے دی گئی۔

عَن سَعِيدِ بنِ جُبيرٍ عَن ابنِ عباسٍ قَالَ لَمَّا اُخرِجَ النَّبِيُّ ﷺ مِن مَكَّةَ قَالَ اَبُو بَكرٍ اَخرَجُوا نَبِيَّهُم اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيهِ راجِعُونَ لَيَهلِكُنَّ فَنَزَلَتْ أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُم ظُلِمُوا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلَى نَصرِهِم لَقَدِيرٌ قَالَ فَعُرِفَ اَنَّهُ سَيَكُونُ قِتالٌ قَالَ ابنُ عباسٍ هِيَ اَوَّلُ آيَةٍ نَزَلَت فِي القِتَالِ (1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب نبی ﷺ کو مکہ سے نکالا گیا۔تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کہا ان لوگوں نے اپنے نبی کو نکال دیا اور اناللہ پڑھنے لگے اور کہا کہ یہ اب ضرور ہلاک ہوں گے۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُم ظُلِمُوا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلَى نَصرِهِم لَقَدِيرٌ (2)

جن لوگوں سے قتال کیا گیا انہیں اب اجازت دی جاتی ہے (کہ اب وہ تلوار اٹھالیں) کیوں کہ ان پر ظلم کیا گیا۔اور بے شک اللہ تعالی ان کی مدد کرنے پر قادر ہے۔

اسی وقت وہ سمجھ گئے کہ اب قتال ہو کر رہے گا۔حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جہاد کی اجازت کے سلسلہ میں یہ سب سے پہلی آیت ہے۔

اس روایت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اس آیت کا نزول نبی ﷺ کی ہجرت کی وجہ اور اس موقع پر ہوا ہے۔اور کفار کے مظالم کے جواب میں اب تلوار اٹھانے کی اجازت بھی مل گئی۔اور یہ آیت جہاد کے بارے میں پہلی آیت ہے۔

1. احمد:ابوعبداللہ بن حنبل (م:241ھ) المسند 216:1
2. سورۃ الحج:39

نماز کے اندر قرأت کرنے کے انداز کی آیت کا شان نزول:

اسی طرح نماز کے اندر کس انداز سے تلاوت کی جائے گی؟ اس آیت کا شان نزول بھی حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بیان کیا ہے۔ اور آیت کے نزول کے وقت کے تمام حالات بیان کیے ہیں۔

عَن ابنِ عباسٍ فِی قَولِهٖ عَزَّوَجَلَّ وَلَا تَجهَر بِصَلوٰتِكَ وَلَاتُخَافِت بِهَا قَالَ نَزَلَت وَرَسُولُ اللهِ ﷺ مُتَوَارٍ بِمَكَّةَ فَكَانَ اِذَا صَلّٰی بِأَصحَابِهٖ رَفَعَ صَوتَهٗ بِالقُرآنِ فَأَذَا سَمِعَ ذٰلِكَ المُشرِكُونَ سَبُّو القُرآنَ وَمَن اَنزَلَهٗ وَمَن جَاءَ بِهٖ فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی لِنَبِیِّهٖ ﷺ وَلَا تَجهَر بِصَلوٰتِكَ فَیَسمَعُ المُشرِكُونَ قِرَاءَتَكَ وَلَا تُخَافِت بِهَا عَن اَصحَابِكَ اَسمِعهُم القُرآنَ وَلَا تَجهَر ذٰلِكَ الجَهرَ وَابتَغِ بَینَ ذٰلِكَ سَبِیلًا یَقُولُ بَینَ الجَهرِ وَالمُخَافَتَةِ (1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے اللہ تعالیٰ کے قول وَلَا تَجهَر بِصَلوٰتِكَ وَلَاتُخَافِت بِهَا (2)

اس آیت کی تفسیر میں روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ مکہ میں چھپ کر اپنے صحابہ کرامؓ کو نماز پڑھاتے تھے۔ اور آپ ﷺ بلند آواز سے قرأت کرتے تھے۔ جب مشرکین قرآن کریم سنتے تو وہ قرآن اور اس کے نازل کرنے والے اور اس کے لانے والے کو برا بھلا کہتے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا اس قدر بلند آواز سے نہ پڑھیں کہ مشرکین آپ کی تلاوت سن لیں۔ اور نہ اتنا آہستہ پڑھیں کہ آپ ﷺ کے اصحابؓ بھی نہ سن سکیں۔ بلکہ ان دونوں کے درمیان راستہ نکالیں۔ جہر اور پوشیدہ کے درمیان۔

اس روایت میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے نماز میں قرأت کرنے والی آیت کا شان نزول بیان کیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی طرف سے دی جانے والی تکلیف کی وجہ سے یہ حکم نازل کیا کہ درمیانی آواز سے قرأت کی جائے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا نبی خیانت نہیں کرتا آیت کا شان نزول بیان کرنا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے سورۃ ال عمران کی وہ آیت جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ نبی خیانت نہیں کرتا۔ اس کے شان نزول کو بیان کیا ہے کہ یہ بدر کے موقع پر نازل ہوئی۔ اور ساتھ مکمل تفصیل بھی بیان کی ہے۔

حَدَّثَنَا مِقسَمٌ قَالَ قَالَ ابنُ عباسٍ نَزَلَت هٰذِهِ الآیَةُ وَمَا كَانَ لِنَبِیٍّ اَن یَغُلَّ فِی قَطِیفَةٍ حَمرَاءَ افتُقِدَت یَومَ بَدرٍ فَقَالَ بَعضُ النَّاسِ لَعَلَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ اَخَذَهَا فَاَنزَلَ اللّٰهُ وَمَا كَانَ لِنَبِیٍّ اَن یَغُلَّ اِلٰی آخِرِ الآیَةِ (3)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ یہ آیت وَمَا كَانَ لِنَبِیٍّ اَن یَغُلَّ (4)

نازل ہوئی ہے غزوہ بدر کے دن ایک سرخ چادر کھو گئی تھی اس بارے میں۔ بعض لوگوں (منافقوں) نے کہا کہ شاید نبی ﷺ نے لے لی ہو۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت وَمَا كَانَ لِنَبِیٍّ اَن یَغُلَّ (5) نازل فرمائی۔

اس سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ اس آیت کا نزول غزوہ بدر کے موقع پر ایک چادر کے کھو جانے اور منافقوں کا نبی ﷺ کے بارے میں ناروا بات کرنے کے وقت ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کی اس بات کی تکذیب کر دی اور فرمایا کہ نبی ﷺ ایسے کام نہیں کرتے۔ یہ ممکن ہی نہیں۔

1. القشیری: ابوالحسن مسلم بن حجاج بن مسلم (م: 261ھ) الصحیح (کتاب الصلوۃ، باب: التوسط فی القراءۃ) 183:1
2. سورۃ بنی اسرائیل: 110
3. ترمذی: ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ (م: 279ھ) جامع الترمذی (کتاب التفسیر، باب: من سورۃ ال عمران) 130:2
4. سورۃ ال عمران: 161
5. ایضاً حوالہ بالا

جوسلام کرے تواس کے بارے میں یہ کہنا کہ یہ مسلمان نہیں آیت کا شان نزول:

اسی طرح سورۃ نساء کی آیت جس میں ہے کہ جو سلام کرے تواس کے بارے میں یہ کہنا کہ یہ مسلمان نہیں ۔اس کے شان نزول کو بیان کیا ہے کہ یہ بنوسلیم کے ایک فرد کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

عَن ابنِ عباسٍ قَالَ مَرَّ رجُلُ مِن بَنِی سُلَیمٍ عَلَی نَفَرٍ مِن اَصحَابِ رَسُولِ اللهِ ﷺ ومَعَهُ غَنَمٌ لَهُ فَسَلَّمَ عَلَیهِم قَالُوا مَا سَلَّمَ عَلَیکُم اِلَّا لِیَتعَوَّذَ مِنکُم فَقَامُوا فَقَتَلُوهُ وَاَخذُوا غَنَمَهُ فَأَتَوا بِهَا رَسولَ اللهِ ﷺ فَأَنزَلَ اللهُ تَعَالَی یَأَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا اِذَا ضَرَبتُم فِی سَبِیلِ اللّٰهِ فَتَبَیَّنُوا وَلَا تَقُولُوُا لِمَنُ اَلَقی اِلَیکُمُ السَّلَامَ لست مُوُمِنَا (1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ بنوسلیم کا ایک آدمی صحابہ کرامؓ کی جماعت کے پاس سے گزرا۔اس کے ساتھ اس کی بکریاں بھی تھیں۔اس نے ان صحابہ کرامؓ پر سلام کیا۔ان لوگوں نے کہا کہ اس نے تمہاری پناہ کے لیے تمہیں سلام کیا ہے۔پھر اس شخص کو قتل کر دیا اور اس کی بکریاں لے لیں۔اور ان بکریوں کو ساتھ لائے اور نبی ﷺ کی خدمت میں پیش ہوئے۔اس وقت اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمادی۔

یَأَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا اِذَا ضَرَبتُم فِی سَبِیلِ اللّٰهِ فتَبَیَّنُوا وَلَا تَقُولُوُا لِمَنُ اَلَقی اِلَیکُمُ السَّلَامَ لست مُوُمِنَا (2)

اے ایمان والو! جب تم اللہ تعالی کی راہ میں جارہے ہو تو تحقیق کر لیا کرو۔اور جو تم سے سلام کرے تو تم اسے یہ نہ کہہ دو کہ تو مومن نہیں۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت اس موقع پر نازل ہوئی۔اور آئندہ کے لیے مسلمانوں کو بہت احتیاط کرنے کا حکم دیا گیا۔اور سلام کرنے والے یا اسلام کا دعوی کرنے والے کے قتل سے ہاتھ کھینچنے کا حکم دے دیا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا ناسخ منسوخ کا بیان کرنا

قرآن کریم کی بعض آیات سے دو مختلف حکم سامنے آتے ہیں۔اور ان آیات کو پڑھنے والا جو اس کے معانی کو سمجھتا ہے تو وہ غور وفکر پر مجبور ہو جاتا ہے۔اس کا حل ناسخ منسوخ سے ہوسکتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ قرآن کریم کی تفسیر میں اس بحث کو بڑی اہمیت دیتے تھے۔کہ تفسیر کرنے والے کو ناسخ منسوخ کا مکمل علم ہونا چاہیے۔اور جو اس سے نابلد ہے تو تفسیر کے میدان میں وہ نابینا شمار ہوگا۔لہذا بغیر ناسخ منسوخ کے تفسیر کرنے والا خود بھی گمراہ ہوگا اور دوسروں کو بھی گمراہ کرے گا۔

1. ترمذی: ابوعیسی محمد بن عیسی (م:279ھ) جامع الترمذی (کتاب التفسیر، باب: من سورۃ النساء) 132:2
2. سورۃ النساء:94

والدین کے لیے وصیت کرنے کی آیت کا نسخ:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے والدین کے لیے اب وصیت لازمی رہی ہے یا نہیں کے بارے میں وضاحت فرمائی ہے۔

عَن مُحمد بنِ سیرین عَن ابنِ عباسٍ اَنَّهُ قَامَ فَخطبَ الناسَ هَا هُنَا يَعنِى بِالبَصرَة فَقرَأَ عَلَيهِم سُورَةَ البَقرَة وَبَيَّنَ مَا فِيهَا فَاتى عَلى هَذِهِ الآيَة اِنْ تَرَكَ خَيرَ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ قَالَ نُسِخت هَذِهِ ثُمَّ ذَكَرَ مَا بَعدَهُ (1)

حضرت محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کھڑے ہو کر بصری میں خطبہ دے رہے تھے۔ اور سورۃ بقرہ کو پڑھ رہے تھے اور اس سورۃ میں جو مسائل ہیں ان کو بیان کر رہے تھے۔ جب اس آیت کریمہ پر پہنچے

اِنْ تَرَكَ خَيرَ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ (2)

اگر وہ (وراثت میں) مال و دولت چھوڑے جا رہے ہوں تو والدین کے حق میں وصیت کریں

تو آپؓ نے فرمایا کہ یہ منسوخ ہو چکی ہے۔ پھر اس کے بعد آگے بیان شروع کر دیا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ ناسخ منسوخ کی بات عام خطبوں میں بھی صراحت کے ساتھ کیا کرتے تھے۔ جیسے اس آیت کریمہ کے نسخ کا ذکر کیا ہے۔

جان بوجھ کر قتل کرنے والے کی توبہ کے حکم کے بارے میں آیت کی نسخ کی بحث:

اسی طرح جان بوجھ کر قتل کرنے والے کی توبہ قبول ہوتی ہے یا نہیں؟ دو مختلف آیتوں کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بیان کیا ہے کہ کون سی منسوخ ہے۔

عَن سَعِيدٍ بنِ جُبَيرٍ قَالَ قُلتُ لِابنِ عَبَّاسٍ اَلِمَن قَتَلَ مُؤمِنًا مُتَعَمِّدَ ا مِن تَوبَةٍ قَالَ لَا قَالَ فَتَلَوتُ عَلَيهِ هَذِهِ الآيَةَ الَّتِى فِى الفُرقَانِ وَالَّذِيْنَ لَايَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِىْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ اِلَى آخِرِ الآيَةِ قَالَ هَذِهِ آيَةٌ مَكِّيَّةٌ نَسَخَتهَا آيَةٌ مَدَنِيَّةٌ وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَائُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا (3)

حضرت سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے پوچھا جس آدمی نے کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کر دیا کیا اس کی توبہ قبول ہو گی؟ آپؓ نے فرمایا کہ نہیں۔ پھر میں نے ان پر سورۃ فرقان کی یہ آیت پڑھی

وَالَّذِيْنَ لَايَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِىْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ (4)

وہ لوگ جو اللہ تعالی کے سوا کسی اور کی عبادت نہیں کرتے۔ اور نہ حق کے سوا کسی ایسے آدمی کو قتل کرتے ہیں جس کو قتل کرنا اللہ تعالی نے حرام قرار دیا ہو۔ اس آیت کو میں نے آخر تک پڑھا۔ انہوں نے کہا کہ یہ آیت مکی ہے۔ اور اس کو اس مدنی آیت نے منسوخ کر دیا ہے۔

وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَائُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا (5)

جس آدمی نے کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کر دیا ہو اس کی سزا جہنم ہے اور وہ اس میں ہمیشہ رہے گا۔

1. نیشاپوری: ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم (م:279ھ) المستدرک علی الصحیحین 300:2
2. سورۃ البقرۃ:180
3. القشیری: ابوالحسن مسلم بن حجاج بن مسلم (م:261ھ) الصحیح (کتاب التفسیر) 421:2
4. سورۃ الفرقان:68
5. سورۃ النساء:93

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے سورۃ فرقان کی آیت کو منسوخ بتایا ہے اور سورۃ نساء کی آیت ناسخ ہے۔ لہذا ناسخ آیت کو مدنظر رکھ کر فیصلہ کیا جائے گا۔ کہ قاتل کی توبہ قبول ہے یا نہیں۔

تمام مسلمانوں کا اجتماعی طور پر جہاد کے لیے نکلنے کی آیت کا نسخ:

اسی طرح قرآن کریم میں بعض آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ سب مسلمان جہاد کے لیے نکلیں۔ اور بعض میں کہا ہے کہ سب کا نکلنا ضروری نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ان آیات میں سے ناسخ منسوخ کا تعین کیا ہے۔

عَن عِكرَمَةَ عَن ابنِ عَباسٍ قَالَ اِلَّا تنفِرُوا يُعَذِّبُكُم عَذَابًا اَلِيمًا وَمَا كَانَ لِاَهلِ الْمَدِيْنَةِ اِلَى قَولِهِ يعمَلُونَ نَسَختهَا الآيَةُ الَّتِى تَلِيهَا وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً (1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اِلَّا تَنفِرُوا يُعَذِّبُكُم عَذَابًا اَلِيمًا (2) اگر تم جہاد کے لیے نہیں نکلو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب دے گا۔ اور وَمَا كَانَ لِاَهلِ الْمَدِيْنَةِ (3) سے يعمَلُونَ مدینہ کے رہنے والوں اور جو دیہاتی ان کے آس پاس ہیں ان کو زیب نہیں دیتا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر پیچھے رہ جائیں۔ سورۃ التوبہ کو بعد والی آیت وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً (4) نے منسوخ کر دیا ہے۔ مناسب نہیں ہے کہ مسلمان سب کے سب جہاد کے لیے نکل جائیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلی دو آیات کہ سب مسلمان جہاد کے لیے نکلیں بعد والی آیت سے منسوخ ہو گئی ہیں۔ اب سب کو نکلنا لازمی نہیں۔

جہاد سے پیچھے رہنے کے لیے عدم اجازت کا نسخ:

جہاد میں جانے سے کسی عذر کی وجہ سے اجازت لیکر رہنا یا ایسی اجازت ہے ہی نہیں ان احکام میں سے ناسخ اور منسوخ کی تعیین حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بیان فرمائی ہے۔

عَن عِكرَمَةَ عَن ابنِ عباسٍ قَالَ لَايَستَأذِنُكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَومِ الْآخِرِ الآيَةَ نَسَختهَا الَّتِى فِى النُّورِ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِيْنَ آمَنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ اِلَى قَولِهِ غَفُورٌ رَحِيمٌ (5)

1. ابوداؤد: سلیمان بن الاشعث (م: 275ھ) سنن ابی داؤد (کتاب الجهاد، باب: فی نسخ نفیر العام) 346:1
2. سورۃ التوبۃ: 39
3. ایضا حوالہ بالا: 120
4. ایضا حوالہ بالا: 122
5. ابوداؤد: سلیمان بن الاشعث (م: 275ھ) سنن ابی داؤد (کتاب الجهاد، باب فی الاذن فی القفول) 26:2

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ

لَایَستَأذِنُكَ الَّذِینَ یُؤمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالیَومِ الآخِرِ (1)

اللہ تعالی پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والے تو کبھی بھی تجھ سے اپنے مالوں اور اپنی جانوں کو لے کر جہاد میں جانے سے رکے رہنے کی اجازت طلب نہیں کریں گے۔

کو سورۃ نور کی آیت اِنَّمَا المُؤمِنُونَ الَّذِینَ آمَنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ سے غَفُورٌ رَحِیمٌ (2) تک

ایمان والے لوگ وہی ہیں جو اللہ تعالی پر اور اس کے رسول ﷺ پر یقین رکھتے ہیں اور جب ایسے معاملے میں جس میں لوگوں کے ساتھ جمع ہونے کی ضرورت ہوتو نبی ﷺ کے ساتھ ہوتے ہیں۔ جب تک آپ ﷺ سے اجازت نہ لے لیں کہیں نہیں جاتے۔

اس آیت نے منسوخ کر دیا ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سورۃ توبہ کی یہ آیت سورت نور کی آیت سے منسوخ ہوگئی ہے۔ اور اب اجازت لے کر جہاد سے رک جانے کی رعایت دے دی گئی ہے۔

مواخات کی بناء پر وراثت کے حکم کا نسخ:

نبی ﷺ نے مدینہ میں انصار اور مہاجرین کے درمیان جو اخوت قائم کی تھی۔ اس کی وجہ سے وہ ایک دوسرے کے مالوں میں بھی شریک ہوگئے تھے۔ اور پھر بعد میں دوسرے احکام بھی نازل ہوگئے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اس حوالے سے ناسخ منسوخ کا تعین کیا ہے۔

عَن ابنِ عَباسٍ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِیَ قالَ وَرَثَةً وَالَّذِینَ عَاقَدَت ایمانُكم قَالَ كَانَ المُهَاجِرُونَ لَمَّا قَدِمُو المَدِینَةَ یَرِثُ المُهَاجِرُ الاَنصارِیَّ دُونَ ذَوِی رَحِمِهِ لِلأُخُوَّةِ الَّتِی آخی النَّبِیُّ ﷺ بینَهُم فَلَمَّا نَزَلَت وَلِكُلٍّ جَعلنا مَوَالِیَ نَسَخت ثُمَّ قَالَ وَالَّذِینَ عَاقَدَت اَیمَانُكُم اِلَّا النَّصرَ، وَالرِّفَادَةَ وَالنَّصِیحَةَ وَقَد ذَهَبَ المِیرَاثُ وَیُوصِی لَهُ (3)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس آیت

وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِیَ (4)

کے متعلق فرماتے ہیں کہ (موالی کے معنی) وارث کے ہیں۔ آپؓ نے فرمایا کہ مہاجرین جب مدینہ میں آئے تو (اخوت قائم ہو جانے کی وجہ سے) مہاجر انصار کی وراثت پاتا تھا اور انصاری کے رشتہ داروں کو کچھ نہیں ملتا تھا۔ اس اخوت کی وجہ سے جو نبی ﷺ نے ان کے درمیان کرا دی تھی۔ جب یہ آیت

وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِیَ (5)

اتری تو وَالَّذِینَ عَاقَدَت اَیمَانُكُم (6)

کو منسوخ کر دیا۔

1. سورۃ التوبۃ:44
2. سورۃ النور:62
3. بخاری: محمد بن اسماعیل (م:256ھ) الصحیح (کتاب الکفالۃ، باب: قول اللہ وَالَّذِینَ عَاقَدَت) 306:1
4. سورۃ النساء:۳۳
5. ایضا حوالہ بالا
6. ایضا حوالہ بالا

اب اس وَالّذِینَ عَاقَدَت ایمَانُکُم (1)
سے مراد مدد اور اعانت اور خیر خواہی رہ گئی ہے۔ اور ان کو میراث میں سے حصہ ملنا موقوف ہو گیا۔ البتہ وصیت ان کے لیے ہو سکتی ہے۔

اس روایت میں ایک تو یہ بات حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے معلوم ہوئی ہے کہ اب دینی اخوت کی وجہ سے وراثت میں حصہ منسوخ ہو گیا۔ اب وراثت صرف رشتہ دار وارثوں کو ملے گی۔ اور اس میں مشہور قرأت کے برعکس دوسری قرأت سے عَاقَدَت پڑھا گیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا آیات قرآنی پر نبی ﷺ کا عمل بیان کرنا

قرآن کریم کا مطلب اور حکم وہ ہی قابل قبول اور قابل عمل ہے جو نبی ﷺ نے لیا ہے اور نبی ﷺ نے کر کے بتایا ہے۔ تفسیر قرآن بیان کرتے ہوئے یہ بات بھی مفسر کے لیے بیان کرنا ضروری ہوتی ہے کہ وہ بتائے کہ نبی ﷺ نے اس آیت کے نزول کے بعد کیا کہا؟ یا کیا کیا ہے؟

حضرت عبداللہ بن عباسؓ تفسیر بیان کرتے ہوئے نبی ﷺ کا طرز عمل ضرور بیان کرتے تھے۔ تاکہ سامعین کو آیت کے متعلق نبی ﷺ کے اولین عمل کا علم ہو جائے۔ اور وہ اس سے مکمل طور پر واقف ہو جائیں۔

تمام اعمال کے محاسبہ کی آیت کے بعد نبی ﷺ کا عمل:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے تمام اعمال کے مؤاخذہ کی آیت کے نزول کے بعد اس پر نبی ﷺ نے کون سا عمل کیا ہے؟ اس کو بیان کیا ہے۔

عَن ابنِ عباسٍ قَالَ لَمَّا نزَلَت ھَذِہِ الآیَۃُ وَاِنْ تُبدُوْامَا فِیْ اَنْفُسِکُمْ اَوْ تُخفُوْہُ یُحَاسِبْکُمْ بِہِ اللّٰہِ قَالَ دَخَلَ قُلوبَھُم مِن شَیءٍ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ قُولُوا سَمِعنَا وَاَطَعنَا وَسَلَّمنَا قَالَ فَأَلقَی اللّٰہُ الاِیمَانَ فِی قُلُوبِھِم فَأَنزَلَ اللّٰہُ تَعَالٰی لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفسًا اِلَّا وُسعَھَا لَھَا مَاکَسَبَت وَعَلَیھَا مَا اکتَسَبَت رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذنَا اِن نَّسِینَا اَو اَخطَأنَا قَالَ قَد فَعَلتُ رَبَّنَا وَلَاتَحمِل عَلَینَا اِصرًا کَمَا حَمَلتَہُ عَلَی الَّذِینَ مِن قَبلِنَا قَالَ قَد فَعَلتُ وَاغفِرلَنَا وَارحَمنَا اَنتَ مَولٰنَا قَالَ قَد فَعَلتُ (2)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی

وَاِنْ تُبدُوْامَا فِیْ اَنْفُسِکُمْ اَوْ تُخفُوْہُ یُحَاسِبْکُمْ بِہِ اللّٰہِ (3)

تو لوگوں کے دلوں میں وہ بات داخل ہو گئی تھی (یعنی بہت ڈر پیدا ہو گیا۔) تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم سب کہو ہم نے سنا اور مان لیا اور اطاعت کی پھر اللہ تعالیٰ نے ایمان ان کے دلوں میں ڈال دیا اور اس آیت کو اتارا

لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفسًا اِلَّا وُسعَھَا لَھَا مَاکَسَبَت وَعَلَیھَا مَا اکتَسَبَت رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذنَا اِن نَّسِینَا اَو اَخطَأنَا (4)

1. سورۃ النساء:33
2. القشیری: ابوالحسن مسلم بن حجاج بن مسلم (م:261ھ) الصحیح (کتاب الایمان، باب: بیان تجاوز اللہ) 78:1
3. سورۃ البقرۃ:284
4. ایضا حوالہ بالا:286

اللہ تعالیٰ کسی نفس کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف میں نہیں ڈالتا اس نفس کے لیے وہ ہے جو اس نے کمایا۔اور اس کے خلاف بھی وہی کچھ ہوگا جو اس نے کمایا۔ اے ہمارے رب ہماری بھول چوک میں ہم سے مؤاخذہ نہ کرنا تو اللہ تعالی نے فرمایا میں ایسا ہی کروں گا۔اے ہمارے رب ہم پر ایسا بوجھ نہ رکھنا جیسا کہ ہم سے پہلے والوں پر رکھا تھا تو اللہ تعالی نے فرمایا میں ایسا ہی کروں گا اور ہمیں معاف کردے۔ہمیں بخش دے۔ہم پر رحم کر تو ہی ہمارا مالک ہے۔اللہ تعالی نے فرمایا میں نے ایسا ہی کیا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلی آیت کے اترنے پر نبی ﷺ نے کیا عمل کیا؟ اور صحابہ کرامؓ کو کیا عمل کرنے کا کہا۔یعنی حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اس آیت کریمہ پر نبی ﷺ کے کیے گئے عمل کا بیان کیا ہے۔کہ صحابہ کرامؓ کسی مشکل کی طرف توجہ نہ کرو بلکہ یہ کہو ہم نے سنا اور مان لیا اور اطاعت کی۔اور پھر صحابہ کرامؓ نے ایسا ہی کیا۔

اپنے رشتہ داروں کو ڈرانے کی آیت پر نبی ﷺ کا عمل:

اسی طرح نبی ﷺ کو جو حکم ہوا کہ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرسناؤ تو نبی ﷺ نے اس پر کس انداز سے عمل کیا؟ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اس کو یوں روایت میں بیان کیا ہے۔

عَن الاَعمَشِ عَن عَمرِو بنِ مُرَّةَ عَن سَعِیدِ بنِ جُبَیرٍ عَن ابنِ عباسٍ قَالَ لَمَّا نزَلَت هَذِهِ الآیَةُ وَاَنذِر عَشِیرَتَكَ الاَقرَبِینَ وَرَهطَكَ مِنهُم المُخلَصِینَ خَرجَ رَسولُ اللهِ ﷺ حَتَّی صعِدَ الصَّفا فَهتَفَ یَا صَبَاحَاهُ فَقَالُوا مَن هَذَا الَّذِی یَهتِفُ قَالُوا مُحَمَّدٌ فَاجتَمَعُوا اِلَیهِ فَقَالَ یَا بَنِی فُلَانٍ یَا بَنِی فُلَانٍ یَا بَنِی فُلَانٍ یَا بَنِی عَبدِ مَنَافٍ یَا بَنِی عَبدَ المُطَّلِبِ فَاجتَمَعُو اِلَیهِ فَقَالَ اَرَأَیتَکُم لَو اَخبَرتُکُم اَنَّ خَیلًا تَخرُجُ بِسَفحِ هَذَا الجَبَلِ اَکُنتُم مُصَدِّقِیَّ قَالُوا مَا جَرَّبنَا عَلَیكَ کَذِبًا قَالَ فَأِنِّی نَذِیرٌ لکُم بَینَ یَدَی عَذابٍ شَدِیدٍ قَالَ فَقَالَ اَبُو لَهَبٍ تَبًّا لَكَ اَمَا جَمَعتَنَا اِلَّا لِهَذَا ثُمَّ قَامَ فَنَزَلَت هَذِهِ السورَةُ تَبَّت یَدَا اَبِی لَهَبٍ وَقَد تَبَّ کَذَا قَرَأَ الاَعمَشُ اِلَی آخِرِ السُّورَةِ (1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر جب یہ آیت نازل ہوئی

وَاَنذِر عَشِیرَتَكَ الاَقرَبِینَ (2)

اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیں۔اور اپنی قوم کے مخلص لوگوں کو بھی ڈرائیں۔تو رسول اللہ ﷺ نکلے یہاں تک کہ آپ ﷺ صفا پہاڑ پر چڑھ گئے۔اور پکارا یا صباحاہ لوگوں نے کہا یہ کون پکارتا ہے؟انہوں نے کہا محمد ﷺ ہیں۔پھر سب لوگ آپ ﷺ کے پاس اکٹھے ہوئے۔آپ ﷺ نے فرمایا اے فلاں کی اولاد،اے فلاں کی اولاد ،اے فلاں کی اولاد!اے عبد مناف کی اولاد!اے عبدالمطلب کی اولاد!وہ سب اکٹھے ہوئے۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا تمہارا کیا خیال ہے اگر میں تم سے کہوں کہ اس پہاڑ کے نیچے گھڑ سوار ہیں کیا تم میری تصدیق کرو گے؟ انہوں نے کہا ہم نے آپ کو کبھی جھوٹ بولتے ہوئے نہیں دیکھا۔آپ ﷺ نے فرمایا تو پھر میں تمہیں سخت عذاب سے ڈراتا ہوں۔ابولہب نے کہا خرابی ہو تمہاری تم نے ہمیں اسی لیے جمع کیا پھر وہ کھڑا ہوا اس وقت یہ سورۃ نازل ہوئی ابولہب کے دونوں ہاتھ ہلاک ہوں اعمش نے اس سورۃ کو اسی طرح آخر تک پڑھا ہے۔

اس روایت میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے رشتہ داروں کو ڈرانے والی آیت کے نزول پر نبی ﷺ کے عمل کو بیان کیا ہے۔کہ نبی ﷺ نے صفا پہاڑ پر سب رشتہ داروں کو جمع کر کے اللہ تعالی کے عذاب سے ڈرایا۔

1. القشیری: ابوالحسن مسلم بن حجاج بن مسلم (م:261ھ) الصحیح (کتاب الایمان، باب: بیان ان من مات علی الکفر) 114:1

2. سورۃ الشعراء:214

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا سورۃ اعلیٰ کی تلاوت پر نبی ﷺ کا عمل بیان کرنا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے نبی ﷺ کا عمل سورۃ اعلی کی تلاوت کے وقت کا بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ اس کی تلاوت کے وقت ساتھ سبحان ربی الاعلی بھی کہا کرتے تھے۔

عَن سَعِیدِ بنِ جُبَیرٍ عَن ابنِ عباسٍ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ اِذَا قَرَأَ سَبِّحِ اسمِ رَبِّکَ الاَعلَی قَالَ سُبحَانَ رَبِّیَ االاَعلَی (1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ جب

سَبِّحِ اسمِ رَبِّکَ الاَعلَی (2)

اپنے رب کی تسبیح بیان کر جو کہ بلند شان والا ہے

پڑھتے تھے تو ساتھ سُبحَانَ رَبِّیَ االاَعلَی بھی کہتے تھے۔

اس سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے نبی ﷺ کا سورۃ اعلی کے پڑھتے وقت کا عمل بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ ساتھ سُبحَانَ رَبِّیَ االاَعلَی بھی کہا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا منفرد تفسیر بیان کرنا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی تفسیر کی ایک اہم خصوصیت یہ تھی کہ آپؓ آیات کی ایسی تفسیر بیان کرتے تھے کہ جو عام افراد کی رسائی سے باہر ہوتی تھی۔اور وہ تفسیر حقیقی ہوتی تھی اور دلائل سے مزین ہوتی تھی۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا سورۃ نصر کی منفرد تفسیر بیان کرنا:

سورۃ نصر کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے وہ بات صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں بیان کی جو کہ صحابہ کرامؓ کے ذہن میں موجود نہیں تھی۔

عَن ابنِ عباسٍ قَالَ کَانَ عُمَرُ یُدخِلُنِی مَعَ اَشیَاخِ بَدرٍ فَقَالَ بَعضُهُم لِمَ تُدخِلُ هَذَا الفَتَی مَعَنَا وَلَنَا اَبنَاءٌ مِثلُهُ فَقَالَ اِنَّهُ مِمَّن قَد عَلِمتُم قَالَ فَدَعَاهُم ذَاتَ یَومٍ وَدَعَانِی مَعَهُم قَالَ وَمَا رُئِیتُهُ دَعَانِی یَومَئِذٍ اِلَّا لِیُرِیَهُم مِنِّی فَقَالَ مَا تَقُولُونَ فِی اِذَا جَاءَ نَصرُ اللّٰهِ وَالفَتحُ وَرَأیتُ النَّاسَ یَدخُلُونَ فِی دِینِ اللّٰهِ اَفوَاجًا حَتی خَتمَ السُّورَةَ فَقَالَ بَعضُهُم اُمِرنَا اَن نَحمَدَ اللّٰهَ وَنَستَغفِرَهُ اِذَا نُصِرنَا وَفُتِحَ عَلَینَا وَقَالَ بَعضُهُم لَا نَدرِی اَو لَم یَقُل بَعضُهم شَیئًا فَقَالَ لِی یَا ابنَ عباسٍ اَکَذٰلِکَ تَقُولُ قُلتُ لَا قَالَ فَمَا تَقُولُ قُلتُ هُوَ اَجلُ رَسُولِ اللهِ ﷺ اَعلَمَهُ اللّٰهُ لَهُ اِذَا جَاءَ نَصرُ اللّٰهِ وَالفَتحُ فَتحُ مَکَةَ فَذَاکَ عَلَامَةُ اَجلِکَ فَسَبِّح بِحَمدِ رَبِّکَ وَاستَغفِرهُ اِنَّهُ کَانَ تَوَّابًا قَالَ عُمَرُ مَا اَعلَمُ مِنهَا اِلَّا مَا تَعلَمُ (3)

1. ابوداؤد:سلیمان بن الاشعث (م:275ھ) سنن ابی داؤد (کتاب الصلوۃ، باب: الدعاء فی الصلوۃ) 135:1
2. سورۃ الاعلی:1
3. بخاری: محمد بن اسماعیل (م:256ھ) الصحیح (کتاب المغازی، باب: منزل النبی ﷺ یوم الفتح) 615:2

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بیان کیا ہے حضرت عمرؓ مجھے اپنی مجلس میں اس وقت بھی بلا لیتے جب وہاں بدر کی جنگ میں شریک ہونے والے بزرگ صحابہؓ بیٹھے ہوتے۔اس پر بعض حضرات کہنے لگے اس جوان کو آپ ہماری مجلس میں کیوں بلاتے ہیں۔اس کے ہم عمر تو ہمارے بچے بھی ہیں۔اس پر حضرت عمرؓ نے کہا وہ تو ان لوگوں میں سے ہیں جن کا علم وفضل تم جانتے ہو۔انہوں نے بیان کیا پھر ان بزرگ صحابہ کرامؓ کو ایک دن حضرت عمرؓ نے بلایا اور مجھے بھی بلایا۔میں سمجھتا تھا کہ مجھے اس دن آپ نے اس لیے بلایا تھا کہ آپ میرا علم بتا سکیں۔پھر آپؓ نے دریافت کیا

اِذَا جَاءَ نَصرُ اللّٰهِ وَالفَتحُ وَرَأيتُ النَّاسَ يَدخُلُونَ فِي دِينِ اللّٰهِ اَفوَاجا (1)

سے آخر سورت تک۔کہ متعلق تم لوگوں کا کیا خیال ہے؟کسی نے کہا کہ ہمیں اس آیت میں حکم دیا گیا ہے کہ ہم اللہ تعالی کی حمد بیان کریں۔اور اس سے استغفار کریں کہ اس نے ہماری مدد کی۔اور ہمیں فتح عنایت کی۔

بعض نے کہا کہ ہمیں اس کے متعلق کچھ بھی معلوم نہیں ہے۔اور بعض نے کوئی جواب بھی نہیں دیا۔پھر انہوں نے مجھ سے دریافت کیا ابن عباسؓ!تمہارا بھی یہی خیال ہے؟میں نے جواب دیا نہیں۔انہوں نے پوچھا پھر آپ کیا کہتے ہو؟میں نے کہا اس میں رسول اللہ ﷺ کی وفات کی طرف اشارہ ہے۔

کہ جب اللہ تعالی کی مدد اور فتح حاصل ہوگئی۔یعنی فتح مکہ تو یہ آپ ﷺ کی وفات کی نشانی ہے۔اس لیے آپ اپنے رب کی حمد اور تسبیح اور اس کی مغفرت طلب کریں کہ وہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جو کچھ تم نے کہا ہے میں بھی وہ ہی سمجھا ہوں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی تفسیر اکثر طور پر عام تفسیروں سے منفرد ہوتی تھی۔یعنی دوسری تفاسیر عمومی طرز کی ہوتی تھیں مگر آپؓ کی تفسیر محققانہ اور دقیق النظر ہوتی تھی کہ عام طور پر اس طرف دھیان ہی نہیں جاتا تھا۔مگر آپؓ کی تفسیری فراست اس کو بھانپ لیتی تھی۔اور آپؓ پھر تفسیر میں اسی بات کو بیان کرتے تھے۔دوسروں کی بات پر ہی اکتفاء نہیں فرماتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا جامع تفسیر بیان کرنا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ قرآن کریم کی تفسیر ایسے جامع بیان کیا کرتے تھے کہ عام تفاسیر اس میں سمٹ آتی تھیں۔آپؓ کی تفسیر سے کوئی متعلقہ اہم بات باہر نہیں ہوتی تھی۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا لفظ کوثر کی جامع تفسیر بیان کرنا:

جیسے کوثر جو نبی ﷺ کے لیے اللہ تعالی کی طرف سے خاص تحفہ ہے۔اس سے کیا مراد ہے؟حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس کے بارے میں ایسی جامع تفسیر بیان کیا کرتے تھے۔کہ عمومی تفسیریں آپؓ کی تفسیر کا جز محسوس ہوتی تھیں۔

اَخبَرَنَا اَبُو بِشرٍ وَعطاءُ بنُ السَّائِبِ عَن سَعيدِ بنِ جُبَيرٍ عَن ابنِ عباسٍ قَالَ الكَوثَرُ الخَيرُ الكَثِيرُ الَّذِى اَعطَاهُ اللّٰهُ اِيَّاهُ قَالَ اَبُو بِشرٍ قُلتُ لِسَعِيدٍ اِنَّ اُنَاسَا يَزعُمُونَ اَنَّهُ نَهرٌ فِى الجَنَّةِ فَقَالَ سَعِيدُ النَّهرُ الَّذِ ى فِى الجَنَّةِ مِنَ الخَيرِ الَّذِى اَعطَاهُ اللّٰهُ اِيَّاهُ

(2)

1. سورۃ النصر:1 تا 2

2. بخاری:محمد بن اسماعیل(م:256ھ)الصحیح(کتاب الحوض،باب:قول اللہ انا اعطینک)2:974

حضرت ابوبشر اور عطاء بن سائب حضرت سعید بن جبیر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے کوثر سے مراد بہت زیادہ بھلائی (خیر کثیر) بیان کی ہے۔ جو اللہ تعالی نے نبی ﷺ کو دی ہے۔ ابوبشر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سعید سے کہا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ کوثر جنت میں ایک نہر ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ جو نہر جنت میں ہے وہ بھی اس خیر (بھلائی) کا ایک حصہ ہے جو اللہ تعالی نے نبی ﷺ کو عطا فرمائی ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ نے کوثر کو فقط نہر، حوض تک بند نہیں کیا۔ بلکہ خیر کثیر سے تفسیر بیان کی کہ اس میں وہ نہر، حوض خود بخود داخل ہیں اور اس کے علاوہ اور بھی اشیاء اس کے ضمن میں آسکتی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی تفسیری پہلو میں جامعیت کا عنصر غالب ہوتا تھا۔ آپؓ مختلف روایتوں اور پہلوؤں کو مدنظر رکھ کر جامع تفسیر بیان کرنے کو پسند کرتے تھے۔ کہ کوئی پہلو رہ نہ جائے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا آیات سے اخذ شدہ مسائل بیان کرنا

مسائل کو اخذ کرنے میں قرآن کریم بنیادی حیثیت کا حامل ہے۔ قرآن کریم سے مسائل کا استنباط کرنا تفقہ فی الدین کی بڑی دلیل ہے۔ اور قرآن کریم سے اخذ شدہ مسئلہ دیگر مسائل سے دلیل کے لحاظ سے قوی تر ہے۔ اور حکم کے لحاظ سے بھی زیادہ مؤکد ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ تفسیر قرآن بیان کرتے ہوئے آیات سے اخذ شدہ مسائل بھی ساتھ ساتھ بیان کرتے تھے۔ اسی طرح مسائل بیان کرنے کے بعد قرآن کریم کی جس آیت سے آپ نے وہ مسئلہ اخذ کیا ہے وہ آیت بھی پیش کیا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا دعا کو افضل ترین عبادت قرار دینا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے دعا کو افضل عبادت قرار دیا ہے۔ اور اس بات کی دلیل قرآن کریم کی آیت کریمہ سے لی ہے۔

عَن ابنِ عباسٍ اَفضَلُ العِبادَةِ هُوَ الدُّعاءُ وقرأَ وَقَالَ رَبُّكُم ادعُونِی اَستَجِبْ لَكُم اِنَّ الَّذِینَ یَستَكبِرُونَ عَنْ عِبادَتِی سَیَدخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِینَ (1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ وہ افضل عبادت دعا کو قرار دیتے تھے۔ اور یہ آیت پڑھا کرتے تھے۔

وَقَالَ رَبُّكُم ادعُونِی اَستَجِبْ لَكُم اِنَّ الَّذِینَ یَستَكبِرُونَ عَنْ عِبادَتِی سَیَدخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِینَ (2)

اور آپ کا رب تعالی کہتا ہے کہ مجھ کو پکارو میں آپ کی پکار کو قبول کروں گا۔ بے شک جو لوگ ہماری عبادت سے تکبر کرتے ہیں۔ وہ عنقریب جہنم میں داخل ہونگے۔

اس آیت کریمہ سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے دعا کا افضل عبادت ہونا بیان کیا ہے۔ کیوں کہ آیت کریمہ میں دعا کا حکم دیا گیا ہے۔ اور پھر عبادت سے تکبر کرنے والوں کے لیے وعید بیان کی گئی ہے۔ اور اس عبادت سے مراد دعا ہی ہے۔ تو آپؓ نے دعا کو افضل عبادت بتایا ہے۔

1. نیشاپوری: ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم (م: 279ھ) المستدرک علی الصحیحین 667:1

2. سورة المؤمن: 60

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا تقدیر کا قرآن کریم سے ثبوت پیش کرنا:

اسی طرح تقدیر کے ثبوت کوقرآن کریم کی آیات سے اخذ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کیا کرتے تھے۔اور تقدیر کے منکرین کوآیات قرآنی کے ذریعہ قائل کرنے کی بات کرتے تھے۔

عَن طَاوُسٍ قَالَ کنتُ عِندَ ابنِ عباسٍ وَمَعَنَا رَجل مِن القَدرِیَّۃِ فَقُلتُ اِنَّ الناسَ یَقولُونَ لَا قَدرَ قَالَ اَوَ فِی القَومِ اَحدُ مِنھُم قُلتُ لَو کَانَ مَا کنتَ تَصنعُ بِہِ قَالَ لَو کَانَ فِیھِم اَحد مِنھُم لَأَخذتُ بِرَأسِہِ ثمَّ قَرَأتُ عَلَیہِ آیۃُ کَذَا وَکَذَا وَقَضَینَا اِلٰی بَنِیُ اِسرَائِیلَ فِیُ الُکِتَابِ لَتُفُسِدُنَّ فِی الاَرضِ مَرَّتَینِ وَلَتَعُلُنَّ عُلُوًّا کَبِیرًا (1)

حضرت طاؤس کہتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس تھا۔اور ہمارے ساتھ ایک آدمی فرقہ قدریہ کا بھی تھا۔تو میں نے کہا لوگ یہ کہتے ہیں کہ تقدیر نہیں ہے۔تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے کہا کہ کیا قوم میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں؟ تو میں نے کہا اگر موجود ہوں تو آپؓ ان سے کیا سلوک کرو گے؟ تو آپؓ نے کہا کہ اگر ان میں سے کوئی آدمی اس قوم میں ہوتو میں اس کا سر پکڑ کر قرآن کریم کی ایسی آیات تلاوت کروں گا۔پھر آپؓ نے یہ آیت تلاوت کی

وَقَضَینَا اِلٰی بَنِیُ اِسرَائِیلَ فِیُ الُکِتَابِ لَتُفُسِدُنَّ فِی الاَرضِ مَرَّتَینِ وَلَتَعُلُنَّ عُلُوًّا کَبِیرًا (2)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کریمہ سے تقدیر کا ثبوت ہورہا ہے۔کہ اللہ تعالی نے بنی اسرائیل کے بارے میں لکھ دیا تھا کہ یہ کیا کریں گے اور ان کے ساتھ کیا ہوگا؟ اور تقدیر بھی یہ ہی ہے۔لیکن آدمی کی تقدیر اس سے مخفی رکھی گئی ہے،لہذا انسان کو نیت اور اعمال کا مکلّف بنایا گیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قسم سے استثنی کی مدت قرآن کریم سے بیان کرنا:

اسی طرح اگر کوئی قسم کھاتا ہے تو وہ کب تک اس سے استثنی کرسکتا ہے؟ آپؓ کہتے تھے جب اسے یاد آجائے تو وہ استثنی کردے۔اور قرآن کریم سے آیت اس پر دلیل پیش کیا کرتے تھے۔

عَن ابنِ عباسٍ قَالَ اِذَا حَلَفَ الرَّجُلُ عَلَی یَمِینٍ فَلہُ اَن یَستَثنی وَلَو اِلَی سَنَۃِ وَاِنَّمَا نزلَت ھَذِہِ الآیۃ فِی ھذَا وَاذُکُر رَبَّکَ اِذَا نَسِیتَ قَالَ اِذَاذکرَ استَثنَی (3)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں جب کوئی آدمی قسم کھائے اور وہ ایک سال تک بھی اس سے استثنی کرسکتا ہے۔اور یہ آیت اسی بارے میں اتری ہے۔

وَاذُکُر رَبَّکَ اِذَا نَسِیتَ (4)

اور اپنے رب تعالی کو یاد کرو جب تم بھول جاؤ

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب یاد آئے تو استثنی کردے۔

1. نیشاپوری:ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم (م:279ھ) المستدرک علی الصحیحین 392:2
2. سورۃ بنی اسرائیل:4
3. نیشاپوری:ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم (م:279ھ) المستدرک علی الصحیحین 336:4
4. سورۃ الکہف:24

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص قسم کھالے اور اب اس سے استثنی یعنی ان شاء اللہ کہنا چاہتا ہو اور قسم کے پورا کرنے سے بچنا چاہتا ہو تو وہ کسی بھی وقت ان شاء اللہ کہہ سکتا ہے۔یعنی استثنی کرنے کے لیے فوراً ان شاء اللہ کہنا لازمی نہیں بلکہ جب یاد آجائے کہہ سکتا ہے۔اور قرآن مجید کی اس آیت کے ظاہری معنی یہ ہی ہیں کہ جب یاد آئے اللہ تعالیٰ کو یاد کرلو۔

سفر میں روزوں میں آسانی حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قرآن کریم سے پیش کرنا:

رمضان کے روزے اگر سفر کی حالت میں آجائیں تو کیا کرنا چاہیے؟ سفر کی حالت میں رکھنا لازمی ہے یا سفر میں افطار کرنا مناسب ہے؟ تو اس معاملہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس میں آسانی والی بات کو ترجیح دیا کرتے تھے۔

عَن ابنِ عباسٍ قَالَ خُذ بِاَیسرِ ھا عَلَیكَ قَالَ اللّٰهُ تَبارَكَ وَتَعَالَی یُرِیدُ اللّٰهُ بِکُمُ الُیُسرَ وَلَا یُرِیدُ بِکُم الُعُسرَ (1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ان میں جو آپ پر آسان ہے وہ لے لو کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

یُرِیدُ اللّٰهُ بِکُمُ الُیُسرَ وَلَا یُرِیدُ بِکُمُ الُعُسرَ (2)

اللہ تعالیٰ آپ پر آسانی چاہتے ہیں اور وہ مشکل نہیں چاہتے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اس آیت کریمہ سے آسانی کا مفہوم سفر میں روزہ افطار کرنا لیا ہے۔کیوں کہ آسانی اسی میں ہے سفر ویسے بھی مشکل ہے اور اس میں روزہ مزید مشکلات پیدا کر سکتا ہے۔لہذا سفر میں افطار کرنا بہتر ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا نماز ضحیٰ کا ثبوت قرآن کریم سے پیش کرنا:

نماز ضحیٰ (اشراق کی نماز) کی مشروعیت کیا ہے یہ درست ہے یا نہیں؟ حضرت عبداللہ بن عباسؓ پہلے پہل اس کے قائل نہیں تھے۔لیکن پھر قرآن کریم کی ایک آیت کریمہ کو دیکھ کر اس کے قائل ہو گئے۔

قَالَ ابنُ عباسٍ لَم یَزَل فِی نَفسِی مِن صَلوٰۃِ الضُّحی شَیءٌ حَتّٰی قَرَأتُ سَخَّرُنَا الُجبالَ مَعَهُ یُسَبِّحنَ بِاالُعَشِیِّ وَالِاشُرَاقِ (3)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں اشراق کی نماز کے بارے میں کچھ کھٹکا سا تھا یہاں تک کہ میں نے یہ آیت کریمہ پڑھی کہ

سَخَّرُنَا الُجبالَ مَعَهُ یُسَبِّحنَ بِاالُعَشِیِّ وَالِاشُرَاقِ (4)

ہم نے پہاڑوں کو مسخر کر دیا ان کے ساتھ کہ وہ بھی تسبیح کریں شام اور اشراق کے وقت

1. عبدالرزاق:ابوبکر بن ہمام(م:211ھ)مصنف عبدالرزاق 569:2
2. سورۃ البقرۃ:185
3. عبدالرزاق:ابوبکر بن ہمام(م:211ھ)مصنف عبدالرزاق 79:3
4. سورۃ ص:18

اس آیت کریمہ سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اشراق کی نماز کا ثبوت لیا ہے اور پھر آپؓ اس نماز کے قائل ہوگئے تھے۔ اور اس نماز کے بارے میں جو بات آپؓ کے نفس میں پہلے تھی وہ ختم ہوگئی تھی۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا پانچ وقت کی نماز کا ثبوت قرآن کریم سے پیش کرنا:

پانچ وقت کی نمازوں کا قرآن کریم سے استدلال بھی حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے کیا ہے۔ اور ہر نماز کا ثبوت قرآن کریم کی آیات سے حوالہ پیش کر کے بتایا ہے۔

عَن ابی رزینٍ قَالَ خاصَمَ نَافِعُ بنُ الازرقِ ابن عباسٍ فَقَالَ تَجدُ الصَّلوٰاتِ الخَمس فِی کِتَابِ اللہِ قَالَ نَعَم ثُمَّ قَرَأَ عَلَیہِ سُبحَانَ اللّٰہِ حِینَ تُمسُونَ المَغرِبُ وَحِینَ تُصبِحُونَ الصُّبحُ وَعَشِیًّا العَصرُ وَحِینَ تُظہِرُونَ قَالَ الظہرُ وَمِن بَعدِ صلٰوۃِ العِشَاءِ قَالَ صَلوۃُ العِشَاءِ (1)

حضرت ابی رزین کہتے ہیں کہ حضرت نافع بن ازرق اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے درمیان گفت وشنید ہوئی۔ تو انہوں نے کہا کہ آپ قرآن کریم میں پانچ نمازوں کا تذکرہ پاتے ہو؟ تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے کہا جی ہاں! پھر آپؓ نے یہ تلاوت کی سُبحَانَ اللّٰہِ حِینَ تُمسُونَ (2)
اس سے مغرب کی نماز کا ثبوت ہوتا ہے۔ وَحِینَ تُصبِحُونَ (3)
اس سے فجر کی نماز کا اور وَعَشِیًّا (4) اس سے عصر کی نماز کا پتہ چلتا ہے اور وَحِینَ تُظہِرُونَ (5)
اس سے ظہر کی نماز کا ثبوت ملتا ہے۔ وَمِن بَعدِ صلٰوۃِ العِشَاءِ (6)
اس سے عشاء کی نماز کا ثبوت ہو رہا ہے۔
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ قرآن کریم کی ایک ایک لفظ سے مرادی معنی تک پہنچ جاتے تھے۔ اور اس کو پھر بیان بھی فرماتے تھے۔ جیسے اس روایت میں پانچ نمازوں کے اوقات کا ثبوت قرآن کریم کی آیات سے پیش فرمایا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا آیات کی مراد بیان کرنا:

قرآن کریم کی کسی آیت سے کیا مراد ہے؟ اس کا جواب دینا ہی اصل تفسیر ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ تفسیر قرآن کریم بیان کرتے ہوئے آیات کی مراد بتانے کا اہتمام کیا کرتے تھے۔ تاکہ تفسیر کے طلبہ اور عام مسلمانوں کو بھی آیت کا معنی مرادی معلوم ہوجائے۔

1. طبرانی: ابوالقاسم سلیمان بن احمد (م:360ھ) المعجم الکبیر 247:10
2. سورۃ الروم:17
3. ایضا
4. ایضا حوالہ بالا:18
5. ایضا
6. سورۃ النور:58

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا اپنی زینت ظاہر نہ کرو کی مراد بتانا:

قرآن کریم میں جہاں پردہ کرنے کا حکم آیا ہے کہ عورتیں اپنی خوبصورتی لوگوں کو نہ دکھائیں اس کی مراد حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بیان کی ہے۔

عَن ابنِ عباسٍ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ قَالَ الكَفُّ وَرقعَةُ الوَجهِ (1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ (2)

اور وہ عورتیں اپنی زینت ظاہر نہ کریں۔ سے مراد بیان کرتے ہوئے کہتے تھے کہ ہتھیلی اور سامنے کا چہرہ اس سے مراد ہے۔

اور حقیقت بھی یہ ہی ہے کہ پردہ تو اصل چہرہ کا ہی ہے جس سے عورت کی شناخت چھپی رہتی ہے۔ اگر یہ ظاہر ہو تو کوئی زینت پھر پوشیدہ نہیں رہتی۔ لہٰذا ان کا ستر میں رکھنا عورتوں کے لیے ضروری ہے تا کہ جاہلیت والی عورتوں اور مسلمان عورتوں میں فرق ہو سکے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا معراج کے واقعہ میں رؤیا کی مراد بیان کرنا:

معراج کے تذکرہ میں لفظ رؤیا سے کیا مراد ہے؟ خواب یا آنکھوں سے دیکھنا؟ حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ اس سے مراد آنکھوں سے دیکھنا بیان کیا کرتے تھے۔

عَن عِكرَمَةَ عَن ابنِ عَباسٍ فِى قَولِهِ عَزَّوَجَلَّ وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِى أَرَينَاكَ اِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ قَالَ هِىَ رُؤيَا عَينٍ رَآهَا النَّبِىُّ ﷺ لَيلَةَ اُسرِىَ بِهِ (3)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اللہ تعالی کے اس قول وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِى أَرَينَاكَ اِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ (4)

اس خواب کو جو ہم نے آپ کو دکھایا ہے لوگوں کے لیے آزمائش ہی بنایا ہے۔

کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس سے مراد آنکھوں کی وہ رویت ہے جس سے نبی ﷺ کو شب معراج دکھائی گئی۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس رویت سے آنکھوں سے دیکھنا بیان کرتے تھے۔ خواب میں دیکھنے کو تسلیم نہیں کرتے تھے۔

1. العبسی: ابو بکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ (م:235ھ) مصنف ابن ابی شیبہ 283:4
2. سورۃ النور:31
3. احمد: ابو عبداللہ بن حنبل (م:241ھ) المسند 221:1
4. سورۃ بنی اسرائیل:60

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا بہترین امت کے مصداق کو بیان کرنا:

بہترین امت کا مصداق حضرت عبداللہ بن عباسؓ صحابہ کرامؓ میں سے مہاجرین صحابہ کرامؓ کو قرار دیتے تھے۔

عَن سَعِیدٍ بنِ جُبَیرٍ عَن ابنِ عباسٍ فِی قَولِهِ کُنتُم خَیرَ اُمَّةٍ اُخرِجَتْ لِلنَّاسِ قَالَ اَصحَابُ مُحَمدٍ ﷺ الَّذِین هَاجَرُوا مَعهُ اِلَی المَدِینَةِ

(1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی کے اس قول

کُنتُم خَیرَ اُمَّةٍ اُخرِجَتْ لِلنَّاسِ (2)

تم بہترین جماعت ہو جو نکالی گئی ہو لوگوں کے فائدہ کے لیے۔ کا مصداق وہ لوگ ہیں جنہوں نے نبی ﷺ کے ساتھ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی تھی۔

اس آیت کا مصداق حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے مہاجرین صحابہ کرامؓ کو بتایا ہے۔اور یہی اولین مصداق ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا نبی ﷺ کے معراج کے موقع پر دیدار الٰہی کی توضیح بیان کرنا:

نبی ﷺ نے اللہ تعالی کا دیدار کیا ہے یا نہیں اگر کیا ہے تو اس کی کیفیت کیا تھی اور کتنی مرتبہ یہ دیدار ہوا ہے؟ قرآن کریم کی آیت کی مراد بیان کرتے ہوئے حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے تھے کہ ظاہری آنکھوں سے دیدار نہیں ہوا۔

عَن اَبِی العَالِیَةِ عَن ابنِ عباسٍ فِی قَولِهِ عَزَّوجَلَّ مَا کَذَبَ الفُؤَادُ مَا رَاَی قَالَ رَاَی مُحَمدٌ ﷺ رَبَّهُ عزَّوجل بِقَلبِهِ مَرَّتَینِ

(3)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اللہ تعالی کے اس قول مَا کَذَبَ الفُؤَادُ مَا رَاَی (4)

آنکھ نے جو دیکھا دل نے اس کی تکذیب نہیں کی سے مراد یہ ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے دل کی آنکھوں سے اپنے پروردگار کا دو مرتبہ دیدار کیا ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس آیت سے مراد دل کی آنکھ سے دیکھنا ہے۔یعنی نبی ﷺ نے اللہ تعالی کا دیدار کیا ہے مگر دل کی آنکھ سے ظاہری آنکھ سے نہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا تلاوت قرآن کریم کرنے والے کی دو جہانوں میں کامیابی کو بیان کرنا:

جو شخص قرآن کریم کی تلاوت کرتا رہتا ہے۔حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس کے بارے میں کہتے تھے کہ وہ دنیا میں بھی کامیاب رہے گا۔اور آخرت بھی اس کی سنور جائے گی۔اور اس بات کو قرآن کریم کی آیت سے بیان کرتے تھے۔

عَن ابنِ عَباسٍ قَالَ ضَمِنَ اللّٰهُ لِمَن قَرَاَ القرآنَ اَلَّا یَضِلَّ فِی الدُّنیَا وَلا یَشقَی فِی الآخِرَةِ ثُمَّ تَلَا فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَایَ فَلَا یَضِلُّ وَلَا یَشقٰی

(5).

1.احمد:ابوعبداللہ بن حنبل(م:241ھ)المسند 324:1

2.سورۃ آل عمران:110

3.احمد:ابوعبداللہ بن حنبل(م:241ھ)المسند 223:1

4.سورۃ النجم:11

5.العبسی:ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ(م:235ھ)مصنف ابن ابی شیبہ 468:10

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی نے اس شخص کی ضمانت دی ہے جو قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہے کہ وہ نہ دنیا میں گمراہ ہوگا۔اور نہ آخرت میں رسوا ہوگا۔پھر آپؓ نے یہ آیت تلاوت کی کہ

فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَایَ فَلَا یَضِلُّ وَلَا یَشقٰی (1)

پس جو ہدایت کی اتباع کرے نہ وہ گمراہ ہوگا اور نہ وہ بد بخت بنے گا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ آیات کی گہرائی سے بات کو نکال کر سامنے لاتے تھے۔مذکورہ آیت میں نہ دنیا کا تذکرہ ہے نہ آخرت کا مگر آپؓ نے اس آیت سے دنیا اور آخرت کا نتیجہ سامنے لایا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا سورتوں کے غیر مشہور نام بیان کرنا

قرآن کریم کے سورتوں کے نام اس سورۃ میں موجود الفاظ سے لیے گئے ہیں۔یا پھر اس کا نام اس کے شان نزول،اس کی خصوصیات کے لحاظ سے نبیﷺ نے بتائے ہیں۔جو عام طور پر مشہور بھی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ بعض سورتوں کے ایسے نام بھی بتایا کرتے تھے جو اس سورۃ کے ساتھ بڑے مناسب ہوا کرتے تھے۔اور اس نام ہی سے اس سورۃ کے احکام فوراً ذہن میں آجاتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا سورۃ حشر کا دوسرا غیر مشہور نام بتانا:

سورۃ حشر کا نام حضرت عبداللہ بن عباسؓ سورۃ نضیر بتایا ہے کیوں کہ یہ بنو نضیر کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔اور اس میں غزوہ بنو نضیر کا تذکرہ موجود ہے اسی مناسبت سے آپؓ اس سورۃ کو اس نام سے پکارا کرتے تھے۔

عَن سَعِیدِبنِ جُبیرٍقَالَ قُلتُ لِابنِ عَباسٍ سُورَۃُ الحَشرِ قَالَ قُل سُورَۃُ النَّضِیرِ

(2)

حضرت سعید بن جبیر کہتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے کہا سورۃ الحشر تو انہوں نے کہا کہ اسے سورۃ نضیر کہو(کیونکہ یہ سورت بنو نضیر ہی کے بارے میں نازل ہوئی ہے)۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سورۃ حشر کو سورۃ نضیر کہتے تھے۔اور یہ نام اس میں موجود واقعہ پر صراحتاً دلالت کرتا ہے۔اور یہ نام پکارنے سے ہی وہ واقعہ ذہن میں آجاتا ہے۔

1. سورۃ طہٰ:123

2. بخاری:محمد بن اسماعیل(م:256ھ)الصحیح(کتاب المغازی،باب:حدیث بنی نضیر)575:2

سورۃ توبہ اور سورۃ انفال کے دوسرے غیر مشہور نام بتانا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ان سورتوں کے دوسرے غیر مشہور نام بیان کیے ہیں۔ جن میں سے سورۃ توبہ، سورۃ انفال کے غیر مشہور نام درج ذیل روایت میں موجود ہیں۔

عَن سَعِیدِ بنِ جُبَیرٍ قَالَ قُلتُ لِابنِ عباسٍ سُورۃُ التَّوبَۃِ قَالَ آلتَّوبَۃِ قَالَ بَل ھِیَ الفَاضِحَۃُ مَا زَالَت تَنزِلُ وَمِنھُم وَمِنھُم حَتّٰی ظَنُّوا اَن لَا یَبقَی مِنَّا اَحَدٌ اِلَّا ذُکِرَ فِیھَا قَالَ قُلتُ سُورۃُ الانفَالِ قَالَ تِلكَ سُورۃُ بَدرٍ قَالَ قُلتُ فَالحَشرُ قَالَ نَزَلَت فِی بَنِی النَّضِیرِ

(1)

حضرت سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے کہا کہ سورۃ توبہ، تو آپؓ نے فرمایا توبہ؟ وہ تو فاضحہ ہے۔ کیوں کہ وہ تو کفار اور منافقین کو ذلیل کرنے والی ہے۔ یہ سورۃ نازل ہوتی رہی اس میں ہے بعض منافقین، بعض منافقین یہاں تک کہ انہوں نے یہ خیال کیا کہ ہر منافق کا اس میں ذکر کر دیا جائے گا۔ میں نے پوچھا اور سورۃ انفال تو آپؓ نے فرمایا یہ تو سورۃ بدر ہے۔ میں نے کہا سورۃ حشر تو انہوں نے کہا یہ بنو نضیر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اس روایت میں سورۃ توبہ کا سورۃ فاضحہ، سورۃ انفال کا سورۃ بدر اور سورۃ حشر کا سورۃ نضیر نام بتائیں ہیں۔ جو کہ عام طور پر مشہور ناموں کے علاوہ ہیں۔

مفصلات سورتوں کا غیر مشہور نام بتانا:

قرآن کریم کی آخری منزل کی سورتوں کو عام طور پر مفصلات کہا جاتا ہے یعنی یہ دوسری سورتوں کے مقابلہ میں مختصر ہیں۔ مگر حضرت عبداللہ بن عباسؓ ان کو محکمات بھی کہا کرتے تھے۔

عَن سَعِیدِ بنِ جبیرٍ قالَ سمعتُ ابنَ عباسٍ قالَ اِنَّ الذینَ تَدعُونَہُ المُفَصَّلَ ھُو المُحکَمُ تُوُفِّیَ رسولُ اللہِ ﷺ واَنَا ابنُ عشرِ سنِینَ وقد قَرَأْتُ المُحکَمَ (2)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ تم جن سورتوں کو مفصل کہتے ہو وہ درحقیقت محکم ہیں۔ نبی ﷺ کی وفات کے وقت میری عمر دس سال تھی اور اس وقت میں ساری محکمات پڑھ چکا تھا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ مفصلات سورتوں کو محکمات کا نام دیا کرتے تھے۔

1. القشیری: ابوالحسن مسلم بن حجاج بن مسلم (م: 261ھ) الصحیح (کتاب التفسیر) 422:2
2. احمد: ابوعبداللہ بن حنبل (م: 241ھ) المسند 253:1

قرآن کریم کی 114 سورتوں کی ترتیب کہ کون سی سورۃ پہلے نازل ہوئی کون سی بعد میں اور کس سورۃ کے بعد کون سی سورۃ نازل ہوئی۔ ان باتوں کو بھی حضرت عبداللہ بن عباسؓ بڑی وضاحت سے بیان کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا سب سے آخر میں مکمل نازل ہونے والی سورۃ کا نام بتانا:

سب سے آخر میں کون سی سورت مکمل اکٹھی نازل ہوئی؟ اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے تھے کہ سورۃ النصر ہے۔

عَن عُبَیدِ اللہِ بنِ عبدِ اللہِ بنِ عُتبۃَقَالَ قَالَ لِی ابنُ عباسٍ تَعلمُ اَیَّ آخِرِ سورۃٍ نَزَلَت جَمِیعًا قَالَ قُلتُ اِذَا جَاءَ نَصرُاللّٰہِ وَالفَتحُ قَالَ صَدَقتَ (1)

حضرت عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ کہتے ہیں کہ مجھے حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ آپ جانتے ہو کہ سب سے آخر میں کون سی سورۃ مکمل نازل ہوئی؟ تو میں نے کہا

اِذَا جَاءَ نَصرُاللّٰہِ وَالفَتحُ (2)

تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ آپ نے سچ کہا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے آخر میں مکمل نازل ہونے والی سورۃ سورۃ نصر ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا سب سے آخر میں نازل ہونے والی آیت کا بتانا:

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباسؓ سورتوں کے علاوہ آیات کے نزول کا بھی بتایا کرتے تھے کہ کون سی آیت سب سے پہلے نازل ہوئی اور کون سی سب سے آخر میں نازل ہوئی۔

عَن الشَّعبِیّ عَن ابنِ عباسٍ قَالَ آخِرُ آیَۃٍنَزَلَت عَلَی النَّبِیِّ ﷺ آیَۃُ الرِّبٰو (3)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بیان کیا ہے کہ آخری آیت جو نبی ﷺ پر نازل ہوئی وہ سود کی آیت تھی۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ پر سب سے آخری آیت سود والی نازل ہوئی۔ اور وہ آیت

وَاتَّقُوۡ یَوۡمَاتُرۡجَعُوۡنَ فِیۡہِ اِلَی اللّٰہ (4)

یہ آیت ہے کیوں کہ امام بخاری نے اس آیت کے ضمن میں یہ روایت نقل کی ہے۔

1. العبسی: ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ (م:235ھ) مصنف ابن ابی شیبہ 104:14

2. سورۃ النصر:1

3. بخاری: محمد بن اسماعیل (م:256ھ) الصحیح (کتاب التفسیر، باب: قولہ وَاتَّقُوۡ یَوۡمَاتُرۡجَعُوۡن) 652:2

4. سورۃ البقرۃ:281

قرآن کریم اپنی آسانی کے باوجود بعض الفاظ ایسے بھی ہیں کہ جن کا معنی فوراً ذہن میں نہیں آتا۔ایسے غریب اور مشکل الفاظ کے معانی بیان کرنا تفسیر کے میدان میں اہم بات ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ ایسے الفاظ کے معانی بتانے میں خاص ملکہ رکھتے تھے۔اور غریب لفظ کا ایسا عام استعمال کے لفظ سے معنی بیان کرتے تھے کہ اس لفظ کا معنی بالکل واضح ہو جاتا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا عِتِیًّا کا معنی بتانا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اس لفظ کے معنی بیان کیے ہیں۔

اَنَّ نَافِعَ بنَ الاِزرقِ سَأَلَ ابنَ عباسٍ فَقَالَ اَخبِرنِی عَن قَولِ اللهِ عَزَّوَجل وَقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا مَالعتِیُّ قَالَ البُؤُسُ مِن الكِبَرِ قَالَ الشَّاعِرُ اِنَّمَا يعذَرُ الوَلِيدُ وَلَا يعذَرُ مَن كَانَ فِی الزَّمَانِ عِتِيًّا (1)

حضرت نافع بن ازرق نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے سوال کیا کہ اللہ تعالی کا قول

وَقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا (2)

میں عتیّ کا کیا معنی ہے؟ تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ بڑھاپے کی بدحالی۔شاعر نے کہا ہے کہ بچہ کا عذر تو قبول کیا جا سکتا ہے مگر بڑھاپے کی انتہائی حد کو پہنچنے والے کا عذر قبول نہیں ہو سکتا۔

اس روایت میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ایک لفظ عتیا کا معنی بتایا ہے۔جو کہ مشکل لفظ تھا مگر آپؓ نے اس کا آسان معنی بیان کیا ہے اور ساتھ شعر سے دلیل پیش کی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا کَالْقَصَر کا معنی بتانا:

سورۃ مرسلات میں جہنم کی صفات میں آیا ہے کہ وہ ایسے انگارے برسائے گی جیسے قصر (محل) تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اس لفظ کی وضاحت بیان کی ہے اور عربوں کے ایک عمل کا ذکر کیا ہے۔

حَدَّثَنِی عَبدُ الرَّحمٰنِ بنُ عَابِسٍ سَمِعتُ ابنَ عَبَّاسٍ تَرْمِی بِشَرَرٍ كَالْقَصَرِ قَالَ كُنَّا نَعمِدُ اِلَی الخَشَبَةِ ثَلَاثَةَ اَذرُعٍ اَوفَوقَ ذٰلِكَ فَنَرفَعُهُ لِلشِّتَاءِ فَنُسَمِّيهِ القَصَرَ كَأَنَّهُ جِمَالَتٌ صُفرٌ حِبَالُ السُّفُنِ تُجمَعُ حَتَّی تَكُونُ كَأَوسَاطِ الرِّجَالِ

(3)

1. نیشاپوری: ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم (م:279ھ) المستدرک علی الصحیحین 404:2
2. سورۃ مریم:8
3. بخاری: محمد بن اسماعیل (م:256ھ) الصحیح (کتاب التفسیر، باب قولہ كَأَنَّهُ جِمَالَتٌ صُفرٌ) 734:2

حضرت عبدالرحمان بن عابس نے آیت

تَرْمِیْ بِشَرَرٍ کَالْقَصَرِ (1)

کے متعلق حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے سنا ہے کہ وہ فرما رہے تھے کہ ہم تین ہاتھ یا اس سے بھی لمبی لکڑیاں اٹھا کر سردیوں کے لیے رکھ لیتے تھے۔ایسی لکڑیوں کو ہم قصر کہتے تھے۔

کَأَنَّہٗ جِمَالَتٌ صُفْرٌ (2)

سے مراد کشتی کی رسیاں ہیں جو جوڑ کر رکھی جائیں۔وہ آدمی کی کمر کی برابر موٹی ہو جائیں۔

اس روایات میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے قصر کے معنی بتائیں ہیں جو کہ ان کے معاشرے میں عام استعمال ہوتے تھے۔اور آپؓ اسی معنی کو ترجیح دیتے رہے ہیں۔

قرآنی الفاظ کے معانی بتانے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا اشعار سے سہارا لینا:

قرآن کریم کے بعض الفاظ جو عام استعمال میں بہت کم ہوتے ہیں تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ ان کی وضاحت کے لیے عربی اشعار کا سہارا لیتے تھے۔جس سے الفاظ کا معنی واضح ہو جاتا تھا۔

عَن عِکرَمَۃَ یَقُولُ کَانَ ابنُ عباسٍ اِذَا سُئِلَ عَن شَیءٍ مِن القُرآنِ اَنشَدَ اشعَارًا مِن اَشعَارِھِم (3)

حضرت عکرمہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے قرآن کریم میں کوئی بات پوچھی جاتی تو آپؓ عربوں کے شعروں میں سے شعر کے ساتھ جواب دیا کرتے تھے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ الفاظ کی توضیح کے لیے شعر پیش کیا کرتے تھے۔کیوں کے شعراء کو لغت اور عرف دونوں پر عبور ہوتا ہے اور وہ الفاظ کو مناسب طور پر اپنے اشعار میں جگہ دیتا ہے۔اور اس سے الفاظ کا معنی بالکل واضح ہو جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا مختلف قرأتوں کا بیان کرنا:

قرآن کریم کو اللہ تعالی نے مختلف قرأتوں میں پڑھنے کی اجازت دی ہے۔حضرت عبداللہ بن عباسؓ قرآن کریم کی تفسیر کے دوران مختلف قرأتوں کے بارے میں بھی بتایا کرتے تھے۔اور ان پر اپنی رائے کا اظہار کیا کرتے تھے۔

1. سورۃ المرسلات:32
2. ایضا حوالہ بالا:33
3. نیشاپوری:ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم (م:279ھ) المستدرک علی الصحیحین 517:8

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قرأتوں کی تعداد اور مشروعیت کا بتانا:

قرآن کریم کی مختلف قرأتوں کی تعداد اوران کی مشروعیت کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے روایت بیان کی ہے جس میں کہا ہے کہ سات مختلف قرأتوں کی اجازت ہے۔

عَن ابنِ شِہَابٍ حَدَّثَنِی عُبَیدُ اللہِ بنُ عبدِ اللہِ بنِ عُتبَۃَ اَنَّ ابنَ عباسٍ حَدَّثَہُ اَنَّ رَسُولَ اللہِ ﷺ أقرَأنِی جبریلُ عَلَیہِ السَّلَامُ عَلَی حَرفٍ فَرَاجَعتُہُ فَلَم اَزَل اَستَزِیدُ ہُ فَیَزِیدُنِی حَتَّی انتَھَی اِلَی سَبعَۃِ اَحرُفٍ قَالَ ابنُ شِہَابٍ بَلَغَنِی اَنَّ تِلکَ السَّبعَۃَ الاحرُف اِنَّمَا ھِیَ فِی الاَمرِ الَّذِی یَکُونُ وَاحِدًا لَایَختَلِفُ فِی حَلالٍ وَلَا حَرَامٍ

(1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت جبریلؑ نے مجھے ایک حرف پر قرآن کریم پڑھایا۔ میں نے انہیں زیادہ کے لیے کہا یہاں تک کہ سات حرفوں تک قرآن کریم کی قرأت ہوگئی۔ ابن شہاب راوی کہتے ہیں کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ ان سات حرفوں کا معنی ایک ہوتا ہے اور ان میں حلال اور حرام کے لحاظ سے کوئی اختلاف نہیں ہوتا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ قرآن کریم کی تفسیر بیان کرتے ہوئے تمام سات قرأتوں کی درستگی کا اقرار کیا کرتے تھے۔ اور موزوں مقام پر مختلف قرأتوں سے پڑھ کر بھی بتایا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا سب سے آخری قرأت کا بیان کرنا:

قرآن کریم کی کون سی قرآت سب سے آخری ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی یا حضرت زیدؓ کی تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی قرأت کو ترجیح دیتے تھے۔

عَن مُجاھِدٍ عَن ابنِ عباسٍ قَال قالَ اَیُّ القِرَاءَ تَینِ کَانَت أَخِیرًا قِراءَ ۃُ عَبدِ اللہِ أَوْ قِرَاءَ ۃُ زَیدٍ قَالَ قُلنَا قِرَاءَ ۃُ زَیدٍ قَالَ لَا اِلَّا اَنَّ رسولَ اللہِ ﷺ کَانَ یَعرِضُ القُرآنَ عَلَی جِبرِیلَ کُلَّ عَامٍ مَرَّۃً فَلَمَّا کَانَ فِی العَامِ الَّذِی قُبِضَ فِیہِ عَرَضَہُ عَلَیہِ مَرَّتَینِ وَکَانَت آخِرَ القِرَاءَ ۃِ قِرَاءَ ۃُ عبدِ اللہِ

(2)

حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ہم سے پوچھا کہ آخری (حتمی) قرأت کون سی ہے؟ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی یا حضرت زید بن ثابتؓ کی؟ ہم نے عرض کیا کہ حضرت زید بن ثابتؓ کی۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ نہیں، دراصل نبی ﷺ ہر سال حضرت جبریلؑ کے ساتھ قرآن کریم کا دور کیا کرتے تھے۔ جس سال آپ ﷺ کا وصال ہوا اس میں نبی ﷺ نے دو مرتبہ دور فرمایا اور آخری قرأت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی تھی۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی قرأت کو آخری اور حتمی سمجھتے تھے۔ اور اسی بات کو آپؓ بیان بھی کیا کرتے تھے۔

1. القشیری: ابوالحسن مسلم بن حجاج بن مسلم (م: 261ھ) الصحیح (کتاب فضائل القرآن، باب: بیان ان القران انزل) 1:273

2. احمد: ابوعبداللہ بن حنبل (م: 241ھ) المسند 1:275

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا مِنْ لَدُنِّی عُذْرًا کی قرأت کا بیان کرنا:

سورۃ کہف کی ایک آیت کے بارے میں آپؓ نے فرمایا ہے کہ نبی ﷺ اس کو مشدد پڑھا کرتے تھے۔

عَن ابنِ عَباسٍ عَن اُبَیٍّ بنِ کَعبٍ عَن النَّبِیِّ ﷺ اَنَّہٗ قَرَأَ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَدُنِّی عُذْرًا مُثَقَّلَۃَ

(1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ

قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَدُنِّی عُذْرًا (2)

یعنی لَدُنِّی کونون ثقیلہ کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس لفظ کو اسی طرح مشہور قرأت کے مطابق تشدید کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ جبکہ دوسری قرأت (حضرت نافع کی) میں شد نہیں صرف زیر کے ساتھ پڑھا بھی جاتا ہے۔ مگر آپؓ مشہور قرأت ہی کو یہاں پر ترجیح دیتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا غیر مشہور قرأت سے پڑھ کر بتانا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ بعض آیات کریمہ میں غیر مشہور قرأت بھی پڑھا کرتے تھے۔ سورۃ کہف کی تلاوت میں آپؓ سے اسی طرح کی روایت نقل کی گئی ہے۔

قَالَ سَعِیدُ بنُ جُبیرٍ فَکَانَ ابنُ عباسٍ یَقرَأُ وَ کَانَ اَمَامَھُم مَلِكٌ یَأْخُذُ کُلَّ سَفِینَۃٍ صَالِحَۃٍ غَصْبًا وَ کَانِ یَقرَأُ وَاَمَّا الْغُلَامُ فَکَانَ کَافِرًا وَ کَانَ اَبوَاہُ مُؤْمِنَینِ

(3)

حضرت سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس آیت کو یوں پڑھا کرتے تھے

وَ کَانَ اَمَامَھُم مَلِكٌ یَأْخُذُ کُلَّ سَفِینَۃٍ صَالِحَۃٍ غَصْبًا (4)

اور دوسری آیت کو یوں پڑھا کرتے تھے

وَاَمَّا الْغُلَامُ فَکَانَ کَافِرًا وَ کَانَ اَبوَاہُ مُؤْمِنَینِ (5)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ بعض آیات کی غیر مشہور قرأت بھی بتایا کرتے تھے۔ تاکہ سامعین کو دوسری قرأت کا بھی علم ہو جائے۔

1. ترمذی: ابو عیسی محمد بن عیسی (م: 279ھ) جامع الترمذی (ابواب القراءات) 121:2
2. سورۃ الکہف: 76
3. بخاری: محمد بن اسماعیل (م: 256ھ) الصحیح (کتاب التفسیر، باب: قولہ واذ قال موسیٰ لفتٰہ) 688:2
4. سورۃ الکہف: 79
5. ایضاً حوالہ بالا: 80

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا عملی تفسیر کرنا:

قرآن کریم کی کی تفسیر کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ جو تفسیر ہو اس کے مطابق عمل کر کے دکھایا جائے۔اورزبانی بیان کرنے سے زیادہ اہمیت اس انداز کی ہے۔کیونکہ اس انداز سے قرآن کریم کی تفسیر الفاظ کے علاوہ عمل میں بھی آجاتی ہے۔اوردیکھنے والے کے لیے عملی نمونہ اورقابل عمل بن جاتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے تفسیر قرآن کریم میں یہ انداز بھی اپنا رکھا تھا۔اور براہ راست تفسیر قرآن کو عمل کے ذریعہ ظاہر کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا استَعِینُو بِالصَّبرِ وَالصَّلٰوۃِ کی عملی تفسیر کر کے بتانا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے نماز اورصبر کے ذریعہ مدد حاصل کرنے کے حکم کی عملی تفسیر کر کے بتائی ہے۔

عَن ابنِ عباسٍ قَالَ جاءَہُ نعیُ بَعضَ اَھلِہِ وَھُوَ فِی سَفرٍ فَصَلَّی رَکعَتَینِ ثُمَّ قالَ فَعَلنَا مَا امَرَ اللہُ استَعِینُو بِالصَّبرِ وَالصَّلٰوۃِ (1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سفر میں تھے اوران کے پاس ان کے گھر والوں میں سے کسی کی وفات کی خبران کو ملی۔توانہوں نے دو رکعت نماز پڑھی۔پھر آپؓ نے فرمایا کہ ہم نے ایسے ہی کیا ہے جیسے اللہ تعالی نے حکم دیا ہے۔

استَعِینُو بِالصَّبرِ وَالصَّلٰوۃِ (2)

صبر اور نماز کے ذریعہ مدد چاہو

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ قرآن کریم کی تفسیر بالفعل بھی کیا کرتے تھے۔یعنی قرآن کریم کی تفسیر پرعمل کر کے بتادیتے تھے کہ اس آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا لا تُحَرِّكُ بِهِ لِسَانَكَ کی عملی تفسیر کر کے بتانا:

شروع شروع میں جب نبی ﷺ پر وحی نازل ہوتی تو نبی ﷺ اس کو فوراً یاد کرنے کی غرض سے جلد جلد ساتھ ساتھ دہراتے جاتے تھے۔اور یہ بات نبی ﷺ کے لیے مشکل بھی تھی۔تو اللہ تعالی نے آیت اتاری کہ یہ مشقت نہ اٹھاؤ بلکہ بعد میں پڑھا کرو۔اور ہم آپ کو وحی نہیں بھلائیں گے۔حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اس آیت کی تفسیر کو عملی انداز سے سمجھایا ہے۔

عَن سَعِیدِ بنِ جُبَیرٍ عَن ابنِ عباسٍ فِی قَولِہِ لَا تُحَرِّكُ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعجَلَ بِہِ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یُعَالِجُ مِن التنزیلِ شِدَّۃَ کَانَ یُحَرِّكُ شَفَتَیہِ فَقَالَ لِی ابنُ عباسٍ اَنَا اُحَرِّکُھُمَا کَمَا کَانَ رَسُولُ اللہِ ﷺ یُحَرِّکُھُمَا فَقَالَ سَعِیدٌ اَنَا اُحَرِّکُھُمَا کَمَا کَانَ ابنُ عبَّاسٍ یُحَرِّکُھُمَا فَحَرَّكَ شَفتَیہِ فَأَنزَلَ اللہُ تَعالی لَا تُحَرِّكُ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعجَلَ بِهِ اِنَّ عَلَینَا جَمعَهُ وَقُرآنَهُ قَالَ جمعَهُ فِی صَدرِكَ ثُمَّ تَقرَأُهُ فَاِذَا قَرَأُنَاہُ فَاتَّبِعْ قُرآنَهُ قَالَ فَاستَمِع وَاَنصِت ثُمَّ اِنَّ عَلَینَا اَن تَقرَأَہُ قَالَ فَکَانَ رَسُولُ اللہِ ﷺ اِذَا اَتَاہُ جبرِیلُ استَمَعَ فَاِذَا انطَلَقَ جبرِیلُ قَرَأَہُ النَّبِیُّ ﷺ کَمَا اَقرَأَہُ (3)

1. نیشاپوری:ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم (م:279ھ)المستدرک علی الصحیحین 296:2

2. سورۃ البقرۃ:45

3. القشیری:ابوالحسن مسلم بن حجاج بن مسلم(م:261ھ)الصحیح (کتاب الصلوۃ،باب:الاستماع للقراءۃ)184:1

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے اللہ تعالیٰ کے قول لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ (1)
کی تفسیر میں روایت ہے کہ نبی ﷺ نزول وحی سے تکلیف میں پڑ جاتے آپ ﷺ اپنے ہونٹوں کو حرکت دیا کرتے راوی کہتا ہے کہ مجھے حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ میں ہونٹوں کو تیرے لیے اسی طرح حرکت دوں جس طرح رسول اللہ ﷺ حرکت دیتے تھے۔ پھر اپنے ہونٹوں کو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے حرکت دی۔ تو سعید بن جبیر نے کہا میں تم کو اسی طرح ہونٹ ہلا کر دکھاتا ہوں جس طرح حضرت عبداللہ بن عباسؓ اپنے ہونٹوں کو حرکت دیتے تھے۔ پھر انہوں نے ہونٹ ہلائے۔

اللہ تعالیٰ نے آیات نازل کیں لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ (2)
اس کی تفسیر میں فرمایا آپ ﷺ کے سینہ میں اسے جمع کرنا کہ پھر آپ اسے قرأت کر سکیں۔ ہمارے ذمہ ہے۔

فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ (3)

اس میں فرمایا کہ کان لگا کر سنو اور خاموش رہو۔ پھر ہم پر لازم ہے کہ آپ ﷺ سے اس کی قرأت کرا دیں۔ پھر جب جبریلؑ آپ ﷺ کے پاس آتے تو آپ ﷺ کان لگا کر صرف سنتے اور جب وہ چلے جاتے تو آپ ﷺ اس کی قرأت کے مطابق قرأت فرماتے۔
اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے نبی ﷺ کے ہونٹوں کی حرکت کے انداز کو بھی تفسیر میں اپنے شاگردوں کو عملی طور پر کر کے دکھایا۔ اور ساتھ آیت کریمہ کا شان نزول بھی بیان کیا۔ اور پھر اسی روایت میں نبی ﷺ کا اس آیت کریمہ پر عمل کرنے کو بھی بیان کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا آیت اِذن کی عملی تفسیر بتانا:

قرآن کریم نے کسی کے گھر میں داخلے کے وقت اجازت لینا ضروری قرار دیا ہے۔ بعض لوگ اس معاملے میں لاپرواہی کرتے ہیں جبکہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس بات پر مکمل طور پر عمل کر کے دکھاتے تھے۔

عَن عُبَيدِ اللهِ بنِ اَبِى يَزِيدَ سَمِعَ ابنَ عباسٍ يَقُولُ لَم يُؤمَرُ بِهَا اَكثَرُ النَّاسِ آيَةَ الاِذنِ وَأَنِّى لَآمُرُ جَارِيَتِى هَذِهِ تَستَأذِنُ عَلَيَّ
(4)

حضرت عبید اللہ بن ابی یزید کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آیت استیذان پر اکثر لوگ عمل نہیں کرتے۔ لیکن میں نے تو اپنی باندی کو بھی حکم دے رکھا ہے کہ اسے بھی میرے پاس آنا ہو تو مجھ سے اجازت طلب کرے۔
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت استیذان پر آپؓ نے عمل کر کے اس کی تفسیر بتائی ہے۔ یعنی تفسیر صرف روایات بیان کرنا ہی مقصود نہیں ہوتا اصل تو قرآنی احکام پر عمل کر کے دکھانا یہ ہی حقیقی تفسیر ہے۔

1. سورۃ القیامہ:16
2. ایضاً حوالہ بالا 16 تا 17
3. ایضاً حوالہ بالا:18
4. ابوداؤد: سلیمان بن الاشعث (م:275ھ) سنن ابی داؤد (کتاب الادب، باب: فی الاستیذان) 359:2

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا سجدہ تلاوت کا بیان کرنا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ قرآن کریم میں موجود سجدہ تلاوت کے بارے میں بھی وضاحت کیا کرتے تھے کہ کون کون سے سجدے لازمی ہیں۔اورکون سے نہیں ہیں؟اور نبی ﷺ کا ان آیات سجدہ پر کیا عمل رہا؟

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا سورۃ ص کے سجدے کا حکم بیان کرنا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سورۃ ص کے سجدہ کو لازمی نہیں سمجھتے تھے۔

عَن ابنِ عباسٍ اَنَّهُ قَالَ فِي السجُودِ فِي ص لَيَست مِن عَزَائِمِ السجُودِ وَقَد رَأَيتُ رسولَ اللهِ ﷺ يَسجُدُ فِيهَا (1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ قرآن کریم کے سجدوں کے بیان میں فرماتے ہیں کہ سورۃ ص کا سجدہ لازمی نہیں ہے۔حالانکہ میں نے نبی ﷺ کو اس میں سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نبی ﷺ کے اعمال کو دیکھ کر یہ سمجھ جاتے تھے کہ وہ کام امت پر لازمی ہے یا نہیں۔جیسے سورۃ ص کے سجدہ کے بارے میں آپؓ نے فرمایا ہے کہ یہ سجدہ لازمی نہیں ہے۔

لیکن اس کے باوجود آپؓ نبی ﷺ کی اتباع کرتے ہوئے اس میں سجدہ کیا کرتے تھے۔

حَدَّثَنَا شُعبَةُ عَن العَوَّامِ قَالَ سَأَلتُ مُجَاهِدًا عَن السّجدَةِ فِي ص قَالَ سُئِلَ ابنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ اُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدَاهُمُ اقتَدِه وَكَان ابنُ عباسٍ يَسجُدُ فِيهَا

(2)

حضرت مجاہد سے سورۃ ص کے سجدہ کے بارے میں پوچھا گیا۔تو انہوں نے کہا کہ یہ سوال حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے بھی پوچھا گیا تھا۔تو انہوں نے اس آیت کی تلاوت کی

اُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدَاهُمُ اقتَدِه (3)

یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالی نے ہدایت دی تھی پس آپ بھی انہی کی ہدایت کی اتباع کریں۔

اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس میں سجدہ کیا کرتے تھے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اگر چہ اس سجدہ کو لازمی نہیں سمجھتے تھے مگر پھر بھی اس مقام پر سجدہ ادا کیا کرتے تھے۔

1. احمد:ابو عبداللہ بن حنبل(م:241ھ)المسند 359:1
2. بخاری:محمد بن اسماعیل(م:256ھ)الصحیح (کتاب التفسیر،باب:ص)709:2
3. سورۃ الانعام:90

سورۃ نجم کے سجدے کا بیان:

سورۃ نجم میں سجدہ کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرمایا کرتے تھے کہ سورۃ نجم کا سجدہ نبی ﷺ نے مکہ میں کیا ہے۔اور اس پر دلیل میں حدیث مبارکہ موجود ہے۔

عَن عِکرَمَۃَ عَن ابنِ عباسٍ قَالَ سَجَدَ رَسُولُ اللہِ ﷺ فِیھَا یَعنِی النَّجمَ وَالمُسلِمُونَ وَالمُشرِکُونَ وَالجِنُّ وَالاِنسُ

(1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس میں یعنی سورۃ نجم میں سجدہ کیا اور مسلمانوں، مشرکوں، جنوں اور انسانوں نے بھی سجدہ کیا۔
اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سورۃ نجم میں نبی ﷺ نے سجدہ کیا ہے اور موقع پر موجود سب نے اس سجدہ میں شرکت کی تھی۔

مفصلات کے سجدوں کے بارے میں نبی ﷺ کا آخری عمل کا بیان:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ مفصلات قرآن کریم کی آخری مختصر سورتوں کے سجدوں کے بارے میں نبی ﷺ سے بیان کرتے تھے کہ نبی ﷺ ان میں سجدے نہیں کرتے تھے۔

عَن عِکرَمَۃَ عَن ابنِ عباسٍ اَنَّ رَسُولَ اللہِ ﷺ لَم یَسجُد فِی شَیءٍ مِن المُفَصَّلِ مُنذُ تَحَوَّلَ اِلَی المَدِینَۃِ

(2)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ مکہ سے مدینہ آجانے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے مفصل سورتوں میں سے کسی میں سجدہ نہیں کیا۔
اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس روایت کو ترجیح دیتے تھے کہ مفصلات میں سجدے لازم نہیں رہے۔ جب کہ حضرت ابو ہریرہؓ ان سجدوں کے ثبوت کی روایت بیان کیا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا سورتوں کے فضائل بیان کرنا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ تفسیر کے دوران قرآن کریم کی سورتوں کے فضائل بھی بیان کیا کرتے تھے۔ جس سے سامعین کے دل میں قرآن کریم کی طرف مزید رغبت پیدا ہوتی تھی اور وہ اس کی تلاوت کرنے اور اس کی تفسیر وتشریح میں مزید شوق دکھاتے تھے۔

1. ترمذی: ابوعیسی محمد بن عیسی (م:279ھ) جامع الترمذی (کتاب الصلوۃ والسجدۃ، باب: ماجاء فی السجدۃ فی النجم) 127:1
2. ابوداؤد: سلیمان بن الاشعث (م:275ھ) سنن ابی داؤد (کتاب الصلوۃ، باب: من لم یر السجود فی المفصلات) 206:1

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کا سورۃ فاتحہ کی فضیلت بیان کرنا:

سورۃ فاتحہ کی فضیلت حضرت عبداللہ بن عباس ؓ نے بیان کی ہے کہ اس کے نزول کے وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے خصوصی اہتمام کیا گیا تھا۔ جو باقی دوسری سورتوں کے نزول کے وقت نہیں کیا گیا۔

عَن ابنِ عباسٍ قَالَ بینَمَا جبریلُ قَاعِدٌ عِندَ النّبیِّ ﷺ سَمِعَ نَقِیضًا مِن فوقِهِ فَرَفَعَ رَأسَهُ فَقَالَ هَذَا بَابٌ مِنَ السَّمَاءِ فُتِحَ الیَومَ لَم یُفتَح قَطُّ اِلّا الیَومَ فَنزَلَ مِنهُ مَلَکٌ فَقَالَ هَذَا مَلَکٌ نَزَلَ اِلَی الاَرضِ لَم ینزِل قَطُّ اِلّا الیَومَ فَسَلَّمَ وَقَالَ اَبشِر بِنُورَینِ اُوتِیتَهُمَا لَم یُؤتَهُمَا نَبِیٌّ قَبلَکَ فَاتِحَةُ الکِتَابِ وَخَوَاتِیمُ سُورَةِ البَقَرَةِ لَن تَقرَأَ بِحَرفٍ مِهُمَا اِلّا اُعطِیتَهُ

(1)

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت جبریل ؑ نبی ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ اچانک اوپر سے ایک آواز سنی گئی۔ تو آپ ﷺ نے اپنا سر مبارک اٹھایا حضرت جبریل ؑ نے فرمایا کہ یہ دروازہ آسمان کا ہے جسے صرف آج کے دن کھولا گیا۔ اس سے پہلے کبھی نہیں کھولا گیا۔ پھر اس سے ایک فرشتہ اترا حضرت جبریل ؑ نے فرمایا کہ یہ فرشتہ جو زمین کی طرف اترا ہے اس سے پہلے کبھی نہیں اترا۔ اس فرشتہ نے سلام کیا اور کہا کہ آپ ﷺ کو دونوروں کی خوشخبری ہو جو آپ ﷺ کو دیے گئے ہیں۔ جو آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیے گئے۔ ایک سورۃ الفاتحہ اور دوسری سورۃ البقرہ کی آخری آیات۔ آپ اس میں سے جو حرف بھی پڑھیں گے آپ ﷺ کو اس کے مطابق دیا جائے گا۔

اس روایت میں حضرت عبداللہ بن عباس ؓ نے سورۃ الفاتحہ کی فضیلت بیان کی ہے۔ کہ اس کے نزول کے وقت نبی ﷺ کو خاص خوشخبری دی گئی۔ اور کہا گیا کہ جو بھی اس کو پڑھے گا اس کو اس کے مطابق ہی دیا جائے گا۔ یعنی ثواب کے لحاظ سے بھی اور دعا کی قبولیت کے لحاظ سے بھی۔

سورۃ زلزال، سورۃ اخلاص، سورۃ کافرون کے فضائل کا بیان کرنا:

اسی طرح آخری پارے کی مختصر سورتوں کے حضرت عبداللہ بن عباس ؓ فضائل بیان کرتے ہوئے فرماتے تھے کہ ان کے پڑھنے کا ثواب بہت زیادہ ہے۔ اور حدیث مبارکہ اس بارے میں روایت کرتے تھے۔

عَن ابنِ عَباسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ اِذَا زُلزِلَتْ تَعدِلُ نِصفَ القُرآنِ وَقُل هُوَاللّٰہُ اَحَدٌ تَعدِلُ ثُلُثُ القُرآنِ وَقُل یَآَیُّهَا الکَافِرُونَ تَعدِلُ رُبُعَ القُرآنِ

(2)

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اِذَا زُلزِلَتْ ثواب میں آدھے قرآن کریم کے برابر ہے۔ اور قُل هُوَاللّٰہُ اَحَدٌ تہائی قرآن کریم کے برابر ہے۔ اور قُل یَآَیُّهَا الکَافِرُونَ چوتھائی قرآن کریم کے برابر ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سورتوں کے بارے میں نبی ﷺ کی طرف سے بیان کیے گئے فضائل تفسیر قرآن کے دوران بیان کیا کرتے تھے۔ تاکہ مسلمان قرآن کریم کی زیادہ تلاوت کریں اور ثواب کے حصول کو مدنظر رکھ کر زیادہ رغبت دکھائیں۔

1. القشیری: ابوالحسن مسلم بن حجاج بن مسلم (م: 261ھ) الصحیح (کتاب فضائل القرآن، باب: فضل الفاتحہ) 271:1

2. ترمذی: ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ (م: 279ھ) جامع الترمذی (کتاب فضائل القرآن، باب: ماجاء فی سورۃ الاخلاص) 117:2

حضرت عبداللہ بن عباسؓ تسبیح والی آیت کی فضیلت کو بیان کرنا:

اسی طرح بعض آیات کی تلاوت کی فضیلت نبی ﷺ نے بتائی ہے۔تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ بھی ان روایات کو بیان کیا کرتے تھے۔

عَن ابنِ عَباسٍ عَن رَسولِ اللہِ ﷺ اَنَّہٗ قَالَ مَن قَالَ حِینَ یُصبِحُ فَسُبحَانَ اللّٰہِ حِینَ تُمسُونَ وَحِینَ تُصبِحُونَ وَلَہُ الحَمدُ فِی السَّمٰوَاتِ وَالاَرضِ وَعَشِیًّا وَحِینَ تُظھِرُونَ اِلَی وَکَذٰلِکَ تُخرَجُونَ اَدرکَ مَا فَاتَہٗ فِی یَومِہِ ذٰلِکَ وَمَن قَالَھُنَّ حِینَ یُمسِی اَدرکَ مَا فَاتَہٗ فِی لَیلَتِہِ (1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص صبح کے وقت

فَسُبحَانَ اللّٰہِ حِینَ تُمسُونَ وَحِینَ تُصبِحُونَ وَلَہُ الحَمدُ فِی السَّمٰوَاتِ وَالاَرضِ وَعَشِیًّا وَحِینَ تُظھِرُونَ سے لے کر وَکَذٰلِکَ تُخرَجُونَ (2)

تک کہے تو اس دن کے ثواب میں جو کمی رہ گئی ہوگی اس کی تلافی ہو جائے گی۔اور جو شخص شام کو ان کلمات کو کہے تو اس رات میں اس کی نیکیوں میں جو کمی رہ گئی ہوگی اس کی تلافی ہو جائے گی۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دو آیات کی نبی ﷺ نے بڑی فضیلت بتائی ہے۔کہ ان کے پڑھنے سے نیکیوں میں جو کمی رہ جائے وہ پوری ہو جاتی ہے۔اور نیکیوں کا ثواب کامل طور پر اللہ تعالی اپنے فضل سے عطا فرما دیتے ہیں۔لہذا ان فضائل کو سامنے رکھتے ہوئے ان آیات کی تلاوت صبح و شام کرنی چاہیے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قرآن کریم کی آیات سے استشہاد پیش کرنا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا تفسیر قرآن کریم کا ایک پہلو یہ بھی تھا کہ آپؓ کبھی کوئی مسئلہ بیان کرتے تو آپؓ اس کے ثبوت میں اور دلیل کے طور پر آیات قرآنی سے استشہاد پیش فرماتے تھے۔اس طریقہ سے موقع پر پیش کی جانے والی آیات کا ایک عملی اطلاق ہو جایا کرتا تھا۔اور سامعین کے دل و دماغ میں ایسی تفسیر تا دیر قائم رہتی تھی۔

نبی ﷺ کی سری نمازوں کی قرأت کے بارے میں آیات سے استشہاد پیش کرنا:

نبی ﷺ کی ظہر اور عصر کی نماز میں قرأت کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی رائے یہ تھی کہ نبی ﷺ ان نمازوں میں قرأت نہیں فرماتے تھے۔اور بطور استشہاد کے آیات پیش فرماتے تھے۔

عَن عِکرِمَۃَ عَن ابنِ عباسٍ قَالَ قَرَاَ النَّبِیُّ ﷺ فِیمَا اُمِرَ وَسَکَتَ فِیمَا اُمِرَ وَمَا کَانَ رَبُّکَ نَسِیًّا لقد کَانَ لَکُم فِی رَسُولِ اللّٰہِ اُسوَۃٌ حَسَنَۃٌ (3)

1. ابوداؤد: سلیمان بن الاشعث (م:275ھ) سنن ابی داؤد (کتاب الادب، باب: مایقول اذا اصبح) 345:2
2. سورۃ الروم: 17 تا 20
3. بخاری: محمد بن اسماعیل (م:256ھ) الصحیح (کتاب الاذان، باب: الجہر بقراءۃ صلوۃ الفجر) 106:1

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں نبی ﷺ کو جن نمازوں میں پڑھنے کا حکم ہوا آپ ﷺ نے پڑھا۔اور جن میں خاموشی کا حکم نبی ﷺ کو دیا گیا۔ آپ ﷺ ان میں خاموش رہے۔ اور پھر آپؓ نے یہ آیات تلاوت کی

وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا (1)

اور لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (2)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالی نے ہر مسئلہ نبی ﷺ کو بتا دیا اور آپ ﷺ نے ایسے ہی عمل کیا۔اور نبی ﷺ کے عمل ہی کو مسلمانوں کو اپنانا چاہیے۔لہذا جس طرح نبی ﷺ نے قرأت کی ہے اسی طرح کرنی چاہے۔اور جس نماز میں نبی ﷺ خاموش ہوئے ہیں۔اس میں خاموشی کرنی چاہیے۔

اشیاء کی حلت وحرمت پر حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا آیات سے استشہاد پیش کرنا:

اسی طرح کھانے پینے کی اشیاء کی حلت وحرمت کا حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے قاعدہ بیان کرتے ہوئے آیت قرآنی سے استشہاد پیش کیا ہے۔

عَن ابنِ عباسٍ قَالَ كَانَ اَهلُ الجَاهِلِيَّةِ يَأْكُلُونَ اَشيَاءَ وَيَترُكُونَ اَشيَاءَ تَقَذُّرًا فَبعثَ اللهُ تَعَالَى نَبِيَّهُ ﷺ وَانزلَ كِتَابَهُ وَاَحَلَّ حَلَالَهُ وَحَرَّمَ حَرَامَهُ فَمَا اَحَلَّ فَهُوَ حَلَالٌ وَمَا حَرَّمَ فَهُوَ حَرَامٌ وَمَا سَكتَ عَنهُ فَهُوَ عَفوٌ وَتَلَا قُل لَا اَجدُ فِيْ مَا اُوحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ اِلَى آخِرِ الآيَةِ

(3)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ بعض چیزوں کو کھاتے تھے۔اور بعض چیزوں کو ناپسندیدہ سمجھ کر چھوڑ دیتے تھے۔تو اللہ تعالی نے اپنے نبی ﷺ کو مبعوث کیا۔اپنی کتاب نازل کی۔اور حلال وحرام کو بیان کیا۔تو جو چیز اللہ تعالی نے حلال کردی وہ حلال ہے۔اور جو چیز حرام کردی وہ حرام ہے۔اور جس سے سکوت فرمایا وہ معاف ہے۔پھر حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے یہ آیت آخر تک تلاوت کی

قُلْ لَا اَجِدُ فِيْ مَا اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ (4)

آپ کہہ دیجیے میں اپنی طرف نازل کی گئی وحی میں حرام نہیں پاتا کسی کھانے والے کے لیے اس کا کھانا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ مسائل کے استشہاد قرآنی آیات سے فرمایا کرتے تھے۔اور موقع بموقع آیات پیش کیا کرتے تھے۔

1. سورۃ مریم:64
2. سورۃ الاحزاب:21
3. ابوداؤد:سلیمان بن الاشعث (م:275ھ) سنن ابی داؤد (کتاب الاطعمة، باب:مالم یذکر تحریمہ) 183:2
4. سورۃ الانعام:145

حلال چیز کو حرام کہنے کے حکم پر حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قرآن کریم سے استشہاد:

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے تھے کہ اگر کوئی کسی بھی حلال چیز کے بارے میں کہے کہ یہ مجھ پر حرام ہے تو وہ کفارہ دے گا۔ اور ساتھ آیت کریمہ سے استشہاد پیش فرمایا کرتے تھے۔

عَن سَعیدِ بنِ جُبَیرٍ اَنَّ ابنَ عباسٍ قَالَ فِی الحَرَامِ یُکَفِّرُ وَقَالَ ابنُ عباسٍ لَقَدۡ کَانَ لَکُمۡ فِی رَسُولِ اللّٰهِ اُسوَةٌ حَسَنَةٌ (1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے تھے کہ اگر کسی نے اپنے اوپر کوئی حلال چیز حرام کر لی تو اس کو کفارہ دینا ہوگا۔ آپؓ نے پھر یہ آیت تلاوت کی

لَقَدۡ کَانَ لَکُمۡ فِی رَسُولِ اللّٰهِ اُسوَةٌ حَسَنَةٌ (2)

بے شک تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قرآن کریم میں مذکور شخصیات کا تعین اور تعارف کرنا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا تفسیر کے دوران ایک اہم پہلو یہ بھی تھا کہ آپؓ قرآن کریم میں آنے والے افراد کے نام کی وضاحت کرتے تھے کہ یہ کون سا فرد تھا اس کا تعارف کیا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا صاحبِ موسیٰؑ کا تعین اور تعارف کرنا:

حضرت موسیٰؑ کا جو قصہ قرآن کریم میں بیان ہوا ہے کہ وہ دریا کے کنارے گئے وہاں ایک شخص سے ملنے اور پھر آگے بچے کا قتل، دیوار کی درستگی وغیرہ تو یہ شخص کون تھا حضرت خضرؑ تھے یا کوئی اور؟ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اس شخصیت کا تعین کیا ہے۔

عَن ابنِ عباسٍ اَنَّهُ تَمَارَی هُوَ وَالحُرُّ بنُ قیسٍ الفَزَارِیُّ فِی صَاحِبِ مُوسَی قَالَ ابنُ عَباسٍ هُوَ خَضِرٌ فَمَرَّ بِهِمَا اُبَیُّ بنُ کَعبٍ فَدَعَاهُ ابنُ عباسٍ فَقَالَ اِنِّی تَمَارَیتُ اَنَا وَصَاحِبِی هَذَا فِی صَاحِبِ موسَی الَّذِی سَأَلَ السَّبِیلَ اِلَی لُقِیِّهِ هَل سَمِعتَ رَسُولَ اللهِ ﷺ یَذکُرُ شَأنَهُ قَالَ نَعم سَمِعتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ یَقُولُ بَینَمَا مُوسَی فِی مَلَأٍ مِن بَنِی اِسرَائِیلَ جَاءَهُ رَجلٌ فَقَالَ هَل تَعلَمُ اَحَدًا اَعلَمَ مِنكَ قَالَ لَا فَأَوحَی اللهُ اِلَی مُوسَی بَلَی عَبدُنَا خَضِرٌ فَسَأَلَ مُوسَی السَّبِیلَ اِلَیهِ فَجُعِلَ لَهُ الحُوتَ آیَةً وَقِیلَ لَهُ اِذَا فَقَدتَ الحُوتَ فَارجِع فَأَنَّكَ سَتلقَاهُ فَکَانَ یَتبَعُ الحُوتَ فِی البَحرِ فَقَالَ لِمُوسَی فَتَاهُ اَرَأَیتَ اِذ اَوَینَا اِلَی الصَّخرَةِ فَأِنِّی نَسِیتُ الحُوتَ وَمَا اَنسَانِیهِ اِلَّا الشَّیطَانُ اَن اَذکُرَهُ فَقَالَ مُوسَی ذَلِكَ مَاکُنَّا نَبغِ فَارتَدَّا عَلَی آثَارِهِمَا قَصَصًا فَوَجَدَا خَضِرًا فَکَانَ مِن شَأنِهِمَا الَّذِی قَصَّ اللّٰهُ فِی کِتَابِهِ

(3)

1. بخاری: محمد بن اسماعیل (م:256ھ) الصحیح (کتاب التفسیر باب: تبتغی مرضات) 729:2
2. سورۃ الاحزاب: 21
3. بخاری: محمد بن اسماعیل (م:256ھ) الصحیح (کتاب الانبیاء، باب: حدیث الخضر مع موسیٰ) 481:1

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ان کا حر بن قیس فزاری سے صاحب موسیٰؑ کے بارے میں اختلاف ہوا ہے۔ پھر حضرت ابی بن کعبؓ وہاں سے گزرے تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ان کو بلایا۔ اور کہا کہ میرا اپنے اس ساتھی سے صاحب موسیٰؑ کے بارے میں اختلاف ہوا ہے۔ جن سے ملاقات کے لیے حضرت موسیٰؑ نے راستہ پوچھا تھا۔ کیا رسول اللہ ﷺ سے آپ نے ان کے بارے میں کچھ سنا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ جی ہاں، میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت موسیٰؑ بنی اسرائیل کی ایک جماعت میں تشریف فرما تھے۔ کہ ایک شخص نے آپؑ سے پوچھا کہ کیا آپ کسی ایسے شخص کو جانتے ہیں جو اس تمام زمین پر آپ سے زیادہ علم رکھنے والا ہو۔ انہوں نے فرمایا کہ نہیں۔

اس پر اللہ تعالی نے حضرت موسیٰؑ پر وحی نازل کی کہ کیوں نہیں ہمارا بندہ خضر ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے ان تک پہنچنے کا راستہ پوچھا۔ تو انہوں نے مچھلی کو اس کی نشانی کے طور پر بتایا گیا۔ اور کہا گیا کہ جب مچھلی گم ہو جائے تو جہاں گم ہوئی وہاں واپس آ جانا وہیں ان سے ملاقات ہوگی۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ دریا کے سفر میں مچھلی کی برابر نگرانی کرتے رہے۔ پھر ان سے ان کے رفیق سفر نے کہا کہ آپ نے خیال نہیں کیا کہ جب ہم چٹان کے پاس ٹھہرے تو میں مچھلی کے متعلق آپ کو بتانا بھول گیا۔ اور مجھے شیطان نے اسے یاد رکھنے سے غافل رکھا۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا اسی کی تو ہمیں تلاش تھی چنانچہ وہ اسی راستہ پر واپس لوٹے۔ اور حضرت خضرؑ سے وہاں ملاقات ہوئی۔ ان دونوں کے ہی حالات ہیں جنہیں اللہ تعالی اپنی کتاب میں بیان فرمایا ہے۔

اس روایت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے حضرت موسیٰؑ کے ساتھی کو متعین اور وضاحت فرمائی ہے کہ وہ حضرت خضرؑ ہی تھے۔ اگر کسی کا اس کے علاوہ کوئی اور خیال ہے تو وہ غلطی پر ہے۔

حضرت خضرؑ کے ساتھ ملاقات کرنے والے حضرت موسیٰؑ کا تعین کرنا:

اسی طرح آپؓ کو معلوم ہوا کہ بعض افراد حضرت خضرؑ کے ساتھ ملاقات کرنے والے موسیٰ کو بنی اسرائیل کے حضرت موسیٰؑ کے علاوہ دوسرا خیال کرتے ہیں تو آپؓ نے ان کی اس غلط بات کی بھی تردید کی اور اصل کو متعین کیا۔

اَخبرنِی سَعیدُ بنُ جُبیرٍ قَالَ قُلتُ لِابنِ عباسٍ اِنَّ نوفَا البَکَالِیَّ یزعُمُ اَنَّ مُوسَی صَاحِبَ الخَضِرِ لَیسَ هُوَ مُوسَی بَنِی اِسرَائِیلَ اِنَّمَا هُوَ مُوسَی آخرُ فقَالَ کَذَبَ عَدُوُّ اللهِ حَدَّثَنَا اُبَیُّ بنُ کَعبٍ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ اَنَّ مُوسَی قَامَ خَطِیبًا فِی بَنِی اِسرَائِیلَ فَسُئِلَ اَیُّ النَّاسِ اَعلَمُ فَقَالَ اَنَا---

(1)

حضرت سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے کہا کہ نوف بکالی یہ کہتا ہے کہ موسی صاحب حضرت خضرؑ بنی اسرائیل والے حضرت موسیٰ نہیں ہیں۔ بلکہ وہ کوئی دوسرے موسی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا اس اللہ تعالی کے دشمن نے بالکل غلط بات کہی ہے۔ حضرت ابی بن کعب نے نبی ﷺ سے روایت کرتے ہوئے ہم سے بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰؑ بنی اسرائیل کو کھڑے ہو کر خطاب فرما رہے تھے۔ کہ ان سے سے پوچھا گیا کہ کون سا شخص سب سے زیادہ علم والا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں---

اس روایت میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے یہ بات بتائی ہے کہ حضرت خضرؑ کے ساتھی جن کا قرآن مجید میں ذکر آیا ہے وہ بنی اسرائیل والے ہی حضرت موسیٰؑ ہیں۔ جو اس کے علاوہ کوئی اور کہتا ہے تو وہ بالکل غلط رائے پر ہے۔

1. بخاری: محمد بن اسماعیل (م:256ھ) الصحیح (کتاب الانبیاء، باب: حدیث الخضر مع موسیٰ) 482:1

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا الیاسین کا تعین اور تعارف کرنا:

قرآن کریم میں سورۃ صفّٰت میں وارد لفظ الیاسین سے کون مراد ہے؟ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اس بارے میں وضاحت فرمائی ہے۔

وَیُذکَرُ عَن ابنِ مَسعُودٍ وَابنِ عَباسٍ اَنَّ اِلیَاسَ هُو اِدرِیسُ (1)

حضرت ابن مسعوداور حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے یہ بات نقل کی گئی ہے کہ الیاس جو ہیں وہ حضرت ادریسؑ ہی ہیں۔

امام بخاری کی اس تعلیق سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی طرف یہ منسوب ہے کہ وہ حضرت الیاس اور حضرت ادریسؑ کو ایک ہی شخصیت شمار فرماتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا اللّات کا تعارف کرانا:

قرآن کریم میں وارد اللّات سے مراد کون سا شخص ہے؟ اس کی وضاحت حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے تفسیر میں کی ہے۔

حَدَّثَنَا اَبُو الجَوزَاءِ عَن ابنِ عباسٍ اللَّاتَ وَالعُزَّی کَانَ اللَّاتُ رَجُلَا یَلُتُّ سَوِیقَ الحَاجِّ

(2)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے

اللَّاتَ وَالعُزَّی (3)

اس آیت کے ضمن میں بیان کیا ہے کہ لات ایک شخص کو کہتے تھے وہ حاجیوں کے لیے ستو گھولتا تھا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لات ایک مرد تھا اور جس کا کام یہ تھا کہ وہ حاجیوں کی خدمت کیا کرتا تھا۔ ستو گھول کر ان کو پیش کیا کرتا تھا۔ اور بعد میں اسی کے نام پر مشرکین نے بت بنا کر اس کی بھی عبادت شروع کر دی تھی۔

حضرت نوحؑ کی قوم کے بتوں کے ناموں کا حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا تعارف بیان کرنا:

حضرت نوحؑ کی قوم نے جو بت مختص کر دیے تھے حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ان کی وضاحت اور تعارف بھی بیان کیا ہے کہ وہ کون تھے۔ اور یہاں تک نوبت کیسے آ گئی۔

عَن ابنِ عباسٍ صَارَت الاَوثَانُ الَّتِی کَانَت فِی قَومِ نُوحٍ فِی العَرَبِ بَعدُ اَمَّاوَدُّ کَانَت لِکَلبٍ بَدومَةِ الجَندَلِ وَاَمَّا سُوَاعُ کَانَت لِهُذَیلٍ وَاَمَّا یَغُوثُ فَکَانَت لِمُرَادٍ ثُمَّ لِبَنِی غُطَیفٍ بِالجَوفِ عِندَ سَبَأٍ وَاَمَّا یَعُوقُ فَکَانَت لِهَمدَانَ وَاَمَّا نَسرٌ لِحَمیَرَ لِآلِ ذِی الکَلَاعِ اَسمَائة رِجَالٍ صَالِحِینَ مِن قَومِ نُوحٍ فَلَمَّا هَلَکُوا اَوحَی الشَّیطَانُ اِلَی قَومِهِم اَنصِبُوا اِلَی مَجَالِسِهِم الَّتِی کَانُوا یَجلِسُونَ اَنصَابًا وَسَمُّوهَا بِأَسمَائِهِم فَفَعَلُوا فَلَم تُعبَد حَتَّی اِذَا هَلَكَ اُولَئِكَ وَتَنَسَّخَ العِلمُ عُبِدَت (4)

1. بخاری: محمد بن اسماعیل (م:256ھ) الصحیح (کتاب الانبیاء، باب: وان الیاس) 470:1
2. ایضاً حوالہ بالا 720:2
3. سورۃ النجم: 19
4. بخاری: محمد بن اسماعیل (م:256ھ) الصحیح (کتاب التفسیر، باب: وداوالاسواع) 732:2

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بیان کیا ہے کہ جو بت حضرت نوحؑ کی قوم میں پوجے جاتے تھے بعد میں وہی عرب میں پوجے جانے لگے۔ود دومۃ الجندل میں بنی کلب کا بت تھا۔سواع بنی ہذیل کا۔یغوث بنی مراد کا۔اور مراد کی شاخ بنی غطیف کا جو وادی اجوف میں قوم سبا کے پاس رہتے تھے۔ یعوق بنی ہمدان کا بت تھا۔نسر حمیر کا بت تھا جو ذوالکلاع کی آل میں سے تھے۔

یہ پانچوں حضرت نوحؑ کی قوم کے نیک لوگوں کے نام تھے۔جب ان کی موت ہوگئی تو شیطان نے قوم کے دل میں ڈالا کہ اپنی مجلسوں میں جہاں وہ بیٹھتے تھے۔ان کے بت قائم کر لیں۔اور ان بتوں کے نام اپنے نیک لوگوں کے نام پر رکھ لیں۔چنانچہ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا۔اس وقت ان بتوں کی پوجا نہیں ہوتی تھی۔ لیکن جب وہ لوگ بھی مر گئے۔جنہوں نے بت قائم کیے تھے۔اور علم لوگوں میں نہ رہا تو ان بتوں کی پوجا ہونے لگی۔

اس روایت میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے پانچ ناموں کی وضاحت کی ہے کہ وہ کون تھے؟اور کیسے شرک کی ابتداء ہوئی۔اور عرب میں کون سا قبیلہ کس بت کی عبادت میں مصروف تھا۔

مختلف آیات میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا تطبیق بیان کرنا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا تفسیر کے دوران ایک اہم پہلو یہ بھی ہوتا تھا کہ مختلف آیات جن میں بظاہر متضاد باتیں نظر آرہی ہوتی ہیں۔آپؓ اس میں ایسی تطبیق بیان کرتے تھے کہ دونوں باتیں موقع محل کے بات درست طور پر سمجھ آجاتی تھی۔

قیامت کے دن مجرموں کے کلام کرنے اور نہ کرنے کی آیات میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا تطبیق بیان کرنا:

قرآن کریم کی آیت میں قیامت کے دن مجرموں کے بارے میں ہے کہ وہ بول نہیں سکیں گے۔اور دوسری آیت میں ہے کہ وہ کہہ رہے ہوں گے کہ ہم نے شرک نہیں کیا۔حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ان آیات میں تطبیق بیان کی ہے۔

سُئِلَ ابنُ عباسٍ لَا یَنطِقُونَ وَاللهِ رَبِّنَا مَا کُنَّا مُشرِکِینَ الیَومَ نَختِمُ فَقَالَ اِنَّهُ ذُوالوَانٍ مَرَّةً یَنطِقُونَ وَمَرَّةً یُختَمُ عَلَیهِم (1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے

لَا یَنطِقُونَ (2)

اور وَاللهِ رَبِّنَا مَا کُنَّا مُشرِکِینَ (3)

اور الیَومَ نَختِمُ (4)

کا مطلب پوچھا گیا۔تو آپؓ نے فرمایا کہ وہ مختلف حالتوں میں ہوں گے۔کبھی تو وہ لوگ بولیں گے۔اور کبھی ان پر مہر لگادی جائے گی۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ مختلف آیات میں تفسیر کے دوران اگر ان میں تطبیق ہوتو آپؓ بیان کرتے تھے۔تاکہ قرآن کریم کے پڑھنے والوں کے اشکالات رفع ہوجائیں۔جیسے اس روایت میں وضاحت کی گئی ہے۔مجرموں کے قیامت کے دن کلام کرنے کے حوالے سے۔کہ یہ مختلف احوال پر مبنی ہیں کبھی تو وہ بول رہے ہوں گے اور کبھی وہ نہیں بول سکیں گے۔اور ان کے منہ پر مہر لگادی جائے گی۔

1. بخاری: محمد بن اسماعیل (م:256ھ) الصحیح (کتاب التفسیر، باب: والمرسلات) 734:2
2. سورۃ المرسلات:35
3. سورۃ الانعام:23
4. سورۃ یٰس:65

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا تفسیری منہج:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی مقالہ ہذا میں ذکر کردہ تفسیری روایات کو دیکھ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ آپؓ قرآن کریم کی تفسیر میں چند بنیادی باتوں کو بہت اہمیت دیتے تھے۔یعنی ان کے بغیر تفسیر بیان کرنا کسی طور پر مناسب نہیں سمجھتے تھے۔۔وہ بنیادی باتیں درج ذیل ہیں:

۱۔شان نزول بیان کرنا

۲۔ناسخ منسوخ بیان کرنا

۳۔آیات قرانی پر نبی ﷺ کا عمل بیان کرنا

۴۔منفرد تفسیر بیان کرنا

۵۔جامع تفسیر بیان کرنا

۶۔آیات سے اخذ شدہ مسائل بیان کرنا

۷۔آیات کی مراد بیان کرنا

۸۔سورتوں کے نزول کی ترتیب بیان کرنا

۹۔سورتوں کے غیر مشہور نام بیان کرنا

۱۰۔قرآنی الفاظ کے معانی بیان کرنا

۱۱۔مختلف قرأتوں کا بیان کرنا

۱۲۔سجدہ تلاوت کا بیان کرنا

۱۳۔سورتوں کے فضائل بیان کرنا

۱۴۔قرآن کریم کی آیات سے استشہاد پیش کرنا

۱۵۔شخصیات کا تعین اور تعارف کرنا

۱۶۔مختلف آیات میں تطبیق بیان کرنا

فصل دوم

حدیث مبارکہ کے میدان میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی خدمات

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے مدینہ میں نبی ﷺ کے ساتھ تقریبا تین سال گزارے ہیں۔اس قلیل عرصہ میں اور آپؓ کے بچپن کی عمر ہونے کے باوجود آپؓ نے نبی ﷺ کی بہت سی باتوں کو سنا، دیکھا، یاد کیا اور آگے بیان بھی کیا۔اس طرح احادیث کی کتابوں میں آپؓ سے مرویات کی ایک بڑی تعداد موجود ہے۔

نبی ﷺ کے وصال کے بعد آپؓ نے طلب علم میں جو محنت کی اس کی مثال نہیں ملتی کہ ایک ایک حدیث مبارکہ کے لیے صحابہ کرامؓ کے گھر پر جانا اور ان کا انتظار کرنا۔اور حدیث سن کے واپس آنا۔اور پھر اسی مسلسل کوشش ومحنت کی وجہ سے آپؓ کو اللہ تعالی نے مزید احادیث کے علم کا ذخیرہ عطاء فرمادیا۔اور وہ احادیث جو آپؓ کے پیدائش سے بھی پہلے کی تھیں۔آپؓ نے ان کو بھی تحصیل علم کے دور میں حاصل کیا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے تحصیل علم کے بعد احادیث مبارکہ کی اشاعت میں بھرپور کردار ادا کیا۔اور طلبہ کی کثیر تعداد آپؓ سے احادیث نبوی ﷺ حاصل کرتی رہی۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا احادیث مبارکہ کی اخذ واشاعت میں طرز عمل:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ حدیث مبارکہ کے حصول میں نہایت ہی محتاط تھے اور صرف ان ہی حضرات سے احادیث مبارکہ لیتے تھے جن کی صداقت کا آپؓ کو یقینی علم ہوتا تھا۔اور دور نبوی ﷺ کے بعد کے ساتھ ساتھ آپؓ مزید زیادہ احتیاط برتنے لگے تھے۔

عَن مُجاهِدٍ قَالَ جَاءَ بُشيرُ بنُ كَعبٍ العَدَوِيُّ اِلَى ابنِ عَبَّاسٍ فَجَعَلَ يُحَدِّثُ وَيَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَجَعَلَ ابنُ عباسٍ لَا يَأذَنُ لِحَدِيثِهِ وَلَا يَنظُرُ اِلَيهِ فَقَالَ يَا ابنَ عباسٍ مَا لِي لَا اَرَاكَ تَسمَعُ لِحَدِيثِي اُحَدِّثُكَ عَن رَسُولِ اللهِ ﷺ وَلَا تَسمعُ فَقَالَ ابنُ عباسٍ اِنَّا كُنَّا مَرَّةً اِذَا سَمِعنَا رَجُلًا يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ ابتَدَرَتهُ اَبصَارُنَا وَاَصغَينَا اِلَيهِ بِآذَانِنَا فَلَمَّا رَكِبَ النَّاسُ الصَّعبَةَ وَالذَّلُولَ لَم نَأخُذ مِنَ النَّاسِ اِلَّا مَا نَعرِفُ

(1)

حضرت مجاہد سے روایت ہے کہ بشیر بن کعب عدوی حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس آئے اور حدیث بیان کرنے لگے۔اور کہنے لگے رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمایا ۔حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اس حدیث کو نہ سنا۔اور نہ ہی اس کی طرف دیکھا۔بشیر بولے آپ کو کیا ہوا کہ اے ابن عباسؓ! آپ میری بات نہیں سن رہے۔میں آپ سے نبی ﷺ کی حدیث بیان کر رہا ہوں۔اور آپ نہیں سنتے۔حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا ایک وہ وقت تھا جب ہم کسی سے یہ سنتے کہ رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمایا تو اسی وقت اس کی طرف متوجہ ہو جاتے۔اور دھیان سے سنتے۔لیکن جب لوگ صحیح اور غلط راہ اختیار کرنے لگے تو ہم نے بھی سننا چھوڑ دیا۔مگر جس حدیث کو ہم پہچانتے ہیں اسی کو سنتے ہیں۔

1.القشیری:ابوالحسن مسلم بن حجاج بن مسلم (م:261ھ) الصحیح (مقدمہ،باب:النہی عن الروایۃ عن الضعفاء) 10:1

اس روایت سے یہ بات معلوم ہورہی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے وقت اور حالات کو دیکھ کر حدیث سننے کا معیار بلند کر دیا تھا اور ہر آدمی سے ہر حدیث نہیں سنتے تھے۔ بلکہ صرف وہ حدیث ہی سنتے تھے جس کی صحت آپؓ کے ہاں یقینی ہوتی تھی۔اور یہ طرز عمل آپؓ نے اس وجہ سے اختیار کیا تا کہ لوگ احادیث بیان کرنے میں زیادہ سے زیادہ احتیاط کریں۔

اسی طرح احادیث کے بیان کرنے میں بھی حضرت عبداللہ بن عباسؓ بڑی احتیاط کرتے تھے۔ پہلے پہل حضرت عبداللہ بن عباسؓ احادیث کثرت سے بیان کرتے تھے۔لیکن جب لوگوں نے احتیاط کرنا چھوڑ دی تو آپؓ نے بھی احادیث کے بیان کرنے میں سختی اختیار کر لی۔اور پھر بہت کم احادیث بیان کرتے تھے۔

عَن طَاوُسٍ قَالَ جَاءَ هَذَا اِلَى ابنِ عباسٍ يَعنِى بُشَيرُ بنُ كَعبٍ فَجَعَلَ يُحَدِّثُهُ فَقَالَ لَهُ ابنُ عباسٍ عُد لِحَدِيثِ كَذَا وَكَذَا فَعَادَلَهُ فَقَالَ لَهُ مَا اَدرِى اَعَرَفتَ حَدِيثِى كُلَّهُ وَاَنكَرتَ هَذَا اَم اَنكَرتَ حَدِيثِى كُلَّهُ وَعَرَفتَ هَذَا فَقَالَ لَهُ ابنُ عباسٍ اِنَّا كُنَّا نُحَدِّثُ عَن رَسُولِ اللهِ ﷺ اِذ لَم يُكذَب عَلَيهِ فَلَمَّا رَكِبَ النَّاسُ الصَّعبَ وَالذَّلُولَ تَرَكنَا الحَدِيثَ عَنهُ

(1)

حضرت طاؤس سے روایت ہے کہ بشیر بن کعب حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس آئے اور ان سے حدیثیں بیان کرنے لگے۔حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے کہا فلاں فلاں حدیث دوبارہ بیان کریں اس نے دوبارہ بیان کیا۔پھر دوسری مرتبہ ابن عباسؓ نے کہا فلاں فلاں حدیث دوبارہ بیان کریں۔ اس نے پھر دوبارہ بیان کیا۔حضرت ابن عباسؓ نے کہا میں نہیں جانتا کہ تم نے میری ساری حدیثیں پہچان لیں اور اسی حدیث کو منکر سمجھا یا تم نے میری ساری حدیثیں منکر سمجھی اور اسی حدیث کو پہچانا۔حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ان سے کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ سے حدیث نقل کیا کرتے تھے۔ جب آپ ﷺ پر جھوٹ نہیں باندھا جاتا تھا لیکن جب لوگ صحیح اور غلط نقل کرنے لگے۔تو ہم نے حدیثیں بیان کرنا چھوڑ دیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ احادیث کی روایت کرنے میں احتیاط کا دامن تھامتے ہوئے کم سے کم روایت بیان کرتے تھے۔اور کوئی مسئلہ بیان کرتے تو صرف مسئلہ ہی بتاتے تھے ساتھ حدیث کا حوالہ بہت کم دیتے تھے۔اور حدیث کم بیان کرنے کا مقصود آپؓ کا یہ تھا تا کہ لوگ احادیث مبارکہ کو ان کا حقیقی مقام دیں۔اور صرف ثقہ حضرات ہی سے صحیح حدیث لیں۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے شیوخ:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے جن جن شخصیات سے روایات بیان کی ہیں ان کے نام یہ ہیں:

آپؓ نے حضرت محمد ﷺ سے براہ راست روایات بیان کی ہیں۔

اپنے والد حضرت عباسؓ سے۔

اپنی والدہ حضرت ام فضلؓ سے۔

اپنے بھائی حضرت فضل بن عباسؓ سے۔

اپنی خالہ ام المؤمنین حضرت میمونہؓ سے

1. القشیری: ابوالحسن مسلم بن حجاج بن مسلم (م:261ھ) الصحیح (مقدمہ، باب: النہی عن الروایۃ عن الضعفاء) 10:1

حضرت ابوبکرؓ

حضرت عمرؓ

حضرت عثمانؓ

حضرت علیؓ

حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ

حضرت معاذ بن جبلؓ

حضرت ابوذرؓ

حضرت ابی بن کعبؓ

حضرت تمیم داریؓ

حضرت خالد بن ولیدؓ جو آپؓ کے خالہ زاد بھی ہیں۔

حضرت اسامہ بن زیدؓ

حضرت حمل بن مالکؓ

حضرت ذویبؓ

حضرت صعب بن جثامہ

حضرت عمار بن یاسرؓ

حضرت ابوسعید خدریؓ

حضرت ابوطلحہ انصاریؓ

حضرت ابوہریرہؓ

حضرت معاویہؓ

حضرت ابوسفیانؓ

ام المؤمنین حضرت عائشہؓ

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ

حضرت جویریہ بنت الحارثؓ

حضرت سودہ بنت زمعہؓ

حضرت ام ہانیؓ

حضرت ام سلمہؓ (1)

اس کے علاوہ حضرت زید بن ثابتؓ سے بھی روایت کرتے تھے۔ (2)

1. العسقلانی: احمد بن علی بن حجر (م:852ھ) تہذیب التہذیب 276:5

2. ذہبی: محمد بن احمد بن عثمان (م:748ھ) سیر اعلام النبلاء 332:3

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے تلامذہ:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے تلامذہ میں وہ افراد جو آپؓ سے روایت نقل کرتے ہیں امام ذہبی ان کی تعداد صاحب تہذیب کے حوالے سے 197 بتائی ہے۔

(1)

آپؓ سے روایت کرنے والے حضرات میں چند نام درج ذیل ہیں۔

آپؓ کے دو بیٹے حضرت علی بن عبداللہ اور حضرت محمد بن عبداللہ بن عباس اور آپؓ کے پوتے محمد بن علی۔ آپؓ کے بھائی کثیر بن عباسؓ اور آپؓ کے بھتیجے عبداللہ بن عبیداللہ بن عباس۔ اور آپؓ کے دوسرے بھتیجے عبداللہ بن معبد بن عباس ۔

صحابہ کرامؓ میں سے آپؓ سے روایت کرنے والوں میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت ثعلبہ بن الحکمؓ، حضرت مسور بن مخرمہؓ اور حضرت ابوطفیلؓ اور ان کے علاوہ بھی چند صحابہؓ نے آپؓ سے روایت بیان کی ہے۔

ابوامامہ بن سہل، سعید بن المسیب، عبداللہ بن حارث، عبداللہ بن عبداللہ بن حارث، اور آپؓ کے خالہ زاد عبداللہ بن شداد، یزید بن اصم اور ان کے علاوہ ابو سلمہ بن عبدالرحمان، ابوجمرہ ضبعی، ابومجلز، ابورجاء، قاسم بن محمد بن ابی بکر، عبید بن سباق، علقمہ بن وقاص، علی بن حسین، عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ، بن ابی وقاص، عکرمہ، عطاء، طاؤس، کریب

سعید بن جبیر، مجاہد، عمرو بن دینار، ابوالجوزاء، ابوالشعثاء، بکر بن عبداللہ المزنی، ابوظبیان حکم بن اعرج، ابوالجویریہ، حمید بن عبدالرحمان بن عوف، رفیع ابو العالیہ، مقسم مولی بن ہاشم، ابوصالح سمان، سعد بن ہشام، سعید بن ابی الحسن بصری، سعید بن حویرث، سعید بن ابی ہند، ابوحباب سعید بن یسار، سلیمان سلمہ، ابوزمیل سماک بن ولید، سنان بن سلمہ، صہیب ابوصہباء

طلحہ بن عبداللہ بن عوف، عامر شعبی، عبداللہ بن عبیداللہ بن ابی ملیکہ، عبداللہ بن کعب بن مالک، عبداللہ بن ابی عبید، عبید بن حنین، ابوالمنہال عبدالرحمان بن مطعم، عبدالرحمان بن وعلہ، عبدالعزیز بن رفیع، عبدالرحمان بن عابس، عبیداللہ بن عبداللہ بن ابی ثور، عبیداللہ بن ابی یزید، علی بن ابی طلحہ، عمرو بن مرۃ، عمرو بن میمون، عمران بن حطان، عمار بن ابی عمار، محمد بن سیرین، محمد بن عباد بن جعفر، ابوضحیٰ مسلم بن صبیح، سالم القریر

موسی بن سلمہ ، میمون بن مہران ، نافع بن جبیر بن مطعم، ناعم مولی ام سلمہ، نضر بن انس، یحی بن یعمر ابوالبختری، ابوحسان اعرج، یزید بن ہرمزہ ابوحمزہ القصاب، ابوزبیر مکی، ابوعمر بہرانی، ابوالمتوکل الناجی، ابونضرہ عبدی، فاطمہ بنت حسین

(2)

یہ 88 افراد آپؓ سے کثرت سے روایت بیان کرنے والے ہیں۔

1. ذہبی: محمد بن احمد بن عثمان (م:748ھ) سیر اعلام النبلاء 333:3

2. العسقلانی: احمد بن علی بن حجر (م:852ھ) تہذیب التہذیب 278:5

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا نام ان صحابہ کرامؓ کی فہرست میں شامل ہے جو کہ کثیر تعداد میں احادیث بیان کرتے ہیں۔اوران سے مرویات کی تعداد عام صحابہ کرام کی نسبت بہت زیادہ ہیں۔

حضرت ابن حجر عسقلانی نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے تعارف بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ

وَهُوَ اَحدُ المُكثِّرِينَ مِنَ الصحَابَةِ وَهُوَ اَحدُالعَبَادِلَةِ مِن فُقَهَاءِ الصحَابَةِ

(1)

وہ (حضرت عبداللہ بن عباسؓ) کثیر الروایہ صحابہ کرامؓ میں سے ایک ہیں۔اور عبداللہ کے نام سے فقہاء صحابہ میں سے ایک ہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کثرت سے احادیث بیان کرتے تھے۔

آپؓ سے منقول روایات کی تعداد مسند میں سولہ سو سے زائد ہے۔ بخاری اور مسلم میں بھی ایک خاص تعداد موجود ہے۔حضرت ذہبی نے اس حوالے سے یہ بات بیان کی ہے۔

وَمُسنَدُه اَلفُ وَّ سِتُّ مِئَةِ وَ سِتُّونَ حَدِيثًا وَلَهُ مِن ذَلِكَ فِي الصَّحِيحَينِ خَمسَةٌ وَسَبعُونَ وَتَفَرَّدَ البُخَارِيُّ لَهُ بِمِئَةٍ وَعِشرِينَ حَدِيثًا وَتَفَرَّدَ مُسلِمٌ بِتِسعَةِ اَحَادِيثٍ

(2)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی مسند میں 1660 احادیث موجود ہیں۔اوران میں سے صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں 75 احادیث موجود ہیں۔اور امام بخاری نے اسکے علاوہ 120 احادیث منفردلائی ہیں۔اور امام مسلم نے صرف 9 احادیث منفردلائی ہیں۔

امام ذہبی کی اس بتائی گئی تعداد کے مطابق یہ بات بجا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کثیر الروایہ صحابہؓ میں شامل ہیں اور احادیث کے ذخیرہ میں آپؓ سے قابل تعریف تعداد میں روایات موجود ہیں۔اور ایک تجزیہ سے یہ بات بھی ظاہر ہوئی ہے کہ مسند میں آپؓ سے اکثر مرفوع روایات نقل کی گئی ہیں۔

صحاح ستہ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایات :

امام بخاری نے صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے جو مرویات نقل کی ہیں وہ کثیر تعداد میں ہیں۔ان میں زیادہ تر آپؓ کے ترجمۃ الباب میں فتاوی جات اور قرآن کریم کے الفاظ کے معانی اور وضاحت بیان کی گئی ہے۔اس کے علاوہ روایات بھی خاطر خواہ تعداد میں آپؓ کی موجود ہیں۔آپؓ سے صحیح بخاری میں تقریبا 986 مقامات پر روایات،فتاوی جات اور قرآن کریم کے الفاظ کے معانی منقول ہیں۔

1. العسقلانی: احمد بن علی بن حجر (م: 852ھ) تقریب التہذیب 425:1

2. ذہبی: محمد بن احمد بن عثمان (م: 748ھ) سیر اعلام النبلاء 359:3

امام مسلم نے صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے 342 روایات نقل کی ہیں۔

سنن ابی داؤد میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے 429 روایات موجود ہیں۔

جامع ترمذی میں امام ترمذی نے فی الباب اور روایات مجموعی طور پر حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے 619 بیان کی ہیں۔

سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ میں بھی آپؓ سے خاطر خواہ مرویات موجود ہیں۔

اس تجزیہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ صحیح بخاری اور جامع ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی مرویات اور اثار کی تعداد دوسری چار کتب کی نسبت کہیں زیادہ ہیں۔

(حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مرویات کا اس مقالہ میں احاطہ ممکن نہیں لہذا صرف نمونہ کے طور پر چند روایات کو پیش کروں گا)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا نبی ﷺ کے کیے گئے افعال کی روایت بیان کرنا

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت میں ایک خاص بات یہ ہوتی تھی کہ آپؓ نبی ﷺ کے افعال کی بھی روایت بیان کرتے تھے۔ اور افعال ہی ایسا معیار ہے کہ اس میں کوئی دوسرا پہلو مراد نہیں ہوتا۔

نبی ﷺ کو ایک مرتبہ شتر مرغ کے انڈے ہدیہ میں دیے گئے تو آپ ﷺ نے ان کو واپس کر دیا۔ آپ ﷺ کے اس رد کرنے کے فعل کی روایت آپؓ نے بیان کی ہے۔

عَن ابنِ عباسٍ اَنَّہُ قالَ یا زَیدُ بنُ ارقمَ ھَل عَلِمتَ اَنَّ رسولَ اللہِ ﷺ اُھدیَ لَہُ بَیضَات نعامٍ وَھوَ حَرَامُ فردَّھُنَّ قالَ نَعم (1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا۔ اے زید بن ارقم! کیا آپ جانتے ہو کہ نبی ﷺ کو شتر مرغ کے انڈے ہدیہ کے طور پر دیے گئے۔ اور وہ حرام ہیں لہذا ان کو نبی ﷺ نے رد کر دیا۔

اس حدیث مبارکہ میں نبی ﷺ کا ان انڈوں کو رد کرنے اور قبول نہ کرنے کا فعل ذکر کیا گیا۔ اور یہ فعلی حدیث میں شامل ہے

نبی ﷺ کے ساتھ سفر کرنے اور آپ ﷺ کے نماز پڑھنے کے انداز کو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بیان کیا ہے۔

عَن ابنِ عباسٍ قَالَ سَافرنَا مَعَ رَسولِ اللہِ ﷺ فَأَقامَ سَبعَ عَشرَۃ یقصرُ الصَّلوٰۃَ (2)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے نبی ﷺ کے ساتھ سفر کیا تو آپ ﷺ نے سترہ دن وہاں قیام کیا اور نبی ﷺ نماز قصر کرتے رہے۔

اس روایت میں نبی ﷺ کے عمل سفر اور نبی ﷺ کا نماز کو قصر (آدھی) کر کے پڑھنے کا بیان کیا گیا ہے۔

1. نیشاپوری: ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم (م:279ھ) المستدرک علی الصحیحین 622:1
2. دارقطنی: علی بن عمر (م:385ھ) سنن دارقطنی 404:1

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا نبی ﷺ سے براہ راست سنی ہوئی احادیث بیان کرنا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ روایت بیان کرنے میں کبھی کبھی نبی ﷺ سے براہ راست سماعت کی صراحت بھی بیان کردیا کرتے تھے۔ جس سے حدیث مبارکہ کے الفاظ کی اہمیت مزید بڑھ جاتی ہے۔

گواہی دینے کے بارے میں نبی ﷺ سے آپؓ نے روایت نقل کی ہے کہ گواہی صرف اس وقت دو جب آپ کو روز روشن کی طرح عیاں اور دید ہوئی ہو۔ ورنہ مشکوک بات کی گواہی بالکل نہ دو

عَن ابنِ عباسٍ قَالَ ذُکرَ رسولُ اللهِ ﷺ الرجلَ یَشهَدُ بِشَهَادَةٍ فَقَالَ لِی یَاابنَ عباسٍ لَا تَشهَد اِلَّا عَلی مَایُضِیءُ لَکَ کَضِیَاءِ هَذَا الشمسِ وَاَومأَ رسولُ اللهِ ﷺ بِیَدِهِ اِلَی الشمسِ (1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس ایک آدمی کا تذکرہ کیا گیا جو کہ گواہی دیا کرتا تھا۔ تو نبی ﷺ نے مجھ سے فرمایا اے ابن عباسؓ! آپ گواہی نہ دو مگر جو بات آپ کے لیے واضح ہو اس سورج کے روشن ہونے کی طرح اور نبی ﷺ نے اپنے ہاتھ مبارک سے سورج کی طرف اشارہ کیا۔

اس روایت میں نبی ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو مخاطب کر کے گواہی دینے اور اس میں احتیاط کرنے کی ہدایت فرمائی۔

حدیث بیان کر کے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا مسئلہ اخذ کرنا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا حدیث مبارکہ کی تدریس اور بیان میں ایک پہلو یہ بھی تھا کہ آپؓ کوئی حدیث مبارکہ بیان کرتے تو اس سے کوئی نہ کوئی مسئلہ بھی اخذ کرتے۔ اس طور پر بہت سے مسائل کا احادیث سے براہ راست استنباط ہوجاتا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے نبی ﷺ کے سینگی لگوانے کی روایت بیان کی ہے۔ اور پھر حجام کی اجرت کے جواز یا عدم جواز کی وضاحت بھی فرمائی ہے۔

عَن عِکرَمَةَ عَن ابنِ عَباسٍ قَالَ احتَجَمَ رسُولُ اللهِ ﷺ وَاَعطَی الحَجَّامَ اَجرَهُ وَلَو عَلِمَهُ خَبِیثًا لَم یُعطِهِ (2)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سینگی لگوائی۔ اور سینگی لگوانے والے کو اس کی اجرت دی۔ اگر آپ ﷺ اس کو حرام جانتے تو اس کو مزدوری نہ دیتے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ حدیث کی روایت کے ساتھ ساتھ مسائل کو اخذ کر کے بیان کرتے جاتے تھے۔ جیسے اس روایت کو بیان کیا کہ نبی ﷺ نے سینگی لگوائی اور اجرت بھی دی۔ تو آپؓ نے اس سے حجام کی اجرت کے جواز کو بیان کیا ہے۔ کیوں کہ اگر جائز نہ ہوتی تو نبی ﷺ نہ ادا کرتے۔

1. نیشاپوری: ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم (م: 279ھ) المستدرک علی الصحیحین 110:4

2. ابوداؤد: سلیمان بن الاشعث (م: 275ھ) سنن ابی داؤد (کتاب البیوع، باب: فی کسب الحجام) 130:2

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے نبی ﷺ کو کھانے کے ہدیہ میں ضب گوہ کا دینا روایت کیا ہے پھر آپؓ نے اس کی حلت وحرمت کی وضاحت اسی حدیث مبارکہ سے اخذ کی ہے۔

عَن ابنِ عَباسٍ قَالَ اَهدَت اُمُّ حَفِيدٍ خالَةُ ابن عباسٍ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ اَقِطًا وَسَمنًا وَاَضُبًّا فَأَكَلَ النَّبِیُّ ﷺ مِن الاَقِطِ وَالسَّمنِ وَتَرَكَ الضَّبَّ اتقَذُّرًا قَالَ ابنُ عباسٍ فَأُكِلَ عَلَى مَائِدَةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَلَو كَانَ حَرَامًا مَا اُكِلَ عَلَى مَائِدَةِ رسولِ اللهِ ﷺ

(1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے کہا ہے کہ آپؐ کی خالہ ام حفید نے نبی ﷺ کو پنیر اور گھی اور گوہ بھیجی آپ ﷺ نے پنیر اور گھی کھایا۔اور گوہ کو ناپسند کر کے اسے چھوڑ دیا۔حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ گوہ نبی ﷺ کے دسترخوان پر کھایا گیا (صحابہ کرامؓ نے کھایا) اور اگر حرام ہوتا تو نبی ﷺ کے دسترخوان پر نہ کھایا جاتا۔

اس روایت میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے روایت بیان کرنے کے ساتھ ساتھ گوہ کی حلت کا اسی سے استنباط کرتے ہوئے کہا کہ اگر وہ حرام ہوتا تو آپ ﷺ کے سامنے آپ ﷺ کے صحابہ کرامؓ کیوں کھاتے۔جب انہوں نے آپ ﷺ کے سامنے کھایا ہے تو لہذا حلال ہے۔

حدیث بیان کر کے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا اس پر تبصرہ کرنا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ حدیث مبارکہ بیان کرنے کے ساتھ اس پر کچھ تبصرہ بھی فرمایا کرتے تھے۔جس سے حدیث مبارکہ کی تشریح ہو جاتی تھی اور اس کی مراد واضح ہو جاتی تھی۔

آپؓ نے نبی ﷺ کے یوم نحر کے دن کے خطبہ کی روایت بیان کی ہے اور آپؓ اس حدیث پر اپنی رائے بیان کی ہے۔کہ یہ حدیث کا عملی طور پر کیا درجہ ہے۔اور اس سے مراد کیا ہے؟

عَن ابنِ عَباسٍ اَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ خَطَبَ النَّاسَ يَومَ النَّحرِ فَقَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اَیُّ يَومٍ هَذَاقَالُوا يَومٌ حَرَامٌ قَالَ فَأَیُّ بَلَدٍ هَذَا قَالُوا بَلَدٌ حَرَامٌ قَالَ فَأَیُّ شَهرٍ هَذَا قَالُوا شَهرٌ حَرَامٌ قَالَ فَأَنَّ دِمَاءَكُم وَاَموَلَكُم وَاَعرَاضَكُم عَلَيكُم حَرَامٌ كَحُرمَةِ يَومِكُم هَذَا فِی بَلَدِكُم هَذَا فِی شَهرِكُم هَذَا فَأَعَادَهَا مِرارًا ثُمَّ رَفَعَ رَأسَهُ فَقَالَ اللّٰهُمَّ هَل بَلَّغتُ قَالَ ابنُ عباسٍ فَوَالَّذِی نَفسِی بِيَدِهِ اِنَّهَا لَوَصِيَّتُهُ اِلَی اُمَّتِهِ فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الغَائِبَ لَا تَرجِعُوا بَعدِی كُفَّارًا يَضرِبُ بَعضُكُم رِقَابَ بَعضٍ

(2)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یوم نحر (عید کے دن) لوگوں کو خطبہ دیا تو فرمایا لوگو! یہ دن کون سا ہے؟ انہوں نے کہا حرمت کا دن ہے۔آپ ﷺ نے پوچھا یہ شہر کون سا ہے؟ لوگوں نے کہا حرمت کا شہر ہے۔نبی ﷺ نے فرمایا یہ مہینہ کون سا ہے؟ لوگوں نے کہا حرمت کا مہینہ ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا تمہارا خون، تمہارا مال، اور تمہاری عزت ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہیں جس طرح اس دن کی حرمت، اس مہینہ اور شہر کی حرمت۔اس بات کو آپ ﷺ نے کئی مرتبہ دہرایا۔پھر آسمان کی طرف سر اٹھا کر کہا اے اللہ تعالیٰ! کیا میں نے آپ کا پیغام پہنچا دیا؟

1. بخاری: محمد بن اسماعیل (م:256ھ) الصحیح (کتاب الھبۃ وفضلھا، باب: قبول الھدیۃ) 350:1

2. ایضا حوالہ بالا (کتاب المناسک، باب: الخطبۃ یوم منی) 234:1

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بتایا ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے آپ ﷺ کی یہ وصیت اپنی امت کے لیے تھی۔حاضر غائب کو پہنچادیں۔آپ ﷺ نے پھر فرمایا کہ دیکھو میرے بعد ایک دوسرے کی گردن مار کر کافر نہ بن جانا۔

اس روایت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اس خطبہ کو نبی ﷺ کی وصیت قرار دیا ہے۔یعنی نبی ﷺ اب وصال کے قریب ہورہے ہیں اور امت کو خاص خاص باتوں کی وصیت فرمارہے تھے۔

اسی طرح نبی ﷺ نے بعض تجارت کے طریقوں سے منع کیا تھا۔حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ان ممنوع بیوع کی وضاحت فرمائی ہے۔کہ نبی ﷺ کی مراد یہ والی تجارت تھی۔

عَن عَبدِ اللهِ بنِ طاؤسٍ عَن اَبیهِ عَن ابنِ عباسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَا تَلَقَّوُا الرُّكبَانَ وَلَا يَبِيعُ حاضِرٌ لِبَادٍ قَالَ فَقُلتُ لِابنِ عَبَّاسٍ مَا قَولُهُ لَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ قَالَ لَا يَكُونُ لَهُ سِمسَارًا

(1)

حضرت عبداللہ بن طاؤس نے اپنے والد سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ قافلہ سواروں (جو غلہ لے کر آئیں) سے آگے جا کر نہ ملو۔ان کو بستی شہر میں آنے دو۔اور شہر والا باہر والے کا مال نہ بیچے۔حضرت طاؤس کہتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے پوچھا کہ اس کا کیا مطلب ہے کہ بستی والا باہر والے کا مال نہ بیچے۔تو آپؓ نے کہا اس کا دلال نہ بنے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس روایت میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے نبی ﷺ کے قول شہری دیہاتی کے لیے مال نہ بیچے کی توضیح کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس کا دلال نہ بنے۔کیوں کہ ایسا کرنے سے بازار میں اشیاء کی قیمت بڑھ جائے گی۔جو کہ مناسب نہیں ہے۔لہذا دیہاتی کو خود ہی مال فروخت کرنا چاہیے۔

نبی ﷺ سے نماز سے متعلق حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا روایت کا بیان کرنا

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نماز میں نبی ﷺ کے ساتھ شریک رہتے تھے۔اور آپؓ نے نبی ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے جو دیکھا سنا اس کو آپؓ بیان کرتے رہتے تھے۔اس وجہ سے آپؓ سے نماز کے بارے میں بہت سی روایات مروی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا حالت خوف کی نماز کی روایت بیان کرنا:

حالت خوف میں نبی ﷺ کا نماز پڑھنا اور دوسروں کو حکم کرنا اور نبی ﷺ کا اس نماز کی جماعت کرواتے ہوئے خود امامت کرنا۔اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے روایت کی ہے۔

عَن ابنِ عباسٍ قَالَ اَمَرَنَا رسولُ اللهِ بِصَلوٰةِ الخَوفِ فَقَامَ رَسولُ اللهِ ﷺ وَقُمنَا خَلفَهُ صَفَّين

(2)

1. بخاری: محمد بن اسماعیل (م:256ھ) الصحیح (کتاب البیوع، باب: ھل یبیع حاضر لباد) 289:1

2. دارقطنی: علی بن عمر (م:385ھ) سنن دارقطنی 46:2

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ہمیں نماز خوف کا حکم دیا تو نبی ﷺ کھڑے ہوئے اور ہم بھی نبی ﷺ کے پیچھے صفوں میں کھڑے ہو گئے۔

اس روایت سے نبی ﷺ کا نماز خوف باجماعت پڑھنے کا ثبوت مل رہا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا نماز کسوف کی روایت بیان کرنا:

سورج کے گرہن کے موقع پر بھی نبی ﷺ نماز کسوف پڑھا کرتے تھے۔ اور اس میں نبی ﷺ نے قرآن کریم کی تلاوت کس انداز سے کی ہے؟ دل میں یا بلند آواز میں؟ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اس کے متعلق روایت بیان کی ہے۔

عَن ابنِ عباسٍ قَالَ صَلَّيتُ مَعَ رسولِ اللهِ ﷺ الكسُوفَ فَلَم اَسمَع مِنهُ فِيهَا حَرفًا مِنَ القُرآنِ

(1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کے ساتھ نماز کسوف پڑھی لیکن میں نے اس نماز میں نبی ﷺ سے قرآن کریم کا ایک حرف بھی نہیں سنا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ نماز کسوف میں قرأت سری یعنی دل میں پڑھا کرتے تھے۔ کہ مقتدی نہیں سن سکتے تھے۔

قبر پر نماز جنازہ پڑھنے کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا روایت بیان کرنا:

قبر پر نماز جنازہ پڑھنے کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے نبی ﷺ سے روایت بیان کی ہے کہ نبی ﷺ نے ایک دفعہ ایک قبر پر نماز جنازہ پڑھی ہے۔ اور آپؓ بھی نبی ﷺ کے ہمراہ تھے۔

عَن ابنِ عباسٍ قَالَ اَتَى رسولُ اللهِ قَبرًا فقَالَ مَا هَذَا فقَالُوا دُفِنَ اَو دُفِنَتِ البَارِحَةَ قَالَ ابنُ عباسٍ فَصَفَّنَا خَلفَهُ ثُمَّ صَلَّى عَلَيهَا

(2)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ ایک قبر پر آئے تو پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ تو صحابہ کرامؓ نے جواب دیا کہ رات کو اس کی تدفین ہوئی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے نبی ﷺ کے پیچھے صف بنائی اور پھر نبی ﷺ نے قبر پر نماز جنازہ پڑھائی۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ نے قبر پر بھی نماز جنازہ پڑھی ہے۔ جس میں صحابہ کرام کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عباسؓ بھی موجود تھے۔

1. احمد: ابو عبداللہ بن حنبل (م:241ھ) المسند 293:1

2. طبرانی: ابوالقاسم سلیمان بن احمد (م:360ھ) المعجم الکبیر 94:12

نبی ﷺ کا نماز جمعہ کے لیے خطبہ دینے کی روایت بیان کرنا:

نبی ﷺ کے جمعہ کے دن خطبہ دینا اور خطبہ کے دوران بیٹھنا اس کے متعلق حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے روایت بیان کی ہے۔

عَن مِقسَمٍ عَن ابنِ عباسٍ عَن النبیِّ ﷺ اَنَّہُ کَانَ یَخطُبُ یَومَ الجُمُعَۃِ قَائِمًا ثُمَّ یَقعُدُ ثُمَّ یَقُومُ فَیَخطُبُ (1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جمعہ کے دن کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔ پھر تھوڑی دیر کے لیے بیٹھ جاتے اور دوبارہ کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔

اس سے معلوم ہوتا کہ نبی ﷺ جمعہ کے دن کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ اور پھر درمیان میں وقفہ کرتے بیٹھ کر اور پھر دوبارہ کھڑے ہو خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔ یعنی دو خطبے ہوتے تھے۔

نبی ﷺ سے روزہ سے متعلق حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا روایت کا بیان کرنا

رمضان کا چاند دیکھ کر روزہ رکھنے اور چاند دیکھ کر ہی عید کرنے اور اگر آسمان پر بادل ہوں جو چاند دیکھنے میں مانع ہوں تو اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے نبی ﷺ سے روایت بیان کی ہے۔

عَن عِکرِمَۃَ عَن ابنِ عباسٍ قَالَ قَالَ رسولُ اللہِ ﷺ لَا تَصُومُوا قَبلَ رَمضَانَ صُومُوا لِرُؤیَتِہِ وَاَفطِرُوا لِرُؤیَتِہِ فَاِن حَالَت دُونَہُ غَیَایَۃٌ فَاَکمِلُوا ثَلَاثِینَ یَومًا

(2)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ رمضان سے پہلے روزہ نہ رکھو۔ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر ہی افطار (عید) کرو۔ اور اگر بادل سامنے آجائیں تو مہینے کہ تیس دن پورے کر لو۔

اس روایت سے رمضان کے متعلق بہت سی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ کہ شک کے دن کا روزہ نہ رکھو۔ روزہ رکھنے میں چاند کا نظر آنا معتبر ہے۔ اگر بادل ہوں تو جاری مہینے کو تیس دن کا شمار کر دیا جائے گا۔ اسی طرح جب عید کا چاند نظر آجائے تو عید کر لی جائے۔

ایک فرد کی گواہی پر رمضان کی ابتداء کرنے کی روایت بیان کرنا:

اسی طرح نبی ﷺ نے ایک دیہاتی کی گواہی پر روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے روایت بیان کی ہے۔

عَن ابنِ عباسٍ قَالَ جَاءَ اَعرَابِیٌّ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ اِنِّی رَأَیتُ الہِلَالَ قَالَ اَتَشہَدُ اَن لَا اِلَہَ اِلَّا اللّٰہ اَتَشہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللہِ قَالَ نَعَم قَالَ یَا بِلَالُ اَذِّن فِی النَّاسِ اَن یَصُومُوا غَدًا

(3)

1. احمد: ابوعبداللہ بن حنبل (م:241ھ) المسند 256:1
2. ترمذی: ابوعیسی محمد بن عیسی (م:279ھ) جامع الترمذی (کتاب الصوم، باب: ماجاء ان الصوم لرویۃ) 148:1
3. ایضا حوالہ بالا

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ ایک اعرابی نے نبی ﷺ کے پاس آ کر کہا کہ میں نے چاند دیکھا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ تعالی کے سوا کوئی معبود نہیں اور کیا تم گواہی دیتے ہو کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں؟ اس نے کہا جی ہاں (میں یہ گواہی دیتا ہوں) آپ ﷺ نے فرمایا کہ بلالؓ! لوگوں میں اعلان کر دو کہ وہ کل روزہ رکھیں۔

اس روایت میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے نبی ﷺ کا ایک دیہاتی کی گواہی اور اس سے نبی ﷺ کی مناسب تفتیش اور پھر رمضان کا حکم دینا بیان کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک گواہی بھی رمضان کے اجراء کے لیے کافی ہو سکتی ہے۔

نبی ﷺ سے زکوۃ کے متعلق حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا روایت کا بیان کرنا

امیر یعنی صاحب نصاب لوگوں پر زکوۃ فرض ہے۔ جو ان سے لے کے غریبوں کو دی جائے گی۔ اور زکوۃ کا مال وصول کرنے میں یہ احتیاط کی جائے کہ درمیانہ مال وصول کیا جائے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے روایت بیان کی ہے۔

عَن ابنِ عَباسٍ اَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ بَعثَ مُعَاذًا اِلَی الیَمَنِ فَقَالَ اِنَّکَ تَأتِی قَومًا اَهلَ کِتَابٍ فَدعُهُم اِلَی شَهَادَةَ اَن لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ وَاَنِّی رَسُولُ اللهِ فَأِن هُم اَطَاعُوكَ لِذَلِكَ فَأَعلِمهُم اَنَّ اللهَ افتَرَضَ عَلَيهِم خَمسَ صَلَوَاتٍ فِی کُلِّ یَومٍ وَلَیلَةٍ فَأِن هُم اَطَاعُوكَ لِذَلِكَ فَاعلِمهُم اَنَّ اللهَ افتَرَضَ عَلَيهِم صَدَقَةً فِی اَموَالِهِم تُؤخَذُ مِن اَغنِیَائِهِم وَتُرَدُّ عَلَی فُقَرَائِهِم فَأِن هُم اَطَاعُوكَ لِذَلِكَ فَاِیَّاكَ وَکَرَائِمَ اَموَالِهِم وَاتَّقِ دَعوَةَ المَظلُومِ فَأِنَّهُ لَیسَ بَینَهَا وَبَینَ اللهِ حِجَابٌ

(1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذؓ کو یمن بھیجا اور فرمایا تم اہل کتاب کے پاس جا رہے ہو ان کو اس بات کی طرف بلانا کہ اللہ تعالی کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ تعالی کا رسول ہوں۔ اگر وہ یہ مان لیں تو ان کو بتانا کہ اللہ تعالی نے ان پر ہر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ اگر وہ یہ بھی مان لیں تو انہیں بتانا کہ اللہ تعالی نے ان پر ان کے مالوں میں زکوۃ فرض کی ہے۔ جو ان کے مالداروں سے لے کر غریبوں کو دی جائے گی۔ پھر اگر وہ یہ بھی مان لیں تو تم ان کے عمدہ مالوں کو زکوۃ میں نہ لینا۔ اور مظلوم کی بدعا سے بچتے رہنا کیوں کہ اس کی دعا اور اللہ تعالی کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔

اس روایت میں زکوۃ کے بارے میں نبی ﷺ کا تفصیلی حکم موجود ہے کہ امیروں سے لینی ہے۔ اور غریبوں کو دینی ہے۔ اور زکوۃ میں بہت عمدہ مال لینے سے منع کیا گیا ہے۔ اسی کے ساتھ ہی بالکل گھٹیا مال بھی مناسب نہیں لہذا درمیانی مال زکوۃ میں وصول کرنا چاہیے۔

صدقہ فطر کے لازمی ہونے کے بارے میں روایت بیان کرنا:

صدقہ فطر کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے نبی ﷺ سے روایت بیان کی ہے کہ یہ نبی ﷺ نے لازمی قرار دیا ہے۔ اور یہ نماز عید سے پہلے ادا کرنا بہت مناسب ہے۔

1. ابوداؤد: سلیمان بن الاشعث (م:275ھ) سنن ابی داؤد (کتاب الزکوۃ، باب: فی زکوۃ السائمۃ) 230:1

عَن ابنِ عباسٍ قَالَ فَرضَ رسولُ اللهِ ﷺ زَكوةَ الفِطرِ طُهرَةً للصَّائِمِ مِنَ اللَّغوِ وَالرَّفثِ وَطُعمَةً لَلمَساكِينِ مَن اَدَّاهَا قَبلَ الصَّلوةِ فَهِىَ زَكوةٌ مَقبُولَةٌ وَمَن اَدَّاهَا بَعدَ الصَّلوةِ فَهِىَ صَدَقَةٌ مِن الصَّدَقَاتِ

(1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صدقہ فطر، روزہ دار کو لغو اور بیہودہ باتوں سے پاک کرنے کے لیے اور مسکینوں کے کھانے کے لیے فرض کیا ہے۔ لہذا جو اسے عید کی نماز سے پہلے ادا کرے گا تو یہ مقبول صدقہ ہوگا۔ اور جو اسے نماز کے بعد ادا کرے گا تو یہ عام صدقات میں سے ایک صدقہ ہوگا۔

اس روایت میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے صدقہ فطر کی لزومیت کو نبی ﷺ سے نقل کیا ہے۔ اور ساتھ یہ بات بھی کہ صدقہ فطر سے روزہ دار کی کمی کوتاہیاں معاف ہوجائیں گی۔ اور غریبوں کا بھی بھلا ہوجائے گا۔ اور عید کی نماز سے پہلے ادا کرنے کی زیادہ فضیلت بیان کی ہے کیوں کہ اس سے غریبوں کی عید کی خوشیوں میں اضافہ ہوجائے گا۔

نبی ﷺ سے حج کے متعلق حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا روایت بیان کرنا

نبی ﷺ نے حج کے دوران رمی، قربانی اور حلق یہ تین افعال کس ترتیب سے کیے تھے؟ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے نبی ﷺ کے ان افعال کی ترتیب کی روایت بیان کی ہے۔

عَن اَبِى القَاسِمِ عَن ابنِ عباسٍ قَالَ رَمَى رسولُ اللهِ ﷺ جَمرَةَ العَقَبَةِ ثُمَّ ذَبَحَ ثُمَّ حَلَقَ (2)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایات ہے کہ نبی ﷺ نے پہلے جمرہ عقبہ کی رمی کی پھر قربانی کی اور پھر حلق کروایا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کے حج کے افعال میں پہلے رمی شیطان کو کنکر مارنا تھا اور اس کے بعد قربانی کو ذبح کرنا اور اس کے بعد حلق یعنی سر کے بال منڈوانا تھا۔

حج کے دوران رمی کرنے کی روایت کا بیان کرنا:

نبی ﷺ کا حج کے دوران شیطان کو کنکریاں مارنا اور کنکریاں کس جسامت کی تھیں اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے روایت بیان کی ہے۔ کہ کنکریاں چھوٹی چھوٹی تھیں۔ اور بڑے کنکر نہیں تھے۔

عَن اَبِى العالِيَةَ عن ابنِ عباسٍ قالَ قالَ لِى رسولُ اللهِ ﷺ غداةَ جمعٍ هَلُمَّ القُط لِى فَلَقَطْتُ لهُ حَصَياتٍ مِن حَصَى الخَذفِ فَلَمَّا وَضَعَهُنَّ فِى يدِهِ قالَ نَعم بِاَمثَالِ هَؤُلَاءِ وَالغُلُوُّ فِى الدينِ فَإنَّما هلَكَ مَن كَانَ قَبلكم بِالغُلُوِّ فى الدِّينِ (3)

1. ابوداؤد: سلیمان بن الاشعث (م:275ھ) سنن ابی داؤد (کتاب الزکوۃ، باب: زکوۃ الفطر) 234:1
2. احمد: ابوعبداللہ بن حنبل (م:241ھ) المسند 250:1
3. ایضا حوالہ بالا 215:1

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے مزدلفہ کی صبح مجھ سے فرمایا کہ ادھر آؤ اور میرے لیے کنکریاں چن کر لاؤ، میں نے کچھ کنکریاں چن لیں جو ٹھکیری کی تھیں۔ نبی ﷺ نے ان کو اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا ہاں! اس طرح کی کنکریاں ہونی چاہئیں، دین میں غلو سے بچو کیوں کہ تم سے پہلے لوگ دین میں غلو کی وجہ سے ہلاک ہو گئے تھے۔

اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نبی ﷺ کنکریوں کی جسامت کے بارے میں ان کے چھوٹے ہونے کو پسند کرتے تھے۔ اور زیادہ بڑے کنکر اس مقصد کے لیے آپؐ ناپسند کرتے تھے۔ اور اس کو غلو فی الدین میں شمار کرتے تھے۔

جہاد سے بیوی کے ساتھ حج پر جانے کو ترجیح دینے کی روایت کا بیان کرنا:

نبی ﷺ سے ایک صحابیؓ کا سوال کہ اس کا نام جہاد میں جانے والوں کی فہرست میں لکھ دیا گیا ہے۔ لیکن اس کی بیوی حج کو جانا چاہتی ہے۔ اب وہ کیا کرے نبی ﷺ نے اس کو کیا جواب دیا؟ حضرت عبداللہ بن عباسؓ یہ روایت بیان فرمائی ہے۔

عَن ابنِ عباسٍ قَالَ جاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ یا رَسُولَ اللہِ ﷺ اِنّی کُتِبتُ فِی غزوَۃِ کَذَا وَکَذَا وَامرأَتِی حَاجَّۃٌ قَالَ ارجِع فَحُجَّ مَعَ اِمرأَتِكَ (1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بیان کیا ہے کہ ایک شخص نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرا نام فلاں جہاد میں جانے کے لیے لکھا گیا ہے۔ ادھر میری بیوی حج کرنے جا رہی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر جاؤ اور اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ نے نفلی جہاد پر بیوی کے ساتھ حج پر جانے کو ترجیح دی ہے۔ کیوں عورت محرم کے بغیر حج پر نہیں جا سکتی۔ لہذا شوہر کو اس کے ہمراہ جانے کا نبی ﷺ نے حکم دے دیا۔

پیادہ حج کرنے کے بارے میں روایت بیان کرنا:

پیدل حج کرنے کے بارے میں آپ ﷺ سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے روایت نقل کی ہے۔

عَن زَاذَانَ قَالَ مَرِضَ ابنُ عباسٍ مرضًا شدیدًا فَدَعَا وَلَدَہُ فَجَمَعَھُم فَقَالَ سمعتُ رسولَ اللہِ ﷺ یقولُ مَن حَجَّ مِن مَکَّۃَ مَاشِیًا حتّٰی یَرجِعَ اِلَی مَکَۃَ کَتَبَ اللہُ لَہُ بِکُل خطوۃٍ سبعَ مِائۃٍ حسنۃً مِثل حسناتِ الحَرَمِ قِیلَ وَمَا حسَنَاتُ الحرمِ قَالَ بِکُلِّ حَسنۃٍ مِائَۃَ الفِ حسنَۃَ

(2)

حضرت زاذان بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ جب شدید قسم کے بیمار ہوئے تو انہوں نے اپنے بیٹوں کو بلایا اور ان کو جمع کیا اور پھر کہا کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا ہے کہ وہ فرما رہے تھے جس نے مکہ سے پیدل حج کیا یہاں تک کہ مکہ میں واپس بھی آ گیا تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر قدم کے بدلے میں سات سو حرم کی طرح کی نیکیاں لکھ دیتے ہیں۔ پوچھا گیا کہ یہ حرم کی نیکیوں سے کیا مراد ہے؟ تو جواب دیا کہ ہر نیکی کے بدلے ایک لاکھ نیکی۔

اس روایت میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے نبی ﷺ سے پیدل حج کرنے کی فضیلت بیان کی ہے۔

1. بخاری: محمد بن اسماعیل (م: 256ھ) الصحیح (کتاب الجهاد، باب: کتابۃ الامام الناس) 430:1
2. نیشاپوری: ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم (م: 279ھ) المستدرک علی الصحیحین 331:1

جہاد کی فضیلت کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے نبی ﷺ سے روایت بیان کی ہے کہ جہاد میں جاگنے والی آنکھ کو جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی اور وہ اس آگ سے محفوظ رہے گی۔

عَن ابنِ عباسٍ قَالَ سَمِعتُ رسولَ اللهِ ﷺ یقُولُ عینَانِ لَا تَمَسُّهُمَا النَّارُ عَینٌ بَکَت مِن خَشیَةِ اللهِ وَعَینٌ بَاتَت تَحرُسُ فِی سَبیلِ اللهِ (1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ دو آنکھوں کو جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی۔ایک وہ جو اللہ تعالی کے خوف سے روئی ہو۔اور دوسری وہ جس آنکھ نے اللہ کے راستہ میں پہرہ دیتے ہوئے رات گزاری ہو۔

اس روایت میں یہ بات بتادی گئی ہے کہ اللہ کے راستہ میں جاگنے والی آنکھ کو جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی۔مطلب ایسا بندہ جہنم میں نہیں جائے گا۔بلکہ اللہ پاک اپنے فضل سے اس کی اس عمل کی وجہ سے بخشش فرمادیں گے۔

غزوہ بدر کے موقع پر نبی ﷺ کی دعا کی روایت بیان کرنا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے غزوہ بدر کے موقع کی نبی ﷺ کی دعا کرنے کی روایت بیان کی ہے۔کہ نبی ﷺ نے مسلمانوں کی فتح کے لیے بڑے اہتمام سے دعا کی تھی۔اور اللہ تعالی نے اسے شرف قبولیت عطا کیا۔

عَن ابنِ عَباسٍ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ یومَ بَدرٍ اللّٰھُمَّ اِنِّی اَنشُدُكَ عَھدَكَ وَوَعدَكَ اللّٰھُمَّ اِن شِئتَ لَم تُعبَد فَأَخَذَ اَبُو بَکرٍ بِیَدِہِ فَقَالَ حَسبُكَ فَخَرَجَ وَھُوَ یَقُولُ سَیُھزَمُ الجَمعُ وَیُوَلُّونَ الدُّبُرَ (2)

نبی ﷺ نے بدر کی لڑائی کے موقع پر فرمایا تھا اے اللہ تعالی میں تیرے عہد اور وعدہ کا واسطہ دیتا ہوں اگر تو چاہے (کہ یہ کافر غالب ہوں تو مسلمانوں کے ختم ہوجانے کے بعد) تیری عبادت نہ ہوگی۔اس پر حضرت ابوبکرؓ نے آپ ﷺ کا ہاتھ تھام لیا اور عرض کیا بس کیجیے اے رسول اللہ ﷺ! اس کے بعد آپ ﷺ اپنے خیمے سے باہر تشریف لائے تو آپ ﷺ کی یہ آیت تھی

سَیُھزَمُ الجَمعُ وَیُوَلُّونَ الدُّبُرَ (3)

جلد ہی کفار کی جماعت کو ہار ہوگی اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلیں گے۔

اس روایت سے نبی ﷺ کی غزوہ بدر کے موقع کی دعا کی وضاحت ہوئی ہے۔اور اللہ تعالی کی طرف سے بدر میں کامیابی کی خوشخبری پہلے سنادی گئی۔اور یہ بات بدر کے موقع پر بڑی نعمت غیر مرقبہ ثابت ہوئی تھی۔

1. ترمذی: ابوعیسی محمد بن عیسی (م:279ھ) جامع الترمذی (کتاب فضائل الجہاد، باب: ماجاء فی فضل الحرس) 293:1
2. بخاری: محمد بن اسماعیل (م:256ھ) الصحیح (کتاب المغازی، باب: قول اللہ تعالی اذ تستغیثون) 564:2
3. سورۃ القمر: 45

فتنہ کے زمانے میں جہاد کرنے کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا روایت بیان کرنا:

فتنہ کے زمانے میں جہاد فی سبیل اللہ کرنے کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے نبی ﷺ سے روایت نقل کی ہے۔

عَن ابنِ عباسٍ قَالَ قَالَ رسولُ اللهِ ﷺ خیرُ الناسِ فِی الفتَنِ رجلُ آخِذُ بِعنَانِ فَرَسِهِ اَو قَالَ بِرسنِ فَرَسِهِ خَلف اَعْدَاءِ اللهِ یُخیفُهُم وَیُخیفُونَهُم اَو رَجلُ مُعتَزِلُ فِی بادِیَتِهِ یُؤَدِّی حَقَّ اللّٰهِ تَعالَی الَّذِی عَلَیهِ (1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا لوگوں میں سے بہتر فتنہ کے زمانے میں وہ ہے جو اپنے گھوڑے کی لگام کو یا رسی کو پکڑ لے اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے مقابلے میں جوان کو ڈراتا ہے اور وہ ان کو یا وہ بندہ جو علیحدہ جنگل میں چلا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کا حق جو اس کے ذمہ ہے وہ ادا کرتا ہے۔

اس روایت میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ فتنہ کے زمانہ میں وہ بندہ اچھا ہے جو جہاد فی سبیل اللہ میں نکل جاتا ہے۔ یا علیحدہ کسی جنگل میں نکل جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حقوق کو ادا کرتا ہے۔ اور یہ دونوں فتنوں سے جدا رہتے ہیں۔

نبی ﷺ سے کھانے پینے کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا روایت بیان کرنا:

نبی ﷺ کے گھر میں اکثر عشاء کا کھانا نہیں کھایا جاتا تھا۔ اور نبی ﷺ کے گھر کا عمومی طور پر کھانا جو کا ہوتا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اس بارے میں روایت بیان کی ہے۔

عَن ابنِ عَباسٍ قَالَ کَان رَسُولُ اللهِ ﷺ یَبِیتُ اللَّیَالِی المُتَتَابِعَةَ طَاوِیَا وَاَهلُهُ لَایَجِدُونَ عَشَاءَ وَکَانَ اَکثَرُهُم خُبزِهِم خُبزَ الشَّعِیرِ

قَالَ اَبُو عِیسَی هَذَا حَدِیثٌ حَسَنٌ صَحِیحٌ

(2)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے گھر والے مسلسل کئی راتیں خالی پیٹ گزار دیتے تھے۔ اور رات کا کھانا میسر نہیں ہوتا تھا۔ اور ان کی اکثر خوراک جو کی روٹی ہوتی تھی۔

اس روایت میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے نبی ﷺ کے کھانے کے بارے میں یہ بات بتائی ہے کہ اکثر رات کا کھانا نبی ﷺ کے گھر میں نہیں ہوتا تھا۔ لہذا سب گھر والے فاقے ہی سے رات گزار دیتے تھے۔ اور نبی ﷺ کے گھر والوں کی عام غذا جو کی روٹی ہوتی تھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کے گھر میں اکثر فاقہ رہتا تھا۔ اور بالکل سادہ کھانا ہوتا تھا۔

زمزم کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا روایت بیان کرنا:

زمزم کے پانی کو پینے کے بارے میں نبی ﷺ سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے روایت نقل کی ہے۔ جس میں منافقوں اور مسلمانوں کے درمیان زمزم کے پانی کے پینے کے لحاظ سے فرق بیان کیا گیا ہے۔

1. نیشاپوری: ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم (م:279ھ) المستدرک علی الصحیحین 493:4
2. ترمذی: ابوعیسی محمد بن عیسی (م:279ھ) جامع الترمذی (کتاب الزھد، باب: ماجاء فی معیشة النبی ﷺ) 61:2

جَاءَ رجلُ اِلَی ابنِ عباسٍ فَقَالَ مِن اَینَ جِئتَ فَقَالَ شَربتُ مِن زَمزَم فَقَالَ لَہُ ابنُ عباسٍ اَشَربتَ مِنهَا کَمَا یَنبَغِی قَالَ وَ کَیفَ ذاکَ یَا اَبَا عباسٍ قَالَ اِذَا شربتَ مِنهَا فَاستَقبلِ القِبلَۃَ وَاذکُر اسمَ اللہَ وَتَنَفَّس ثَلاثًا وَتَضلَع مِنهَا فَاِذَا فَرَغتَ مِنهَا فَاحمدِ اللہَ فَاِنَّ رسولَ اللہِ ﷺ قَالَ آیَۃُ بَینَنَا وَبین المُنَافِقِینَ اِنَّھُم لا یَتضلعُونَ مِن زَمزَم (1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس ایک آدمی آیا۔تو آپؓ نے پوچھا کہاں سے آپ ابھی آئے ہو؟ تو اس نے کہا کہ میں زمزم کا پانی پی کے آیا ہوں۔تو حضرت ابن عباسؓ نے کہا کیا آپ نے وہ پانی اسی طرح پیا ہے جس طرح اس کے پینے کا حق ہے؟ تو اس نے پوچھا اے ابو عباس! اس کو کس طرح پینا چاہیے؟ تو آپؓ نے فرمایا کہ جب آپ اسے پینے لگو تو قبلہ کی طرف چہرہ کرلو۔اور اللہ تعالی کا نام لو۔اور تین سانسوں میں پیو۔اور خوب سیر ہو کر پیو۔اور جب آپ اس سے فارغ ہو جاؤ تو اللہ تعالی کی تعریف کرو۔بے شک نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہمارے اور منافقوں کے درمیان واضح نشانی یہ ہے کہ وہ منافق اس زمزم کو سیر ہو کر نہیں پیتے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ نے زمزم کو سیر ہو کر پینے کی مسلمانوں کی نشانی بتائی ہے۔اور منافق زمزم کو سیر ہو کر نہیں پی سکتے۔

نبی ﷺ کے زمزم پینے کے انداز کی روایت بیان کرنا:

نبی ﷺ کے زمزم پینے کی روایت آپؓ نے بیان کی ہے اور اس میں نبی ﷺ کے زمزم پینے کے انداز کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

عَن الشَّعبِیِّ قَالَ ابنُ عباسٍ نَاولتُ رَسولَ اللہِ ﷺ اِدَاوَۃَ مِن زَمزَمَ فَشرِبَہ وَھُوَ قَائم (2)

حضرت شعبی سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو زمزم کے پانی کا برتن پیش کیا تو آپ ﷺ نے اسے کھڑے کھڑے نوش فرمایا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ نے زمزم کا پانی کھڑے ہو کر پیا ہے۔یہ یا تو زمزم کے پانی کے ساتھ خاص ہے یا پھر وہ جگہ ایسی تھی کہ وہاں بیٹھنا موزوں نہیں تھا اور نبی ﷺ نے عذر کی وجہ کھڑے ہو کر زمزم پی لیا۔

نبی ﷺ کا کھانے کی اشیاء کی تقسیم کرنے کا انداز بیان کرنے کی روایت:

نبی ﷺ کے پاس جب کوئی کھانے کی چیز آتی تھی تو آپ ﷺ وہاں پر موجود بچوں میں سے جو سب سے چھوٹا ہوتا اس کو پہلے عطا کرتے تھے اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے روایت بیان کی ہے۔

عَن ابنِ عباسٍ اَنَّ النبِیَّ ﷺ کَانَ اِذَا اتی بِالثمرَۃِ اَعطَاھَا اصغَرَ مَن یَحضُرُہُ مِن الوِلدَانِ (3)

1. نیشاپوری: ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم (م:279ھ) المستدرک علی الصحیحین 645:1

2. العبسی: ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ (م:235ھ) مصنف ابن ابی شیبہ 15:8

3. طبرانی: ابوالقاسم سلیمان بن احمد (م:360ھ) المعجم الکبیر 313:10

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس جب کوئی پھل آتا تھا تو آپؐ وہاں موجود بچوں میں سے سب سے چھوٹے کو دیتے تھے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کھانے کی اشیاء دینے میں چھوٹے بچوں کو مقدم کرتے تھے۔ کیوں کہ ان کی چاہت بھی زیادہ ہوتی ہے اور بچوں کا صبر بھی کم ہوتا ہے۔ لہٰذا ان پر شفقت کرتے ہوئے بچوں کو پہلے دیتے تھے۔

نبی ﷺ کتنی انگلیوں سے کھانا کھایا کرتے تھے اس بارے میں روایت بیان کرنا:

نبی ﷺ کتنی انگلیوں سے کھانا کھایا کرتے تھے؟ اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے روایت بیان کی ہے کہ تین انگلیوں سے نبی ﷺ کھانا کھایا کرتے تھے۔ اور دوسروں کو بھی اسی طرح کھانے کا حکم دیتے تھے۔

عَن ابن عباسٍ قَالَ دَخلَ رَسولُ اللہِ ﷺ حائِطًا لِبَعضِ الانصارِ فَجَعلَ یَتَنَاولُ مِنَ الرُّطبِ فَیَأکُلُ وَھُوَ یَمشِی وَاَنَا مَعہُ فَالتتفتَ اِلَیَّ فَقَالَ یَا ابنَ عباسٍ لَا تَأکُل بِاِصبَعَینِ فَاَنَّھَا اکلۃُ الشیطٰنِ وَکُل بِثَلَاثَۃِ اَصَابِعِ

(1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ انصار کے ایک باغ میں داخل ہوئے۔ اور نبی ﷺ تازہ کھجوریں وہاں کھا رہے تھے۔ اور آپ ﷺ چل رہے تھے اور میں بھی ساتھ تھا۔ تو نبی ﷺ میری طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ اے ابن عباس! دو انگلیوں سے نہ کھاؤ بے شک یہ شیطان کا طریقہ ہے۔ بلکہ تین انگلیوں سے کھاؤ۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ خود بھی تین انگلیوں سے کھانا کھاتے تھے اور دوسروں کو بھی اسی طرح کھانے کا حکم دیتے تھے۔

نبی ﷺ کے لباس کے متعلق حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا روایات کرنا:

نبی ﷺ کے لباس کے متعلق کہ نبی ﷺ اچھا اور نفیس لباس پہنا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے روایت بیان کی ہے۔

عَن عبدِاللہِ بنِ عباسٍ قالَ لَمَّا خَرَجَتُ الحَرُورِیَّۃُ اَتَیتُ علیا فقالَ ائتِ ھؤُلاءِ القومَ فَلَبِستُ اَحسَنَ مَا یکونُ مِن حُللِ الیمنِ قالَ ابو زَمِیلٍ وکانَ ابنُ عباسٍ رجُلا جَمِیلا جَھِیرًا قالَ ابنُ عباسٍ فَأَتَیتُھم فقالوا مَرحبًا بكَ یَا ابنَ عباسٍ ما ھذہِ الحلَّۃُ قالَ مَا تَعیبُونَ عَلَیَّ لقد رَأَیتُ علی رسولِ اللہِ ﷺ اَحسَنَ ما یکونُ من الحللِ (2)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ خود فرماتے ہیں کے جب خوارج نکلے تو میں حضرت علیؓ کے پاس آیا۔ تو آپؐ نے کہا کہ تم ان لوگوں کے پاس جاؤ تو میں یمن کا سب سے عمدہ جوڑا پہن کے ان کے پاس گیا۔ ابوزمیل کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ ایک خوبصورت اور وجیہ آدمی تھے۔ حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں ان کے پاس آیا تو انھوں نے کہا خوش آمدید اے ابن عباس! اور پوچھا یہ کیا پہنے ہو؟ تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے کہا آپ مجھ میں کیا عیب نکالتے ہو۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اچھے سے اچھا جوڑا پہنے دیکھا ہے۔

1. طبرانی: ابوالقاسم سلیمان بن احمد (م:360ھ) المعجم الکبیر 126:11

2. ابوداؤد: سلیمان بن الاشعث (م:275ھ) سنن ابی داود (کتاب اللباس، باب: فی لبس الصوف) 204:2

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے نبی ﷺ کے اچھے لباس کو دیکھ کر خود بھی اسی کے مطابق پہننے کی کوشش کرتے رہے۔
اسی طرح نبی ﷺ کے لباس کی مزید وضاحت بھی آپؓ کی ایک روایت میں موجود ہے۔

عَن ابنِ عباسٍ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ لَبِسَ قَمِیصًا وَکَانَ فَوقَ الکَعبَینِ وکَانَ کمَّہُ مَعَ الاَصَابعِ (1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے قمیص پہنی۔اور یہ ٹخنوں سے اوپر ہوا کرتی تھی۔اور اس کے بازو کا کپڑا انگلیوں تک پہنچتا تھا۔
اس سے نبی ﷺ کے لباس کی وضاحت ہوتی ہے کہ نبی ﷺ لباس میں قمیص کا استعمال بھی کرتے تھے۔اور اس قمیص کی لمبائی ٹخنوں کو نہیں ڈھانپتی تھی یعنی ٹخنے سامنے نظر آتے تھے۔اسی طرح بازو کا کپڑا انگلیوں تک پہنچ رہا ہوتا تھا۔

نبی ﷺ کا سفید کپڑوں کو پسند کرنے کی حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا روایت بیان کرنا:

نبی ﷺ سفید کپڑوں کو پسند کرتے تھے اور دوسروں کو بھی اس کے پہننے کا حکم دیتے تھے۔حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اس حوالے سے روایت بیان کی ہے کہ نبی ﷺ سفید کپڑوں کا حکم دیتے تھے۔

عَن ابنِ عباسٍ قَال قَالَ رسولُ اللہِ ﷺ البِسُوا مِن ثِیَابِکُم البَیَاضَ وَکَفِّنُوا فِیھَا موتَاکُم

(2)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ سفید کپڑے پہنا کرو۔اور ان ہی سفید میں اپنے مردوں کو کفن دیا کرو
اس روایت سے یہ بات معلوم ہو رہی ہے کہ نبی ﷺ کو سفید کپڑے پسند تھے۔اور اکثر آپ ﷺ سفید کپڑے ہی زیب تن فرمایا کرتے تھے۔اور دوسروں کو بھی سفید کپڑوں ہی کی ترغیب دیتے تھے۔اور کفن میں بھی سفید کپڑے ہی کو پسند کیا کرتے تھے۔

1. نیشاپوری: ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم (م:279ھ) المستدرک علی الصحیحین 217:4
2. ترمذی: ابوعیسی محمد بن عیسی (م:279ھ) جامع الترمذی (کتاب الجنائز، باب: ماجاء مایستحب من الاکفان) 193:1

نبی ﷺ سے نکاح کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت:

عورت کو اپنا نکاح کرنے میں نبی ﷺ کی حدیث مبارکہ سے جو اختیار ملتا ہے۔اور نکاح کے معاملہ میں عورت سے مشورہ اور اجازت لینے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے روایت نقل فرمائی ہے۔

عَن ابنِ عَباسٍ اَنَّ رسولَ اللہِ ﷺ قَالَ الأَیِّمُ اَحَقُّ بِنفسِہَا مِن وَلِیِّہَا وَالبِکرُ تُستَأذَنُ فِی نَفسِہَا وَاِذنُہَا صُمَاتُہَاھَذَا حَدِیثٌ حَسَنٌ صَحِیحٌ (1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کے نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ ثیبہ (شوہر دیدہ) عورت اپنے آپ پر اپنے ولی سے زیادہ استحقاق رکھتی ہے۔اور کنواری سے بھی اجازت طلب کی جائے گی۔اور اس کی اجازت اس کی خاموشی ہے۔امام ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اس حدیث مبارکہ میں شوہر دیدہ کو اپنے نکاح کے کرنے میں ولی سے زیادہ حق دیا گیا ہے، جبکہ کنواری کے نکاح کرتے وقت بھی اس سے اجازت اور مشورہ کا حکم دیا گیا ہے۔تاکہ بعد کی ناچاکی سے بچا جائے۔

1. ترمذی: ابوعیسی محمد بن عیسی (م:279ھ) جامع الترمذی (کتاب النکاح، باب: ماجاء فی استیمار البکر) 210:1

فصل سوم:

فقہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی خدمات

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے نبی ﷺ کی صحبت میں جو وقت گزارا اس میں آپؓ نبی ﷺ کے مزاج کو سمجھ گئے تھے۔اور نبی ﷺ کے جو افعال وہ دیکھتے تھے۔اس میں اگر کوئی بات خلاف معمول آپؓ کو نظر آئے تو آپؓ نبی ﷺ سے پوچھ لیا کرتے تھے۔ان سوال جواب کی وجہ سے آپؓ کو اس بات کی وجہ اور حقیقت معلوم ہو جاتی تھی۔اس طرح آپؓ کے اندر تفقہ فی الدین کی صلاحیت نشونما پاتی رہی۔

نبی ﷺ کی خدمت کرنے کی وجہ سے نبی ﷺ نے آپؓ کے لیے جو فقہ کی دعا کی تھی۔اسی دعا کی برکت سے بھی آپؓ کا فقہی مقام بہت بلند ہو گیا اور اللہ تعالی نے آپؓ کو دین کی حقیقی سمجھ عطا فرمادی۔

عَن عَبدِ اللهِ بنِ عُثمانَ بنِ خُثَيمٍ قَالَ اَخبَرَنی سَعِيدُ بنُ جبيرٍ اَنَّهُ سَمِعَ ابنَ عباسٍ يَقولُ وَضَعَ رسولُ اللهِ ﷺ يَدَهُ بَينَ كَتِفَيَّ اَو قَالَ مَنكِبَیَّ فَقَالَ اللّٰهُمَّ فَقِّههُ فِی الدِّينِ وَعَلِّمهُ التَّاوِيلَ

(1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ نبی ﷺ نے اپنا دست مبارک میرے کندھے پر رکھا اور فرمایا اے اللہ تعالی! اسے دین کی سمجھ عطا فرما اور (کتاب کی) تاویل وتفسیر سمجھا۔

اسی دعا کی برکت کی وجہ سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو اللہ تعالی نے فقہ کے میدان میں اعلی مرتبہ عطا فرمادیا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں سن شباب کو پہنچ چکے تھے اور علم کے حصول کے ساتھ ہی آپؓ نے مسائل کے جوابات بھی دینا شروع کر دیے۔اور وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ اس افتاء کے میدان میں اعلی درجہ پر پہنچ گئے تھے۔

عَن عَطَاءِ بنِ يَسَارٍ اَنَّ عُمَرَ وَعُثمَانَ كَانَ يَدعُوَانِ ابنَ عباسٍ فَيشيرُ مَعَ اَهلِ بَدرٍ وَكَانَ يُفتِی فِی عَهدِ عمرَ وَعُثمَانَ اِلَی يَومِ مَاتَ

(2)

حضرت عطاء بن یسار کہتے ہیں کہ بے شک حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو بلاتے تھے۔اور اہل بدر کے ساتھ ان سے بھی مشورہ لیتے تھے۔اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت عمر اور حضرت عثمانؓ کے دور ہی سے فتوی دیتے تھے۔اور یہ افتاء آپؓ کی وفات تک جاری رہا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فقہ میں آپؓ کو ابتداء ہی سے عبور حاصل ہو گیا تھا۔اور پھر آپؓ نے حضرت عمر فاروقؓ کے دور سے اس افتاء کی ابتداء فرمائی جو آپؓ کی وفات تک برابر جاری رہی۔اور اتنے طویل عرصہ میں آپؓ بطور فقیہ کے مسلمانوں کی خدمت سرانجام دیتے رہے۔

آپؓ کی فقہی فوقیت آپؓ کے زمانہ میں مشہور تھی اور آپؓ سے لوگ مسائل کے بارے میں پوچھا کرتے تھے۔ آپؓ اپنے ہم عصر حضرات میں بطور فقیہ جانے جاتے تھے۔

1.احمد: ابوعبداللہ بن حنبل (م:241ھ) المسند 314:1

2.ابن سعد: ابوعبداللہ محمد بن منیع (م:240ھ) الطبقات الکبری 366:2

عَن مُجاهِدٍقَالَ کُنَّا نفخَرُ عَلَی النَّاسِ بِاَربَعَۃٍ بِفَقِیھِنَا وَبِقَاصِّنَا وَبِمُؤَذِّنِنَا وَبِقَارِئِنَا فَقِیھُنَا ابنُ عباسٍ ومُؤَذِّنُنَا ابو مَحذُورَۃَ وَقَا صُّنَا عُبَیدٍ بنِ عُمَیرٍ وَقَارِئُنَا عَبدُ اللہِ بنُ سائبٍ

(1)

حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ ہم لوگوں پر چار حضرات کی وجہ سے فخر کرتے تھے۔اپنے فقیہ،واعظ،مؤذن اور قاری کی وجہ سے۔ہمارے فقیہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ ہیں،ہمارے مؤذن حضرت ابومحذورہؓ ہیں۔اور ہمارے واعظ عبید بن عمیر ہیں۔اور ہمارے قاری عبداللہ بن سائب ہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے فقہی مرتبہ پر اس وقت کے لوگ فخر اور ناز کرتے تھے۔اور یہ بات آپؓ کے اعلی فقہی رتبہ پر دلالت کرتی ہے۔

حضرت ابن خلکان نے نقل کیا ہے کہ بعض اہل علم حضرات حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا نام لے کر دوسرے حضرات سے فقہ کے میدان میں سبقت کا بتایا کرتے تھے کہ آپؓ دوسروں سے زیادہ فقیہ ہیں۔

کَانَ مَیمُونُ بنُ مِھرَانٍ اِذَا ذُکِرَ عِندَہُ عبدُ اللہِ بنُ عمرَ وَ عبدُ اللہِ بنُ عباسٍ قَالَ کَانَ ابنُ عباسٍ اَفقَھُہُ (2)

حضرت میمون بن مہران کے پاس جب حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا تذکرہ کیا جاتا تھا۔تو آپ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ ان میں سے زیادہ فقیہ ہیں۔

اس قول سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو فقہی میدان میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ پر فوقیت دی جاتی تھی۔اور اس میدان میں دوسروں سے آگے بڑھ جانے میں آپؓ کی علمی طلب اور نبی ﷺ کی دعا کا اثر ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا فقہی مسئلہ کے استدلال کا طریقہ کار:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فقہی مسئلہ کے بیان میں ایک خاص ترتیب کو ملحوظ رکھتے تھے۔جب بھی آپؓ کوئی مسئلہ بیان کرتے یا آپؓ سے کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو آپؓ سب سے پہلے قرآن کریم سے دلیل پیش کرتے۔اور اگر قرآن حکیم میں اس مسئلہ کی صراحت نہ ہوتی تو آپؓ احادیث مبارکہ سے اس پر دلیل پیش کرتے۔اور اگر حدیث میں بھی اس کی وضاحت نہ ہوتی تو آپؓ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کا فیصلہ پیش کرتے۔اگر ان تمام دلائل میں کوئی بات ان کو نہ ملتی تو پھر آپؓ اپنی رائے اور سمجھ سے اس پر جواب دیتے۔

عَن عُبَیدِ اللہِ بنِ ابی بریدَۃَ قالَ کانَ ابنُ عباسٍ اذا سُئِلَ عَن شیءٍ فکانَ فی کِتابِ اللہِ قالَ بہٖ فَاِن لم یکُن فِی کتَابِ اللہِ وکانَ مِن رسولِ اللہِ ﷺ فیہِ شیء قَالَ بِہٖ فَأن لم یکُن عَن رسولِ اللہِ ﷺ فیہِ شیء قالَ بِمَا قالَ بہٖ ابو بکرٍ وعمرُ فَأن لَم یَکُن لِأَبِی بکرٍ وعمرَ فیہِ شیء قالَ بِرَأیِہٖ (3)

1. العبسی: ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ(م:235ھ) مصنف ابن ابی شیبہ 556:8
2. ابن خلکان: ابوالعباس شمس الدین احمد بن احمد بن ابی اکبر(م:661ھ) وفیات الاعیان 62:3
3. نیشاپوری: ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم (م:279ھ) المستدرک علی الصحیحین 216:1

حضرت عبید اللہ بن ابی برید ہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے جب کسی چیز کے بارے میں سوال کیا جاتا تھا۔اگر وہ کتاب اللہ میں ہوتا تو وہ اس سے جواب دیتے۔اگر وہ کتاب اللہ میں نہ ہوتا اور نبی ﷺ سے ثابت ہوتا تو وہ اس کے مطابق جواب دیتے۔اور اگر وہ نبی ﷺ سے بھی منقول نہ ہوتا تو پھر اس کے متعلق جو حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ نے کہا ہوتا اس کے مطابق آپؓ جواب دیتے۔اور اگر ان حضرات کا بھی اس مسئلہ کے بارے میں کوئی قول نہ ہوتا تو پھر اپنی رائے سے جواب دیتے تھے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ اسی ترتیب کو پیش نظر رکھتے تھے۔اور اپنی رائے کو سب سے آخر میں رکھتے تھے۔اور اگر قرآن کریم،احادیث مبارکہ اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے وہ بات نہ ملتی تب وہ اپنی رائے سے جواب دیتے تھے۔اور پھر اس کی وضاحت بھی فرمادیا کرتے تھے کہ یہ میری ذاتی رائے ہے۔اور اس وضاحت سے دو فائدے ہوتے تھے کہ اگر سائل کو کسی اور دلیل سے وہ مسئلہ معلوم ہو جائے تو وہ اس کے مطابق عمل کرے۔اور آپؓ خود بھی اس مسئلہ کی مزید تحقیق کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا آسانی کو ترجیح دینا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے فقہی انداز میں ایک بات یہ بھی خاص تھی کہ آپؓ آسانی والی بات کو ترجیح دیتے تھے۔اور جہاں تک شریعت کسی کام میں نرمی رخصت دیتی ہے تو اس پر عمل کرنے اور اس کے مطابق فیصلہ دینے کو پسند کرتے تھے۔

عَن ابنِ عباسٍ اِنَّ اللہَ یُحِبُّ اَن تُؤتَی مَیَاسِرُہُ کَمَا یُحِبُّ اَن تُؤتَی عَزَائِمُہُ

(1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالی یہ بات پسند کرتے ہیں کہ اس کی طرف سے دی گئی آسانیوں کو لیا جائے۔جس طرح وہ یہ بات پسند کرتے ہیں کہ اس کی عزمیت والی باتوں کو اختیار کیا جائے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پیش نظر آسانی رہتی تھی۔اور سوالات کے جوابات شریعت کی طرف سے دی گئی آسانیوں کو مدنظر رکھ کر دیا جائے۔

اس نقطہ نظر کا ثبوت حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے ایک فتوی اور عمل سے بیان کیا جاتا ہے کہ بارش اگر موسلا دھار ہو تو مسجد کو آنا مشکل ہو تو گھر میں نماز ادا کی جا سکتی ہے۔اور اس بات میں کوئی حرج نہیں ہے۔

عَن عَبدِ اللہِ بنِ الحَارِثِ عَن عَبدِ اللہِ بنِ عباسٍ اَنَّہُ قَالَ لِمُؤَذِّنِہِ فِی یَومِ مَطِیرٍ اِذَا قُلتَ اَشھَدُ اَن لَا اِلَہَ اِلَّا اللہُ اَشھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رسُولُ اللہِ فَلَا تَقُل حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ قُل صَلُّوا فِی بُیُوتِکُم قَالَ فَکَأَنَّ النَّاسَ استَنکَرُوا ذَاکَ فَقَالَ اَتَعجَبُونَ مِن ذَا قَد فَعَلَ ذَا مَن ھُوَ خَیرٌ مِنِّی اِنَّ الجُمُعَۃَ عَزمَۃٌ وَاِنِّی کَرِھتُ اَن اُخرِجَکُم فَتَمشُوا فِی الطِّینِ وَالدَّحضِ

(2)

1. العبسی:ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ(م:235ھ)مصنف ابن ابی شیبہ 59:9

2. القشیری:ابوالحسن مسلم بن حجاج بن مسلم(م:261ھ)الصحیح(کتاب الصلوۃ،باب:الصلوۃ فی الرحال فی المطر)244:1

حضرت عبداللہ بن حارث روایت بیان کرتے ہیں کہ بارش والے دن حضرت ابن عباسؓ نے اپنے مؤذن سے فرمایا جب تو اَشھَدُ اَن لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ اَشھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رسُولُ اللهِ کہہ لوتو اس کے بعد حَيَّ عَلَى الصَّلوة نہ کہو بلکہ یہ الفاظ کہو صَلُّوا فِی بُيُوتِكُم اپنے گھروں میں نماز پڑھو راوی کہتے ہیں کہ لوگوں کو یہ نئی بات معلوم ہوئی تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کیا تم اس میں تعجب کرتے ہو؟ یہ کلمات تو انہوں نے کہے ہیں جو مجھ سے بہتر تھے۔ اگرچہ جمعہ با جماعت نماز پڑھنا لازمی ہے۔ مگر میں اسے ناپسند سمجھتا ہوں کہ تم کیچڑ اور پھسلن میں چل کر آؤ۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ ہمیشہ آسانی کو ترجیح دیتے تھے اور اسی پر فتوی دیتے تھے اور خود بھی اس آسانی پر ہی عمل کرتے اور کرواتے تھے۔ شریعت نے جب آسانی دی ہے تو اس کو اپنانا چاہیے۔

دوسروں کے مسلک کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا مؤقف:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی فقہی میدان میں ایک خاص بات یہ بھی تھی کہ آپؓ کے سامنے اگر کوئی فرد آپؓ کے اختیار کیے ہوئے طریقہ کے علاوہ دوسرا طریقہ کو پسند کیے ہوئے ہے اور اس پر عمل پیرا ہے۔ تو آپؓ اس کے عمل کو دیکھ کر پرکھتے تھے اگر سنت سے اس کا ثبوت ہو رہا ہو۔ یا اس کی اجازت ہو تو آپؓ اس پر کوئی نکیر نہیں فرماتے تھے۔ بلکہ کبھی اس کی حوصلہ افزائی بھی فرماتے تھے۔

عَن ابنِ اَبِی مُلَیکَةَ قَالَ اَوتَرَ مُعاوِیَةُ بَعدَ العِشاءِ بِرَکعَةٍ وَعِندَهُ مَولَی لِابنِ عباسٍ فَأَتَی ابنَ عباسٍ فَقَالَ دَعهُ فَأَنَّهُ صحِبَ رَسُولَ اللهِ ﷺ (1)

حضرت ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ نے عشاء کے بعد وتر کی ایک رکعت پڑھی۔ ان کے پاس حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا ایک غلام تھا۔ وہ جب حضرت ابن عباسؓ کے پاس آیا (اس نے اس بات کا تذکرہ کیا) تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا ان کو چھوڑ دو انہوں نے نبی ﷺ کی صحبت پائی ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ دیگر طرز، اور عمل پر اگر ان کی اجازت ہو تو اس پر کوئی تردید نہیں کیا کرتے تھے۔ بلکہ جو جس طرز پر بھی اگر درست کام کر رہا ہے تو اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا نئے آمدہ مسائل کا جواب دینا:

وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ نئے نئے مسائل جنم لیتے ہیں۔ اسی طرح روز بروز نئی نئی اشیاء سامنے آجاتی ہیں۔ تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے اگر کوئی ایسا مسئلہ پوچھا جاتا جو اس سے پہلے منظر عام پر نہ آیا ہو تو آپؓ اس کے بارے میں مکمل معلومات بتانے کے بعد شریعت کی روح کو مدنظر رکھتے ہوئی فتوی دیتے تھے۔

جیسے آپؓ سے باذق (انگور کا شیرہ ہلکی آنچ دیا ہوا) کے متعلق پوچھا گیا تو آپؓ نے اس کے بارے میں تفصیلی جواب دیا۔

1. بخاری: محمد بن اسماعیل (م: 256ھ) الصحیح (کتاب المناقب، باب: ذکر معاویہؓ) 531:1

عَن اَبی الجُوَیرِیَۃِ قَالَ سَألتُ ابنَ عَباسٍ عَنِ البَاذَقِ فَقَالَ سَبَقَ محَمدُ البَاذق فَمَا اَسکَرَ فَھُوَ حَرَامٌ قَالَ الشَّرَابُ الحَلَالُ الطَّیِّبُ قَالَ لَیسَ بَعدَ الحَلَالِ اِلَّا الحَرَامُ الخَبِیثُ

(1)

حضرت ابوالجویریہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے باذق کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ حضرت محمدﷺ باذق کے وجود سے پہلے ہی دنیا سے رخصت ہوگئے تھے۔ جو بھی چیز نشہ لائے وہ حرام ہے۔ ابوالجویریہ نے کہا باذق تو حلال اور طیب ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ انگور بھی حلال طیب تھا لیکن جب اس کی شراب بن گئی تو وہ حرام اور خبیث ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ آپؓ نے اس باذق کے بارے میں یہ فتوی دیا کہ اگر اس سے نشہ پیدا ہوجاتا ہے تو حرام ہے۔ اگر نشہ نہیں تو حرام بھی نہیں ہوگا۔ لیکن اس سے نشہ پیدا ہوتا ہے۔ لہذا یہ حرام ہے۔ اگرچہ یہ چیز نبیﷺ کے دور میں موجود ہی نہیں تھی۔ آپؓ ایسے نئے مسائل میں شریعت کے قوانین کو سامنے رکھ کر مطلق فیصلہ دیتے تھے۔ جس سے اس چیز کے بارے میں حکم متعین ہوجاتا تھا۔

(حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی فقہی مسائل کا اس مقالہ میں احاطہ ممکن نہیں لہذا صرف نمونہ کے طور پر مصادر حدیث سے چند روایات کو پیش کروں گا)

طہارت کے متعلق حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے بیان کردہ مسائل

حضرت عبداللہ بن عباسؓ دریا و سمندر کے پانی کو پاک سمجھتے تھے اور اس سے وضو اور غسل درست سمجھتے تھے۔ جبکہ بعض دوسرے صحابہ کرامؓ جن میں حضرت ابن عمرؓ ہیں وہ درست نہیں سمجھتے تھے۔

وھوَ قَولُ اکثَرِ الفقَھَاءِ مِن اَصحَابِ النَّبِیِّ ﷺ مِنھُم ابو بَکرٍ وَعُمرُ وَابنُ عباسٍ لَم یَرَو بَاسًا بِمَاءِ البَحرِ

(2)

اور نبیﷺ کے صحابہ کرامؓ میں اکثر فقہاء جن میں حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا یہ ہی قول ہے کہ دریا کے پانی کے استعمال میں کوئی حرج نہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے ہاں دریا اور سمندر کا پانی پاک تھا اور اس سے وضو اور غسل وغیرہ کیا جاسکتا تھا۔

اس سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ محدثین کے ہاں فقہاء صحابہ کرامؓ میں شمار کیے جاتے تھے۔ جیسے کہ اس روایت میں امام ترمذی نے آپؓ کو فقہاء میں شمار کیا ہے۔ اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ وضو میں کبھی اعضاء کو ایک ایک مرتبہ دھوتے تھے اور تین مرتبہ اعضاء کو دھونا لازمی نہیں سمجھتے تھے۔

حَدَّثنِی المُطَّلِبُ بنُ عَبدِ اللهِ بنِ حَنطَبِ اَنَّ ابنَ عبَّاسٍ کَانَ یَتَوَضَّأُ مَرَّۃً مَرَّۃً وَیُسنِدُ ذَاکَ اِلَی رَسُولِ اللهِﷺ

(3)

1. بخاری: محمد بن اسماعیل (م: 256ھ) الصحیح (کتاب الاشربۃ باب: الباذق) 838:2
2. ترمذی: ابوعیسی محمد بن عیسی (م: 279ھ) جامع الترمذی (کتاب الطھارۃ، باب: ماجاء فی ماء البحر) 21:1
3. احمد: ابوعبداللہ بن حنبل (م: 241ھ) المسند 219:1

حضرت مطلب کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اپنے اعضاء وضو کو ایک ایک مرتبہ بھی کبھی دھولیا کرتے تھے۔ اور اس کی نسبت نبی ﷺ کی طرف کیا کرتے تھے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وضو کے مسئلہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے ہاں وسعت تھی یعنی تین تین مرتبہ دھونا لازمی نہیں سمجھتے تھے۔ ایک ایک مرتبہ پر اکتفاء کرنا بھی درست ہے اور یہ بات سنت سے بھی ثابت ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قرآن کریم کی بغیر وضو کے تلاوت کی اجازت دینا:

قرآن کریم کو بغیر وضو کے پڑھنا اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ مشروط اجازت دیتے تھے۔ یعنی مختصر سا حصہ بغیر وضو کے تلاوت کیا جا سکتا ہے۔

عَن الزُّهرِيِّ قَالَ كَانَ ابنُ عباسٍ يُرَخِّصُ لِغَيرِ المُتَوَضئى اَن يَقرأَ غيرَ الآيَةِ وَالآيتَينِ (1)

حضرت زہری کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ وضو کے بغیر بھی ایک دو آیات تلاوت کرنے کی رخصت دیتے تھے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس وضو کے بغیر تلاوت کرنے کی اجازت دیتے تھے۔ لیکن اس میں نہ وہ بہت سختی کرتے تھے اور نہ عام اجازت بلکہ چند آیات کی تلاوت کرنا درست ہے۔ اگر زیادہ تلاوت کرنے کا ارادہ ہے تو وضو کر کے تلاوت کرنی چاہیے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ مریض کے لیے تیمّم کی اجازت:

مریض کو اگر پانی نقصان دیتا ہو تو وہ بغیر کسی تردد کے تیمّم کر سکتا ہے۔ اگر چہ پانی اس کے پاس موجود ہو کیوں کہ اس میں اس کے لیے آسانی ہے۔

عَن ابنِ عباسٍ قَالَ اِنَّ رُخصَةَ لِّلمَرِيضِ فِى التَّمَسحِ بِاالتُّرَابِ وَهُوَ يَجِدُ المَاءَ (2)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ بے شک مریض کے لیے تیمّم کرنے کی اجازت ہے اگر چہ اس کے پاس پانی موجود ہو۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مریض کے لیے تیمّم کی اجازت صرف اس کے مرض کی وجہ سے ہے۔ اور یہ مرض ایسا ہو کہ پانی کا استعمال اس کے لیے نقصان دہ ہو معمولی بیماری پر جس میں پانی کا استعمال کوئی نقصان نہیں دیتا۔ اس کے لیے وضو کرنا ہی ہوگا۔

آگ سے پکی ہوئی چیز کے استعمال سے وضو برقرار رہنا:

آگ سے پکی ہوئی چیزوں کے استعمال سے وضو لازمی ہوتا ہے یا نہیں؟ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا عمل یہ تھا کہ اس سے وضو لازمی نہیں ہوتا۔ اور وہ ان چیزوں کے استعمال کے بعد بغیر نئے وضو کے نماز پڑھا کرتے تھے۔

عَن عبدِاللهِ بنِ اَبِى يَزِيدَ قَالَ كُنَّا نَأتِى ابنَ عَباسٍ اَحيَانَا فَيقربُ عشَاءُهُ عِندَ غُرُوبِ الشمسِ فَيغشِى وَ تَتَعَشى وَلا يَزِيدُ عَلَى اَن يغسلَ كَفَّيهِ وَيَمَضمِضُ وَلا يَتَوَضَّأ ثُمَّ يُصلِّى (3)

1. عبدالرزاق: ابوبکر بن ہمام (م: 211ھ) مصنف عبدالرزاق 1:338
2. ایضا حوالہ بالا 1:225
3. ایضا حوالہ بالا 1:169

حضرت عبداللہ بن ابی یزید کہتے ہیں کہ ہم کبھی کبھی حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس آتے تھے۔تو ان کا کھانا غروب آفتاب کے وقت قریب کیا جاتا تھا۔ پھر جب کھانے کا وقت ہو جاتا اور وہ رات کا کھانا کھا لیتے تو صرف ہاتھ دھونے اور کلی کرنے پر اکتفاء کرتے تھے۔اور نئے وضو کے کرنے کے بغیر ہی نماز پڑھا کرتے تھے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ آگ سے پکی ہوئی چیزوں کے استعمال سے دوبارہ وضو کے قائل نہیں تھے۔اور اسی پر ان کا اپنا عمل بھی تھا اور دوسروں کو بھی یہ ہی بتاتے تھے۔

بیت الخلاء میں مقدس لکھائی کو نہ لے جانا:

بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت اگر کوئی ایسی چیز پاس ہو جو قابل احترام ہو تو اس کو بیت الخلاء میں لے جانا مناسب نہیں ہے۔اور آپؓ کا بھی یہ ہی طرز عمل تھا کہ وہ ایسی اشیاء کو باہر رکھتے تھے۔

عَن عِکرَمَةَ قَالَ کَانَ ابنُ عباسٍ اِذا دَخَلَ الخَلاءَ ناوَلَنی خَاتمَتَهُ

(1)

حضرت عکرمہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ جب بیت الخلاء میں داخل ہونے لگتے تو اپنی انگوٹھی مجھے دے دیتے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بھی ایسی چیز جس پر کوئی آیت یا اللہ تعالی کا نام کنندہ ہو اس کو بیت الخلاء میں لے جانا درست نہیں ہے۔ بلکہ ایسی اشیاء کو بیت الخلاء سے باہر ہی رکھنا چاہیے۔

نماز کے متعلق حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے بیان کردہ مسائل

نماز کے اوقات:

نماز کے اوقات کیا ہیں؟ کوئی بھی نماز کس وقت سے کب تک ادا کرنا ٹھیک ہے؟ تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے ہاں ایک نماز کا وقت اس وقت تک ختم نہیں ہوتا جب تک دوسری نماز کا وقت شروع نہ ہو جائے۔ جیسے ہی دوسری نماز کا وقت شروع ہوگا پہلی کا وقت ختم ہو جائے گا۔اور پھر پہلی نماز ادا نہیں ہوگی۔

عَن ابنِ عباسٍ قَالَ وَقتُ الظهرِ اِلَی العَصرِ وَالعَصرِ اِلَی المَغرِبِ وَالمَغرِبِ اِلَی العشَاءِ وَالعِشَاءِ اِلَی الصُّبحِ

(2)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ ظہر کا وقت عصر تک رہتا ہے اور عصر کا وقت مغرب تک ہوتا ہے اور مغرب کا وقت عشاء تک ہوتا ہے اور عشاء کی نماز کا وقت فجر تک رہتا ہے۔

1. العبسی: ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ (م:235ھ) مصنف ابن ابی شیبہ 112:1

2. عبدالرزاق: ابوبکر بن ہمام (م:211ھ) مصنف عبدالرزاق 584:1

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے ہاں ظہر سے فجر تک ہر نماز کا وقت دوسری نماز کے وقت شروع ہونے تک رہتا ہے۔اوراس دوران وقت کی فرض نماز ادا کی جاسکتی ہے۔بغیر کسی خلل کے یہ وقت رہتا ہے۔

لیکن فجر کی نماز کا وقت اس روایت میں نہیں بتایا گیا۔تو وہ طلوع فجر تک ہی ہے۔اوراس میں دیگر نمازوں کی طرح دوسری نماز ظہر تک وقت میں وسعت نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا سری نمازوں میں عدم قرأت کا موٗقف:

سری نمازوں میں قرأت پڑھی جائے گی یا نہیں؟ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سری نمازوں میں قرأت کے قائل نہیں تھے۔وہ فرماتے جس نماز میں نبی ﷺ سے قرأت سنی گئی ہے،ہم بھی اس میں قرأت پڑھیں گے۔اوراگر آپ ﷺ سے نہیں سنی گئی تو نہیں پڑھیں گے۔

عَن عِکرَمَةَ عَن ابنِ عباسٍ قَالَ قَرَأَ النبیُّ ﷺ فِی صَلَوَاتٍ وَسَکَتَ فَنَقرَأُ فِیمَا قَرَأَ فِیهِنَّ نبی اللهُ ﷺ وَنسکُتُ فِیمَا سَکَتَ فَقِیلَ لَهُ فَلَعَلَّهُ کَانَ یَقرَأُ فِی نَفسِهِ فَغَضِبَ مِنهَا وَقَالَ اَیُتَّهَمُ رَسولُ اللهِ ﷺ

(1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ بعض نمازوں میں جہری قرأت فرماتے تھے اور بعض میں خاموش رہتے تھے۔اس لئے جن میں نبی ﷺ جہری قرأت فرماتے تھے ان میں ہم بھی قرأت کرتے ہیں۔اور جن میں آپ ﷺ سکوت کرتے ہیں ان میں ہم بھی سکوت کرتے ہیں۔کسی نے کہا کہ شاید نبی ﷺ سری قرأت فرماتے ہوں؟اس پر وہ غضب ناک ہوگئے اور کہنے لگے کہ کیا اب نبی ﷺ پر بھی تہمت لگائی جائے گی؟

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سری نمازوں میں قرأت کے قائل نہیں تھے۔بلکہ سختی سے اس کی تردید کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا نماز میں بسم اللہ جہر سے پڑھنا:

نماز میں قرأت کرتے وقت امام بسم اللہ بلند آواز سے پڑھے گا یا آہستہ؟ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس بارے میں جہر کے قائل تھے۔

وَقد قَالَ بِهَذَا عِدَّةٌ مِن اَهلِ العلمِ مِن اصحَابِ النَّبِیِّ ﷺ مِنهُم ابو هُرَیرةَ وَابنُ عُمرَ وَابنُ عباسٍ وَابنُ الزُّبَیرِ وَمَن بَعدَهُم مِنَ التَّابِعِینَ رَأَو الجَهرَ بِبِسمِ اللّٰهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

(2)

امام ترمذی کہتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ میں سے جن میں حضرت ابو ہریرہؓ،حضرت ابن عمرؓ،اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت ابن زبیرؓ شامل ہیں ان کے بعد تابعین میں سے کئی اہل علم بِسمِ اللّٰهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ بلند آواز سے پڑھنے کے قائل ہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ تسمیہ کو با آواز بلند پڑھنے کے قائل تھے۔

1. احمد:ابوعبداللہ بن حنبل(م:241ھ)المسند 218:1
2. ترمذی:ابوعیسی محمد بن عیسی(م:279ھ)جامع الترمذی(کتاب الصلوۃ،باب:من رای الجہر بسم اللہ)57:1

نماز میں تشہد:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نماز کے اندر کون سی تشہد پڑھنے کو ترجیح دیتے تھے؟ اس بارے میں روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ان کو خود تشہد سکھائی تھی۔ اور اسی کو وہ بیان کرتے تھے۔

عَن سَعِیدِ بنِ جُبَیرٍ وَ عَن طَاؤسٍ عَن ابنِ عباسٍ اَنَّهُ قَالَ کَانَ رسُولُ اللهِ ﷺ یُعَلِّمُنَا التَّشَهُّدَ کَمَا یُعَلِّمُنَا السُّورَةَ مِنَ القُرآنِ فَکَانَ یَقُولُ التَّحِیَّاتُ المُبَارَکَاتُ الصَّلَوَاتُ الطَّیِّبَاتُ لِلّٰهِ السَّلَامُ عَلَیكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهُ السَّلَامُ عَلَینَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِینَ اَشهَدُ اَن لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رسولُ اللهِ وفِی رِوَایَةِ ابنِ رُمحٍ کَمَا یُعَلِّمُنَا القُرآنَ

(1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں تشہد اس طرح سکھاتے تھے جس طرح ہمیں قرآن کریم کی کسی سورۃ کی تعلیم دیتے تھے۔ آپ ﷺ فرماتے تھے التَّحِیَّاتُ المُبَارَکَاتُ الصَّلَوَاتُ الطَّیِّبَاتُ لِلّٰهِ السَّلَامُ عَلَیكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهُ السَّلَامُ عَلَینَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِینَ اَشهَدُ اَن لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رسولُ الله ابن رمح کی روایت میں ہے کہ جس طرح قرآن کریم ہمیں سکھایا کرتے تھے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے ہاں تشہد پڑھنے میں یہ الفاظ ترجیح والے تھے کیوں کہ ان کو نبی ﷺ نے اہتمام کے ساتھ سکھایا تھا۔ اور آپؓ کا اسی پر عام عمل تھا۔

نماز میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا رفع یدین کرنا:

نماز میں رکوع کرتے وقت رفع یدین کرنا ہے یا نہیں؟ حضرت عبداللہ بن عباسؓ رفع یدین کے قائل تھے۔

وَبِهٰذَا یَقُولُ بَعضُ اهلُ العِلمِ مِن اَصحَابِ النَّبِیِّ ﷺ مِنهُم ابنُ عمرَ وَجَابِرُ بنُ عبدِاللهِ وَابُو هُرَیرَةَ وَاَنَسٌ وَابنُ عباسٍ

(2)

امام ترمذی کہتے ہیں کہ رفع یدین کے بارے میں بعض اہل علم نبی ﷺ کے صحابہ کرامؓ میں سے جن میں سے حضرت ابن عمرؓ، حضرت جابرؓ، حضرت ابو ہریرہؓ حضرت انسؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا یہی قول تھا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نماز میں رفع یدین کے قائل تھے اور اسی پر عمل بھی کرتے تھے۔

باجماعت نماز کی اہمیت:

نماز کی باجماعت ادائیگی کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ نہایت ہی ترغیب دیتے تھے۔ اور بغیر شرعی عذر کے باجماعت نماز سے رہ جانے کو بہت برا مناتے تھے۔

قَالَ مُجَاهِدٌ وَسُئِلَ ابنُ عباسٍ عَن رجُلٍ یَصُومُ النَّهَارَ وَیَقُومُ الَّیلَ لَا یَشهَدُ جُمعَةَ وَلَا جَمَاعَةَ قَالَ هُوَ فِی النَّارِ

(3)

1. القشیری: ابوالحسن مسلم بن حجاج بن مسلم (م: 261ھ) الصحیح (کتاب الصلوۃ: باب: التشہد فی الصلوۃ) 174:1
2. ترمذی: ابوعیسی محمد بن عیسی (م: 279ھ) جامع الترمذی (کتاب الصلوۃ، باب: رفع الیدین عند الرکوع) 59:1
3. ایضا حوالہ بالا (باب: ماجاء فیمن سمع النداء) 52:1

حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو دن کو روزہ رکھتا ہو اور رات کو قیام کرتا ہو اور جمعہ اور باجماعت نماز میں شامل نہ ہوتا ہو۔ تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ وہ جہنم میں ہوگا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ کے ہاں باجماعت نماز میں شامل ہونا انتہائی ضروری تھا۔ کہ اس سے پیچھے رہنے پر آپؓ نے جہنم کی وعید سنائی۔

نماز میں نفخ کا حکم:

نماز میں نفخ (کھنکارنا یعنی اپنا گلہ صاف کرنے کے لیے آواز نکالنا) درست ہے یا نہیں؟ اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ روکا کرتے تھے اور اس بات کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔

عَن ابنِ عباسٍ یَقولُ مَن نَفَخَ فِی الصَّلوٰۃِ فَقَد تَکَلَّمَ

(1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ جو نماز میں نفخ کرتا ہے گویا وہ کلام کرتا ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ نماز میں نفخ کو کلام کے مترادف لیتے تھے جیسے نماز میں باتیں کرنے کی اجازت نہیں اسی طرح نفخ کی اجازت بھی نہیں ہے۔ لہذا اس سے اجتناب ضروری ہے۔

کپڑا اسمیٹ کر سجدہ کرنے کا حکم:

نماز کی حالت میں کپڑا کو سمیٹ کر سجدہ کی جگہ پر جمع کرنا اور اس پر سجدہ کرنا کیسا ہے؟ اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ صرف مریض کو اس بات کی اجازت دیتے تھے۔ تندرست آدمی کو یہ اجازت نہیں ہے۔

عَن ابنِ عَباسٍ قَالَ لَا بَأسَ بِأَن یکفَّ الثَّوبَ المَرِیضَ وَیَسجُدُ عَلَیہِ

(2)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مریض کو کپڑا اسمیٹ کر اس پر سجدہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کپڑا اسمیٹنا اور اس پر سجدہ کرنا صرف مریض کی رعایت کے لیے ہے تاکہ اس کو آسانی ہو اور اس کی مرض بڑھنے کا خدشہ کم سے کم ہو۔ عام آدمی کو ایسا کرنا مناسب نہیں ہے۔

1. عبدالرزاق: ابوبکر بن ہمام (م: 211ھ) مصنف عبدالرزاق 2:189

2. ایضا حوالہ بالا 2:478

پہلی صف کی اہمیت پر حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا زور دینا:

نماز پڑھنے کے دوران آپؓ دائیں طرف کو ترجیح دیتے تھے۔اور ستونوں کے درمیان نماز پڑھنے کو بھی اچھا نہیں سمجھتے تھے۔اور پہلی صف کی اہمیت پر زور دیا کرتے تھے۔

عَن ابنِ عباسٍ قَالَ عَلَیکُم بِمیَامِنِ الصّفُوفِ وَاِیَّاکُم وَمَا بَینَ السوَاری وَعَلَیکُم بِالصَّف الاَوَّلِ

(1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ صف کے دائیں طرف کو لازم کرلو۔اور ستونوں کے درمیان کھڑا ہونے سے بچو اور پہلی صف میں کھڑا ہونے کو لازمی کرلو۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ صف کے دائیں طرف کھڑا ہونے کو ترجیح دیتے تھے۔اور پہلی صف میں کھڑا ہونے کا اہتمام کرواتے تھے۔لیکن اس کے ساتھ ساتھ ستونوں کے درمیان کھڑا ہونے سے روکتے تھے۔

یہ روکنا دو وجہ سے ہوسکتا ہے کہ ستون کے عین برابر کھڑا ہونے سے ایک طرح کا ستون یا بت کی پرستش کا خیال ہوتا ہے۔لہذا ستون کو صرف سترہ کے طور پر ایک کنارے کی طرف نماز ادا کی جائے۔ اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ ستونوں کے درمیان نماز پڑھنے سے آگے سے گزرنے والوں کے لیے تشویش پیدا ہوجاتی ہے۔

مسجد میں سونے کی ممانعت:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ مسجد کی اہمیت اور شان اور تقدس کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے۔مسجد میں آرام کرنے یا سونے سے منع کیا کرتے تھے۔

قَالَ ابنُ عباسٍ لَایَتَّخِذُہُ مَبِیتًا وَلَا مَقِیلًا وَقَومٌ مِن اَھلِ العِلمِ ذَھَبُو ا اِلَی قَولِ ابنِ عباسٍ

(2)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ کوئی اس (مسجد) کو سونے اور قیلولہ کی جگہ نہ بنائے۔اور بعض اہل علم حضرت ابن عباسؓ کے قول کی طرف گئے ہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ مسجد کے اندر سونے پر سختی کیا کرتے تھے۔اور امام مالک بھی حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے قول ہی کو ترجیح دیتے ہیں۔کہ مسجد کو ان کاموں میں استعمال نہ کیا جائے۔

مسجد کے اندر سونا درست ہے یا نہیں اس میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ عام اجازت نہیں دیتے تھے۔بلکہ صرف نماز اور طواف کے عذر کی وجہ سے اجازت دیتے تھے۔

عَن خُلَیدٍ اَبِی اِسحاق قَالَ سَأَلتُ بنَ عباسٍ عَن النَّومِ فِی المَسجِدِ فَقَالَ اِن کُنتَ تَنَامُ لِصَلوۃٍ وَطَوَافٍ فَلَا بَأسَ

(3)

1. عبدالرزاق: ابوبکر بن ہمام (م: 211ھ) مصنف عبدالرزاق 58:2

2. ترمذی: ابوعیسی محمد بن عیسی (م: 279ھ) جامع الترمذی (کتاب الصلوۃ، باب: ماجاء فی النوم فی المسجد) 73:1

3. عبدالرزاق: ابوبکر بن ہمام (م: 211ھ) مصنف عبدالرزاق 422:1

حضرت خلید ابواسحاق کہتے ہیں کہ میں نے مسجد میں سونے کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ اگر آپ نماز یا طواف کے لیے سوتے ہو تب کوئی حرج نہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد کو سونے ہی کے لیے مخصوص کر دینا یا آرام گاہ بنا دینا کسی طور پر مناسب نہیں کیوں کہ اس سے مسجد کی بے ادبی ہو جاتی ہے۔اور اس کی عظمت و شان دل سے کم ہونے لگتی ہے۔لہذا مسجد کو صرف عبادت کے لیے ہی خاص کرنا چاہیے۔ہاں صرف نماز یا طواف کی نیت سے مسجد میں سونے کی اجازت ہے۔

عورت کے لیے اذان اور اقامت کا حکم:

عورت کے لیے اذان اور اقامت لازمی ہے یا نہیں۔اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے وضاحت فرمائی ہے کہ عورت کے لیے اذان اور اقامت لازمی نہیں۔

عَن ابن عباسٍ قَالَ لَیسَ عَلَی النِّسَاءِ اَذَانُ و لَا اِقَامَۃُ

(1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ عورتوں پر اذان اور اقامت نہیں ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کے لیے اذان اور اقامت لازمی ہی نہیں۔اور دوسری بات یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ عورتیں مسجد میں بھی اذان اور اقامت نہیں دے سکتی۔

کعبہ کی چھت پر نماز کا حکم:

کعبہ کی چھت پر نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قول یہ ہے کہ چھت پر کعبہ موجود نہیں یعنی نہیں ہو سکتی۔

عَن قَتَادَۃَ اَنَّ قَومَا سَأَلُو ا مُعَاوِیَۃَ عَن مَکانِ لَیسَ فِیہِ قِبلَۃُ فَسَأَلَ ابنَ عباسٍ فَقَالَ ظَھرُ الکَعبَۃِ

(2)

حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ سے ایک قوم نے سوال کیا کہ وہ کون سی جگہ ہے جہاں قبلہ نہیں ہے؟ تو انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے پوچھا تو آپؓ نے فرمایا کہ کعبہ کی چھت۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کعبہ کی چھت پر قبلہ کے قائل نہیں تھے۔لہذا وہاں نماز کی ادائیگی بھی درست نہیں ہوگی۔دوسری بات کہ اس کی چھت پر جانے اس کی ایک قسم کی بے حرمتی بھی تصور کی جاتی ہے۔لہذا اس مشتبہ بات سے بچنے کے لیے کعبہ کی چھت پر نماز پڑھنے سے روک دیا گیا۔

1. عبدالرزاق:ابوبکر بن ہمام(م:211ھ)مصنف عبدالرزاق 127:3

2. ایضا حوالہ بالا 86:5

نابینا کی امامت کا حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے ہاں حکم:

نابینا امام بن سکتا ہے یا نہیں؟ اور اس میں کوئی کراہت ہے یا نہیں؟ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا مسلک یہ ہی تھا کہ نابینا امام بن سکتا ہے۔ اور آپؓ کا اسی پرعمل بھی تھا۔

عَن سَعِیدِ بنِ جُبَیرٍ قَالَ اَمَّنَا ابنُ عباسٍ وَھُوَ اَعمیٰ

(1)

حضرت سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ ہماری امامت کرتے تھے جب آپؓ نابینا ہو چکے تھے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے آپؓ کے ہاں نابینا کی امامت میں کوئی کراہت نہیں۔ کیوں کہ نبی ﷺ کبھی کبھی اپنی غیر موجودگی میں حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم کو نماز پڑھانے کی ذمہ داری سپرد کر دیتے تھے جبکہ وہ نابینا تھے۔

سفر میں قصر نماز کا حکم:

آپؓ سے سفر کی نماز کے بارے میں جب بھی کوئی سوال کرتا تو آپؓ اس کو قصر کا حکم دیتے تھے۔ اور اسی کو نبی ﷺ کی سنت قرار دیتے تھے۔ اور خود بھی اسی بات پرعمل کرتے تھے۔

عَن زَائِدَۃَ بنِ عُمَیرٍ قَالَ سَأَلتُ ابنَ عباسٍ عَنِ الصَّلوٰۃِ فِی السفرِ فَقَالَ رَکعَتَینِ رَکعَتَینِ سُنَّۃُ نَبِیِّکُم ﷺ

(2)

حضرت زائدہ بن عمیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے سفر میں نماز کے بارے میں پوچھا۔ تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ دو دو رکعتیں صرف۔ اور یہ ہی نبی ﷺ کا سنت طریقہ ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سفر میں شریعت کی طرف سے دی گئی رعایت ہے کہ نماز قصر کی جائے۔ اسی پرعمل کرنا چاہیے کیوں کہ نبی ﷺ ایسا ہی کرتے تھے۔ اور آپؓ اسی کے مطابق فتوی دیتے تھے۔

کتنے دنوں کے سفر پر احکام سفر جاری ہونگے:

کتنے دن کے سفر میں قیام سے شریعت کی طرف سے دی گئی رخصت مل جائے گی؟ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے تھے کہ ۱۹ دن تک کے سفر میں قیام پر رخصت ملے گی۔ اگر اس سے زیادہ قیام کرنا ہو تو پوری نماز پڑھی جائے گی۔

عَن عِکرَمَۃَ عَن ابنِ عباسٍ قَالَ سَافَرَ رسولُ اللہِ ﷺ فَأَقَامَ تِسعَ عَشرَۃَ یُصَلِّی رَکعَتَینِ رَکعَتَینِ قَالَ ابنُ عباسٍ فَنَحنُ اِذَا سَافَرنَا فَأَقَمنَا تِسعَ عَشرَۃَ صَلَّینَا رَکعَتَینِ رَکعَتَینِ فَاِذَا اَقَمنَا اَکثَرَ مِن ذَلِکَ صَلَّینَا اَربَعًا

(3)

1. العبسی: ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ (م: 235ھ) مصنف ابن ابی شیبہ 214:2
2. طبرانی: ابوالقاسم سلیمان بن احمد (م: 360ھ) المعجم الکبیر 125:12
3. احمد: ابوعبداللہ بن حنبل (م: 241ھ) المسند 223:1

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبیﷺ سفر پر روانہ ہوئے اور آپﷺ نے وہاں پر 19 دن قیام کیا۔لیکن دو دو رکعت نماز ہی پڑھتے رہے۔اس لیے ہم بھی جب سفر کرتے ہیں اور 19 دن تک ٹھہرتے ہیں تو دو دو رکعت کر کے یعنی قصر کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ اور جب اس سے زیادہ دن ٹھہرتے ہیں تو چار رکعتیں یعنی پوری نماز پڑھتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے ہاں 19 دن تک کا قیام معیار تھا اگر اتنا یا اس سے کم ہے تب تو نماز قصر پڑھی جائے گی۔اور اگر اس سے زیادہ قیام ہے تو پھر نماز پوری پڑھی جائے گی۔

کتنی مسافت پر سفر کے احکام جاری ہوں گے؟

کتنے فاصلہ کے سفر سے سفر کی رعایت حاصل ہوگی؟ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے اس مقدار کے بارے میں آپؓ کا عمل امام بخاری نے ترجمۃ الباب میں نقل فرمایا ہے۔

كانَ ابنُ عمرَ وَابنُ عَباسٍ يَقصُرَانِ وَيُفطِرانِ فِى اربَعةِ بُرُدٍ وَهُوَ ستَّةَ عَشَرَ فَرسخا

(1)

حضرت ابن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ چار برید کے سفر پر نماز میں قصر اور روزہ کا افطار کیا کرتے تھے۔اور یہ سولہ فرسخ کا فاصلہ ہوتا ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے ہاں شرعی سفر کی مقدار 16 فرسخ کی ہے۔اور ایک فرسخ تین میل کے برابر ہوتا ہے۔اس طرح میل کے حساب سے 48 میل پر شرعی سفر کا اطلاق ہوگا۔یعنی اتنی مسافت کے سفر پر روزہ کو افطار کرنے اور نماز قصر پڑھنے کی اجازت مل جائے گی۔اور اگر اس سے مسافت کم ہو تو اس پر سفر کے احکام جاری نہیں ہونگے۔

نماز جنازہ کا طریقہ:

نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھی جائے گی یا نہیں؟ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھا کرتے تھے اور اس پڑھنے کو ترجیحی سنت شمار کیا کرتے تھے۔

عَن طَلحَةَ بنِ عَبدِ اللهِ بنِ عَوفٍ قَالَ صَلَّيتُ مَعَ ابنِ عباسٍ عَلَى جَنازَةٍ فَقَرَأَ بِفَاتِحَةِ الكِتابِ فَقَالَ اِنَّهَا مِنَ السُّنَّةِ

(2)

حضرت طلحہ بن عبداللہ بن عوف کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے ساتھ ایک جنازہ کی نماز پڑھی تو انہوں نے سورۃ فاتحہ پڑھی اور کہا کہ یہ سنت میں سے ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے ہاں نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنا زیادہ پسندیدہ اور راجح ہے۔اور آپؓ اس پر خود بھی عمل کر کے دکھاتے تھے۔

1. بخاری: محمد بن اسماعیل (م:256ھ) الصحیح (کتاب تقصیر الصلوۃ، باب: فی کم یقصر الصلوۃ) 147:1

2. ابوداؤد: سلیمان بن الاشعث (م:275ھ) سنن ابی داؤد (کتاب الجنائز، باب: باب مایقرء علی الجنازۃ) 100:2

روزہ کے متعلق حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے بیان کردہ مسائل

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا اختلاف مطالع کا اعتبار کرنا:

اگر رمضان کا چاند کسی ایک شہر میں ایک دن نظر آجاتا ہے اور اس شہر سے دور ایک دوسرے شہر میں اس دن چاند نظر نہیں آتا۔تو کیا دوسرے شہر والے پہلے شہر والوں کی رؤیت پر اکتفاء کر دیں گے؟ یا وہ اپنے شہر کے لحاظ سے چاند کے نظر آنے پر احکام جاری کریں گے؟ تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس مسئلہ میں دونوں شہروں کی علیحدہ علیحدہ رؤیت کا اعتبار کرتے تھے۔اور ایک کی رؤیت دوسرے کے لیے کافی نہیں سمجھتے تھے۔

اَخبرَنِی کُرَیبٌ اَنَّ اُمَّ الفَضلِ بنتَ الحَارِثِ بَعَثَتهُ اِلَی مُعَاوِیَةَ بِالشَّامِ قَالَ فَقَدِمتُ الشَّامَ فَقَضَیتُ حَاجَتَهَا وَاستُهِلَّ عَلَیَّ هِلَالُ رَمضَانَ وَاَنَا بِالشَّامِ فَرَأَینا الهِلَالَ لَیلَةَ الجُمُعَةِ ثُمَّ قَدِمتُ المَدِینَةَ فِی آخِرِ الشهرِ فَسَأَلَنِی ابنُ عباسٍ ثُمَّ ذَکَرَ الهِلَالَ فَقَالَ مَتی رَأَیتُمُ الهِلَالَ فَقُلتُ رَأَینَاهُ لَیلَةَ الجُمُعَةِ فَقَالَ اَانتَ رَأَیتَهُ لَیلَةَ الجُمُعَةِ فَقُلتُ رَآهُ النَّاسُ وَصَامُوا وَصَامَ مُعَاوِیَةُ قَالَ لٰکِن رَأَینَاهُ لَیلَةَ السَّبتِ فَلَا نَزَالُ نَصُومُ حَتّٰی نُکمِلَ ثَلَاثِینَ یومًا اَو نَرَاهُ فَقُلتُ اَلَا تَکتَفِی بِرُؤیَةِ مُعَاوِیَةَ وَصِیَامِهِ قَالَ لَا هٰکَذَا اَمَرَ رَسولُ اللهِ ﷺ

(1)

حضرت کریب بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام فضلؓ نے انہیں حضرت معاویہؓ کے پاس شام بھیجا۔تو میں شام آیا اور میں نے ان کی ضرورت پوری کی۔اور (اسی درمیان) رمضان کا چاند نکل آیا اور میں شام ہی میں تھا کہ ہم نے جمعہ کی رات کو چاند دیکھا۔پھر میں مہینہ کے آخر میں مدینہ آیا تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے مجھ سے وہاں کے حالات پوچھے۔پھر انہوں نے چاند کا ذکر کیا۔اور کہا تم لوگوں نے چاند کب دیکھا تھا؟ میں نے کہا ہم نے اسے جمعہ کی رات کو دیکھا تھا۔تو انہوں نے کہا کیا تم نے خود بھی اسے جمعہ کی رات کو دیکھا تھا؟ تو میں نے کہا کہ لوگوں نے اسے دیکھا تھا اور انہوں نے روزے رکھے اور حضرت معاویہؓ نے بھی روزہ رکھا تھا۔

اس پر حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے کہا لیکن ہم نے اسے ہفتہ کی رات دیکھا تھا۔اور ہم برابر روزے سے رہیں گے۔یہاں تک کہ ہم تیس دن پورے کر لیں۔یا ہم (انتیس) کو چاند دیکھ لیں۔تو میں نے کہا کہ کیا آپ حضرت معاویہؓ کے چاند دیکھنے اور روزہ رکھنے پر اکتفاء نہیں کریں گے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ہمیں رسول اللہ ﷺ نے ایسا ہی حکم دیا ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے ہاں اختلاف مطالع کا اعتبار کیا جاتا تھا۔اور ہر شہر والے اپنی ہی رؤیت کے مکلّف ہیں۔دوسرے شہر کی رؤیت کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔اس کی اصل وجہ وہی ہے کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھا جائے اور دیکھ کر ہی افطار کیا جائے۔اگر ایک شہر کے دیکھنے پر دوسرے شہر والوں پر بھی یہ حکم جاری کر دیا جائے تو چاند دیکھ کر روزہ رکھنے والی بات پر درست طرح سے عمل نہیں ہو سکے گا۔

حالت صیام میں بوسہ کا حکم:

روزہ کی حالت میں شوہر بیوی کو بوسہ دے سکتا ہے یا نہیں۔تو اس مسئلہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ مخصوص اجازت دیتے ہیں یعنی جو صرف بوسہ ہی پر رک سکتا ہو اس کے لیے تو اجازت ہے مگر جو اس سے آگے بڑھ سکتا ہو اس کو اجازت نہیں ہے۔

1. ترمذی: ابوعیسی محمد بن عیسی (م:279ھ) جامع الترمذی (کتاب الصوم، باب: ماجاء لکل اهل لبلد رؤیتهم) 148:1

عَن اَبی مِجلزٍ قَالَ جَاءَ رجُلُ الَی ابنِ عباسٍ شَیخُ یَسأَلُہُ عَن القُبلَةِ وَھُوَ صَائِمُ فَرَخَّصَ لَہُ فَجَاءَ ہُ شَابُ فَنَھَاہُ

(1)

حضرت ابومجلز کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس ایک بوڑھا آدمی آیا اور روزہ کی حالت میں بوسہ کے بارے میں پوچھا۔ تو آپؓ نے اس کو اجازت دے دی۔ پھر ایک نوجوان آیا تو اس کو منع کر دیا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بوڑھے آدمی کو بوسہ کی روزہ کی حالت میں اجازت دے دی کیوں کہ وہ اپنے نفس کو قابو میں رکھ سکتا ہے۔ جب کہ نوجوان کو اس کی اجازت نہیں دی کیوں کہ وہ اس پر اکتفاء نہیں کر سکے گا اور وہ روزہ قائم نہیں رکھ سکے گا لہذا اس کو بوسہ ہی سے منع فرما دیا۔

نفلی روزہ کی عدم قضاء کا حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا موقف:

نفلی روزہ اگر کوئی توڑ دے تو کیا اس کی قضاء کرنی لازمی ہے یا نہیں۔ اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرمایا کرتے تھے کہ اس نفلی روزہ کی قضا لازمی نہیں ہے۔

عَن ابنِ عباسٍ قَالَ مَن اَصبَحَ صَائِمًا تَطَوُّعًا اِن شَاءَ صَامَ وَاِن شَاءَ اَفطَرَ وَلَیسَ عَلَیہِ قَضَاءُ

(2)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں جس بندہ نے صبح کی نفلی روزہ کی حالت میں اگر وہ چاہے تو روزہ رکھ لے اگر چاہے تو افطار کر دے۔ اور اس پر اس کی کوئی قضاء نہیں ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے ہاں نفلی روزہ پورا کرنا بھی لازم نہیں ہے۔ اگر کوئی توڑ دیتا ہے تو اس پر اس نفلی روزہ کے توڑنے کی قضا بھی لازمی نہیں ہے۔

عاشورہ کے روزے کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا حکم:

عاشورہ کا روزہ رکھنا کیسا ہے اور کتنے روزے اس کے رکھنے ہیں؟ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے ہاں یہ روزے درست تھے اور دو دن کے روزے رکھنا مناسب ہے۔

عَن شُعبَةَ عَن ابنِ عباسٍ اَنَّہُ کَانَ یَصُومُ یَومَ عَاشُورَاءِ فِی السفَرِ وَیُوَالی بَینَ الیَومَینِ مَخَافَةَ اَن یَفُوتَہُ

(3)

1. عبدالرزاق: ابوبکر بن ہمام (م: 211ھ) مصنف عبدالرزاق 185:4

2. ایضا حوالہ بالا 271:4

3. العبسی: ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ (م: 235ھ) مصنف ابن ابی شیبہ 58:3

حضرت شعبہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے متعلق روایت کرتے ہیں کہ وہ سفر میں بھی عاشورہ کے روزے رکھتے تھے۔اور لگاتار دودن کے روزے رکھتے تھے۔کہ ایسا نہ ہو کہ وہ فوت ہو جائیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روزے اس قدر اہمیت کے حامل ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سفر میں بھی ان کو افطار نہیں کرتے تھے۔اور نبی ﷺ کی چاہت کے مطابق دودن کے روزے رکھنے چاہیے تاکہ یہودیوں سے مشابہت نہ ہو۔

میت کی طرف سے رمضان کا فدیہ دینے کا حکم:

اگر کوئی رمضان میں بیمار ہو گیا اور اسی بیماری میں وفات پا گیا۔اور اس کے جو روزے افطار ہوئے ہیں ان کے بارے میں کیا کیا جائے گا؟ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے تھے کہ اس مردہ کی طرف سے کھانا کھلایا جائے۔

عَن ابنِ عباسٍ قَالَ اِذَا مَرِضَ الرَّجُلُ فِی رَمضَانَ ثُمَّ مَاتَ وَلَم یَصُم اُطعِمَ عَنهُ وَلَم یَکُن عَلَیهِ قَضَاءٌ وَاِن کَان عَلَیهِ نَذرٌ قَضَی عَنهُ وَلِیُّهُ (1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ جب آدمی رمضان میں بیمار ہو جائے۔پھر مر جائے اور روزے نہ رکھ سکے تو اس کی جانب سے کھانا کھلایا جائے گا۔اور اس پر قضا نہیں ہوگی۔اگر اس نے نذر مانی تھی تو اس کا ولی اس کی طرف سے پورا کرے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے ہاں بیمار جو وفات پا گیا ہے اس کے روزوں کا فدیہ ہی ادا کرنا ہوگا۔لیکن اگر اس کے ذمہ کوئی نذر منت تھی تو ولی لازمی اس کو پورا کرے۔یعنی نذر میں فدیہ نہیں ہے۔

سفر میں روزہ کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا فتوی:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سفر میں روزہ رکھنے یا افطار کرنے میں کسی کو ملامت نہیں کرتے تھے۔جو بندہ جو کرے ٹھیک ہے کیوں کہ نبی ﷺ سے دونوں باتیں ثابت ہیں۔لہذا دونوں جائز اور درست ہیں۔

عَن طَاؤسٍ عَن ابنِ عباسٍ قَالَ لَا تَعِب عَلَی مَن صَامَ وَلَا عَلَی مَن اَفطَرَ قَد صَامَ رَسُولُ اللہِ ﷺ فِی السَّفَرِ وَاَفطَرَ (2)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ برا بھلا نہیں کہنا جو سفر میں روزہ رکھے۔اور نہ ہی اس کو برا بھلا کہو جو سفر میں افطار کرے۔کیوں کہ نبی ﷺ نے سفر میں کبھی روزہ رکھا ہے اور کبھی افطار بھی کیا ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سفر میں روزے کے بارے میں کسی ایک بات ہی پر سختی نہیں کرتے تھے۔بلکہ بڑی نرمی روا رکھتے تھے کہ جو چاہے سفر میں روزہ رکھ لے۔اور جو چاہے وہ افطار کر دے۔اور دونوں طریقوں پر سنت کا ثواب ہی ملے گا۔

1. ابوداؤد: سلیمان بن الاشعث (م:275ھ) سنن ابی داؤد (کتاب الصوم، باب: فیمن مات وعلیہ صیام) 333:1

2. القشیری: ابوالحسن مسلم بن حجاج بن مسلم (م:261ھ) الصحیح (کتاب الصیام، باب: جواز الصوم والفطر) 356:1

زکوۃ کے متعلق حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے بیان کردہ مسائل

زکوۃ کے مال سے غلام کو آزاد کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اسی طرح زکوۃ کی رقم سے حج کروایا جاسکتا ہے یا نہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے اس بارے میں جواز کا قول منقول ہے۔

امام بخاری نے ترجمۃ الباب میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے یہ فتوی نقل فرمایا ہے۔ کہ یہ کام زکوۃ کی رقم سے کروائے جاسکتے ہیں۔

يُذكَرُ عَن ابنِ عَباسٍ يُعتِقُ مِن زَكوةِ مَالِهِ وَيُعطِى فِى الحَجِّ (1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے یہ بات نقل کی جاتی ہے کہ زکوۃ کے مال سے غلام کو آزاد کیا جاسکتا ہے۔ اور زکوۃ حج میں دی جاسکتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے یہ فتوی قرآن کریم میں بیان کیے گئے مصارف زکوۃ کو مدنظر رکھتے ہوئے دیا ہے۔ قرآن کریم کی آیت

وَفِى الرِّقَاب وَالغارِمِينَ وَفِى سَبِيلِ اللّهِ (2)

زکوۃ گردنیں چھڑانے میں اور اللہ تعالی کے راستے میں جانے والوں کے لیے ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے مکاتب کے علاوہ عام غلام کو بھی زکوۃ کی رقم سے آزادی دلانے کا قول کیا ہے۔ اسی طرح اللہ کے راستے میں حجاج بھی ہوتے ہیں لہذا ان کو بھی زکوۃ دی جاسکتی ہے۔

حج کے متعلق حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے بیان کردہ مسائل

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے نبی ﷺ کے ساتھ حج کیا تھا لہذا آپؓ حج کے مسائل کو بخوبی جانتے تھے۔ اور صحابہ کرامؓ کے دور میں آپؓ کی حج کے مسائل میں اعلمیت کی بات مشہور تھی۔

عَن عَائِشَةَ اَنَّهَا قَالَت ابنُ عباسٍ اَعلَم مَن بَقى بِالحَجِّ (3)

حضرت عائشہؓ فرماتی تھیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ موجود لوگوں میں سے حج کو سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔

حضرت عائشہؓ کی اس بات سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی حج کے مسائل میں علمیت کا واضح اظہار ہو رہا ہے۔ اسی وجہ سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ حج کے متعلق بعض مسائل میں دوسرے صحابہ کرامؓ سے اختلاف بھی رکھتے تھے۔

حضرت عثمانؓ نے فتنہ کے زمانے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو امیر حج بنا کر بھیجا۔ اس میں دیگر وجوہات کے ساتھ ایک وجہ یہ بھی تھی کہ آپؓ نے نبی ﷺ کے ساتھ حج ادا کیا تھا۔ اور اس طرح آپؓ حج کے مسائل کو دوسروں سے زیادہ جانتے تھے۔

1. بخاری: محمد بن اسماعیل (م:256ھ) الصحیح (کتاب الزکوۃ، باب: قول اللہ تعالی وَفِى الرِّقَاب وَالغارِمِينَ) 198:1

2. سورۃ التوبہ: 60

3. العبسی: ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ (م:235ھ) مصنف ابن ابی شیبہ 85:4

حَجَّ بِالنَّاسِ فِی هَذِهِ السَّنةِ اَعنِی سَنةَ خَمس وَّ ثَلاثِینَ عَبدُاللهِ بنُ عباسٍ بِاَمرِ عَثمانَ اِیَّاہُ بِذَالِکَ (1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے حضرت عثمانؓ کے حکم سے 35ہجری میں لوگوں کو حج کروایا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ 35ہجری کے امیرالحج حضرت عبداللہ بن عباسؓ مقرر کردیے گئے تھے۔اور آپؓ حج کے مسائل پر مکمل عبور رکھتے تھے۔اور انتہائی کامیابی کے ساتھ لوگوں کو یہ فریضہ ادا کروایا۔

حج کی اہمیت کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا بیان:

حج کا فریضہ تو ان لوگوں پر لازم ہے جو اس کی استطاعت رکھتے ہوں مگر کسی سال اگر تمام ہی لوگ حج نہ کریں تو یہ ایک بہت ہی معیوب بات ہوگی اور اللہ تعالیٰ کی شدید ناراضگی کا سبب ہوگی۔

عَن سَالِم بنِ اَبِی حَفصَةَ اَنَّ ابنَ عباسٍ قَالَ لَو تَرَکَ النَّاسُ زِیَارَةَ ھَذَا البَیت عَامًا وَاحِدًا مَا مَطَرُوا (2)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اگر لوگ بیت اللہ کی زیارت ایک سال کے لیے بھی چھوڑ دیں تو ان پر بارش نہیں ہوگی۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر لوگ ایک سال کے لیے بھی حج نہیں کریں گے تو اللہ تعالیٰ بارشوں کی بندش فرمادیں گے۔اور یہ رحمت والی بارش نہ ہونے کی وجہ سے قحط سالی پھیل جائے گی۔

حالت احرام میں نکاح کا حکم:

حالت احرام میں نکاح کرنا درست ہے یا نہیں؟ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے تھے کہ حالت احرام میں نکاح کرنا درست ہے۔

عَن عِکرَمَةَ عَن ابنِ عباسٍ اَنَّهُ کَانَ لَا یَرَی بَأْسًا اَن یَتزَوَّجَ الرَّجُلُ وَھُوَ مُحرِمٌ وَیقولُ اِنَّ نَبِیَّ اللّٰہِ ﷺ تَزَوَّجَ میمونَةَ بنتَ الحَارِثِ بِمَاءٍ یُقَالُ لَهُ سَرِفُ وَھُوَ مُحرِمٌ فَلَمَّا قَضَی نبیُّ اللهِ ﷺ حَجَّتَهُ اَقبَلَ حَتّٰی اذ کَانَ بِذلِكَ المَاءِ اَعرَسَ بِھَا (3)

حضرت عکرمہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ حالت احرام میں نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔اور وہ فرماتے تھے کہ خود نبی ﷺ نے حالت احرام میں سرف نامی جگہ میں حضرت میمونہؓ سے نکاح فرمایا ہے اور حج سے فراغت کے بعد جب نبی ﷺ روانہ ہوئے تو اسی مقام پر پہنچ کر ان کے ساتھ شب باشی فرمائی۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ حالت احرام میں نکاح کرنے کو بالکل درست سمجھتے تھے۔اور نبی ﷺ کے اس واقعہ سے دلیل پیش کیا کرتے تھے۔

1. طبری: ابوجعفر محمد بن جریر (م:310ھ) تاریخ الامم والملوک 684:2
2. عبدالرزاق: ابوبکر بن ہمام (م:211ھ) مصنف عبدالرزاق 13:5
3. احمد: ابوعبداللہ بن حنبل (م:241ھ) المسند 275:1

حالت احرام میں بالوں کو مجتمع کرنے کا حکم:

حالت احرام میں محرم بندہ اپنے بالوں کو سنبھالنے کی غرض سے جمع کرسکتا ہے یانہیں؟ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس کی اجازت دیتے تھے۔اور خود بھی اس مسئلہ پر عمل کرتے تھے۔

عَن عَبدِ الرحمٰنِ بنِ یَسارٍ قَالَ رَأَیتُ ابنُ عباسٍ زَمَانَ نَجدِہِ قَد شَدَّ شَعرَہُ بِشرَاكٍ وَھُوَ مُحرِمُ

(1)

حضرت عبدالرحمان بن یسار کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو دیکھا کہ عراق میں جب وہ تھے تو انہوں نے اپنے بالوں کو تسمہ سے باندھا ہوا تھا۔اور وہ حالت احرام میں تھے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ حالت احرام میں سر کے بالوں کو جمع کرنے اور باندھ کے یکجا کرنے کی اجازت دیتے تھے۔

مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونے کا حکم:

مکہ میں جو بغیر احرام کے داخل ہوجائے تو اس کو کیا کرنا چاہیے؟ وہاں ہی سے احرام باندھ لے یا مواقیت سے جا کر باندھنا پڑے گا۔حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس کے متعلق مواقیت سے جا کر باندھنے کے قائل تھے۔

عَن حبیبٍ بنِ اَبی ثَابِتٍ عَن ابنِ عباسٍ اَنَّہُ کَان یَرُدُّھُم اِلَی المَوَاقِیتِ الذِینَ یَدخُلونَ مَکَّۃَ بِغَیرِ اِحرَامٍ

(2)

حضرت حبیب بن ابی ثابت حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؓ ان لوگوں کو جو مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہوجاتے تھے مواقیت کی طرف واپس کردیتے تھے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مکہ میں داخل ہونے کے لیے مواقیت سے احرام باندھ لینا ضروری ہے۔اور جو اس کے بغیر داخل ہوجائے گا تو اس کو واپس مواقیت پر جانا پڑے گا اور احرام باندھ کے آنا پڑے گا۔اس میں ایک بات یہ بھی ہے کہ مواقیت سے احرام باندھ کے آنے سے حرم کی حرمت اور عظمت پیش نظر رہے گی۔

حالت احرام میں غسل کرنے کا حکم:

حالت احرام میں غسل کرنا درست ہے یانہیں؟ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس بارے میں غسل کی ترغیب دیتے تھے کہ حالت احرام میں غسل کرنا کوئی ممنوع نہیں بلکہ زیادہ اچھا ہے۔

عَن عِکرَمَۃَ عَن ابنِ عباسٍ اَنَّہُ دَخَلَ الحمامَ الجُحفَۃَ وَھُوَ مُحرِمُ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَصنعَ بِأَوسَاخِکُم شَیئًا

(3)

1. العبسی:ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ(م:235ھ)مصنف ابن ابی شیبہ 569:3

2. ایضا حوالہ بالا 711:3

3. ایضا حوالہ بالا 812:3

حضرت عکرمہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ جحفہ میں احرام کی حالت میں (غسل کے لیے) داخل ہوئے اورانہوں نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ آپ کی میل سے کچھ نہیں کرتا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ حالت احرام میں غسل کی ترغیب دیتے تھے اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ میل جمع کرنا کوئی نیکی نہیں بلکہ صفائی ہی اسلام میں پسندیدہ ہے۔

حالت کے بدلنے پر دوبارہ حج کے لازم ہونے کا حکم:

اگر کوئی ایک مرتبہ حج ادا کرلے تو کیا اس کے حالات بدلنے سے دوبارہ بھی اس پر حج کرنا لازم ہوگا یا نہیں۔حضرت عبداللہ بن عباسؓ بعض افراد پر دوبارہ حج کرنا بھی لازمی سمجھتے تھے۔مثلاً غلام نے غلامی میں حج ادا کیا ہے۔اب وہ آزاد ہوگیا تو اب دوبارہ حج ادا کرے گا۔

عَن ابنِ عباسٍ قَالَ احفَظُوا عَنِّی وَلَا تَقُولُوا قَالَ ابنُ عباسٍ اَیُّمَا عَبدٍ حَجَّ بِهِ اَهله ثُمَّ اعتِقَ فَعَلَیهِ الحجُّ وَاَیُّمَا صَبِیٍّ حَجَّ بِهِ اهلَهُ صَبِیا ثُمَّ ادرَكَ فَعَلَیهَ حَجَّة الرجُلِ وَاَیُّمَا اعرَابِی حَجَّ اعرَابِیا ثُمَّ هَاجَرَ فَعَلَیهِ حَجَّةُ المُهَاجِرِ

(1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے تھے کہ میری باتیں مجھ سے یاد کرواور یہ نہ کہو کہ ابن عباسؓ نے یہ کہا (جو بات میں نے نہ کہی ہو)۔جس غلام نے اپنے آقا کے ساتھ حج کیا۔پھر وہ آزاد ہوگیا تو اس پر حج دوبارہ کرنا لازمی ہے اسی طرح جس بچہ نے اپنے گھر والوں کے ساتھ حج کیا تو جب وہ بالغ ہوجائے تو اس پر دوسرا حج کرنا لازمی ہوگا۔اور جس دیہاتی نے حج کیا۔پھر وہ ہجرت کرکے مہاجر بن گیا تو اب اس پر دوبارہ حج کرنا لازمی ہوگا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان پر دوسرا حج لازم آجائے گا۔کیوں ان کی پہلی والی حالت بدل گئی ہے۔بچے کا بچپن گیا اب وہ بالغ ہوگیا۔پہلے اس پر احکام فرض نہیں تھے مگر اب اس پر احکام فرض ہوگئے۔اسی طرح غلام بھی پہلے کسی چیز کا مالک نہیں تھا آزادی کے بعد اب وہ مال کا مالک بن سکتا ہے لہذا ان پر حج بھی دوبارہ ادا کرنا ہوگا۔

طواف افضل ہے یا نماز حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا مؤقف:

مسجد حرام میں طواف کرنا افضل ہے یا نماز پڑھنا زیادہ اچھا ہے؟ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس مسئلہ میں سائل کو سامنے رکھتے ہوئے جواب دیا کرتے تھے۔سائل کے بدلنے سے جواب بھی مختلف ہوجاتا تھا۔

سُئِلَ ابنُ عباسٍ عَن الطَّوَافِ اَفضَلُ اَم الصَّلوٰة فَقَالَ اَمَّا اَهلُ مَكةَ فَاالصَّلوٰةُ وَاَمَّا اَهلُ الاَمصَارِ فَالطَّوافُ

(2)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے سوال کیا گیا کہ طواف افضل ہے یا نماز؟ تو آپؓ نے جواب دیا مکہ والوں کے لیے نماز افضل ہے اور جو دیگر شہروں کے لوگ ہیں ان کے لیے طواف افضل ہے۔

1. العبسی: ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ (م:235ھ) مصنف ابن ابی شیبہ 823:3

2. ایضا حوالہ بالا 848:3

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ جواب دینے میں سائل کا لحاظ کرتے تھے اور جو بات اس کے لیے بہتر اور مناسب ہوتی اس کو اسی کے مطابق جواب دیا کرتے تھے۔اس مسئلہ میں جو دیگر شہروں کے لوگ ہیں ان کو طواف کی افضلیت بتائی کیوں کہ جب تک وہ مکہ میں ہیں ان کے لیے طواف کا موقع ہے۔وہ طواف کریں زیادہ سے زیادہ۔

عمرہ کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا موقف:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ عمرہ کی ادئیگی کے وجوب کا اقرار کرتے تھے۔اور عمرہ کی ترغیب دیتے ہوئے اس کا درجہ وجوب کا بتایا کرتے تھے۔

وَقَد بَلَغَنَا عَن ابنِ عباسٍ اَنَّهُ كَانَ يُوجِبُهَا

(1)

امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس (عمرہ) کو واجب قرار دیتے تھے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نبی ﷺ کے چار عمرہ ادا کرنے کی وجہ سے عمرہ کے واجب ہونے کا اقرار کرتے تھے۔اور ان چار عمروں کی تفصیل حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے روایت میں بیان کی ہے۔

عَن عِكرَمَةَ عَن ابنِ عبَاسٍ اَنَّ النبِيَّ ﷺ اعتَمَرَ اَربَعَ عُمَرٍ عُمرَةَ الحُدَيبِيَةِ وَعُمرَةَ الثانِيَةِ مِن قَابِلٍ وَعُمرَةَ القَضَاءِ فِي ذِي القَعدَةِ وَعُمرُةَ الثالِثَةِ مِن الجِعِرَّانَةِ وَالرَّابِعَةِ الَّتِي مَعَ حَجتِهِ

(2)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے چار عمرے کیے۔حدیبیہ کا عمرہ، دوسرا عمرہ اگلے سال یعنی ذی قعدہ میں قضا کا عمرہ اور تیسرا عمرہ جعرانہ کا، چوتھا عمرہ اپنے حج کے ساتھ۔

اس روایت سے نبی ﷺ کے چار عمرے ادا کرنے کا ثبوت ہو رہا ہے۔اور اسی بات کو دیکھ کر حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے عمرہ کے واجب ہونے کا اقرار کیا ہے۔

حج تمتع کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا فتوی:

حج تمتع کی اب اجازت ہے یا نہیں؟ حضرت عبداللہ بن عباسؓ حج تمتع کی اجازت دیتے تھے۔اور اس بات کو سنت قرار دیتے تھے۔جب کہ بعض دیگر حضرات جن میں حضرت عثمانؓ اور حضرت ابوذرؓ شامل ہیں اس کو صرف نبی ﷺ کے دور میں صحابہ کرامؓ کے لیے خاص سمجھتے تھے۔

1. ترمذی: ابوعیسی محمد بن عیسی (م:279ھ) جامع الترمذی (کتاب الحج، باب: ماجاء فی العمرۃ) 186:1

2. ایضا حوالہ بالا 168:1

حَدَّثَنَا شُعبَةُ قَالَ سَمِعتُ اَبَا جَمرَةَ الضَّبَعِیَّ قَالَ تَمَتَّعتُ فَنَهَانِی نَاسٌ عَن ذَلِکَ فَأَتَیتُ ابنَ عَبَّاسٍ فَسَأَلتُهُ عَن ذلِکَ فَأَمَرَنِی بِهَا قَالَ ثُمَّ انطَلَقتُ اِلَی البَیتِ فَنِمتُ فَأَتَانِی آتٍ فِی مَنَامِی فَقَالَ عُمرَۃٌ مُتَقَبَّلَةٌ وَحَجٌّ مَبرُورٌ قَالَ فَأَتَیتُ ابنَ عَبَّاسٍ فَأَخبَرتُهُ بِالَّذِی رَأَیتُ فَقَالَ اللّٰهُ اَکبَرُ اللّٰهُ اَکبَرُ سُنَّةُ اَبِی القَاسِمِ ﷺ (1)

حضرت ابوجمرہ ضبعی فرماتے ہیں کہ میں نے تمتع کیا تو لوگوں نے مجھے اس سے منع کیا۔ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی خدمت میں آیا اور ان سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے مجھے تمتع کرنے کا حکم دیا۔ حضرت ابوجمرہ کہتے ہیں کہ پھر میں بیت اللہ کی طرف گیا اور سو گیا۔ تو کوئی آنے والا میرے خواب میں آیا اور اس نے کہا کہ عمرہ قبول کر لیا گیا اور حج مبرور ہے۔ حضرت ابوجمرہ کہتے ہیں کہ پھر میں حضرت ابن عباسؓ کے پاس آیا اور اس خواب کے بارے میں انہیں خبر دی کہ میں نے دیکھا ہے۔ تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا اللہ اکبر اللہ اکبر ! حضرت ابوالقاسم نبی ﷺ کی یہی سنت بھی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ حج تمتع کی عام اجازت دیتے تھے۔ اور اگر کوئی کہتا کہ دوسرے چند صحابہ کرامؓ اس سے منع کرتے ہیں تو آپؓ ان کے اس منع کرنے سے نبی ﷺ کی سنت کو نہیں روکتے تھے۔

طواف وداع حائضہ پر لازمی ہے یا نہیں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا فتوی:

اگر حائضہ عورت نے طواف وداع نہیں کیا تھا اور اب وہ حائض ہو گئی ہے تو کیا اب وہ طواف کے لیے وہاں رکی رہے یا یہ طواف اس سے موقوف ہو جائے گا؟ تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ ایسی عورت کو چلے جانے کی اجازت دیتے تھے۔

عَن طَاوُسٍ قَالَ کُنتُ مَعَ ابنِ عَبَّاسٍ اِذقَالَ زَیدُ بنُ ثَابِتٍ تُفتِی اَن تَصدُرَ الحَائِضُ قَبلَ اَن یَکُونَ آخِرُ عَهدِهَا بِالبَیتِ فَقَالَ لَهُ ابنُ عباسٍ اِمَّا لا فَسَل فُلَانَةَ الاَنصَارِیَةَ هَل اَمَرَهَا بِذَلِکَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ فَرَجَعَ زَیدُ بنُ ثَابِتٍ اِلَی ابنِ عَبَّاسٍ یَضحَکُ وَهُوَ یَقُولُ مَا اَرَاکَ اِلَّا قَد صَدَقتَ (2)

حضرت طاؤس کہتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت زید بن ثابتؓ نے ان سے پوچھا کیا آپ یہ فتوی دیتے ہیں کہ حائضہ عورت طواف وداع سے پہلے مکہ سے جا سکتی ہے؟ تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا اگر آپ کو میرے اس فتوی پر یقین نہیں تو فلاں انصاری عورت سے پوچھ لو کہ نبی ﷺ نے انہیں یہ حکم دیا تھا یا نہیں؟ حضرت زید بن ثابتؓ حضرت ابن عباسؓ کے پاس ہنستے ہوئے واپس آئے اور کہا آپ ہمیشہ سچ فرماتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ حدیث مبارکہ کی وجہ سے حائضہ کو طواف وداع سے پہلے ہی مکہ سے چلے جانے کی اجازت عطا کرتے تھے۔ آپؓ کے ہاں طواف وداع حائضہ پر لازمی نہیں ہے۔

1. القشیری: ابوالحسن مسلم بن حجاج بن مسلم (م: 261ھ) الصحیح (کتاب الحج، باب: جواز العمرۃ فی اشھر الحج) 1:407

2. ایضا حوالہ بالا (باب: وجوب طواف الوداع) 1:427

جہاد کے متعلق حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے بیان کردہ مسائل

اہل کتاب کا مسلمانوں کے ملک اور خاص کر جزیرۃ العرب میں رہنا کیسا ہے؟اسی طرح اگر کوئی اہل کتاب میں اسلام قبول کرنے کے بعد پکا مرتد ہو جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ حضرت عبداللہ بن عباسؓ ان کا مسلمانوں کے ملک میں رہنے کو روا نہیں سمجھتے تھے۔اوران میں سے مرتد کو بھی واجب القتل ہی قرار دیتے تھے۔

عَن طَاوُسٍ عَن ابنِ عباسٍ يَقُولُ لَا يُشارِكُكُم اليَهُودُ وَالنَّصَارَى فِي اَمصَارِكُم اِلَّا اَن يُسلِمُوا فَمَن ارتَدَّ مِنهُم فَأَبَى فَلَا يُقبَلُ مِنهُ دُونَ دَمه (1)

حضرت طاؤس کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہودی اور عیسائی آپ کے شہر میں نہ رہیں۔ہاں مسلمان ہوکر رہ سکتے ہیں۔اور جو کوئی مرتد ہو جائے اور انکار کرلے تو اس سے اور کوئی بات قبول نہیں کی جائے گی سوائے اس کے خون (قتل) کے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اہل کتاب کو مسلمانوں کے شہروں میں بسنے سے منع کرتے تھے،اور دوسری بات کے مرتد کی سزا صرف اور صرف قتل ہی ہے۔اور کوئی معافی یا فدیہ والی بات نہیں ہوگی۔

نکاح وطلاق کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے بیان کردہ مسائل:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نکاح کی ترغیب دیا کرتے تھے۔اوراپنے تعلق داروں سے اس کے متعلق پوچھ گچھ کیا کرتے تھے۔اگر کسی کا نکاح نہ ہوا ہوتو اس کو کہتے تھے کہ نکاح ضرور کرو۔

عَن سَعِيدٍ بنِ جُبَيرٍقَالَ قَالَ لِي بنُ عباسٍ يَا سَعِيدُ تَزَوّج فَأَنَّ خَيرَ هَذَا الأُمّة اَكثَرهُم نِسَاءَ (2)

حضرت سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا اے سعید! شادی کرو کیوں کہ اس امت میں سب سے اچھا وہ ہے جس کے پاس زیادہ عورتیں ہوں۔

شریعت نے جو چار نکاح کی اجازت دی ہے۔تو اس حد میں جس مرد کے پاس چار تک جتنی بیویاں ہوں گی وہ اسی درجہ میں بہتر ہوگا۔لہذا بے نکاح والے نکاح کریں۔اور جن کے ایک یا دو نکاح ہو چکے ہیں وہ بھی اس روایت کے مطابق مزید فضیلت حاصل کرنے کے لیے مزید نکاح کریں۔

نکاح میں ولی کی اجازت کی شرط:

ولی کی اجازت کے بغیر نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس بارے میں فتوی دیتے تھے کہ ولی کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں ہوسکتا۔اور اگر کوئی کرتا ہے تو وہ درست نہیں۔

1. عبدالرزاق: ابوبکر بن ہمام (م:211ھ) مصنف عبدالرزاق 58:6
2. نیشاپوری: ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم (م:279ھ) المستدرک علی الصحیحین 173:2

عَن ابنِ عَباسٍ عَن النَّبیِّ ﷺ لَا نِکَاحَ اِلَّا بِوَلِیٍّ وَھٰکَذَا اَفتی بِهِ ابنُ عباسٍ بَعدَ النبیِّ ﷺ فَقَالَ لَا نِکَاحَ اِلَّا بِوَلِیٍّ (1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ ولی کہ بغیر نکاح درست نہیں۔ نبی ﷺ کے بعد حضرت عبداللہ بن عباسؓ بھی یہی فتوی دیا کرتے تھے۔ کہ ولی کے بغیر نکاح درست نہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ ولی کے بغیر نکاح کو درست نہیں سمجھتے تھے۔ اور اسی بات کا فتوی بھی دیتے تھے کہ ولی کے بغیر نکاح کرنا درست نہیں ہے۔

متعہ کے عدم جواز کا حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا فتوی:

متعہ کی اجازت اب بھی ہے یا نہیں؟ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس حوالے سے پہلے پہل فرماتے تھے کہ حالت اضطرار میں جس طرح مردار کی اجازت ہے متعہ کی بھی اجازت ہے۔ مگر پھر اس بارے میں ان کا آخری قول عدم جواز کا ہے۔

وَاِنَّمَا رُوِیَ عَن ابنِ عباسٍ شَیءٌ مِن الرُّخصَةِ فِی المُتعَةِ ثُمَّ رَجَعَ عَن قَولِهِ حَیثُ اُخبِرَ عَن النَّبیِّ ﷺ (2)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے کسی قدر متعہ کی اجازت بھی روایت کی گئی ہے۔ پھر آپؓ نے اس سے رجوع کر دیا تھا۔ جب آپؓ کو نبی ﷺ کے بارے میں اس کی خبر دی گئی۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا متعہ کے بارے میں آخری رائے عدم جواز کی ہے۔

اور اسی عدم جواز کی حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے مزید وضاحت قرآن پاک کی ایک آیت کریمہ سے بھی فرمائی ہے۔ جس میں آپؓ نے فرمایا ہے کہ صرف نکاح اور ملک یمین ہی سے خواہش پوری کی جاسکتی ہے۔

عن ابنِ عباسٍ قَالَ اِنَّمَا کَانَت المُتعَةُ فِی اَوَّلِ الاِسلَامِ کَانَ الرَّجُلُ یَقدمُ البَلَدَةَ لَیس لهُ بِهَا مَعرِفَةٌ فَیتَزَوَّجُ المَرأَةَ بِقَدرِ مَا یَرَی اَنَّهُ یُقِیمُ فَتَحفَظُ لَهُ مَتَاعَهُ وَتُصلِحُ لَهُ شَیئَهُ حَتی اِذَا نَزَلَت الآیَةُ اِلَّا عَلَی اَزوَاجِهِم اَو مَا مَلَکَت اَیمَانُهُم قَالَ ابنُ عباسٍ فَکُلُّ فَرجٍ سِوَی ھٰذَینِ فَھُوَ حَرَامٌ (3)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ متعہ ابتدائے اسلام میں تھا۔ آدمی جب کسی شہر میں جاتا جہاں اس کی جان پہچان نہ ہوتی تو وہ اپنے قیام کی مدت تک کے لیے کسی عورت سے شادی کر لیتا۔ وہ اس کے سامان کی حفاظت کرتی اس کی چیزیں درست کر کے رکھتی۔ یہاں تک کہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی

اِلَّا عَلَی اَزوَاجِهِم اَو مَا مَلَکَت اَیمَانُهُم (4)

1. ترمذی: ابوعیسی محمد بن عیسی (م: 279ھ) جامع الترمذی (کتاب النکاح، باب ماجاء فی استیمار البکر) 210:1

2. ایضا حوالہ بالا (باب: ماجاء فی نکاح المتعۃ) 213:1

3. ایضا حوالہ بالا 213:1

4. سورۃ المؤمنون: 6

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ صرف یہ ہی دو جائز ہیں اس کے علاوہ باقی سب حرام ہیں۔

اس روایت سے اس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ متعہ کے حرام ہونے کا فتوی دیتے تھے۔

شوہر کی وفات پر بیوی کے مہر کا حکم:

اگر کوئی شخص نکاح کرتا ہے اور مہر مقرر نہیں کرتا اور دخول سے پہلے ہی مر جاتا ہے تو بیوی کو مہر ملے گا یا نہیں؟ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے تھے کہ اس کو مہر نہیں ملے گا۔ جبکہ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے تھے کہ مہر ملے گا۔

قَالَ بَعضُ اهلِ العِلمِ مِن اَصحَابِ النَّبِیِّ ﷺ مِنهُم عَلِیُّ بنُ ابِی طَالِبٍ وَزَیدُ بنُ ثَابِتٍ وَابنُ عباسٍ وَابنُ عُمَرَ اِذَا تَزَوَّجَ الرَّجُلُ المَرأَۃَ وَلَم یَدخُل بِهَا وَلَم یَفرِض لَهَا صَدَاقًا حَتّٰی مَاتَ قَالُوا لَهَا المِیرَاثُ وَلَا صَدَاقَ لَهَا وَعَلَیهَا العِدَّةُ (1)

صحابہ کرامؓ میں سے بعض اہل علم صحابہؓ جن میں حضرت علیؓ، حضرت زیدؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت ابن عمرؓ بھی شامل ہیں کہتے ہیں کہ جب کوئی آدمی کسی عورت سے شادی کر لے اور اس نے اس سے ابھی دخول نہ کیا ہو۔ اور نہ ہی اس کا مہر مقرر کیا ہو اور وہ مر جائے تو یہ حضرات کہتے اس عورت کو میراث میں حق ملے گا۔ لیکن مہر کوئی نہیں ہوگا۔ اور اس کو عدت بھی گزارنی ہوگی۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس مسئلہ میں مہر کے لازم ہونے کا اقرار نہیں کرتے بلکہ فرماتے ہیں کہ اس عورت کو مہر نہیں ملے گا۔ صرف وراثت میں شریک ہوگی۔

نکاح سے پہلے طلاق دینے کے حکم کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا مؤقف:

نکاح سے پہلے طلاق ہو سکتی ہے یا نہیں؟ تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ اور اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو وہ لغو کام کرتا ہے۔

عَن ابنِ جرَیجٍ قالَ بَلغَ ابن عباسٍ اَنَّ ابنَ مسعودٍ یقولُ اِن طَلَّقَ مَالَم ینکح فَهُوَ جَائِز فقالَ ابنُ عباسٍ اخطَأَ فِی هَذا انَّ اللہَ عَزَّوَجل یقولُ اِذا نَکَحتُمُ الْمُؤْمِنَات ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِن قَبلِ اَن تَمَسُّوْهُنَّ ولَم یقُل اِذا طلقتُم المؤمِنَات ثُم نَکَحتُمُوهُن (2)

حضرت ابن جریج کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو حضرت ابن مسعودؓ کی یہ بات پہنچی کہ وہ کہتے ہیں کہ اگر نکاح سے پہلے کوئی طلاق دے تو یہ درست ہے۔ تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ حضرت ابن مسعودؓ کو اس مسئلہ میں خطا ہوئی ہے، اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ جب تم مومن عورتوں سے نکاح کر لو اور پھر ان کو اگر طلاق دو ہاتھ لگانے سے پہلے۔ اور اللہ تعالی نے یہ تو نہیں فرمایا کہ جب تم مومن عورتوں کو طلاق دے دو پھر نکاح کرو۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے نزدیک طلاق کا وقوع تب ہی ہوگا جب پہلے نکاح موجود ہو۔ اگر نکاح ہی موجود نہیں تو ایسی طلاق کا بھی کوئی اعتبار نہیں۔ کیوں کہ طلاق کے وقوع کے لیے محل ہی موجود نہیں تو طلاق بھی درست نہیں ہوگی۔

1. ترمذی: ابوعیسی محمد بن عیسی (م:279ھ) جامع الترمذی (کتاب النکاح، باب: ماجاء فی الرجل یتزوج) 217:1

2. عبدالرزاق: ابوبکر بن ہمام (م:211ھ) مصنف عبدالرزاق 420:6

نشہ کی حالت کی طلاق اور زبردستی دلوائی جانے والی طلاق کا حکم:

اگر کوئی نشہ کی حالت میں طلاق دے دیتا ہے۔ یا کسی شوہر کو مجبور کر کے اس سے زبردستی طلاق دلوائی جائے تو کیا یہ طلاق ہو جائے گی۔ یا نہیں؟ تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس بارے میں کہتے تھے کہ یہ طلاق نہیں ہوگی۔

قَالَ ابنُ عباسٍ طَلَاقُ السَّكرَانِ وَالمُستَكرَهِ لَيسَ بِجَائِزٍ (1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے تھے کہ نشہ والے کی طلاق اور جس کو مجبور کیا گیا ہو اس کی طلاق درست نہیں ہوتی۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے ہاں ایسی حالت میں دی جانے والی طلاق نافذ نہیں ہوگی۔ اور وہ حسب سابق میاں بیوی کے رشتہ سے قائم رہیں گے۔

نکاح کے انعقاد کے لیے کم از کم افراد کی تعداد:

کسی بھی نکاح کے انعقاد کے لیے کم سے کم کتنے افراد کی موجودگی لازمی ہے؟ کہ اگر یہ تعداد پوری نہ ہو تو نکاح نہیں ہو سکے گا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے ہاں کم از کم چار افراد کا ہونا لازمی ہے۔

عَن الحَكمِ عَن ابنِ عباسٍ لَا يَكُونُ فِى النكَاحِ اَقَلَّ مِن اَربَعَةٍ خَاطِبٌ وَشَاهِدَانِ وَالَّذِى يُنكِحُ

(2)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نکاح میں چار افراد سے کم نہیں ہو سکتے۔ ایک نکاح کرنے والا (دولہا) اور دو گواہ اور جو شخص نکاح کروائے گا (دلہن کا وکیل)۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نکاح میں کم از کم یہ چار افراد ہونے ضروری ہیں۔ اس سے اگر تعداد کم ہوگی تو نکاح منعقد نہیں ہوگا۔

عزل کے حکم کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا موقف:

شوہر اپنی بیوی سے عزل کر سکتا ہے یا نہیں؟ اور اس عزل کرنے میں کوئی حرج ہے یا نہیں؟ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس معاملہ میں اجازت دیتے تھے۔ اور کوئی کراہت نہیں سمجھتے تھے۔

عَن عطَاء ابو عبدِاللہِ سَأَلَ ابنَ عباسٍ عَن العَزلِ فَقَالَ لَا بَأسَ (3)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے عزل کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپؓ نے فرمایا کہ کوئی حرج نہیں ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ عزل (یعنی شوہر کی منی بیوی تک نہ پہنچانا تا کہ وہ حاملہ نہ ہو) کو ممنوع نہیں سمجھتے تھے۔ بلکہ اس کے کرنے پر کوئی کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ بالفاظ دیگر آپؓ اس کی اجازت دیتے تھے۔

1. بخاری: محمد بن اسماعیل (م:256ھ) الصحیح البخاری (کتاب الطلاق، باب: الطلاق فی الاغلاق والکرہ) 793:2
2. بخاری: محمد بن اسماعیل (م:256ھ) التاریخ الکبیر 343:2
3. ایضا حوالہ بالا 471:6

عدت کہاں گزاری جائے گی؟ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا مؤقف:

عورت عدت کہاں گزارے گی؟ شوہر کے گھر یا کسی اور گھر میں بھی گزار سکتی ہے؟ تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس معاملہ میں شوہر کے گھر کی تخصیص کے قائل نہیں ہیں۔ بلکہ جہاں عورت کی چاہت ہو وہاں گزار سکتی ہے۔

عَن عَطَاءٍ عَن ابنِ عباسٍ قَالَ اِنَّمَا قَالَ اللّٰہُ تعتَد اَربَعَۃَ اَشھُرٍ وَعَشرًا وَلَم یَقُل تَعتَدُّ فِی بَیتِھَا تَعدُ حَیث شَاءَ ت (1)

حضرت عطاء حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے نقل فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے کہ عورتیں چار ماہ دس دن عدت گزاریں اور یہ بات نہیں کہی کہ وہ اپنے گھر میں عدت گزارے گی۔ وہ عدت گزارے جہاں وہ چاہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ عدت کے معاملہ میں عورت کو مکمل اختیار دیتے تھے کہ وہ جہاں چاہے عدت گزارے جہاں اسے آسانی ہو کیوں کہ قرآن کریم میں عدت کے مسئلہ میں گھر کی تخصیص نہیں فرمائی۔ لہذا اس کو عام ہی چھوڑا جائے گا۔

مطلقہ بیوی کی عدت کے دوران اس کی بہن سے نکاح کا حکم:

اگر کوئی شخص بیوی کو طلاق دے دیتا ہے۔ تو جب وہ عدت گزار رہی ہوتی ہے تو کیا اسی بیوی کی بہن سے وہ شوہر شادی کر سکتا ہے یا نہیں؟ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس مسئلہ میں نکاح کی اجازت عدت کے مکمل ہونے سے پہلے نہیں دیتے تھے۔

عَن عَمرِو بنِ شُعَیبٍ قَالَ طَلَّقَ رَجُلُ اِمرَأَۃَ ثُمَّ تزَوَّجَ اختَھا قَالَ ابنُ عباسٍ لِمَروَانَ فَرِّقُ بَینَہُ وَبَینَھَا حَتّٰی تَنقَضِیَ عِدَّۃَ الَّتِی طلّقَ (2)

حضرت عمرو بن شعیب کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے بیوی کو طلاق دی پھر اس بیوی کی بہن سے شادی کر لی۔ تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے مروان سے کہا ان کے درمیان جدائی کروا دو جب تک کہ طلاق والی کی عدت مکمل نہ ہو جائے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے جس طرح دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا منع ہے اسی طرح اگر ایک بہن کو طلاق دیکر اس کی عدت مکمل ہونے سے پہلے اس کی بہن سے نکاح کرنا بھی درست نہیں کیوں کہ عدت والی جب تک عدت میں ہے گویا یہ اسی شوہر کے ساتھ ہے۔ اور جب عدت گزر جائے گی تو وہ اس شوہر سے مکمل طور پر آزاد ہو جائے گی۔

لعان والی عورت کی عدت کا حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے ہاں حکم:

لعان والی عورت کی عدت کیا ہوگی؟ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس بارے میں عام حاملہ کی عدت کے مطابق ہی فیصلہ کرتے تھے۔ یعنی جو عام حاملہ کی عدت ہے وہ ہی اس کی بھی عدت ہوگی۔

عَن عِکرَمَۃَ عَن ابنِ عباسٍ عِدَۃُ المُلَاعِنَۃِ عِدَۃُ الحَامِلِ حَتّٰی تَضَعَ (3)

1. عبدالرزاق: ابوبکر بن ہمام (م: 211ھ) مصنف عبدالرزاق 29:7

2. العبسی: ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ (م: 235ھ) مصنف ابن ابی شیبہ 245:4

3. بخاری: محمد بن اسماعیل (م: 256ھ) التاریخ الکبیر 366:3

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ لعان والی عورت کی عدت حاملہ کی عدت ہی ہوگی ۔ یہاں تک کہ بچہ کی پیدائش ہو جائے ۔
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ عدت کے معاملہ میں لعان والی عورت اور حاملہ کے درمیان فرق نہیں کرتے تھے ۔ بلکہ دونوں کی عدت بچہ کی پیدائش تک ہے ۔

بیوی کو اختیار دینا طلاق شمار ہوگا یا نہیں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا موقف:

اگر کوئی شوہر اپنی بیوی کو اختیار دے کہ اگر وہ چاہے تو شوہر کے ساتھ رہے یا علیحدہ ہو جائے ۔ تو عورت اپنے شوہر ہی کے پاس رہنے کو پسند کرلے اور علیحدگی کی بات کو رد کردے تو کیا یہ اختیار طلاق شمار ہوگا یا نہیں ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس معاملہ میں اس کو طلاق شمار نہیں کرتے تھے ۔

عَن عِكرَمَةَ يُحَدِّثُ اَنَّ ابا الدَّردَاءِ اُتِيَ بِالشامِ فِي رَجلٍ خُيِّرَ امرَاَتُهُ فَاختَارَت زَوجَهَا قَالَ لَيسَ بِشَيءٍ قَالَ وَكَانَ ابنُ عباسٍ يُفتِي بِذَلِكَ وَقَضَى بِهِ ابَانُ بنُ عُثمَانَ بِالمَدِينَةِ (1)

حضرت عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوالدرداءؓ کے پاس شام میں ایک مسئلہ آیا کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو اختیار دیا تو اس نے اپنے شوہر ہی کو اختیار (پسند) کرلیا ۔ تو آپؓ نے فرمایا کہ کوئی بات نہیں ۔ اور فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ بھی اسی بات کا فتوی دیتے تھے ۔ اور حضرت ابان بن عثمانؓ اسی کے مطابق مدینہ میں فیصلہ کیا کرتے تھے ۔
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس اختیار کو عورت کے حق میں طلاق شمار نہیں کیا جائے گا ۔ اور مرد کے پاس بھی طلاق کا مکمل حق باقی رہے گا کچھ کمی نہیں ہوگی ۔ کیوں کہ عورت نے شوہر ہی کے پاس رہنے کو ترجیح دے دی ہے ۔

رضاعت کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے بیان کردہ مسائل:

رضاعت کے ثبوت کے لیے ایک عورت کی گواہی کا حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے ہاں حکم:

رضاعت کے ثبوت کے لیے گواہی میں کتنے افراد لازمی ہیں؟ اور اگر ایک ہی عورت گواہ ہو تو کیا اس سے قسم لی جائے گی یا نہیں؟ تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک عورت کی گواہی بھی اس میں قبول کی جائے گی ۔ لیکن قسم ساتھ لی جائے گی ۔

قَالَ ابنُ عباسٍ تَجُوزُ شَهَادَةُ امرَأَةٍ وَاحِدَةٍفِي الرِّضَاعِ وَيُؤخَذُ يَمِينُهَا وَبِهِ يَقُولُ اَحمَدُ وَاِسحَاقُ (2)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رضاعت کے سلسلہ میں ایک عورت کی گواہی بھی جائز ہے ۔ لیکن اس سے قسم بھی لی جائے گی ۔ اور امام احمد اور اسحاق بن راہویہ اسی کے قائل ہیں ۔
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے ہاں رضاعت میں صرف ایک عورت کی گواہی پر بھی فیصلہ دیا جائے گا ۔ لیکن ایک ہونے کی وجہ سے ساتھ قسم بھی لی جائے گی ۔ تاکہ قسم کی وجہ سے گواہی میں زیادہ تاکید ہو جائے ۔

1. العبسی: ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ (م: 235ھ) مصنف ابن ابی شیبہ 59:5
2. ترمذی: ابوعیسی محمد بن عیسی (م: 279ھ) جامع الترمذی (کتاب الرضاع، باب: ماجاء فی شھادۃ المرءۃ الواحدۃ) 218:1

ایک ہی مرد کی وجہ سے دو عورتوں کے دودھ کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے ہاں حکم:

اسی طرح اگر دو عورتیں جن کا دودھ ایک ہی مرد کی وجہ سے ہے دو مختلف بچے اور بچی کو دودھ پلائیں تو کیا ان دونوں کا آپس میں نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟ تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے تھے کہ ان کا آپس میں نکاح نہیں ہو سکتا۔

عَن ابنِ عباسٍ اَنَّهُ سُئِلَ عَن رَجُلٍ لَهُ جَارِيَتَانِ اَرضَعَت أَحدَاهُمَا جَارِيَةَ وَالُاخرَى غُلَامَا اَيَحِلُّ لِلغُلَامِ اَن يَتَزَوَّجَ بِالجَارِيَةِفَقَالَ لَا اللَّقَاحُ وَاحِدٌ

(1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ ان سے ایک ایسے شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس کے پاس دو لونڈیاں ہوں ان میں سے ایک نے ایک لڑکی کو دودھ پلایا ہے۔ اور دوسری نے ایک لڑکے کو۔ تو کیا اس لڑکے کے لیے جائز ہے کہ وہ اس لڑکی سے شادی کرے؟ تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ نہیں! یہ جائز نہیں ہے۔ کیوں کہ لقاح ایک ہی ہے۔

کیونکہ دونوں عورتوں کا دودھ ایک ہی شخص کی وجہ سے ہے لہذا اس وجہ سے ایسے رضاعی بچوں کو آپس میں نکاح نہیں ہو سکے گا کیوں کہ وہ مثل حقیقی بہن بھائیوں کے ہیں۔ لہذا حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس کے عدم جواز کا فتوی دیتے تھے۔

علم الفرائض کے متعلق حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے بیان کردہ مسائل:

اگر دو انسان مر جائیں اور یہ معلوم نہ ہو کہ پہلے کون مرا ہے؟ ان کی آپس میں وراثت کیسے تقسیم ہو گی؟ تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اس مسئلہ کی وضاحت بیان کی ہے۔

عَن ابنِ عباسٍ اَنَّهُ كَانَ لَا يُورِثُ المَيّت مِن المَيَّتِ اِذَا لَم يُعرَفُ اَيُّهما مَاتَ قَبلَ صَاحِبِهِ (2)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ آپؓ مردہ کو مردہ کی وراثت نہیں دلواتے تھے۔ جب یہ معلوم نہیں کہ ان میں سے پہلے کون مرا ہے؟

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں جب دو میتوں میں سے یہ معلوم نہ ہو کہ پہلے کون مرا ہے؟ تو ان کے درمیان وراثت تقسیم نہیں ہو گی۔ ہاں اگر یہ معلوم ہو جائے کہ پہلے یہ مرا ہے اور بعد میں یہ مرا ہے تو پھر پہلے مرنے والے کی وراثت میں سے دوسرے کا جو حصہ بنتا ہے اس کے نام منتقل کر کے پھر آگے اس کے وارثوں میں تقسیم کیا جائے گا۔

کھانے پینے کے احکام کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے بیان کردہ مسائل:

نماز اور کھانا جب اکٹھا سامنے آجائے تو کون سا کام پہلے کیا جائے گا؟ اس کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ پہلے کھانے کا حکم دیتے تھے۔

1. ترمذی: ابوعیسی محمد بن عیسی (م:279ھ) جامع الترمذی (کتاب الرضاع، باب: ماجاء فی لبن الفحل) 218:1

2. نیشاپوری: ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم (م:279ھ) المستدرک علی الصحیحین 384:4

عَن مِقسَمٍ مولی بنِ عباسٍ قَالَ کُنَّا مَعَ بنِ عباسٍ فِی بَیتِہٖ فَقُرِبَ لَنَا طَعَامًا وَنُودِیَ بِا الصَّلوٰۃِ فَقَالَ اِذَا حَضَرَ ھٰذَا فَابدَؤا بِہٖ (1)

حضرت مقسم جو حضرت ابن عباسؓ کے غلام ہیں کہتے ہیں کہ ہم حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے ساتھ ان کے گھر میں تھے۔ تو ہمارے لیے کھانا آیا اور اسی وقت اذان بھی ہوگئی۔ تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا جب کھانا حاضر ہو جائے تو اسی سے ابتداء کرنی چاہیے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کھانا حاضر ہو جانے پر اگر اذان ہونے لگے تو کھانے سے ابتداء کرواتے تھے۔ اگر نماز قضاء ہونے کا خدشہ نہ ہو۔ کیوں کہ کھانا کھا کر مکمل خشوع وخضوع کے ساتھ نماز ادا ہو جائے گی۔ ورنہ کھانے کی طرف نماز میں خیال آسکتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ خالص کچی کھجوروں کو کھانا پسند نہیں کرتے تھے۔ بلکہ اگر ان کے ساتھ پکی ہوئی دوسری کھجوریں ہوں تو تب پھر اجازت دے دیتے تھے۔

عَن عِکرِمَۃَ عن ابنِ عباسٍ کانَ یَکرہُ البُسرَ وَحدَہٗ وَیَقُولُ نَھَی رسولُ اللہِ ﷺ وَفدَ عَبدِ القَیسِ عَنِ المُزَّاءِ فَأَرھَبُ اَن تَکُونَ البُسرَ (2)

حضرت عکرمہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ صرف کچی کھجوریں کھانا اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ نبی ﷺ نے بنو القیس کے وفد کو مزاء سے منع کیا ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں اس سے مراد کچی کھجور ہی نہ ہو۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کچی کھجوریں علیحدہ کھانے کو درست نہیں سمجھتے تھے۔ کہ ممکن ہے نبی ﷺ نے اسی سے منع کیا ہو کہ ان میں بھی ترشی کی وجہ سے کچھ نشہ ہو۔

خرید وفروخت کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے بیان کردہ مسائل:

خرید وفروخت میں جس غلہ کو فروخت کیا جارہا ہو بیع تب ہی مکمل ہوگی جب اس پر قبضہ کر لیا جائے گا۔ اور قبضہ کرنے سے پہلے ہی اس کو آگے دوسرے بندہ پر فروخت کر دینا درست نہیں۔ جب کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ یہ شرط صرف غلہ ہی کے ساتھ نہیں کرتے تھے بلکہ آپؓ کے ہاں تمام فروخت کرنے والی اشیاء پر پہلے قبضہ ہونا لازمی ہے۔

عَن طَاؤُسٍ قَالَ سَمِعتُ ابنَ عباسٍ قَالَ اَمَّا نَھَی عَنہُ رَسولُ اللہِ ﷺ اَن یُبَاعَ حَتّٰی یُقبَضَ فَاالطعَامُ وَقَالَ ابنُ عباسٍ بِرَأیِہٖ وَلَا اَحسَبُ کُلَّ شَیءٍ اِلَّا مِثلَہٗ

(3)

1. عبدالرزاق: ابوبکر بن ہمام (م: 211ھ) مصنف عبدالرزاق 169:1

2. احمد: ابوعبداللہ بن حنبل (م: 241ھ) المسند 310:1

3. ایضا حوالہ بالا 221:1

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے جس غلہ کو بیچنے سے منع فرمایا ہے وہ قبضہ سے قبل ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ اس کا تعلق ہر چیز کے ساتھ ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کسی بھی چیز کی مزید فروخت اس وقت تک درست نہیں جانتے تھے جب تک اس پر قبضہ نہ ہو جائے۔ جب قبضہ ہو جائے تو پھر آگے بیچنا درست ہو جائے گا۔ اس شرط کے لگانے کا ایک فائدہ تو یہ ہے کہ بعد میں پیش آنے والی مشکلات اس سے رفع ہو جائیں گی۔ مثلاً اگر کوئی چیز عیب دار ہے تو قبضہ کے ساتھ ہی اس کے اس عیب کی وضاحت ہو سکے گی۔ اور اگلی بیع میں اس عیب کا تذکرہ کر کے خصومت سے بچنا ممکن ہوگا۔

بیع صرف کا حکم:

بیع صرف کی آپ پہلے اجازت دیا کرتے تھے جب دونوں اشیاء نقد ہوں۔ مگر بعد میں آپؓ نے دیگر صحابہ کرامؓ کی طرح اگر کمی زیادتی ہو بیع صرف میں تو درست نہیں۔ اسی کو اختیار کر لیا تھا اور پہلے قول سے رجوع کر لیا تھا۔

عَن عَبدِاللهِ بنِ مُلیکۃَ العجَلِی قَالَ سمِعتُ ابنَ عباسٍ قَبلَ مَوتِهِ بِثَلَاثٍ یَقُولُ اَللّٰھمَّ اِنِّی اَتُوبُ اِلَیكَ مِمَّا کُنتُ اَفتی النَّاسَ فِی الصَّرفِ (1)

حضرت عبداللہ بن ملیکہ عجلی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے ان کی وفات کے تین دن پہلے سنا ہے کہ وہ فرما رہے تھے کہ اے اللہ تعالیٰ میں جو بیع صرف کے بارے میں لوگوں کو فتوی دیا کرتا تھا اس سے رجوع کرتا ہوں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ نے بیع صرف کی مطلق اجازت سے رجوع کر لیا تھا۔ اور صرف مشروط بیع کی دیگر حضرات کی طرح اجازت دینے لگے تھے آخری ایام میں۔

بیع سلم کے دوران ہدیہ قبول کرنے کی ممانعت:

بیع سلم اگر کسی سے کر دی جائے جس میں خریدی گئی چیز بعد میں سپرد کی جاتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیع سلم کے دوران بائع سے کوئی ہدیہ یا کوئی اور احسان قبول کرنے سے منع کیا کرتے تھے۔

عَن ابنِ عباسٍ قَالَ اِذَا اَسلفتَ رَجُلَا سَلفَا فَلَا تقبلُ مِنهُ ھَدیَۃَ کرَاعٍ وَلَا عَاریَۃَ رکُوبِ دَابَۃٍ (2)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب آپ کسی سے بیع سلم کریں تو اس سے بکری کے کھر کا بھی تحفہ قبول نہ کرو۔ اور نہ ہی جانور کی سواری عاریت کے طور پر لو۔

اس سے معلوم ہوتا کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیع سلم میں یہ کم سے کم قیمت تحفہ کو بھی سود میں شمار کیا کرتے تھے۔ کہ یہ اس بیع کا اضافی فائدہ ہوگا جو کہ درست نہیں۔ لہذا آپؓ نے اس تحفہ وغیرہ قبول کرنے سے منع فرما دیا۔

1. نیشاپوری: ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم (م:279ھ) المستدرک علی الصحیحین 624:3
2. عبدالرزاق: ابوبکر بن ہمام (م:211ھ) مصنف عبدالرزاق 143:8

درخت پر لگے پھل کی بیع کب درست ہوگی؟

درخت پر لگے پھل کی بیع کب درست ہوگی؟ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے ہاں جب تک اس کے اندر ذائقہ نہ پیدا ہو جائے اس وقت تک اس کی خرید و فروخت مناسب نہیں ہے۔

عَن شرَحبیلِ بنِ مدرکٍ عَن اَبِیهِ سَألتُ ابنَ عباسٍ مَتی یَحِلُّ ثَمَنُ النَّخلِ قَالَ حِینَ تَصرَحُ قُلتُ مَالتَّصرِیحُ قَالَ حِینَ یَتَبَیَّنَ مِنهُ الحُلوُّ وَالمُرُّ

(1)

حضرت شرحبیل بن مدرک کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے سوال کیا کہ کھجوروں کی قیمت کب حلال ہوتی ہے؟ تو آپؓ نے فرمایا کہ جب وہ تیار ہو جائے۔ میں نے کہا یہ تصریح (تیار ہونا) کیا ہے؟ تو آپؓ نے فرمایا کہ جب اس کی مٹھاس کڑواہٹ واضح ہو جائے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ پھلوں کے پک جانے پر ہی خرید و فروخت کی اجازت دیتے تھے۔ کیونکہ بیع ہو جانے کے بعد اس پھل کا درختوں پر رہنے کا کوئی حق نہیں ہوتا۔ اور اگر یہ شرط لگا دی جائے تو بھی اضافی شرط ہوگی۔ لہذا پکنے سے پہلے بیع ہی نہیں کرنی چاہیے۔

عاریت کی ضمان کا حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے ہاں حکم:

اگر کسی نے کوئی چیز بطور عاریت لی اور پھر وہ ضائع ہوگئی تو کیا وہ شخص اس کی ضمان بدلہ دے گا یا نہیں؟ حضرت عبداللہ بن عباسؓ عاریت کی ضمان کے قائل نہیں تھے۔ لیکن اگر مالک اس ضمان کا مطالبہ کرے تو پھر ضمان دینے کا کہتے تھے۔

عَن ابنِ اَبِی مُلَیکَةَ قَالَ کَتَبَ اِلَیَّ ابنُ عباسٍ اَن ضَمِّن العَارِیَةَ اِن شَاءَ صَاحِبُهَا

(2)

حضرت ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے میری طرف یہ مسئلہ لکھ کر بھیجا کہ اگر عاریت کی چیز کا مالک ضمان کا مطالبہ کرے تو ضمان دی جائے۔

عاریت کیوں کہ امانت ہوتی ہے اور امانت کی ہلاکت پر امین پر کوئی ضمان نہیں ہوتی۔ لیکن جب مالک مطالبہ کرے تو پھر حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس کی ضمان لازم کرتے تھے۔ ضمان لازم کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ دوسروں کی اشیاء کے ضیاع کو حتی الوسع روکا جائے۔

نذر اور منت کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے بیان کردہ مسائل:

اگر کوئی آدمی کسی ایسی بات کی نذر مانتا ہے جس کی شریعت اجازت نہیں دیتی؟ تو اب وہ اس کو پورا کرے گا یا نہیں؟ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس بارے میں کہتے تھے کہ اس نذر کا پورا کرنا ضروری نہیں بلکہ اس کو پورا کرنا درست نہیں۔

1. بخاری: محمد بن اسماعیل (م:256ھ) التاریخ الکبیر 252:4
2. العبسی: ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ (م:235ھ) مصنف ابن ابی شیبہ 141:6

عَن ابنِ ابِی حُسَینٍ قَالَ جَاءَ رَجُلُ اِلَی ابنِ عباسٍ فَقَالَ اِنِّی نَذَرتُ لَاتَعرِیَنَّ یومَا حَتَّی الیلِ عَلیٰ حِرآء فَقَالَ ابنُ عباسٍ اِنَّمَا اَرَادَ الشَّیطَانُ اَن یُفضِحَکَ ثُمَّ تَلَا یٰبَنِی اٰدَمَ لَا یَفتِنَنَّکُمُ الشَّیطَانُ الآیَة تَوَضَّأ ثُمَّ البِس ثَوبَکَ وَصَلِّ عَلَی حِرآء یومَا حَتَّی الیلِ (1)

حضرت ابن ابی حسین کہتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ میں نے یہ نذر مانی ہے کہ میں ایک دن پورا برہنہ حراء پر رات تک اسی حالت میں رہوں گا۔ تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ بے شک شیطان نے یہ ارادہ کیا ہے کہ تجھے اس کے ذریعہ رسوا کرے۔ پھر آپؓ نے یہ آیت پڑھی یٰبَنِی اٰدَمَ لَا یَفتِنَنَّکُمُ الشَّیطَانُ (2)

اے اولاد آدمؑ شیطان آپ کو فتنہ میں نہ ڈالے

اور کہا کہ آپ وضو کرو اور کپڑے پہنو اور پھر حراء پر نماز پڑھتے رہو ایک دن پورا رات تک۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ گناہ کی نذر پورا کرنے سے منع کرتے تھے۔ بلکہ اس کو ترک کر کے اس کی جگہ نیک کام کرنے کو کہتے تھے۔ اور اس نذر کو توڑنے سے کوئی چیز کفارہ وغیرہ ادا کرنے کا بھی نہیں کہتے تھے۔ تو اس سے اس کا لغو ہو جانا معلوم ہوتا ہے۔ یعنی ایسی معصیت والی نذر کا کوئی اعتبار ہی نہیں۔

لباس کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے بیان کردہ مسائل:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ لباس کے متعلق بھی جو باتیں بتاتے تھے وہ شریعت ہی سے اخذ ہوتی تھیں۔ اور جس بات کی شریعت نے اجازت دی ہے اس کے استعمال میں تردد نہیں کرتے تھے۔ آپؓ خالص ریشمی کپڑے سے تو منع کرتے تھے۔ مگر جو کپڑا مکمل ریشمی نہ ہو اس کی اجازت دیتے تھے۔

عَن عِکرَمَةَ عَن ابنِ عباسٍ قَالَ اِنَّمَا نَھَی رسولُ اللهِ ﷺ عَن الثَّوبِ المُصمِتِ مِن قَزٍّ قَالَ ابنُ عباسٍ اَمَّا السَّدَی وَالعَلَمُ فَلَا نَرَی بِهِ بَأسَا (3)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے اس کپڑے سے منع کیا ہے جو مکمل طور پر ریشمی ہو۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے مزید کہا کہ جس کپڑے کا تانا یا نقش ونگار ریشم کے ہوں تو ہماری رائے کے مطابق اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس روایت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آپؓ صرف خالص ریشمی کپڑا پہننے سے منع کرتے تھے۔ اور جس میں ریشم کم ہے اس کے استعمال کی اجازت دیتے تھے۔

حدود میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے بیان کردہ مسائل:

مسلمان جو زمین میں فساد کرتے ہیں ان پر قابو پانے سے پہلے اگر وہ توبہ کرلیں تو کیا ان سے حد ساقط ہو جائے گی یا نہیں؟ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس مسئلہ میں فرماتے ہیں کہ ان سے حد ساقط نہیں ہوگی۔

1. عبدالرزاق: ابوبکر بن ہمام (م: 211ھ) مصنف عبدالرزاق 438:8
2. سورۃ الاعراف: 27
3. احمد: ابوعبداللہ بن حنبل (م: 241ھ) المسند 218:1

عَن ابنِ عباسٍ قَالَ اِنَّمَا جَزاءُ الَّذِینَ یُحَارِبُونَ اللّٰہَ وَرَسُولَہُ وَیَسعَونَ فِی الاَرضِ فَسَادًا اَنْ یُقَتَّلُوا اَوْ یُصَلَّبُوا اَوْ تُقَطَّعَ اَیدِیھِم وَاَرجُلُھُم مِنْ خِلَافٍ اَوْ یُنفَوا مِنَ الْاَرضِ اِلَی قَولِہِ غَفُورٌ رَحِیمٌ نَزَلَت ھٰذِہِ الآیَۃُ فِی المُشرِکِینَ فَمَن تَابَ مِنھُم قَبلَ اَن یُقدَرَ عَلَیہِ لَم یَمنَعہُ ذٰلِکَ اَن یُقَامَ فِیہِ الحَدُّ الَّذِی اَصَابَہُ (1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیت

اِنَّمَا جَزاءُ الَّذِینَ یُحَارِبُونَ اللّٰہَ وَرَسُولَہُ وَیَسعَونَ فِی الاَرضِ فَسَادًا اَنْ یُقَتَّلُوا اَوْ یُصَلَّبُوا اَوْ تُقَطَّعَ اَیدِیھِم وَاَرجُلُھُم مِنْ خِلَافٍ اَوْ یُنفَوا مِنَ الْاَرضِ سے غَفُورٌ رَحِیمٌ (2)

تک مشرکین کے متعلق نازل ہوئی ہے۔تو جو اس پر قابو پائے جانے سے پہلے توبہ کرلے تو ایسا نہیں ہوگا کہ اس سے حد ساقط ہوجائے جو اس کے ذمہ لازمی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے ہاں فسادی مسلمانوں پر سے حد کسی طور پر بھی ساقط نہیں ہوگی۔اور مذکورہ آیت میں صرف مشرکین کو یہ رعایت دی گئی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے بیان کردہ فقہی مسائل اور احادیث مبارکہ:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ مسائل کے بیان کرنے میں بڑی احتیاط کرتے تھے۔اور آپؓ کی حتی الوسع کوشش یہ ہوتی تھی کہ مسائل کے جائز اور ناجائز ہونے کا معیار نبی ﷺ کا عمل یا آپ ﷺ کا قول ہو۔اسی وجہ سے آپؓ کے اکثر فتاوی میں یہ بات آپؓ کی زبان سے بار بار دہرائی ہوئی ملتی ہے کہ یہ نبی ﷺ کی سنت ہے۔یا نبی ﷺ نے ایسا ہی کیا ہے۔یا نبی ﷺ نے ایسے ہی حکم دیا ہے۔

آپؓ کے فقہی مسائل میں ایک اہم بات جو نظر آتی ہے وہ یہ کہ آپؓ جو حدیث مبارکہ بیان کرتے تھے۔زیادہ تر آپؓ کا اسی پر عمل اور فتویٰ بھی ہوتا تھا۔اور بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ آپؓ نے جو حدیث بیان کی ہو اور فقہی طور پر اس کو اختیار نہ کیا ہو۔اگر ایسا آپؓ کرتے تو آپؓ اس کی وضاحت بھی فرما دیتے۔بعض مسائل میں اگر دو مختلف حدیثیں آپؓ نے خود بیان کی ہوں تو تب آپؓ کسی ایک کو ترجیح دیکر اختیار کرتے تھے۔اس صورت حال میں اکثر ان حدیثوں کے درمیان وقت کا عنصر ہوتا ہے۔یعنی نبی ﷺ نے پہلے ایسے کیا تھا اور بعد میں ایسا کرنا شروع کر دیا تھا۔

آپؓ فقہی مسلک میں نبی ﷺ کا آخری عمل منتخب کرتے تھے۔ اور دوسرے بندے کی روایت سے بذات خود نبی ﷺ کے دیکھے گئے اعمال کو ترجیح دیتے تھے۔

حج کے موقع پر نبی ﷺ سے جب افعال حج میں تقدیم وتاخیر کا پوچھا گیا تو نبی ﷺ نے فرمایا کوئی حرج نہیں۔یہ ہی مسلک حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بھی اختیار کیا ہے۔

عَن ابنِ عباسٍ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قِیلَ لَہُ فِی الذِّبحِ وَالحَلقِ وَالرَّمِی وَالتَّقدِیمِ وَالتَّأخِیرِ فَقَالَ لَا حَرَجَ (3)

1. ابوداؤد: سلیمان بن الاشعث (م:275ھ) سنن ابی داؤد (کتاب الحدود، باب: ماجاء فی المحاربۃ) 252:2
2. سورۃ المائدۃ: 33 تا 34
3. القشیری: ابوالحسن مسلم بن حجاج بن مسلم (م:261ھ) الصحیح (کتاب الحج، باب: جواز تقدیم الذبح) 422:1

ترجمہ

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ بیشک نبی ﷺ سے قربانی، سرمنڈوانے اور کنکریاں مارنے اور تقدیم اور تاخیر کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کوئی حرج نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا بھی اسی حدیث کے مطابق عمل اور فتوی تھا۔یعنی آپؓ نے جو روایت کی ہے اسی کو اپنا مسلک بھی بنا دیا ہے۔

فصل چہارم:

جہاد میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی شرکت:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کفار کے خلاف جہاد فی سبیل اللہ میں حصہ لیا کرتے تھے۔اور ایسے مواقع میں آگے رہا کرتے تھے۔آپؓ کی علمی مصروفیات بھی جہاد میں حصہ لینے میں رکاوٹ نہیں بنا کرتیں تھیں۔

ملک شام کے جہاد کے لیے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روانگی:

امیر المؤمنین حضرت عمرؓ جب 17 ہجری کو جہاد کی نیت سے شام کی طرف نکلے تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بھی اس جہادی سفر میں جانے کا ارداہ کیا اور حضرت عمرؓ کے ہمراہ ہو گئے۔اور یہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا پہلا جہادی سفر معلوم ہوتا ہے۔

عَن عَبدِاللهِ ابنِ عَباسٍ اَنَّ عُمرَ بنَ الخَطابِ خَرجَ اِلَی الشَّامِ حَتّٰی اِذَا کَانَ بِسَرغَ لَقِیَهُ اَهلُ الاَجنَادِ اَبُوعُبَیدَةَ بنُ الجَرَّاحِ وَاَصحَابُهُ فَأَخبَرُوهُ اَنَّ الوَبَاءَ قَد وَقَعَ بِالشَّامِ فَقَالَ ابنُ عباسٍ فَقَالَ عُمرُ اُدعُ لِی المُهَاجِرِینَ الاَوَّلِینَ فَدَعَوتُهُم فَاستَشَارَهُم وَأَخبَرَهُم اَنَّ الوَبَاءَ قَد وَقَعَ بِا الشَّامِ فَاختَلَفُوا فَقَالَ بَعضُهُم قَد خَرَجتَ لِاَمرٍ وَلَا نَرَی اَن تَرجِعَ عَنهُ وَقَالَ بَعضُهُم مَعكَ بَقِیَّةُ النَّاسِ وَاَصحَابُ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَلَا نُرَی اَن تُقدِمَهُم عَلَی هَذَا الوَبَاءِ فَقَالَ ارتَفِعُوا عَنِّی ثُمَّ قَالَ اُدعُ لِی الاَنصَارَ فَدَعَوتُهُم لَهُ فَاستَشَارَهُم فَسَلَکُوا سَبِیلَ المُهَاجِرِینَ وَاختَلَفُوا کَاختِلَافِهِم فَقَالَ ارتَفِعُو ا عَنِّی ثُمَّ قَالَ اُدعُ لِی مَن کَانَ هَا هُنَا مِن مَشیخَةِ قُرَیشٍ مِن مُهَاجِرَةِ الفَتحِ فَدَعَوتُهُم فَلَم یَختَلِف عَلَیهِ رَجُلانِ فَقَالُوا نَرَی اَن تَرجِعَ بِالنَّاسِ وَلَا تُقدِمَهُم عَلَی هَذَا الوَبَاءِ فَنَادَی عَمرُ فِی النَّاسِ اِنِّی مُصبِحٌ عَلَی ظَهرٍ فَأَصبِحُوا عَلَیهِ فَقَالَ اَبُو عُبَیدَةَ بنُ الجَرَّاحِ اَفِرَارًا مِن قَدرِ اللهِ فَقَالَ عَمرُ لَو غَیرُكَ قَالَهَا یَا اَبَا عُبَیدَةَ وَکَانَ عُمَرُ یَکرَهُ خِلَافَهُ نَعَم نَفِرُّ مِن قَدرِ اللهِ اِلَی قَدَرِ اللهِ اَرَأَیتَ لَو کَانَت اِبِلٌ فَهَبَطَت وَادِیًا لَهُ عُدوَتَانِ اِحدَاهُمَا خَصبَةٌ وَالاُخرَی جَدبَةٌ اَلَیسَ اِن رَعَیتَ الخَصبَةَ رَعَیتَهَا بِقَدرِ اللهِ وَاِن رَعَیتَ الجَدبَةَ رَعَیتَهَا بِقَدَرِ اللهِ قَالَ فَجَاءَ عَبدُ الرَّحمٰنِ بنُ عَوفٍ وَکَانَ مُتَغَیِّبًا فِی بَعضِ حَاجَتِهِ فَقَالَ اِنَّ عِندِی مِن هَذَا عِلمًا سَمِعتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ یَقُولُ اِذَا سَمِعتُم بِهِ بِاَرضٍ فَلَا تَقدَمُوا عَلَیهِ وَاِذَا وَقَعَ بِأَرضٍ وَاَنتُم بِهَا فَلَا تَخرُجُوا فِرَارًا مِنهُ قَالَ فَحَمِدَ اللهَ عُمَرُ بنُ الخَطابِ ثُمَّ انصَرَفَ

(1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ شام کی طرف گئے۔جب سرغ پہنچے تو اجناد کے لوگوں میں سے حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ اوران کے اصحاب نے آپؓ سے ملاقات کی۔اور یہ بتایا کہ شام میں وبا پھیل گئی ہے۔حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مہاجرین اولین کو بلاؤ۔میں نے ان کو بلایا۔آپؓ نے ان سے مشورہ کیا اوران کو یہ بتایا کہ شام میں وبا پھیل گئی ہے۔اس مسئلہ میں ان کا اختلاف ہوا بعض نے کہا کہ آپؓ ایک کام کے لیے آئے ہیں۔اور ہمارے خیال میں اب آپ کا واپس جانا درست نہیں۔بعض نے کہا کہ آپ کے ساتھ متقدمین اور اصحاب رسول اللہ ﷺ موجود ہیں۔اور ہمارے خیال میں یہ مناسب نہیں کہ آپ ان کو وبائی علاقہ میں لیں جائیں۔حضرت عمرؓ نے کہا اچھا اب آپ جائیں۔

پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میرے پاس انصار کو بلاؤ۔میں نے انصار کو بلایا۔پھر آپؓ نے ان سے مشورہ کیا انہوں نے بھی مہاجرین کی طرح اپنی رائے کا اظہار کیا۔اوراسی طرح مختلف آراء پیش کیں۔حضرت عمرؓ نے کہا آپ بھی تشریف لے جاؤ۔پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا قریش کے ان بزرگ صحابہ کرامؓ کو بلاؤ جو فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے تھے۔ان میں سے دوشخصوں نے بھی اختلاف رائے نہیں کیا۔اور سب نے یہ کہا کہ ہماری رائے میں آپ واپس لوٹ جائیں اور لوگوں کو وبائی علاقہ میں نہ لے جائیں۔

1. القشیری: ابوالحسن مسلم بن حجاج بن مسلم (م:261ھ) الصحیح (کتاب السلام، باب: الطاعون والطیرۃ) 229:2

بالآخرحضرت عمرؓ نے یہ اعلان کرادیا کہ میں صبح کو سوار ہو(کر واپس) جاؤں گا۔ سو لوگ بھی سوار ہو گئے۔حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ نے کہا کیا آپ اللہ تعالی کی تقدیر سے بھاگ رہے ہیں؟ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کاش یہ بات آپ کے سوا کوئی اور کرتا۔ اور حضرت عمرؓ ان سے اختلاف کرنا اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ ہاں ہم اللہ تعالی کی ایک تقدیر سے دوسری تقدیر کی طرف جا رہے ہیں۔ مجھے یہ بتاؤ اگر تمہارے پاس اونٹ ہوں اور تم کسی ایسی وادی میں جاؤ جس کے دو کنارے ہوں ایک سرسبز اور دوسرا بنجر اب اگر تم سرسبز کنارے پر اپنے اونٹ چراؤ تو وہ بھی اللہ تعالی کی تقدیر سے ہے۔اور اگر خشک کنارے پر چراؤ تو وہ بھی اللہ تعالی کی تقدیر سے ہے۔

حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ اتنے میں تشریف لائے جو پہلے کسی کام سے گئے ہوئے تھے۔انہوں نے کہا مجھے اس مسئلہ کا علم ہے۔میں نے رسول اللہﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تم کسی علاقہ میں وباء کی خبر سنو تو وہاں مت جاؤ۔اور اگر تمہارے علاقے میں وبا پھیل جائے تو اس وبا سے بھاگنے کے لیے وہاں سے مت نکلو۔حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ پھر حضرت عمرؓ نے اللہ تعالی کا شکر ادا کیا۔اور واپس لوٹ گئے۔

اس روایت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ جہاد کرنے کی نیت سے حضرت عمرؓ کے لشکر کے ساتھ شام کی طرف روانہ ہوئے تھے۔ اور اس لشکر میں امیرالمؤمنین حضرت عمرؓ جو کہ لشکر کی قیادت بھی خود کر رہے تھے حضرت عبداللہ بن عباسؓ ان کے شانہ بشانہ تھے۔اور لشکر کے بارے میں مشوروں اور فیصلوں میں آپؓ شریک رہتے تھے۔

کیوں کہ شام میں وبا کے پھیلنے کی وجہ سے یہ لشکر مقام سرغ سے واپس آ گیا تو اس میں قتال کی نوبت نہیں آئی۔اس جہادی سفر میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی عمر تقریبا 20 سال تھی۔اور عمر کے لحاظ سے بھی آپؓ کا جذبہ جہاد عروج پر تھا۔اس طرح یہ آپؓ کا پہلا جہادی سفر شمار کیا جاتا ہے۔

افریقہ کے جہاد میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی شرکت:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے 27 ہجری کو حضرت عبداللہ بن سعدؓ کی سربراہی میں افریقہ کے جہاد میں شرکت فرمائی تھی۔اور دین کی سربلندی کے لیے میدان جنگ میں بنفس نفیس خود حاضر ہو کر تلوار کے جوہر دکھائے۔

غَزَا اَفرِیقِیةَ مَعَ عبدِ اللهِ بن سعدٍ سَنَةَ سَبع وَّ عِشرِینَ

(1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ستائیس ہجری کو حضرت عبداللہ بن سعد کے ساتھ افریقہ کے جہاد میں حصہ لیا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ جہاد فی سبیل اللہ میں دور اور قریب کو نہیں دیکھتے تھے بلکہ اللہ تعالی کے دین کی سربلندی کے لیے افریقہ تک جا پہنچے۔

1. العسقلانی: احمد بن علی بن حجر (م: 852ھ) الاصابۃ فی تمیز الصحابہ 2:331

طبرستان کے جہاد میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی شرکت:

حضرت سعید بن العاصؓ کی امارت میں جو طبرستان میں جہاد ہوا اس میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ بھی شریک ہوئے۔ اور یہ آپؓ کا جہاد کا شوق ہی تھا جو آپؓ کو علمی مصروفیات سے کھینچ کر طبرستان کے جہاد میں لے آیا۔

عَن حَنش بنِ مالكٍ قَالَ غَزَا سَعِيدٌ بنُ العاصِ مِنَ الكُوفَةِ سَنَةَ ثَلَاثِينَ يُرِيد خَرَاسَانَ وَمَعَهُ حُذَيفَةُ اليَمَان وَنَاسٌ مِن اصحَابِ رسولِ اللهِ ﷺ وَمَعَهُ الحَسَنُ وَالحُسَينُ وَعَبدُاللهِ بنُ عباسٍ

(1)

حضرت حنش بن مالک کہتے ہیں کہ حضرت سعید بن العاصؓ تیس ہجری میں کوفہ سے خراسان کی طرف جہاد کے لیے روانہ ہوئے۔ اور آپ کے ساتھ نبی ﷺ کے صحابہ کرامؓ میں سے بہت سے افراد تھے۔ جن میں حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ تھے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اس جہاد میں جو تیس ہجری کو حضرت سعید بن العاصؓ کی سپہ سالاری میں ہوا شرکت کی تھی۔ اور غازی بن کے واپس آئے۔

روم کے بحری جہاد میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی شرکت:

اللہ تعالی کے دین کی سربلندی کے لیے آپؓ مشکل ترین جہاد بحری جہاد میں بھی حصہ لیا کرتے تھے۔ اور اس بحری جہاد کی فضیلت بھی زمینی جہاد سے زیادہ آئی ہے۔

عَن عبدِ اللهِ بنِ عمرٍو قَالَ غَزوَةٌ فِي البَحرِ اَفضَلُ مِن عَشرِ غَزوَاتٍ فِي البَرِّ مَن جَازَ البَحرَ غَازِيًا فَكَأَنَّمَا جَازَ الاَودِيَةَ كُلَّهَا

(2)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ بحری (دریائی، سمندری) لڑائی دس بری (زمینی) لڑائیوں سے زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔ اور جو بحر کو عبور کرلے جہاد میں تو گویا اس نے تمام وادیوں کو پار کر دیا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بحری جہاد کی فضیلت عام جہاد سے دس گنا زیادہ ہے۔ اور یہ فضیلت اس وجہ سے رکھی گئی ہے کہ وہاں پر خطرہ زیادہ ہے۔ ایک دشمن کا خوف اور دوسرا ڈوبنے کا خوف۔ لہذا اس بحری جہاد کی اہمیت زیادہ ہے۔

اسی اہمیت اور فضیلت کو حاصل کرنے کے لیے حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس بحری جہاد میں حصہ لیا کرتے تھے۔ اور آپؓ صرف خود ہی نہیں بلکہ اپنے غلاموں کو بھی اس میں موقع دیا کرتے تھے۔

عَن عِكرَمَةَ قَالَ خَرَجَ ابنُ عباسٍ غَازِيًا فِي البَحرِ وَاَنَا مَعَهُ

(3)

1. طبری: ابوجعفر محمد بن جریر (م:310ھ) تاریخ الامم والملوک 607:2

2. العبسی: ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ (م:235ھ) مصنف ابن ابی شیبہ 315:5

3. ایضا حوالہ بالا

حضرت عکرمہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ بحری جہاد میں شرکت کے لیے روانہ ہوئے اور میں بھی آپؓ کے ہمراہ تھا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ جہاد کے مواقع میں شریک ہوا کرتے تھے۔ اگر چہ وہ مشکل ہی جہاد کیوں نہ ہو۔ اور اپنی خاندانی شجاعت دلیری سے لڑا کرتے تھے۔ اور کسی ایسے موقع کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے۔

وَفِیھَا کَانَت غَزوَۃُ یَزِیدَ بنَ مُعاوِیَۃَ الرُّومَ حَتَّی بَلَغَ قسطنطِینِیہ وَمَعَہُ ابنُ عباسٍ وَابنُ عمرَ وَابنُ الزُّبَیرِ وَاَبو اَیُوبُ اَنصَارِیُّ

(1)

اوراس سال یزید بن حضرت معاویہؓ کی سربراہی میں روم کے ساتھ جہاد ہوا یہاں تک کہ لشکر قسطنطنیہ میں پہنچ گیا۔ اوراس لشکر میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابوایوب انصاریؓ بھی شریک تھے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس روم کے جہاد میں شریک تھے۔ اور یہ جہاد 50 ہجری کے دوران ہوا تھا۔

1. طبری: ابوجعفر محمد بن جریر (م: 310ھ) تاریخ الامم والملوک 206:3

باب چہارم

مصادر حدیث اور تراجم صحابہؓ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے فضائل ومناقب مع تحقیق رواۃ

فصل اول:

صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے فضائل ومناقب

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے فضائل:

حدیث نمبر:1

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبدُ الوَارِثِ عَن خَالِدٍ عَن عِكرَمَةَ عَن ابنِ عَباسٍ قَالَ ضَمَّنِی النَّبِیُّ ﷺ اِلَی صَدرِہٖ وَقَالَ اَللّٰھُمَّ عَلِّمهُ الحِکمَةَ (1)

ہم سے مسدد نے بیان کیا ہے کہا کہ ہم سے عبدالوارث نے انہوں نے خالد حذاء سے انہوں نے حضرت عکرمہ سے وہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ نبی ﷺ نے مجھے اپنے سینے سے لگایا اور فرمایا اے اللہ تعالی اس کو حکمت (قرآن اور حدیث) سکھلا دے۔

فضائل:

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو اپنے سینہ مبارک کے ساتھ لگایا ہے۔اور آپؓ کے لیے حکمت کی دعا کی ہے۔

تحقیق رواۃ حدیث:

مسدد

نام نسب کنیت

آپ کا نام مسدد بن مسرہد بن مسربل بن مغربل ہے۔اور آپ کی کنیت ابوالحسن،الاسدی بصری ہے۔ (2)

1. بخاری: محمد بن اسماعیل (م 258ھ) الصحیح (کتاب المناقب، باب: مناقب ابن عباسؓ) 531:1
2. ایضا التاریخ الکبیر 21:8

شیوخ

آپ کے شیوخ میں ہشیم ،خالد،حماد بن زید (1)

عبداللہ بن یحی ، یزید بن زریع ،عیسی بن یونس،مہدی بن میمون،عبدالوارث وغیرہ کے نام شامل ہیں۔ (2)

تلامذہ

آپ سے روایت کرنے والوں میں ابوخلیفہ، (3)

بخاری،ابوداؤد،ابوذرعہ،ابوحاتم وغیرہ ہیں۔

مرتبہ

آپ ثقہ راوی ہیں۔ ابن حجر نے بھی کہاہے کہ آپ ثقہ اور حافظ تھے۔ (4)امام احمد نے کہاہے کہ آپ صدوق (سچے) تھے۔ (5)

آپ کو ابن حبان اور امام عجلی نے ثقات میں شمار کیا ہے۔ (6)

وفات

آپ نے رمضان 228 ہجری کو وفات پائی۔ (7)

عبدالوارث

نام نسب کنیت

آپ کا نام عبدالوارث بن سعید بن ذکوان العنبر ی القنوری ہے۔آپ کی کنیت ابوعبیدہ ہے۔آپ کے مولی بلغنبر التمیمی ہیں۔ (8)

پیدائش

آپ 102 ہجری میں پیدا ہوئے۔

شیوخ

آپ نے قرآن کریم ابوعمرو بن العلاء سے پڑھا۔آپ بہترین عالم، فصیح اللسان،اور دین اورتقوی کے لحاظ سے اعلی درجہ پر تھے۔ (9)

حمید الطّویل،عبدالعزیز بن صہیب ،شعیب بن حجاب،ایوب سختیانی،ایوب بن موسی،خالد الحذاء،عبداللہ بن ابی نجیح وغیرہ

1.ابن حبان:محمد بن حبان بن احمد ابوحاتم (م354ھ) الثقات 87:8 دارالفکر طبعہ اول 1975ء

2.العسقلانی:احمد بن علی بن حجر (م852ھ) تہذیب التہذیب 76:9

3.ابن حبان:محمد بن حبان بن احمد ابوحاتم (م354ھ) الثقات 87:8

4.العسقلانی:احمد بن علی بن حجر (م852ھ) تقریب التہذیب 451:2

5.ایضا تہذیب التہذیب 76:9

6.عجلی:احمد بن احمد عبداللہ بن صالح ابوالحسن (م261ھ) معرفۃ الثقات 46:2 مکتبہ الدار المدینۃ المنورہ طبعہ اولی 1985ء

7.بخاری:محمد بن اسماعیل (م258ھ) التاریخ الکبیر 21:8

8.ایضا حوالہ بالا 35:6

9.ذہبی:محمد بن احمد بن عثمان (م748ھ) سیر اعلام النبلاء 301:8

تلامذہ

ثوری،عبدالصمد(بیٹا)،ابوسلمہ،مسدد،عارم،ابومعمر،قتیبہ،شیبان بن فروخ،ابوالربیع زہرانی،علی بن المدینی وغیرہ (1)

مرتبہ

آپ ثقہ راوی ہیں۔امام ابوزرعہ نے آپ کو ثقہ کہا ہے،ابوحاتم نے صدوق کہا ہے۔ (2)

آپ کو ابن حبان نے ثقات میں شمار کیا ہے اور کہا ہے۔آپ سے بصرہ والے روایت کرتے ہیں۔ (3)

ابن حجر نے آپ کو ثقہ کہا ہے۔اور ساتھ یہ بھی کہا کہ آپ کے بارے میں قدریہ کی نسبت کی گئی ہے۔مگر یہ بات ثابت نہیں۔ (4)

امام عجلی نے ثقات میں شمار کیا ہے۔ (5)

وفات

آپ 78 سال کی عمر میں ماہ محرم میں وفات پا گئے۔ (6)

180ہجری میں وفات پائی (7)

خالد

نام نسب کنیت

آپ کا نام خالد بن مہران بصری ہے۔آپ کی کنیت ابوالمنازل ہے۔اور الحذاء نسبت سے آپ مشہور ہیں۔اگر چہ حذاء پیشے سے آپ کا کوئی تعلق نہیں تھا۔مگر آپ ان کے پاس بیٹھا کرے تھے تب آپ اس نسبت سے مشہور ہو گئے

شیوخ

عبداللہ بن شقیق،ابوعثمان نہدی،عکرمہ ،ابوقلابہ،حسن بصری،ابن سیرین وغیرہ

تلامذہ

ثوری،شعبہ،ابن علیہ،خالد بن عبداللہ واسطی،عبدالوہاب ثقفی وغیرہ (8)

1.العسقلانی:احمد بن علی بن حجر(م852ھ)تہذیب التہذیب307:5
2.ایضاحوالہ بالا
3.ابن حبان:محمد بن حبان بن احمد ابوحاتم(م354ھ) الثقات43:6
4.العسقلانی:احمد بن علی بن حجر(م852ھ)تقریب التہذیب123:2
5.عجلی:احمد بن احمد عبداللہ بن صالح ابوالحسن(م261ھ)معرفۃ الثقات18:2
6.ابن حبان:محمد بن حبان بن احمد ابوحاتم(م354ھ) الثقات43:6
7.بخاری:محمد بن اسماعیل(م258ھ)التاریخ الکبیر35:6
8.العسقلانی:احمد بن علی بن حجر(م852ھ)تقریب التہذیب189:3

مرتبہ

آپ ثقہ راوی ہیں۔آپ بصری کے محدث تھے۔ (1) ابن حجر عسقلانی نے بھی آپ کو ثقہ کہا ہے۔(2)

آپ حافظ اور ثقہ ہیں۔امام احمد بن حنبل اور یحی بن معین نے آپ کو ثقہ شمار کیا ہے۔ (3)

آپ نے حضرت انس بن مالکؓ کو دیکھا ہے۔ (4)

وفات

آپ کی وفات 141اور 142ہجری اقوال ہیں۔ (5)

عکرمہ

نام نسب کنیت

آپ کا نام عکرمہ ہے۔آپ مولی ابن عباسؓ ہیں۔آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔آپ کی نسبت بربری ثم مدنی ہاشمی ہے۔

شیوخ

حضرت عبداللہ بن عباسؓ،حضرت ابوسعید خدری،حضرت عائشہؓ،حضرت ابو ہریرہؓ،حضرت عبداللہ بن عمروؓ،حضرت عبداللہ بن عمرؓ،حضرت عقبہ بن عامرؓ وغیرہ

تلامذہ

جابر بن زید،عمرو بن دینار،شعبی ،ایوب،خالد حذاء،ابراہیم نخعی،ابوالشعثاء جابر بن زید،عبدالکریم جزری،قتادہ،ایوب سختیانی،حمید الطّویل،خالد حذاء،اعمش ،سماک بن حرب وغیرہ (6)

مرتبہ

آپ ثقہ راوی ہیں۔آپ نے کہا ہے کہ میں نے چالیس سال علم حاصل کیا۔اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے میرے پاؤں میں بیڑی ڈالی ہوئی تھی تا کہ میں علم حاصل کروں۔ جابر بن زید نے آپ کے بارے میں کہا ہے کہ آپ سب سے زیادہ عالم ہیں۔(7)

حضرت قتادہ کہتے ہیں آپ تفسیر کو زیادہ جانتے تھے۔(8)

امام احمد کہتے ہیں یحتج به۔ابن معین نے آپ کو ثقہ کہا ہے۔(9)

وفات

آپ کی وفات 104ہجری میں ہونے کا قول بھی موجود ہے جبکہ امام بخاری نے 107ہجری میں وفات کے قول کو ترجیح دی ہے۔ (10)

1. ذہبی:محمد بن احمد بن عثمان(م748ھ) تذکرۃ الحفاظ163:1دار احیاء التراث العربی س۔ن
2. العسقلانی:احمد بن علی بن حجر(م852ھ)تقریب التہذیب216:1
3. ذہبی:محمد بن احمد بن عثمان(م748ھ)سیر اعلام النبلاء191:6
4. العسقلانی:احمد بن علی بن حجر(م852ھ)تقریب التہذیب189:3
5. ابن حبان:محمد بن حبان بن احمد ابوحاتم(م354ھ) الثقات253:6
6. ذہبی:محمد بن احمد بن عثمان(م748ھ)سیر اعلام النبلاء15:5
7. بخاری:محمد بن اسماعیل(م258ھ)التاریخ الکبیر49:7
8. ذہبی:محمد بن احمد بن عثمان(م748ھ)سیر اعلام النبلاء16:5
9. ایضا حوالہ بالا13:5
10. بخاری:محمد بن اسماعیل(م258ھ)التاریخ الکبیر49:7

ابن عباس

نام نسب کنیت

آپ کا نام عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم ہے۔آپ کی کنیت ابوالعباس تھی۔

پیدائش

ہجرت سے تین سال پہلے شعب ابی طالب میں پیدا ہوئے۔

شیوخ

نبی ﷺ،حضرت عمرؓ،حضرت زید بن ثابتؓ،حضرت ابی بن کعبؓ،حضرت ابو ہریرہؓ،حضرت میمونہؓ،حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ وغیرہ

تلامذہ

مجاہد،سعید بن جبیر،عکرمہ،مقسم کریب،عبیداللہ بن عبداللہ،طاؤس،ابوالشعثاء،قاسم بن محمد،ابوصالح،ابورجاء،ابوالعالیہ،عطاء بن یسار،ابراہیم بن عبداللہ،طلیق بن قیس،عطاء بن ابی رباح،شعبی،حسن،ابن سیرین،شہر بن حوشب،ابن ابی ملیکہ وغیرہ

مرتبہ

آپؓ صحابی رسول ہیں نبی ﷺ نے آپ کے لیے فقہ اور قرآن کریم کے علم کی خصوصی دعا کی ہے۔آپ کو ترجمان القرآن،حبر اور بحر کہا جاتا ہے۔

وفات

آپؓ راجح قول کے مطابق طائف میں 68 ہجری میں وفات پا گئے۔

(1)

حدیث نمبر:2

حَدَّثَنَا اَبُو مَعمَرٍ حَدَّثَنَا عَبدُ الوَارِثِ وَقَالَ عَلِّمهُ الكِتَابَ

(2)

ہم سے ابومعمر بیان کیا ہے کہا ہم سے عبدالوارث نے پھر یہی روایت بیان کی ہے اس میں یوں ہے۔اے اللہ تعالی اس کو قرآن کریم سکھلا دے۔

فضائل

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آپؓ کے لیے علم قرآن (تفسیر) کی دعا فرمائی ہے۔

تحقیق رواۃ حدیث

ابومعمر

نام نسب کنیت

آپ کا نام عبداللہ بن عمرو بن ابی الحجاج المیسرۃ التمیمی المقعد المنقری البصری ہے۔ اور آپ کی کنیت ابومعمر ہے۔ (3)

1. ذہبی:محمد بن احمد بن عثمان (م748ھ) سیر اعلام النبلاء 331:3 تا356
2. بخاری:محمد بن اسماعیل (م258ھ) الصحیح (کتاب المناقب،باب:مناقب ابن عباسؓ) 531:1
3. ایضا التاریخ الکبیر 155:5

شیوخ

عبدالوارث،عبدالوہاب ثقفی،عبدالعزیزالدراوردی،ابوالاشہب ،ملازم بن عمرو،عبثر بن قاسم،

تلامذہ

بخاری،ابوداؤد،احمد بن حسن،عبداللہ بن عبدالرحمان دارمی،فضل بن سہل،ابوالاحوص،ابوحاتم،ابوزرعہ،احمد بن منصور،جعفر بن محمد (1)

مرتبہ

آپ ثقہ راوی ہیں۔ ابن ابی معین کہتے ہیں ثقہ،ثبت ابن حبان نے بھی آپ کو ثقات میں شمار کیا ہے۔ (2)

وفات

آپ کی وفات 224 ہجری میں وفات ہوئی۔ (3)

عبدالوارث

عبدالوارث بن سعید بن ذکوان (ان کی تفصیل پہلی حدیث کے ذیل میں گزر چکی ہے۔)

حدیث نمبر:3

حَدَّ ثَنَا مُوسَی حَدَّثَنَا وُھَیبٌ عَن خَالِدٍ مِثلَہُ (4)

ہم سے موسی نے بیان کیا ہےان سے وہیب نے بیان کیا ہےانہوں نے خالد سے پھرابومعمر کی طرح (اے اللہ تعالی اس کو قرآن کریم سکھلا دے۔) حدیث بیان کی ہے۔

تحقیق رواۃ حدیث

موسیٰ

نام نسب کنیت

آپ کا نام موسیٰ بن اسماعیل التبوذکی ہے۔آپ کی کنیت ابوسلمہ المنقری البصری ہے۔ (5)

شیوخ

ہمام بن یحی۔حماد بن سلمہ،جریر بن حازم،مہدی بن میمون،مبارک بن فضالہ،وہیب بن خالد۔سلیمان بن مغیرہ،قیس بن ربیع،عبدالعزیز الماجشون،ہارون بن موسی،عبدالعزیز بن مسلم،عبدالوارث بن سعید وغیرہ (6)

1. ذہبی:محمد بن احمد بن عثمان(م748ھ)سیراعلام النبلاء622:10

2. ابن حبان:محمد بن حبان بن احمد ابوحاتم(م354ھ) الثقات353:8

3. العسقلانی:احمد بن علی بن حجر(م852ھ)تہذیب التہذیب424:13

4. بخاری:محمد بن اسماعیل(م258ھ)الصحیح(کتاب المناقب:مناقب ابن عباسؓ)531:1

5. ابن حبان:محمد بن حبان بن احمد ابوحاتم(م354ھ) الثقات160:9

6. العسقلانی:احمد بن علی بن حجر(م852ھ)تہذیب التہذیب472:3

تلامذہ

بخاری، ابوداؤد، ابوخلیفہ، احمد بن حسن، یحی بن معین، احمد بن منصور، ابوزعہ، ابوحاتم، محمد بن یحی، محمد بن غالب وغیرہ

مرتبہ

آپ ثقہ راوی ہیں۔ ابن معین نے آپ کے بارے میں کہا ہے ثقة ماموں ابوالولید نے آپ کو ثقة صدوق کہا ہے۔ (1)

وفات

آپ کی وفات 223 ہجری کو ہوئی۔ (2)

وہیب

نام نسب کنیت

آپ کا نام وہیب بن خالد بن عجلان الکرابیسی ہے۔ اور آپ کی کنیت ابوبکر البصری ہے۔

شیوخ

منصور بن معتمر، ایوب السختیانی، ابوحازم، حمید الطّویل، عبدالعزیز بن صہیب، منصور بن صفیہ، موسی بن عقبی، سہیل بن ابی صالح، خثیم بن عراک، عبداللہ بن طاؤس، ہشام بن عروہ، خالد الحذاء وغیرہ

تلامذہ

ابن المبارک، اسماعیل بن علیہ، ابن مہدی، عفان بن مسلم، سلیمان بن حرب، عبدالاعلی بن حماد، عبدالواحد بن غیاث، عبیداللہ بن العیشی، ابوسلمہ التبوذکی، عارم، مسلم بن ابراہیم، ہدبہ بن خالد وغیرہ

مرتبہ

آپ ثقہ راوی ہیں۔ علامہ ذہبی نے بھی آپ کو ثقہ ہی بیان کیا ہے۔

وفات

آپ نے اٹھاون سال کی عمر میں 165 ہجری میں وفات پائی۔ (3)

خالد

خالد ابن مہران الحذاء ابومناہل بصری (ان کی تفصیل پہلی حدیث کے ذیل میں گزر چکی ہے۔)

1. العسقلانی: احمد بن علی بن حجر (م 852ھ) تہذیب التہذیب 297:10
2. ابن حبان: محمد بن حبان بن احمد ابوحاتم (م 354ھ) الثقات 160:9
3. ذہبی: محمد بن احمد بن عثمان (م 748ھ) سیر اعلام النبلاء 223:15 تا 224

صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے فضائل:

حدیث نمبر:1

حَدَّثَنَا زُهَيرُ بنُ حَربٍ وَاَبُوبَكرٍ بنُ النَّضرِ قَالَا حَدَّثَنَا هَاشِمُ بنُ القَاسِمِ حَدَّثَنَا وَرقَاءُ بنُ عُمَرَ اليَشكُرِيُّ قَالَ سَمِعتُ عُبَيدَ اللّٰهِ بنَ اَبِى يَزِيدَ يُحَدِّثُ عَن ابنِ عَباسٍ اَنَّ النَّبِىَّ ﷺ اَتَى الخَلَاءَ فَوَضَعتُ لَهُ وَضُوءً فَلَمَّا خَرَجَ قَالَ مَن وَضَعَ هَذَا فِى رِوَايَةِ زُهَيرٍ قَالُوا وَفِى رِوَايَةِ اَبِى بَكرٍ قُلتُ ابنُ عَباسٍ قَالَ اللّٰهُمَّ فَقِّهُ فى الدين (1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ قضاء حاجت کے لیے تشریف لے گئے میں نے آپ ﷺ کے لیے وضو کا پانی رکھا۔ جب آپ ﷺ آئے تو آپ ﷺ نے پوچھا یہ پانی کس نے رکھا ہے؟ صحابہؓ نے کہا ایک روایت میں ہے میں نے کہا ابن عباسؓ نے۔تب آپ ﷺ نے دعا دی اے اللہ تعالی اس کو دین میں سمجھ عطا فرما۔

فضائل:

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش پیش رہا کرتے تھے۔اور پھر ان ہی خدمات سے خوش ہو کر نبی ﷺ نے آپ کے لیے فقہ کی خصوصی دعا فرمائی۔

تحقیق رواۃ حدیث

زہیر بن حرب

نام نسب کنیت

آپ کا نام زہیر بن حرب بن شداد الحرشی نسائی ہے،آپ کی کنیت ابوخیثمہ ہے۔بعض اوقات آپ کی صرف کنیت ہی ذکر کر دی جاتی ہے۔آپ اصل میں نسأ کے رہنے والے تھے۔

پیدائش

آپ 160 ہجری میں پیدا ہوئے۔

شیوخ

ابن عیینہ،ہشیم،جریر،ابن ادریس،حمید بن عبدالرحمان،عبدۃ بن سلیمان،ولید بن مسلم،سفیان بن عیینہ،وکیع،یحی القطان،مروان بن معاویہ،یزید بن ہارون،ابوبکر بن نضر،قاسم بن مالک،ابن فضیل،عبدالرزاق،شبابہ،ابن علیہ وغیرہ

تلامذہ

آپ کا بیٹا ابوبکر احمد،بخاری،مسلم،ابوداود،قزوینی،ابویعلی،بغوی،ابوزرعہ،ابوحاتم،بقی بن مخلد،احمد بن علی،موسی بن ہارون وغیرہ

مرتبہ

آپ ثقہ راوی ہیں۔ ابوحاتم نے آپ کو صدوق کہا ہے۔ابن معین آپ کو ثقہ کہا ہے۔ (2)

ذہبی نے آپ کو الحافظ الکبیر محدث بغداد کہا ہے۔ (3)

1. القشیری:ابوالحسن مسلم بن حجاج(م 261ھ)الصحیح (کتاب الفضائل،باب:من فضائل عبداللہ بن عباسؓ)298:2
2. ذہبی:محمد بن احمد بن عثمان(م 748ھ)سیر اعلام النبلاء 490:11
3. ایضا تذکرۃ الحفاظ 29:2

وفات

آپ 74 سال کی عمر میں بغداد میں ربیع الآخر 234 ہجری میں فوت ہوئے۔ (1)

ابوبکر بن نضر

نام نسب کنیت

ابوبکر بن نضر بن ابی النضر ہاشم بن قاسم البغدادی۔ اکثر یہ اپنے دادا کی نسبت سے ذکر کیے جاتے ہیں۔ عبداللہ بن الدورقی نے آپ کا نام احمد بتایا ہے، بعض نے محمد کہا ہے۔

شیوخ

آپ کے دادا ابونضر ہاشم بن قاسم، یعقوب بن ابراہیم، حجاج بن حماد، خلف بن تمیم، ابوعاصم وغیرہ

تلامذہ

مسلم، ترمذی، نسائی، ابوقدامہ، ابن ابی عاصم، محمد بن ابراہیم، ابن ابی الدنیا، جعفر بن محمد، ابویعلی وغیرہ

مرتبہ

آپ ثقہ راوی ہیں۔ ابوحاتم نے آپ کو صدوق کہا ہے۔ ابن حبان نے آپ کو ثقات میں شمار کیا ہے۔

وفات

آپ کی 245 ہجری میں وفات ہوئی۔ (2)

ہاشم بن قاسم

نام نسب کنیت

آپ کا نام ہاشم بن قاسم بن مسلم بن مقسم اللیثی خراسانی ہے۔ آپ کی کنیت ابوالنضر ہے۔ آپ کو قیصر بھی کہا جاتا ہے۔ (3)

پیدائش

آپ کی پیدائش 134 ہجری کو ہوئی۔

شیوخ

شعبہ، شیبان، اشجعی، ابن ابی ذئب، حریز بن عثمان، ورقاء بن عمر، عبدالرحمان بن ثوبان، عبدالرحمان بن عبداللہ، زہیر بن معاویہ، سفیان، عبدالعزیز الماجشون، لیث وغیرہ۔

تلامذہ

آپ کے بیٹے یا پوتے ابوبکر بن ابی النضر، احمد بن حنبل، اسحاق ابن راہویہ، ابن المدینی، عبد بن حمید، عباس الدوری، ابن فرات، یحی بن معین، ابوبکر ابن ابی شیبہ، ابوخیثمۃ، ہارون الحمال، محمود بن غیلان، محمد بن رافع، فضل بن سہل وغیرہ (4)

1. بخاری: محمد بن اسماعیل (م 258ھ) التاریخ الکبیر 434:5
2. العسقلانی: احمد بن علی بن حجر (م 852ھ) تہذیب التہذیب 44:12
3. ذہبی: محمد بن احمد بن عثمان (م 748ھ) تذکرۃ الحفاظ 384:1
4. العسقلانی: احمد بن علی بن حجر (م 852ھ) تہذیب التہذیب 23:5

مرتبہ

آپ ثقہ راوی ہیں۔ ابن المدینی اورامام عجلی نے آپ کو ثقہ کہا ہے۔ (1)

وفات

ابن حجر نے ابن سعد کے آپ کی 207 ہجری میں وفات کے ترجیحی قول کو نقل کیا ہے۔ (2)

ورقاء بن عمر یشکری

نام نسب کنیت

آپ کا نام ورقاء بن عمر بن کلیب الیشکری الخوارزمی ہے۔۔آپ کی کنیت ابو بشر ہے۔

شیوخ

عمرو بن دینار، ابن ابی نجیح، محمد بن المنکدر، ابواسحاق، عبیداللہ بن ابی یزید، منصور بن معتمر، زید بن اسلم، سعدابن سعید، اعمش، ابوالزناد، عبدالاعلی بن عامر وغیرہ

تلامذہ

ابوداؤد، قبیصہ، فریابی، علی بن الجعد، ابن مبارک، معاذ بن معاذ، بقیہ بن ولید، شبابہ ابن سوار، یحی بن ابی زائدہ، ابونضر ہاشم بن قاسم، آدم بن ابی ایاس، یزید بن ہارون، محمد بن جعفر، محمد بن السابق, شعبہ، شبابہ، محمد بن یوسف، ابونعیم وغیرہ (3)

مرتبہ

آپ ثقہ راوی ہیں۔ احمد بن حنبل نے کہا ہے ثقة صاحب السنة (4)

ابن معین نے آپ کو ثقہ کہا ہے۔ (5)

عبیداللہ بن ابی یزید

نام نسب کنیت

آپ کا نام عبداللہ بن ابی یزید المکی ہے۔۔آپ مولیٰ آل قارظ بن شیبہ سے نسبت ہے۔

شیوخ

حضرت عبداللہ بن عباسؓ، ابن عمرؓ، ابن زبیرؓ، ابولبابہؓ، حسین بن علیؓ، ابویزید، مجاہد، نافع بن جبیر بن مطعم، عبدالرحمان بن طارق، سباع بن ثابت وغیرہ

تلامذہ

آپ کا بیٹا محمد، ابن المنکدر، ابن جریج، ورقاء بن عمر یشکری، حماد بن زید، سفیان بن عیینہ وغیرہ

1. ذہبی: محمد بن احمد بن عثمان (م748ھ) تذکرۃ الحفاظ 384:1
2. العسقلانی: احمد بن علی بن حجر (م852ھ) تہذیب التہذیب 24:5
3. بخاری: محمد بن اسماعیل (م258ھ) التاریخ الکبیر 369:15
4. ذہبی: محمد بن احمد بن عثمان (م748ھ) تذکرۃ الحفاظ 249:1
5. العسقلانی: احمد بن علی بن حجر (م852ھ) تہذیب التہذیب 158:5

مرتبہ

آپ ثقہ راوی ہیں۔ ابن المدینی، ابن معین، عجلی، ابوزرعہ، اور امام نسائی نے آپ کو ثقہ کہا ہے۔

وفات

آپ نے 86 برس کی عمر میں 226 ہجری میں وفات پائی۔

(1)

ابن عباس

(ان کی تفصیل صحیح بخاری کی پہلی حدیث کے ذیل میں گزر چکی ہے۔)

1. العسقلانی: احمد بن علی بن حجر (م852ھ) تہذیب التہذیب 51:7

فصل ثانی:

صحیح ابن حبان اور جامع ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے فضائل ومناقب:

صحیح ابن حبان میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے فضائل ومناقب:

حدیث نمبر:1

اَخبَرَنَا اَحمَدُ بنُ عَلِی بنِ المُثَنّٰی حَدَّثَنَا اَبُو خَیثَمَۃَ حَدَّثَنَا ھَاشِمُ بنُ القَاسِمِ حَدَّثَنَا وَرقَاءُ بنُ عُمرَ قَالَ سَمِعتُ عُبَیدَ اللہِ بنَ اَبِی یَزِیدَ یُحَدِّثُ عَن ابنِ عَباسٍ قَالَ اَتی النَّبِیُّ ﷺ الخَلاءَ فَوَضَعتُ لَہٗ وَضُوءَ فَلَمَّا خَرَجَ قَالَ مَن وَضَعَ ھَذَا قَالُوا ابنُ عَباسٍ قَالَ اَللّٰھُمَّ فَقِّھہُ (1)

ترجمہ

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ قضاء حاجت کے لیے تشریف لے گئے میں نے آپ ﷺ کے لیے وضو کا پانی رکھا ۔ جب آپ ﷺ آئے تو آپ ﷺ نے پوچھا یہ پانی کس نے رکھا ہے؟ صحابہؓ نے کہا ابن عباسؓ نے ۔ تب آپ ﷺ نے دعا دی اے اللہ تعالی اس کو دین میں سمجھ عطاء فرما۔

تحقیق رواۃ

احمد بن علی بن مثنی

نام نسب کنیت

آپ کا نام احمد بن علی بن المثنی بن یحی بن عیسی بن ہلال التمیمی ہے ۔ آپ کی کنیت ابو یعلی ہے۔ کبھی آپ کو احمد بن مثنی کے الفاظ سے ذکر کر دیا جاتا ہے۔ موصل کے رہنے والے ہیں۔

پیدائش:

3 شوال 210 ہجری کو پیدا ہوئے۔

شیوخ

محمد بن صباح، غسان بن ربیع، یحی بن معین، احمد بن حاتم الطّویل، احمد بن جمیل، احمد بن عیسی، احمد بن ابراہیم، احمد بن منیع، ابراہیم بن زیاد، اسحاق بن موسی، وہیب، ازرق بن علی، جعفر بن مہران، حجاج بن الشاعر، ابوخیثمۃ زہیر بن حرب وغیرہ

تلامذہ

ابو عبدالرحمان النسائی، ابوزکریا یزید بن محمد، ابوحاتم، ابو فتح، طبرانی، محمد بن نضر، نصر بن احمد بن خلیل، ابوالشیخ وغیرہ

1. ابن حبان: محمد بن حبان بن احمد ابوحاتم (م354ھ) صحیح ابن حبان 529:15 ناشر۔ن طبع ثانیہ 1993ء

آپ ثقہ راوی ہیں۔ آپ نے ایک مسند بھی لکھی ہے۔ابن حبان نے بھی آپ کو ثقات میں شمار کیا ہے۔ابوعمرو بن حمدان، حسن بن سفیان کی مسند پر آپ کی مسند کو ترجیح دیتے تھے۔دارقطنی نے آپ کو ثقة مأمون کہا ہے۔ (1)

وفات

آپ 307 ہجری میں فوت ہوئے۔ (2)

ابوخیثمہ

ابوخیثمہ زہیر بن حرب

(ان کی تفصیل صحیح مسلم کی پہلی حدیث کے ذیل میں گزر چکی ہے۔)

ہاشم بن قاسم

(ان کی تفصیل صحیح مسلم کی پہلی حدیث کے ذیل میں گزر چکی ہے۔)

ورقاء بن عمر

(ان کی تفصیل صحیح مسلم کی پہلی حدیث کے ذیل میں گزر چکی ہے۔)

عبیداللہ بن ابی یزید

(ان کی تفصیل صحیح مسلم کی پہلی حدیث کے ذیل میں گزر چکی ہے۔)

ابن عباسؓ

(ان کی تفصیل صحیح بخاری کی پہلی حدیث کے ذیل میں گزر چکی ہے۔)

حدیث نمبر:2

اَخبَرَنَا شَبَابُ بنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا وَهبُ بنُ بَقِيَّةَ اَخبَرَنَا خَالِدُ عَن خَالِدٍ عَن عِكرَمَةَ عَن ابنِ عَباسٍ قَالَ ضَمَّنِي رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ اِلَيهِ فَقَالَ اللّٰهُمَّ عَلِّمهُ الحِكمَةَ

(3)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ نبی ﷺ نے مجھے اپنے سینے سے لگایا اور فرمایا اے اللہ تعالی اس کو حکمت (قرآن اور حدیث) سکھلا دے۔

1. ذہبی: محمد بن احمد بن عثمان (م 748ھ) سیر اعلام النبلاء 177:14

2. ابن حبان: محمد بن حبان بن احمد ابوحاتم (م 354ھ) الثقات 55:8

3. ایضا صحیح ابن حبان 530:15

شباب بن صالح

نام نسب کنیت

آپ کا نام شباب بن صالح بن عبداللہ بن ابی مخلد الواسطی البزار ہے ۔آپ کی کنیت ابوالحسن ہے۔اور آپ کوالمعدّل بھی کہا جاتا ہے۔

شیوخ

عبدالحمید بن بیان السکری،محمد بن خالد بن عبداللہ الواسطی،وہب بن بقیہ،محمد بن حرب النشائی،

تلامذہ

طبرانی،ابن حبان،غطریفی،ابن عدی،

مرتبہ

آپ سے ابن حبان اور طبرانی اکثر روایت ذکر کرتے ہیں۔مجمع الزوائد میں آپ کے بارے میں کہا ہے کہ یہ طبرانی کے شیخ ہیں مگر میں ان کو نہیں جانتا۔

(1)

وفات

آپ کی وفات شوال 305 ہجری میں ہوئی ہے۔ (2)

وہب بن بقیہ

نام نسب کنیت

آپ کا نام وہب بن بقیہ بن عثمان بن شابور بن عبید بن آدم بن زیاد الواسطی ہے۔آپ کی کنیت ابومحمد ہے۔آپ وہبان کے نام سے مشہور ہیں۔

شیوخ

خالد بن عبداللہ،حماد بن زید،جعفر بن سلیمان،ہشیم،سلیم بن اخضر،عمر بن یونس،بشر بن مفضل،یزید بن زریع،ابوخالد احمر،نوح بن قیس،ابوداؤدالطیالسی وغیرہ

تلامذہ

محمد بن اسحاق بن ابراہیم،مسلم،ابوداؤد،ابوزرعہ،بقی بن مخلد،جعفر فریابی،ابویعلی،ابوالقاسم بغوی وغیرہ

مرتبہ

آپ ثقہ راوی ہیں۔ابن معین نے آپ کے چھوٹی عمر میں سماع کے باوجود آپ کو ثقہ کہا ہے۔ (3)

ابن حبان نے بھی آپ کو ثقات میں شمار کیا ہے۔

وفات

آپ کی 239 ہجری میں وفات ہوئی۔ (4)

1.الہیثمی:نورالدین علی بن ابی بکر(م807ھ)مجمع الزوائد ومنبع الفوائد 112:5 دارالفکر،بیروت 1412ھ

2.ابن المقری:ابوبکر محمد بن علی بن عاصم بن زاذان(م381ھ)معجم ابن المقری 234:2 مکتبۃ الرشد،ریاض مطبوعہ 1419ھ

3.العسقلانی:احمد بن علی بن حجر(م852ھ)تہذیب التہذیب 140:11

4.ابن حبان:محمد بن حبان بن احمد ابوحاتم(م354ھ) الثقات 229:9

خالد

نام نسب کنیت

آپ کا نام خالد بن عبداللہ بن عبدالرحمان بن یزید الطحان المزنی الواسطی ہے۔اور آپ کی کنیت ابوالہیثم ہے اور ابو محمد بھی کہا جاتا ہے۔کبھی صرف خالد الطحان سے ذکر کر دیا جاتا ہے۔

شیوخ

اسماعیل بن خالد، بیان بن بشر،حمید الطّویل، سلیمان التیمی ،ابوطوالہ،ابن عون،خالد الحذاء،عمرو بن یحی،مظرف بن طریف سہیل بن ابی صالح وغیرہ

تلامذہ

آپ کا بیٹا محمد بن خالد، زید بن الحباب،عبدالرحمان بن مہدی،وکیع ،یحی قطان،مسدد،سعید بن منصور،محمد بن صباح،قتیبہ وغیرہ

مرتبہ

آپ ثقہ راوی ہیں۔ ابوزرعہ،ابن سعد اور نسائی نے آپ کو ثقہ کہا ہے۔امام ترمذی نے بھی ثقہ بتایا ہے۔

وفات

علی بن عبداللہ اور یعقوب بن سفیان نے 179 ہجری میں وفات بتائی ہے۔جبکہ ابن سعد نے 182 ہجری میں وفات پانے کا بتایا ہے۔ (1)

خالد

خالد الحذاء(ان کی تفصیل صحیح بخاری کی پہلی حدیث کے ذیل میں گزر چکی ہے۔)

عکرمہ

(ان کی تفصیل صحیح بخاری کی پہلی حدیث کے ذیل میں گزر چکی ہے۔)

ابن عباس

(ان کی تفصیل صحیح بخاری کی پہلی حدیث کے ذیل میں گزر چکی ہے۔)

حدیث نمبر:3

اَخبَرَنَا الحَسنُ بنُ سُفیَانَ حَدَّثَنَا اَبُو بَکرٍ بنُ اَبِی شَیبَةَ حَدَّ ثَنا سُلَیمَانُ بنُ حَرب عَن عَبدِ اللهِ بنِ عُثمَانَ بنِ خَثِیمٍ عَن سَعِیدِ بنِ جُبَیرٍ عَن ابنِ عَباسٍ قَالَ کُنتُ فِی بَیتِ مَیمُونَةَ بنتِ الحَارِثِ فَوَضَعتُ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ طَهُورًا فَقَالَ مَن وَضَعَ هَذَا قَالَت مَیمُونَةُ عَبدُاللهِ فَقَالَ ﷺ اللّٰهُمَّ فَقِّههُ فِی الدِّینِ وَ عَلِّمهُ التَّأوِیلَ

(2)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ حضرت میمونہؓ کے گھر میں تھے۔تو میں نے نبی ﷺ کے لیے وضو کا پانی رکھا۔نبی ﷺ نے پوچھا یہ کس نے رکھا ہے؟ حضرت میمونہؓ نے کہا عبداللہ نے۔تو نبی ﷺ نے دعا دی کہ اللہ تعالی اس کو دین میں سمجھ عطا کر اور تفسیر کا علم سکھا دے۔

1.العسقلانی:احمد بن علی بن حجر(م852ھ)تہذیب التہذیب87:3

2.ابن حبان:محمد بن حبان بن احمد ابوحاتم(م354ھ) صحیح ابن حبان531:15

حسن بن سفیان

نام نسب

آپ کا نام حسن بن سفیان بن عامر بن عبدالعزیز بن نعمان بن عطاء الشیبانی الخراسانی النسوی ہے۔

شیوخ

ابوبکر بن ابی شیبہ، احمد بن حنبل، ابراہیم بن یوسف البلخی، قتیبہ بن سعید، شیبان بن فروخ، ہدبہ بن خالد، عبداللہ بن محمد بن اسماء، عبدالاعلی بن حماد، سہیل بن عثمان، اسحاق بن راہویہ، حبان بن موسی، صفوان بن خالد، محمد بن رمح، ابوکامل الجحدری، وغیرہ

تلامذہ

ابن خزیمہ، یحی بن منصور، ابوحاتم ابن حبان، اسحاق بن سعد النسوی، محمد بن ابراہیم الہاشمی، محمد بن یعقوب بن الاخرم، ابوعلی الحافظ، محمد بن الحسن النقاش، ابوعمرو بن حمدان، وغیرہ

مرتبہ

آپ ثقہ راوی ہیں۔ آپ نے ایک مسند بھی لکھی ہے۔ حاکم نے کہا ہے کہ آپ اپنے زمانے میں خراسان کے محدث تھے۔ آپ فہم حدیث، کثرت حدیث اور فقہ میں سب سے آگے تھے۔ (1)

ابوبکر بن ابی شیبہ

نام نسب کنیت

آپ کا نام عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ ابراہیم بن عثمان بن خواستی العبسی ہے۔ ان کے مولی ابوبکر تھے۔ آپ اکثر ابوبکر بن ابی شیبہ ہی سے یاد کیے جاتے ہیں۔

شیوخ

ابوالاحوص، عبداللہ بن ادریس، ابن مبارک، شریک، ہشیم، ابوبکر بن عیاش، جریر بن عبدالحمید، ابواسامہ، ابومعاویہ، وکیع، ابن علیہ، ابن نمر، ابن مہدی، ابن عیینہ، محمد بن فضیل، یزید بن ہارون

تلامذہ

آپ کا بیٹا ابوشیبہ ابراہیم بن ابی بکر بن ابی شیبہ، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ، احمد بن علی، احمد بن حنبل، بقی بن مخلد، ابویعلی وغیرہ

مرتبہ

آپ ثقہ راوی ہیں۔ احمد نے صدوق کہا ہے۔ عجلی، ابوحاتم اور ابن خراش نے ثقہ کہا ہے۔ آپ سے امام بخاری نے 30 اور امام مسلم نے 1540 روایات کی ہیں۔

وفات

آپ نے محرم 235 ہجری میں وفات پائی۔ (2)

1. ذہبی: محمد بن احمد بن عثمان (م 748ھ) سیر اعلام النبلاء 158:14
2. العسقلانی: احمد بن علی بن حجر (م 852ھ) تہذیب التہذیب 4:6

سلیمان بن حرب

نام نسب کنیت

آپ کا نام سلیمان بن حرب بن بجیل الازدی الواشحی البصری ہے۔آپ کی کنیت ابوایوب ہے۔

شیوخ

شعبہ،محمد بن طلحہ،وھیب بن خالد،حوشب بن عقیل،حماد،یزید بن ابراہیم،جریر بن حازم سلام بن ابی مطیع،بسطام بن حریث،مبارک بن فضالہ وغیرہ

تلامذہ

بخاری،ابوداؤد،ابوبکر بن ابی شیبہ،احمد بن سعید،اسحاق بن راھویہ،علی بن نصر جہضمی،جراح بن مخلد،حجاج الشاعر،الدارمی،یحی القطان،محمد بن سعد،ابوذرعہ،ابو حاتم

مرتبہ

آپ ثقہ راوی ہیں۔امام بخاری نے آپ سے 127 روایات کی ہیں۔ ابن حبان نے ثقات میں شمار کیا ہے۔امام نسائی نے ثقة مأمون کہا ہے۔

وفات

آپ نے 224 ہجری میں وفات پائی۔ (1)

عبداللہ بن عثمان بن خثیم

نام نسب کنیت

آپ کا نام عبداللہ بن عثمان بن خثیم القاری المکی ہے ۔آپ کی کنیت ابوعثمان ہے۔آپ بنی زہرہ کے حلیف ہیں۔

شیوخ

ابوطفیل،صفیہ بنت شیبہ،قیلہ ام بنی انمار،عطاء،سعید بن جبیر،ابوزبیر،شہر بن حوشب،مجاہد،نافع،اسماعیل بن عبید بن رفاعہ،سعید بن ابی راشد،عثمان بن جبیر وغیرہ

تلامذہ

سفیان،ابن جریج،معمر،حماد بن سلمہ،حفص بن غیاص،فضیل بن سلیمان،وہیب،یحی بن سلیم،بشر بن مفضل،عبدالوہاب ثقفی،ابوعوانہ وغیرہ

مرتبہ

آپ ثقہ راوی ہیں۔ ابن ابی مریم نے ابن معین سے نقل کیا ہے کہ ثقہ اورحجہ ہیں،عجلی اورابن سعد نے بھی ثقہ کہا ہے۔ابن حبان نے ثقات میں شمار کیا ہے۔

وفات

عمرو بن علی نے آپ کی وفات 132 ہجری بیان کی ہے۔

(2)

1.العسقلانی:احمد بن علی بن حجر(م852ھ)تہذیب التہذیب 158:4

2.ایضا 275:5

سعید بن جبیر

نام نسب کنیت

آپ کا نام سعید بن جبیر بن ہاشم الاسدی الوالبی ہے۔آپ کے مولی ابو محمد ہیں ۔اور آپ کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ابن ام الدہماء سے بھی آپ کو پکارا جاتا ہے۔

شیوخ

حضرت عبداللہ بن عباسؓ،ابن زبیرؓ،ابن عمرؓ،ابن معقلؓ،عدی بن حاتمؓ،ابوسعید الخدریؓ،ابو ہریرہؓ،ابوموسی الاشعریؓ ضحاک بن قیسؓ، حضرت عائشہؓ وغیرہ

تلامذہ

آپ کے دونوں بیٹے عبدالملک اور عبداللہ اس کے علاوہ یعلی بن مسلم ،یعلی بن حکیم،ابوزبیر المکی،آدم بن سلیمان،اشعث بن ابی الشعثاء،ایوب،بکیر بن شہاب،ثابت بن عجلان،حبیب بن ابی ثابت،سماک بن حرب،اعمش،ابن خثیم،سلمہ بن کہیل عمرو بن ابی عمرو وغیرہ

مرتبہ

آپ ثقہ راوی ہیں۔کثرت تلاوت آپ کی مشہور ہے ایک ایک رات میں کعبہ کے اندر قرآن کریم کی تلاوت مکمل کرتے تھے۔ابن حبان نے بھی ثقات میں شمار کیا ہے۔عجلی نے آپ کو ثقہ تابعی کہا ہے۔ (1)

وفات

آپ کو 95 ہجری میں 49 سال کی عمر میں حجاج نے شہید کر دیا۔ (2)

ابن عباسؓ

(ان کی تفصیل صحیح بخاری کی پہلی حدیث کے ذیل میں گزر چکی ہے۔)

جامع ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے فضائل:

حدیث نمبر:1

حَدَّثَنَا بُندارُ وَ مَحمُودُ بنُ غَیلَانَ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُو اَحمَدَ عَن سُفیَانَ عَن لَیثٍ عَن اَبِی جَهضَمٍ عَن ابنِ عَباسٍ اَنَّهُ رَاَی جِبرِیلَ مَرَّتَینِ وَدَعَا لَهُ النَّبِیُّ ﷺ مَرَّتَینِ هَذَا حَدِیثٌ مُرسَلٌ وَاَبُو جَهضَمٍ لَم یُدرِك ابنَ عَباسٍ وَ اسمُهُ مُوسَی بِن سَالم

(3)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت جبریلؑ کو دو بار دیکھا اور نبی ﷺ نے ان کے لیے دو مرتبہ دعائیں کیں۔

امام ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث مرسل ہے ابوجہضم نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو نہیں پایا۔ابوجہضم کا نام موسی بن سالم ہے۔

فضائل:

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے حضرت جبریلؑ کو دو مرتبہ دیکھا ہے۔اور رسول اللہ ﷺ نے آپؓ کے لیے دو مرتبہ دعا فرمائی ہے۔

1. عجلی:احمد بن احمد عبداللہ بن صالح ابوالحسن (م261ھ) معرفۃ الثقات 395:1
2. العسقلانی:احمد بن علی بن حجر (م852ھ) تہذیب التہذیب 12:4
3. ترمذی:ابوعیسی محمد بن عیسی (م279ھ) جامع الترمذی (کتاب المناقب،باب:مناقب عبداللہ بن عباسؓ) 222:2

بندار

نام نسب کنیت

آپ کا نام محمد بن بشار بن عثمان بن داؤد بن کیسان العبدی بصری۔آپ کی کنیت ابو بکر ہے۔آپ بندار کے نام سے مشہور ہیں کیوں کہ آپ نے اپنے علاقے کی احادیث کو جمع کیا تھا۔ (1)

پیدائش

آپ کی پیدائش 167 ہجری میں ہوئی۔

شیوخ

عبدالوہاب ثقفی،غندر، روح بن عبادہ،ابن ابی عدی،معاذ بن ہشام، یحی القطان،ابن مہدی،ابوداؤدالطیالسی، یزید بن زریع، یزید بن ہارون،جعفر بن عون، بہز بن اسد،سالم بن نوح،امیہ بن خالد،ابوعاصم وغیرہ

تلامذہ

ابوذرعہ،ابوحاتم،بقی بن مخلد،عبداللہ بن احمد،ابن ناجیہ،ابراہیم الحربی،ابن ابی الدنیا،زکریا الساجی،ابوخلیفہ،ابن خزیمہ،سراج،قاسم بن زکریا،محمد بن المسیب ، ابن صاعد،بغوی وغیرہ (2)

مرتبہ

آپ ثقہ راوی ہیں۔ ابن حبان نے آپ کو ثقات میں شمار کیا ہے۔عجلی نے آپ کو ثقہ کثیر الحدیث کہا ہے۔ (3)

وفات

آپ رجب 252 ہجری میں وفات پا گئے۔

محمود بن غیلان

نام نسب کنیت

آپ کا نام محمود بن غیلان المروزی العدوی ہے۔آپ کی کنیت ابومحمد ہے

شیوخ

وکیع ، یزید بن ہارون،ابن عیینہ،نضر بن شمیل،فضل بن موسی،ابونضر،ابواحمد الزبیری،عبدالرزاق،ابواسامہ،ازہر بن سعد،سعید بن عامر،بشر بن السری،شبابہ،عبداللہ بن موسی،وہب بن جریر، یحی بن آدم،یعلی بن عبید،ابوداؤدالطیالسی وغیرہ

تلامذہ

ابوداؤد،ابوحاتم،ابوذرعہ،ذہلی،ابوالاحوص،ابن ابی الدنیا،مطین،حسن بن سفیان،محمد بن ہارون،ابن خزیمہ،سعاج،ابوالقاسم بغوی وغیرہ

1.ابن حبان:محمد بن حبان بن احمد ابوحاتم (م354ھ) الثقات 111:9

2.العسقلانی:احمد بن علی بن حجر (م852ھ) تہذیب التہذیب 61:9

3. عجلی:احمد بن احمد عبداللہ بن صالح ابوالحسن (م261ھ) معرفۃ الثقات 232:2

مرتبہ

آپ ثقہ راوی ہیں۔ابن حبان نے آپ کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔امام نسائی نے آپ کو ثقہ کہا ہے۔ (1)

وفات

آپ رمضان 239 ہجری میں وفات پا گئے۔ (2)

ابو احمد

نام نسب کنیت

آپ کا نام محمد بن عبداللہ بن زبیر بن عمر بن درہم الاسدی ہے، آپ کوفہ کے رہنے والے تھے آپ اپنی کنیت ابو احمد الزبیری سے مشہور ہیں۔

شیوخ

ثوری، اسرائیل، ایمن بن نابل، عیسی بن طہمان، سفیان ثوری، مسعر، مالک بن مغول، مالک بن انس، اسرائیل بن یونس، سعید بن حسان، شیبان بن عبدالرحمان، قیس بن سلیم، ولید بن عبداللہ بن جمیع وغیرہ

تلامذہ

آپ کا بیٹا طاہر، احمد بن حنبل، ابو خیثمہ، بندار، ابوموسی، احمد بن منیع، ابراہیم بن سعید الجوہری، ابوبکر بن ابی شیبہ، عبداللہ بن محمد، محمد بن عبدالرحیم، احمد بن سنان، محمود بن غیلان، یوسف بن موسی، نصر بن علی جہضمی، حجاج بن الشاعر وغیرہ

مرتبہ

آپ ثقہ راوی ہیں۔ ابن حبان نے بھی آپ کو ثقات میں شمار کیا ہے۔ابن نمیر نے آپ کو طبقہ ثالثہ میں صدوق کہا ہے۔ابوذرعہ اور ابن خراش نے بھی صدوق ہی کہا ہے ابن معین نے بھی ثقہ کہا ہے۔ (3)

وفات

آپ نے 203 ہجری میں وفات پائی۔ (4)

سفیان

نام نسب کنیت

آپ کا نام سفیان بن سعید بن مسروق ثوری کوفی ہے۔آپ کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔آپ کا نسب ثور بن عبد مناۃ بن اد بن طابخہ سے ہے۔

پیدائش

آپ کی پیدائش 97 ہجری کو ہوئی۔

1. العسقلانی: احمد بن علی بن حجر (م852ھ) تقریب التھذیب 58:10
2. ابن حبان: محمد بن حبان بن احمد ابوحاتم (م354ھ) الثقات 202:9
3. العسقلانی: احمد بن علی بن حجر (م852ھ) تہذیب التھذیب 227:9
4. ابن حبان: محمد بن حبان بن احمد ابوحاتم (م354ھ) الثقات 58:9

شیوخ

آپ کے والد سعید بن مسروق، ابواسحاق شیبانی، ابواسحاق سبیعی، عبدالملک بن عمیر، عبدالرحمان بن عابس، سلمہ بن کہیل، طارق بن عبدالرحمان، اسود بن قیس، حبیب بن ابی ثابت، اعمش، حماد بن ابی سلیمان، عون بن ابی جحیفہ، سلیمان التیمی، خالد الحذاء، ابن عون، عبداللہ بن دینار، اسماعیل بن امیہ، ابوالزناد، ابن عجلان، ابو الزبیر، وغیرہ

تلامذہ

جعفر بن برقان، ابان بن تغلب، زائدہ، اوزاعی، مالک، مسعر، عبدالرحمان بن مہدی، یحی بن سعید القطان، ابن مبارک، جریر، ابواسامہ، عبداللہ بن وہب، عبدالرزاق، عبیدالاشجعی، فضل بن موسی، ابواسحاق الفزاری، مخلد بن یزید، وکیع، یزید بن ہارون، ابواحمد الزبیری وغیرہ

مرتبہ

شعبہ ابن عیینہ، ابوعاصم، ابن معین نے آپ کو امیرالمؤمنین فی الحدیث کہا ہے۔ (1)

وفات

بصرہ میں 161 ہجری میں آپ کی وفات ہوئی ہے۔

لیث

نام نسب کنیت

آپ کا نام لیث بن ابی سلیم بن زنیم القرشی کوفی ہے۔ آپ کے مولی ابوبکر تھے۔ اسی وجہ سے ابوبکر کوفی بھی کہا جاتا ہے۔ آپ کے والد ابوسلیم کا نام ایمن تھا، آپ کے والد کے نام میں اس کے علاوہ انس، زیاد اور عیسی کے بھی اقوال ہیں۔

شیوخ

طاؤس، مجاہد، عطاء، عکرمہ، نافع، ابواسحاق السبیعی، ابوزبیر المکی، ابو بردہ بن موسی، اشعث بن ابی الشعثاء، شہر بن حوشب، ثابت بن عجلان، عبداللہ بن حسن بن حسن، عبدالملک بن ابی بشیر، ربیع بن انس، زید بن ارطاۃ، منہال بن عمرو وغیرہ

تلامذہ

ثوری، حسن بن صالح، شیبان بن عبدالرحمان، یعقوب بن عبداللہ القمی، شعبہ بن حجاج، جریر بن عبدالحمید، عبدالواحد بن زیاد، زائدہ بن قدامہ، شریک، محمد بن فضیل، معتمر بن سلیمان، قاسم بن مالک، خالد بن عبداللہ، ابوالاحوص وغیرہ

مرتبہ

یحی نے کہا ہے آپ سے روایت میں کوئی حرج نہیں۔ ابن شاہین نے ثقات میں شمار کیا ہے۔ یعقوب بن شعیب نے کہا ہے صدوق ضعیف الحدیث۔ ابن حبان نے کہا ہے کہ آخری عمر میں اختلاط ہوگیا تھا۔ (2)

وفات

آپ کی وفات کے بارے میں 143 ہجری اور 148 ہجری کے اقوال ہیں۔

1. العسقلانی: احمد بن علی بن حجر (م 852ھ) تہذیب التہذیب 100:4

2. ایضا تقریب التہذیب 418:8

ابوجھضم (موسی بن سالم)

نام نسب کنیت

آپ کا نام موسی بن سالم مولی آل عباس ہے۔آپ کی کنیت ابوجہضم ہے۔

شیوخ

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ (سے مرسل روایت کرتے ہیں)،عبداللہ بن حنین،سلمہ بن کہیل ،ابوجعفرمحمد بن علی بن حسین وغیرہ

تلامذہ

عطاء بن ابی السائب ،لیث بن ابی سلیم ،ثوری،عبدالوارث بن سعید،حماد،ابن علیہ،مرجی بن رجاء،یحی بن آدم وغیرہ

مرتبہ

آپ ثقہ راوی ہیں۔ابن معین اور ابوذرعہ نے ثقہ کہاہے۔ابوحاتم نے صالح الحدیث صدوق کہاہے۔ابن حبان نے بھی ثقات میں شمار کیاہے۔

(1)

ابن عباس

(ان کی تفصیل صحیح بخاری کی پہلی حدیث کے ذیل میں گزرچکی ہے۔)

حدیث نمبر:2

حَدَّثَنَا مُحمدُ بنُ حَاتِمٍ المُؤَدِّبُ حَدَّثَنَا قَاسِمُ بنُ مَالِكٍ المُزَنِيُّ عَن عَبدِ المَلِكِ بنِ اَبِی سُلَیمَانَ عَن عَطَاءٍ عَن ابنِ عباسٍ قَالَ دَعَا لِی رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ اَن یُؤتِیَنِی اللّٰهُ الحِکمَةَ مَرَّتَینِ قَالَ اَبُو عِیسَی هَذَا حَدِیثٌ حَسَنٌ غَرِیبٌ مِن هَذَا الوَجهِ مِن حَدِیثِ عَطَاءٍ وَقَد رَوَاهُ عِکرَمَهُ عَن ابنِ عَباسٍ

(2)

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دوبار مجھے حکمت سے نوازے جانے کی دعافرمائی۔

امام ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث اس سند سے عطاء کی روایت سے غریب ہے۔اوراسے عکرمہ نے حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے روایت کیا ہے۔

فضائل

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوتاہے کہ نبی ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کے لیے دومرتبہ حکمت کے لیے دعافرمائی ہے۔

تحقیق رواۃ حدیث

محمد بن حاتم المؤدب

نام نسب کنیت

آپ کا نام محمد بن حاتم بن میمون سلیمان المؤدب المکتب الزمی خراسانی ثم بغدادی ہے۔آپ کی کنیت ابوجعفر اور ابوعبداللہ بھی ذکر کی جاتی ہے۔

1.العسقلانی:احمد بن علی بن حجر(م852ھ)تہذیب التہذیب306:10

2.ترمذی:ابوعیسی محمد بن عیسی (م279ھ)جامع الترمذی(کتاب المناقب،باب:مناقب عبداللہ بن عباس ؓ)222:2

شیوخ

اسماعیل بن علیہ،عبیدہ بن حمید،عمار بن محمد ثوری،قاسم بن مالک مزنی،یونس بن محمد،حکم بن ظہیر،علی بن ثابت جزری،عباد بن عوام،محمد بن عبداللہ انصاری،ابوبدر شجاع بن ولید وغیرہ

تلامذہ

ترمذی،نسائی، عبداللہ بن عبدالرحمان دارمی،عبداللہ بن احمد بن حنبل،ابوحاتم رازی،ابوالاذان،عمر بن شبہ النمیر ی،محمد بن حامد،ابویعلی،ابوحامد محمد بن ہارون وغیرہ

مرتبہ

آپ ثقہ راوی ہیں۔ابوحاتم نے صدوق کہاہے،صالح بن محمد اسدی،نسائی،دارقطنی نے ثقہ کہاہے،ابن حبان نے ثقات میں شمار کیا ہے۔ (1)

وفات

آپ کی وفات 246 ہجری میں ہوئی۔ (2)

قاسم بن مالک مزنی

نام نسب کنیت

آپ کا نام قاسم بن مالک المز نی کوفی ہے۔آپ کی کنیت ابوجعفر ہے۔

شیوخ

مختار بن فلفل،ابومالک اشجعی،ابن عون،خالد الحذاء،عاصم بن کلیب،جعید بن عبدالرحمان،اجلح کندی،لیث بن ابی سلمہ،عبدالملک بن ابی سلیمان،سعید الجریری، ایوب بن عائذ وغیرہ

تلامذہ

احمد،ابن المدینی،ابوبکر بن ابی شیبہ،عثمان بن ابی شیبہ،یحی بن معین،زہیر بن حرب،عمرو الناقد،فروہ بن ابی المغر اء،یعقوب بن ماہان،ہشام بن یوسف،محمد بن حاتم المؤدب،احمد بن اشکاب،حسن بن عرفہ وغیرہ

مرتبہ

آپ ثقہ راوی ہیں۔ احمد کہتے ہیں صدوق کہاہے۔ابن معین نے ثقہ کہاہے،عجلی نے بھی آپ کو ثقہ کہاہے۔ (3)
ابن حبان نے ثقات میں شمار کیا ہے۔ (4)

وفات

آپ کی 190 ہجری کے بعد وفات ہوئی ہے۔ (5)

1.ابن حبان:محمد بن حبان بن احمد ابوحاتم (م354ھ) الثقات 86:9
2.العسقلانی:احمد بن علی بن حجر(م852ھ) تہذیب التہذیب 88:9
3. عجلی:احمد بن احمد عبداللہ بن صالح ابوالحسن (م261ھ) معرفۃ الثقات 211:2
4.ابن حبان:محمد بن حبان بن احمد ابوحاتم (م354ھ) الثقات 339:7
5.العسقلانی:احمد بن علی بن حجر(م852ھ) تہذیب التہذیب 298:8

عبدالملک بن ابی سلیمان

نام نسب کنیت

آپ کا نام عبدالملک بن ابی سلیمان العرزمی ہے۔آپ کے والد کا نام میسرہ بھی بتایا جاتا ہے۔کنیت ابو محمد ہے بعض نے ابو سلیمان اور ابو عبداللہ بھی بتائی ہے۔

شیوخ

انس بن مالکؓ،عطاء بن ابی رباح،سعید بن جبیر،سلمہ بن کہیل،انس بن سیرین،مسلم بن یناق،ابن الزبیر،عبداللہ بن عطاء المکی،ابوحمزہ الشمالی،عبداللہ بن کیسان،وغیرہ

تلامذہ

شعبہ،ثوری،ابن مبارک،القطان،عبداللہ بن ادریس،زہیر بن معاویہ،زائدہ،حفص بن غیاث،اسحاق الازرق،خالد بن عبداللہ بن نمیر،علی بن مسہر،ابوعوانہ۔ یزید بن ہارون،عبدالرزاق،یحی بن سعید القطان وغیرہ

مرتبہ

آپ ثقہ راوی ہیں۔ابوزرعہ دمشقی کہتے ہیں میں نے احمد اور یحی دونوں سے سنا ہے کہ عبدالملک بن سلیمان ثقہ ہے۔ نسائی نے بھی ثقہ کہا ہے۔عجلی نے آپ کو ثقہ ثبت کہا ہے۔ (1)

اور ابن حبان نے ثقات میں شمار کیا ہے۔ (2)

وفات

آپ کی وفات 145 ہجری میں ہوئی۔ (3)

عطاء

نام نسب کنیت

آپ کا نام عطاء بن ابی رباح ہے۔آپ کے والد کا نام اسلم القرشی تھا آپ کا مولی ابو محمد المکی ہے۔

پیدائش

آپ 27 ہجری کو پیدا ہوئے۔

شیوخ

ابن عباسؓ،ابن عمروؓ،ابن عمرؓ،ابن زبیرؓ،معاویہؓ،اسامہ بن زیدؓ،جابر بن عبداللہؓ،زید بن ارقمؓ،عمر بن ابی سلمہ،رافع بن دیجؓ،ابوالدرداء،ابوسعیدؓ الخدریؓ، ابوہریرہؓ، حضرت عائشہؓ،حضرت ام سلمہؓ،ام ہانیؓ،ابوصالح،عروہ بن زبیرا،ابن ابی ملیکہ،ابوالزبیر،وغیرہ

تلامذہ

آپ کا بیٹا یعقوب،ابو اسحاق السبیعی،مجاہد،زہری،ایوب السختیانی،ابوالزبیر،حکم بن عتیبہ،اعمش،اوزاعی،ابن جریج،عبدالکریم جزری،جریر بن حازم،سلمہ بن کہیل،عباس بن منصور الناجی،عبداللہ بن عثمان بن خثیم،عبداللہ بن ابی نجیح،عبدالملک بن ابی سلیمان العذری،قتادہ،ابوحنیفہ،وغیرہ

1. عجلی: احمد بن احمد عبداللہ بن صالح ابوالحسن (م 261ھ) معرفۃ الثقات 103:2
2. ابن حبان: محمد بن حبان بن احمد ابوحاتم (م 354ھ) الثقات 98:7
3. العسقلانی: احمد بن علی بن حجر (م 852ھ) تہذیب التہذیب 353:6

آپ ثقہ راوی تھے۔آپ خود کہتے تھے کہ میں نے 200 صحابہ کرامؓ کو پایا ہے۔حضرت ابن عباسؓ نے اہل مکہ سے کہا آپ میرے پاس جمع ہوتے ہو حالانکہ آپ کے پاس عطاء ہے۔ابن حبان نے ثقات میں شمار کیا ہے اور کہا ہے کہ آپ تابعین کے سادات تھے فقہ،علم،تقوی،اور فضیلت کے لحاظ سے۔ (1)

وفات

احمد نے کہا ہے 114 ہجری میں وفات ہوئی جبکہ ابن جریج اور ابن علیہ نے نے کہا ہے 115 میں ہوئی ہے۔اور خلیفہ نے کہا ہے 117 میں ہوئی ہے اور ابن حجر نے اسے ترجیح دی ہے۔ (2)

ابن عباس

(ان کی تفصیل صحیح بخاری کی پہلی حدیث کے ذیل میں گزر چکی ہے۔)

حدیث نمبر:3

حَدَّثَنَا مُحمدُ بنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبدُ الوَهَّابِ الثَّقفِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدُ الحَذَّاءُ عَن عِكرَمَةَ عَن ابنِ عَباسٍ قَالَ ضَمَّنِي اِلَيهِ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَقَالَ اللّٰهُمَّ عَلِّمهُ الحِكمَةَ قَالَ اَبُو عِيسَى هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

(3)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اپنے سینے سے لگا کر فرمایا اے اللہ تعالی اسے حکمت سکھادے۔

امام ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تحقیق رواۃ حدیث

محمد بن بشار (بندار)

(ان کی تفصیل جامع ترمذی کی پہلی حدیث کے ذیل میں گزر چکی ہے۔)

عبدالوہاب ثقفی

نام نسب کنیت

آپ کا نام عبدالوہاب بن عبدالمجید بن صلت بن عبیداللہ بن حکم بن ابی العاص الثقفی بصری ہے۔آپ کی کنیت ابو محمد ہے۔

پیدائش

آپ کی پیدائش کے بارے میں احمد نے کہا ہے 108 ہجری کو پیدا ہوئے جبکہ الفلاس نے 111 ہجری بتایا ہے۔

1. ابن حبان: محمد بن حبان بن احمد ابو حاتم (م354ھ) الثقات 199:5
2. العسقلانی: احمد بن علی بن حجر (م852ھ) تہذیب التہذیب 181:7
3. ترمذی: ابو عیسی محمد بن عیسی (م279ھ) جامع الترمذی (کتاب المناقب، باب: مناقب عبداللہ بن عباسؓ) 222:2

شیوخ

حمید الطّویل،ایوب سختیانی،ابن عون،خالد حذاء،داؤد بن ابی ہند،عوف الاعرابی،عبید اللہ بن عمر،یونس بن عبید،یحی بن سعید انصاری،جعفر بن محمد بن علی، حبیب المعلم،سعید الجریری،ابن جریج،وغیرہ

تلامذہ

شافعی،احمد،علی،یحی،اسحاق،ابوبکر بن ابی شیبہ،ابوخیثمہ،عثمان بن ابی شیبہ،بندار،ابوموسی،مسدد،ابراہیم بن محمد بن عرعرہ،ازہر بن جمیل،عبید اللہ القواریری، ابو غسان،محمد بن عبد اللہ بن حوشب،محمد بن یحی،یحی بن حبیب،قتیبہ بن سعید،سوید بن سعید وغیرہ

مرتبہ

آپ ثقہ راوی تھے۔ابن حبان نے آپ کو ثقات میں شمار کیا ہے۔ (1)

اور عجلی نے ثقات میں شمار کیا ہے۔ (2)

وفات

آپ کی وفات 194 ہجری کو ہوئی۔اور 184 ہجری کا قول بھی ہے۔ (3)

خالد حذاء

(ان کی تفصیل صحیح بخاری کی پہلی حدیث کے ذیل میں گزر چکی ہے۔)

عکرمہ

(ان کی تفصیل صحیح بخاری کی پہلی حدیث کے ذیل میں گزر چکی ہے۔)

ابن عباس

(ان کی تفصیل صحیح بخاری کی پہلی حدیث کے ذیل میں گزر چکی ہے۔)

1. ابن حبان:محمد بن حبان بن احمد ابوحاتم (م354ھ) الثقات 133:7

2. عجلی:احمد بن احمد عبد اللہ بن صالح ابوالحسن (م ھ261) معرفۃ الثقات 108:2

3. العسقلانی:احمد بن علی بن حجر (م852ھ) تہذیب التہذیب 397:6

فصل ثالث:

فضائل الصحابہؓ (احمد بن حنبل) میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے فضائل ومناقب:

(اس کتاب میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے حوالہ سے 128 روایات نقل ہیں۔ان سب کے نقل کرنے اور تجزیہ کرنے سے مقالہ کی طوالت بہت بڑھ جائے گی لہذا صرف چند روایات کو تحقیق کے لیے پیش کروں گا)

حدیث نمبر:1

حَدَّثَنَا عَبدُاللّٰہِ قَالَ حَدَّثَنِی اَبِی قَالَ حَدَّثَنَا اِسمَاعِیلُ قَالَ اَخبَرَنِی خَالِدُ الحَذاءُ عَن عِکرَمَۃَ قَالَ قَالَ ابنُ عباسٍ ضَمَّنِی اِلَیہِ رَسُولُ اللہِ ﷺ وَقَالَ اَللّٰھُمَّ عَلِّمہُ الکِتَابَ

(1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اپنے سینے سے لگایا اور یہ دعا فرمائی: اے اللہ تعالی! اسے قرآن کریم کا علم عطاء فرما۔

حالات رواۃ حدیث:

عبداللہ

نام نسب کنیت

آپ کا نام عبداللہ بن احمد بن محمد بن حنبل بن ہلال الشیبانی ہے۔آپ کی کنیت ابوعبدالرحمان ہے۔

پیدائش

آپ کی پیدائش 213 ہجری میں ہوئی۔

شیوخ

آپ کے والد (احمد بن حنبل)، شیبان فروخ، حوثر بن اشرس، سوید بن سعید، یحی بن معین، محمد بن صباح، ہیثم بن خارجہ، عبدالاعلی بن حماد، ابوالربیع زہرانی، ابوبکر بن ابی شیبہ، ابراہیم بن الحجاج السامی، عبیداللہ القواریری، محمد بن ابی بکر المقدمی، احمد بن محمد بن ایوب، خلف بن ہشام البزار، اور ابوخیثمہ وغیرہ

تلامذہ

نسائی، بغوی، ابن ساعد، ابوعوانہ، خضر بن مثنی الکندی، ابوبکر بن زیاد، محمد بن مخلد، دعلج، سلیمان الطبرانی، ابوعلی الصواف، قاسم بن اصبغ، اور احمد بن کامل وغیرہ

مرتبہ

آپ ثقہ راوی ہیں۔آپ نے اپنے والد ہی سے اکثر روایات بیان کی ہیں۔ابن حجر نے بھی آپ کے بارے میں ثقہ کے اقوال نقل کیے ہیں۔ (2)

وفات

آپ کی وفات 290 ہجری میں ہوئی ۔ (3)

1. احمد: ابوعبداللہ محمد بن حنبل (م241ھ) فضائل الصحابہ 949:2
2. العسقلانی: احمد بن علی بن حجر (م852ھ) تہذیب التہذیب 124:5
3. ذہبی: محمد بن احمد بن عثمان (م748ھ) سیر اعلام النبلاء 23:26

ابی (احمد بن حنبل)

نام نسب کنیت

آپ کا نام احمد بن محمد بن حنبل بن ہلال بن ادریس بن عبداللہ بن حیان بن عبداللہ بن انس بن عوف الشیبانی المروزی ثم بغدادی ہے ۔اور آپ کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔

پیدائش

آپ کی پیدائش 164 ہجری میں ہوئی۔

شیوخ

ابراہیم بن سعد، ہشیم بن بشیر، عباد بن عباد، ایوب بن نجار، یحی بن ابی زائدہ، علی بن ہاشم، قران بن تمام، عمار بن محمد ثوری، قاضی ابی یوسف، جابر بن نوح علی بن غراب، عمر بن عبید الطنافسی وغیرہ

تلامذہ

آپ کا بیٹا عبداللہ، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، عبدالرزاق، حسن بن موسی، الاشیب، علی بن مدینی، یحی بن معین، احمد بن صالح احمد بن ابی الحواری، محمد بن یحی زہلی، احمد بن ابراہیم الدورقی، احمد بن فرات وغیرہ

مرتبہ

آپ ثقہ راوی ہیں ائمہ اربعہ میں سے آپ ایک ہیں۔ابن مدینی کہتے ہیں کہ ہمارے احباب میں سے احمد بن حنبل سے زیادہ حافظ کوئی ہیں۔ (1)
ابن وراء کہتے ہیں کہ آپ فقہ، حفظ اور معرفت والے تھے۔امام نسائی نے کہا ہے کہ آپ میں معرفت حدیث، فقہ، ورع، زہد اور صبر کی صفات جمع ہیں۔

وفات

آپ کی وفات 232 ہجری میں ہوئی ہے۔ (2)

اسماعیل

نام نسب کنیت

آپ کا نام اسماعیل بن ابان الوراق کوفی ہے۔

شیوخ

مسعر، عبدالرحمٰن بن الغسیل، اسرائیل بن یونس، عبدالحمید بن بہرام، ابوالحیات، یحی بن یعلی التیمی، یحی بن یعلی الاسلمی، ابوالاحوص سلام بن سلیم، شرک بن عبداللہ وغیرہ

تلامذہ

بخاری، ابومحمد الدارمی، ابوزرعہ الرازی، اسماعیل سمویہ، ابراہیم بن ابی بکر بن ابی شیبہ، ابواسحٰق الجوزانی، ابوعمرو بن ابی غرزہ الغفاری، حسین بن الحکم الحبر ی محمد بن سلیمان وغیرہ

1. الباجی: ابوالولید سلیمان بن خلف بن سعد (م 474ھ) التعدیل والجرح 1:320 دار اللواء للنشر والتوزیع، ریاض 1986ء

2. ذہبی: محمد بن احمد بن عثمان (م 748ھ) سیر اعلام النبلاء 21:215

مرتبہ

آپ ثقہ راوی ہیں۔احمد بن حنبل اور ابوداؤد نے ان کو ثقات میں شمار کیا ہے۔یحی بن معین نے بھی آپ کو ثقہ کہا ہے۔ابن حبان نے آپ کو ثقات میں شامل کیا ہے۔ (1)

ابن حجر نے بھی آپ کے ثقات میں شامل ہونے کو بیان کیا ہے۔ (2)

وفات

آپ کی وفات 216 ہجری میں ہوئی۔ (3)

خالد حذاء

(ان کی تفصیل صحیح بخاری کی پہلی حدیث کے ذیل میں گزر چکی ہے۔)

عکرمہ

(ان کی تفصیل صحیح بخاری کی پہلی حدیث کے ذیل میں گزر چکی ہے۔)

ابن عباس

(ان کی تفصیل صحیح بخاری کی پہلی حدیث کے ذیل میں گزر چکی ہے۔)

حدیث نمبر:2

حَدَّثَنَا عَبدُاللهِ قالَ حَدَّثَنِی اَبِی قَالَ حَدَّثَنَا اِسمَاعیلُ یَعنِی ابنَ عُلَیة قَالَ اَخبَرَنَا اَیُوبُ قَالَ نبئتُ عَن طَاوُسٍ قَالَ مَا رَأَیتُ اَحَدَا اَشَدُّ تَعظِمَا لِحُرَمَاتِ اللّٰهِ تَعَالَی مِن ابنِ عَباسٍ وَ اللّٰهِ لَو اَشَاءُ اِذَا ذَکَرتُهُ اَن اَبکِی لَبَکیتُ

(4)

حضرت طاؤس کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے زیادہ اللہ تعالی کے شعائر کی تعظیم کرنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔اللہ کی قسم !اگر میں ان کی یاد میں رونا چاہوں تو رولوں۔

1. ابن حبان: محمد بن حبان بن احمد ابو حاتم (م354ھ) الثقات 91:8

2. العسقلانی: احمد بن علی بن حجر (م852ھ) تہذیب التہذیب 236:1

3. ذہبی: محمد بن احمد بن عثمان (م748ھ) سیر اعلام النبلاء 329:19

4. احمد: ابوعبداللہ محمد بن حنبل (م241ھ) فضائل الصحابہ 950:2

عبداللہ

(ان کی تفصیل فضائل الصحابہؓ کی پہلی حدیث کے ذیل میں گزر چکی ہے۔)

ابی (احمد بن حنبل)

(ان کی تفصیل فضائل الصحابہؓ کی پہلی حدیث کے ذیل میں گزر چکی ہے۔)

اسماعیل ابن علیہ

نام نسب کنیت

آپ کا نام اسماعیل بن ابراہیم مقسم الاسدی ہے۔اور کنیت ابو بشر ہے۔اور ابن علیہ کے نام سے مشہور ہیں۔

شیوخ

عبدالعزیز بن صہیب سلیمان التیمی حمید الطّویل، عاصم الاحول، ایوب بن عون، ابو ریحانہ، ابن ابی نجیح معمر، عوف الاعرابی، ابو التیاح، اور یونس بن عبید وغیرہ

تلامذہ

شعبہ، ابن جریج، بقیہ، حماد بن زید، ابراہیم بن طہمان، ابن وہب، شافعی، احمد، یحیٰی علی، اسحاق، الفلاس، ابو معمر، ابوخیثمہ، ابن ابی شیبہ، احمد بن منیع، ابن نمیر وغیرہ

مرتبہ

آپ ثقہ راوی ہیں۔ ابن اسحاق کہتے ہیں آپ حدیث میں ثقہ، ثبت، حجہ تھے۔ابن المدینی کہتے ہیں آپ سے زیادہ ثقہ کوئی نہیں۔ابن حبان نے ثقات میں شمار کیا ہے۔ (1)

وفات

آپ کی وفات 193 ہجری میں ہوئی۔ (2)

ایوب

نام نسب کنیت

ایوب بن ابی تمیمہ کیسان السختیانی۔آپ کی کنیت ابوبکر ہے۔

شیوخ

عمرو بن سلمہ، حمید بن ہلال، ابو قلابہ، قاسم بن محمد، عبدالرحمان بن قاسم، نافع بن عاصم، عطاء، عکرمہ، اعرج، عمرو بن دینار، ابو رجاء العطاردی، ابو عثمان، حفصہ بنت سیرین، اور معاذۃ العدوی وغیرہ

تلامذہ

اعمش، قتادہ، شعبہ، عبدالوارث، مالک، ابن اسحاق، سعید بن ابی عروبہ، ابن علیہ وغیرہ

1. ابن حبان: محمد بن حبان بن احمد ابوحاتم (م354ھ) الثقات 43:6

2. العسقلانی: احمد بن علی بن حجر (م852ھ) تہذیب التہذیب 241:1

مرتبہ

آپ ثقہ راوی ہیں۔ ابن سعد کہتے ہیں کان ایوبُ ثقة ثبَتًا فِی الحَدِیثِ جامعًا عدلًا ورعًا کَثِیر العلمِ الحجة (1)

ابن حبان نے بھی ثقات میں شمار کیا ہے۔ (2)

وفات

آپ کی وفات رمضان میں جمعہ کے دن 131 یا 132 ہجری میں ہوئی۔ (3)

طاؤس

نام نسب کنیت

آپ کا نام طاؤس بن کیسان الیمانی الحمیر ی الجندی ہے۔ آپ کی کنیت ابوعبدالرحمان ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ آپ کا نام ذکوان تھا اور طاؤس لقب تھا۔

شیوخ

عبادلہ اربعہ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت عائشہؓ، زید بن ثابتؓ، زید بن ارقمؓ، سراقہ بن مالکؓ، صفوان بن امیہؓ، جابرؓ وغیرہ

تلامذہ

آپ کا بیٹا عبداللہ، وہب بن منبہ، سلیمان التیمی، سلیمان احول، ابوزبیر، زہری ابراہیم بن میسرہ، سلیمان بن موسی دمشقی، عبدالکریم جزری، قیس بن سعد مکی، مجاہد، لیث بن ابی سلیم وغیرہ

مرتبہ

آپ کہتے ہیں کہ میں نے 50 صحابہ کرام کو پایا ہے۔ ابن معین اور ابوزرعہ نے آپ کو ثقہ کہا ہے، آپ نے 50 حج کیے ہیں۔ ابن حبان نے بھی ثقات میں شمار کیا ہے۔ (4)

وفات

آپ کی وفات کا مشہور قول 106 ہجری ہے۔ (5)

حدیث نمبر: 3

حَدَّثَنَا عَبدُاللهِ قَالَ حَدَّثَنِی اَبِی قَالَ حَدَّثَنَا سفیانُ ابنُ عُیینَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبدُالکَرِیمِ یَعنِی الجَزرِیَّ عَن سَعِید بنِ جُبَیرٍ قَالَ کَانَ ابنُ عَباسٍ یُحَدِّثُنِی بِالحَدِیثِ فَلَو یَأذنُ لِی اَن اُقَبِّلَ رَاْسَهُ لَقَبَّلتُ

(6)

1. ابن سعد: ابوعبداللہ محمد بن منیع (م 230ھ) الطبقات الکبری 18:7
2. ابن حبان: محمد بن حبان بن احمد ابوحاتم (م 354ھ) الثقات 53:6
3. العسقلانی: احمد بن علی بن حجر (م 852ھ) تقریب التہذیب 348:1
4. ابن حبان: محمد بن حبان بن احمد ابوحاتم (م 354ھ) الثقات 329:8
5. العسقلانی: احمد بن علی بن حجر (م 852ھ) تہذیب التہذیب 9:5
6. احمد: ابوعبداللہ محمد بن حنبل (م 241ھ) فضائل الصحابہ 951:2

حضرت سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ مجھے حدیث پڑھاتے تھے۔اگر وہ مجھے اجازت دیتے تو میں ان کا سر چوم لیتا۔

حالات رواۃ حدیث

عبداللہ

(ان کی تفصیل فضائل الصحابہؓ کی پہلی حدیث کے ذیل میں گزر چکی ہے۔)

ابی (احمد بن حنبل)

(ان کی تفصیل فضائل الصحابہؓ کی پہلی حدیث کے ذیل میں گزر چکی ہے۔)

سفیان ابن عیینہ

نام نسب کنیت

آپ کا نام سفیان بن عیینہ بن ابی عمران ہے ۔اور کنیت ابو محمد ہے۔

شیوخ

ابن شہاب زہری، عمرو بن دینار، ابواسحاق السبیعی، عبداللہ بن ابی یزید، عبداللہ بن دینار، منصور بن معتمر، اسماعیل بن خالد، سعد بن ابراہیم، سہیل بن ابی صالح، ایوب سختیانی، صفوان بن سلیم، عبداللہ بن ابی نجیح وغیرہ

تلامذہ

اعمش، ثوری، شعبہ، ہمام بن یحی، یحی بن سعید القطان، عبدالرحمان بن مہدی، ابن مبارک، وکیع، ابن وہب، شافعی، ابومعاویہ الضریر، ابونعیم، علی بن المدینی، احمد، یحی بن معین، ابوخیثمہ، ابن نمیر وغیرہ

مرتبہ

آپ ثقہ راوی ہیں۔عجلی نے آپ کو ثقہ کہا ہے۔ (1)

ابن سعد نے بھی ثقہ کہا ہے۔ (2)

وفات

آپ کی وفات رجب 198 ہجری میں ہوئی۔ (3)

عبدالکریم جزری

نام نسب کنیت

آپ کا نام عبدالکریم بن مالک الجزری الحرانی خضرمی ہے۔اور کنیت ابوسعید ہے۔آپ کے مولی بنی امیہ ہیں ۔

شیوخ

عطاء، عکرمہ، سعید بن مسیّب، سعید بن جبیر، طاؤس، عبدالرحمان بن ابی لیلی، مجاہد، ابوعبیدہ بن عبداللہ بن مسعود، مقسم، میمون بن مہران، نافع، ابن المنکدر وغیرہ

1. عجلی: احمد بن احمد عبداللہ بن صالح ابوالحسن (م261ھ) معرفۃ الثقات 417:1

2. ابن سعد: ابوعبداللہ محمد بن منیع (م230ھ) الطبقات الکبری 42:6

3. العسقلانی: احمد بن علی بن حجر (م852ھ) تہذیب التہذیب 107:4

تلامذہ

ایوب سختیانی، ابن جریج، مالک، معمر، مسعر، زہیر بن معاویہ، حجاج بن ارطاۃ، اسرائیل بن یونس، عبید اللہ بن عمرو الرقی، محمد بن عبداللہ بن علاثہ، ابوالاحوص، اور دونوں سفیان وغیرہ

مرتبہ

آپ ثقہ راوی ہیں۔ آپ نے حضرت انسؓ کو دیکھا ہے۔ احمد اور یحیٰ بن معین نے ثقہ ثبتا کہا ہے۔ ابن سعد نے ثقہ کثیر الحدیث کہا ہے۔ ابن عمار عجلی، ابو ذرعہ، ابو حاتم نے بھی آپ کو ثقہ کہا ہے۔

وفات

آپ کی وفات 127 ہجری میں ہوئی۔ (1)

سعید بن جبیر

(ان کی تفصیل صحیح ابن حبان کی تیسری حدیث کے ذیل میں گزر چکی ہے۔)

حدیث نمبر:4

حَدَّثَنَا عَبدُاللهِ قَالَ حَدَّثَنِی اَبِی حَدَّثَنَا مُحَمدُ بنُ جَعفرٍ حَدَّثَنَا شُعبَۃُ عَن اَبِی اِسحَاق عَن سَیفٍ قَالَ قَالَت عَائِشَۃُ مَن استُعمِلَ عَلَی المَوسمِ قَالُوا ابنُ عباسٍ قَالَت ھُوَ اَعلَمُ بِالسُّنَّۃِ

(2)

حضرت سیف سے روایت ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ نے پوچھا حج کا امیر کسے بنایا گیا ہے؟ لوگوں نے کہا حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو تو وہ فرمانے لگیں کہ وہ سنت کے سب سے بڑے عالم ہیں۔

فضائل:

اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو بڑے بڑے صحابہ کرام کی موجودگی میں امیر الحج بنایا گیا۔ اور دوسری بات کہ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ نے آپؓ کے بارے میں بتایا کہ آپ سنت کو سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔

حالات رواۃ حدیث

عبداللہ

(ان کی تفصیل فضائل الصحابہؓ کی پہلی حدیث کے ذیل میں گزر چکی ہے۔)

ابی (احمد بن حنبل)

(ان کی تفصیل فضائل الصحابہؓ کی پہلی حدیث کے ذیل میں گزر چکی ہے۔)

1. العسقلانی: احمد بن علی بن حجر (م 852ھ) تہذیب التہذیب 333:6

2. احمد: ابوعبداللہ محمد بن حنبل (م 241ھ) فضائل الصحابہ 954:2

محمد بن جعفر

نام نسب کنیت

آپ کا نام محمد بن جعفر الھذ لی صاحب الکرابیسی ہے۔آپ کے مولی ابوعبداللہ بصری ہیں۔آپ کی کنیت ابوبکر ہے۔بعض نے ابوعبداللہ بتائی ہے۔ (1)

آپ کوغندر (زیادہ شورشغب کرنے والا) کہاجاتا ہے۔آپ کوسب سے پہلے غندر ابن جریج نے کہا تھا۔

شیوخ

شعبہ (کے پاس آپ بیس برس رہے۔کیونکہ آپ ان کے ربیب تھے۔) عبداللہ بن سعید بن ابی ہند، عوف الاعرابی، معمر بن راشد، سعید بن ابی عروبہ، حسین المعلم، ابن جریج، ہشام بن حسان، عثمان بن غیاث، ثوری، ابن عیینہ وغیرہ

تلامذہ

احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، یحی بن معین، علی بن مدینی، ابوبکر بن ابی شیبہ، عثمان بن ابی شیبہ، قتیبہ، ابراہیم بن محمد بن عرعرہ، ابوبکر بن خلاد، یعقوب الدورقی، ابوبکر بن نافع، عبیداللہ القواریری، محمد بن زیاد الزیادی، ابوموسی، بندار، بشر بن خالد، العسکری، احمد بن عبداللہ بن عبدالحکم، محمد بن ابان وغیرہ

مرتبہ

آپ ثقہ راوی ہیں۔ آپ کے کثرت صیام مشہور ہیں پچاس سال مسلسل آپ نے صوم داؤدی رکھے ہیں۔آپ کی کتاب کو وکیع نے الصحیح الکتاب کہا ہے۔ابو حاتم نے آپ کو صدوق کہا ہے۔عجلی نے آپ کو ثقہ کہا ہے۔ (2)

وفات

ابن حبان نے آپ کی وفات ذوالقعدہ 193 ہجری بتائی ہے جبکہ ابن سعد اور ابن حجر 194 ہجری کو ترجیح دیتے ہیں۔محمد بن مثنی نے 192 ہجری کو آپ کی وفات بتائی ہے۔

(3)

شعبہ

نام نسب کنیت

آپ کا نام شعبہ بن الحجاج بن الورد العتکی الازدی الواسطی ثم البصری ہے۔آپ کے مولی ابو بسطام ہیں۔

شیوخ

ابان بن تغلب، ابراہیم بن مسلم الہجری، ابراہیم بن مہاجر، ازرق بن قیس، اسماعیل بن علیہ، اسماعیل بن سمیع، اسود بن قیس، اشعث بن ابی الشعثاء، انس بن سیرین، توبۃ العنبری، ثابت البنانی، جبلہ بن سحیم، حرب بن شداد، حسین المعلم، حمید الطّویل، خالد حذاء، سعید المقبری، سفیان ثوری، عبداللہ بن عون، عبداللہ بن ابی نجیح، عبیداللہ بن ابی یزید، لیث بن ابی سلیم، ورقاء بن عمر یشکری، ابواسحاق السبیعی وغیرہ

تلامذہ

ایوب، اعمش، سعد بن ابراہیم، محمد بن اسحاق، جریر بن حازم، ثوری، حسن بن صالح، یحیٰی القطان، ابن مہدی، وکیع، ابن ادریس، ابن علیہ، ابواسامہ، یزید بن ہارون، محمد بن جعفر، غندر، سلیمان بن حرب، ابوعاصم الضاک بن مخلد النبیل وغیرہ

1. ابن حبان: محمد بن حبان بن احمد ابوحاتم (م354ھ) الثقات 50:9

2. عجلی: احمد بن احمد عبداللہ بن صالح ابوالحسن (م261ھ) معرفۃ الثقات 234:2

3. العسقلانی: احمد بن علی بن حجر (م852ھ) تہذیب التہذیب 85:9

مرتبہ

آپ ثقہ راوی ہیں۔آپ نے حضرت انس بن مالک اور عمرو بن سلمہ کو دیکھا ہے۔ثوری کہتے ہیں آپ امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں۔صالح بن جزرہ کہتے ہیں علم الرجال میں سب سے پہلے کام آپ نے کیا ہے۔یزید بن ذریع نے کہا ہے شعبہ حدیث میں اثبت ہیں۔آپ کو ابن حبان نے بھی ثقات میں شمار کیا ہے۔ (1)

وفات

آپ نے 77 سال کی عمر میں 160 ہجری میں وفات پائی۔ (2)

ابواسحاق

نام نسب کنیت

آپ کا نام عمرو بن عبداللہ الہمدانی سبیع قبیلہ سے تعلق ہے۔ابواسحاق آپ کی کنیت ہے اور ابواسحاق السبیعی سے مشہور ہیں۔

پیدائش

آپ کی پیدائش 29 ہجری میں ہوئی ہے۔

شیوخ

حضرت علیؓ،اسامہ بن زیدؓ، ابن عباسؓ، براء بن عازبؓ، زید بن ارقمؓ،ابوجحیفہؓ،ابن ابی اوفیؓ مغیرہ بن شعبہؓ،سلیمان بن صرد، جابر بن سمرہؓ،عبداللہ بن یزید الخطمی، عدی بن حاتم، عمرو بن حارث، نعمان بن بشیر، اسود بن یزید النخعی، سعید بن جبیر، سعید بن وھب، عامر بن سعد البجلی، شعبی، عبداللہ بن عتبہ بن مسعود، مسروق بن اجدع، وغیرہ

تلامذہ

آپ کا بیٹا یونس، اور پوتا اسرائیل بن یونس، قتادہ، سلیمان التیمی، اعمش، منصور، ثوری، اسماعیل بن ابی خالد، فطر بن خلیفہ، جریر بن حازم، شعبہ، مسعر، زہیر بن معاویہ، زائدہ بن قدامہ، ابوحمزہ السکری، شریک، مطرف بن طریف، مالک بن مغول، سفیان بن عیینہ، (3)

مرتبہ

آپ ثقہ راوی ہیں۔ابن معین ابوحاتم اور نسائی نے ثقہ کہا ہے۔ ابن حبان نے مدلس کہا ہے۔عجلی نے ثقہ کہا ہے۔ (4)

وفات

آپ 127 ہجری میں وفات پاگئے۔ (5)

1. ابن حبان: محمد بن حبان بن احمد ابوحاتم (م354ھ) الثقات 444:6
2. العسقلانی: احمد بن علی بن حجر (م852ھ) تہذیب التہذیب 297:4
3. ایضا حوالہ بالا 57:8
4. عجلی: احمد بن احمد عبداللہ بن صالح ابوالحسن (م261ھ) معرفۃ الثقات 179:2
5. ابن حبان: محمد بن حبان بن احمد ابوحاتم (م354ھ) الثقات 177:5

سیف

نام

آپ کا نام سیف ہے۔

شیوخ

آپ کی روایات زیادہ تر حضرت عائشہؓ،عوف بن مالک، مجاہد، عدی بن عدی کندی سے ہیں۔

تلامذہ

آپ سے اکثر روایات خالد بن معدان نے بیان کی ہیں اس کے علاوہ، ودع، روح، ابن نمیر، یحی بھی ہیں۔

مرتبہ

آپ کی روایات اگرچہ کم ہیں مگر آپ ثقہ راوی ہیں۔آپ کو عجلی نے ثقہ تابعی کہا ہے۔ (1)

ام المؤمنین حضرت عائشہؓ

نام نسب کنیت

آپ کا نام عائشہ بنت ابوبکر صدیقؓ (عبداللہ) بن عثمان ہے۔آپ کی کنیت ام عبداللہ ہے۔

شیوخ

آپ زیادہ تر براہ راست نبی ﷺ سے روایت بیان کرتی ہیں۔اس کے علاوہ آپ حضرت ابوبکرؓ،عمرؓ،حمزہ بن عمرو الاسلمی،سعد بن ابی وقاص،حضرت فاطمہؓ سے بھی روایت بیان کرتی ہیں۔

تلامذہ

ام کلثوم بن ابی بکرؓ،عوف بن حارث بن طفیل، قاسم بن محمد بن ابی بکر،عبداللہ بن محمد بن ابی بکر، حفصہ بنت عبدالرحمان بن ابی بکر، اسماء بنت عبدالرحمان بن ابی بکر،عبداللہ بن زبیر،عروۃ بن زبیر،عباد بن حبیب بن عبداللہ بن زبیر،عباد بن حمزہ بن عبداللہ بن زبیر، عائشہ بنت طلحہ،ابو یونس، ذکوان ابوعمرو، ابن فروخ،عمرو بن العاص،ابوموسی الاشعری، زید بن خالد الجہنی،ابوہریرہ،ابن عمرؓ،ابن عباسؓ،سائب بن یزید،سعید بن مسیّب،عبداللہ بن عامر،صفیہ بنت شیبہ،علقمہ بن قیس،عمرو بن میمون،مسروق بن اجدع،اسود بن یزید النخعی،سالم بن سبلان،سلیمان بن یسار، عامر بن سعد بن ابی وقاص، طاؤس،عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ،عطاء بن ابی رباح، عطاء بن یسار،عکرمہ، مجاہد اور کریب، ابوزبیر المکی، وغیرہ

مرتبہ

آپ ام المؤمنین ہیں۔نبی ﷺ سے آپ کا نکاح چھ سال کی عمر میں ہوا اور رخصتی نو سال کی عمر میں ہوئی۔ (2)

آپؓ سے اکابر صحابہ کرام بھی مسائل پوچھا کرتے تھے۔حضرت زہری کہتے ہیں اگر آپ کے علاوہ دیگر امہات المؤمنین اور تمام عورتوں کا علم جمع کر دیا جائے تو اس سب سے افضل علم حضرت عائشہؓ کا ہوگا۔آپ نبی ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب تھیں۔ (3)

وفات

زبیر بن بکار کہتے ہیں رمضان میں 58 ہجری کو آپ وفات پا گئیں۔ابن عیینہ نے 57 ہجری کا کہا ہے۔ (4)

1. عجلی: احمد بن احمد عبداللہ بن صالح ابوالحسن (م 261ھ) معرفۃ الثقات 446:1
2. ایضا حوالہ بالا 455:2
3. العسقلانی: احمد بن علی بن حجر (م 852ھ) تہذیب التہذیب 463:12
4. ایضا حوالہ بالا

حدیث نمبر:5

حَدَّثَنَا عَبدُاللّٰہِ قَالَ حَدَّثَنِی اَبِی قَالَ حَدَّثَنَا جَعفَرُ بنُ عَونٍ قَالَ اخبَرَنَا الاَعمَشُ عَن مُسلِمِ بنِ صَبِیحٍ عَن مَسرُوقٍ قَالَ قَالَ عَبدُاللّٰہِ نِعمَ تَرجمَانِ القُرآنِ ابن عباسٍ لَو اَدرَکَ اَسنَانَنَا مَا عشرُہُ مِنَّا رَجُلٌ

(1)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ قرآن کریم کے بہترین ترجمان (مفسر) ہیں۔اگر وہ ہماری عمر (زمانہ) پا لیتے تو ہم میں سے کوئی شخص بھی ان کے دسویں حصے کے برابر نہ ہوتا۔

فضائل:

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ آپ کا تذکرہ مفسر قرآن ،ترجمان القرآن کے لقب سے کرتے تھے۔اور دوسری بات آپؓ کے علمی پایہ کو دیکھ کر وہ کہا کرتے تھے کہ اگر آپ ہماری عمر کے ہوتے یعنی نبی ﷺ کی صحبت زیادہ ملتی تو یہ ہم سے بہت آگے ہوتے اور ہم ان کے عشر عشیر درجہ کو بھی نہ پہنچ سکتے۔

حالات رواۃ حدیث

عبداللہ

(ان کی تفصیل فضائل الصحابہؓ کی پہلی حدیث کے ذیل میں گزر چکی ہے۔)

ابی (احمد بن حنبل)

(ان کی تفصیل فضائل الصحابہؓ کی پہلی حدیث کے ذیل میں گزر چکی ہے۔)

جعفر بن عون

نام نسب کنیت

آپ کا نام جعفر بن عون بن جعفر بن عمرو بن حریث المخز ومی ہے ۔آپ کی کنیت ابوعون ہے۔

شیوخ

اسماعیل بن ابی خالد،ابراہیم بن مسلم الھجر ی،اعمش ، ہشام بن عروہ، یحیٰ بن سعید المسعو دی،ابوالعمیس ،عبدالرحمان بن زیاد بن انعم وغیرہ

تلامذہ

احمد بن حنبل،حسن بن علی حلوانی،اسحاق بن راہویہ،عبد بن حمید، بندار، ہارون الحمال،ابوبکر بن ابی شیبہ،عثمان بن ابی شیبہ،ابوخیثمہ،حسن بن علی بن عفان ،محمد بن احمد بن ابی المثنی ،وغیرہ

مرتبہ

آپ ثقہ راوی ہیں۔احمد نے کہا ہے کہ وہ رجل صالح ہے اور لاباٌ س بہ۔ابن معین نے ثقہ کہا ہے۔اور ابوحاتم نے صدوق کہا ہے۔ان شاہین اور ابن حبان نے ثقات میں شمار کیا ہے۔ (2)

1.احمد:ابوعبداللہ محمد بن حنبل (م241ھ) فضائل الصحابہ 957:2

2.ابن حبان:محمد بن حبان بن احمد ابوحاتم (م354ھ) الثقات 141:6

وفات

آپ کی وفات امام بخاری نے 206 ہجری بتائی ہے جبکہ ابوداؤد نے 207 ہجری بتائی ہے۔ (1)

اعمش

نام نسب کنیت

آپ کا نام سلیمان بن مہران الکاہلی ہے۔آپ کی کنیت ابومحمد الاسدی ہے۔اعمش کے نام سے مشہور ہیں۔

پیدائش

آپ یوم عاشوراء 61 ہجری (حضرت حسینؓ کے شہادت کے دن) پیدا ہوئے۔ (2)

شیوخ

ابووائل، زید بن وہب، ابوعمرو الشیبانی، ابراہیم النخعی، سعید بن جبیر، ابوصالح السمان، مجاہد، ابوظبیان، خیثمہ بن عبدالرحمان، زر بن حبیش، عبدالرحمان بن ابی لیلی، کمیل بن زیاد، تمیم بن سلمہ، سالم بن ابی الجعد، عبداللہ بن مرۃ الہمدانی، عمار بن عمیر اللیثی، قیس بن ابی حازم، وغیرہ

تلامذہ

عبداللہ بن ابی اوفی، ابومعاویہ، حکم بن عتیبہ، ابواسحاق السبیعی، طلحہ بن مصرف، حبیب بن ابی ثابت، عاصم بن ابی نجود، ایوب السختیانی، زید بن اسلم، سلیمان التیمی، اسماعیل بن ابی خالد، ابوحنیفہ، اوزاعی، سعید بن ابی عروبہ، ابن اسحاق، شعبہ، معمر، سفیان، شیبان، جریر بن عبدالحمیدی۔ (3)

مرتبہ

آپ ثقہ راوی ہیں۔ عمرو بن علی کہتے ہیں کہ آپ کو آپ کی سچائی کی وجہ سے المصحف کہا جاتا تھا۔عجلی، ابن معین اور نسائی نے آپ کو ثقہ کہا ہے۔

وفات

ابوعوانہ نے 147 ہجری کا بتایا ہے۔جبکہ ابونعیم نے 148 ہجری نقل کی ہے۔ (4)

مسلم بن صبیح

نام نسب کنیت

آپ کا نام مسلم بن صبیح الہمدانی ہے۔آپ کے مولی ابوالضحی الکوفی اعطار ہیں بعض نے آل سعید العاص کہا ہے۔

شیوخ

نعمان بن بشیرؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، ابن عمر، شتیر بن شکل، مسروق بن الاجدع، عبدالرحمان بن ہلال، علقمہ بن قیس، اور حضرت علی سے مرسل روایت بھی نقل کرتے ہیں

تلامذہ

اعمش، منصور بن معتمر، ابویعفور الصغیر، سعید بن مسروق، فطر بن خلیفہ، عطاء بن سائب، عمرو بن مرہ، مغیرہ بن مقسم، حصین بن عبدالرحمان، حسن بن عبداللہ، جابر الجعفی، ابوحصین الاسدی، عاصم بن بہدلہ وغیرہ

1. العسقلانی: احمد بن علی بن حجر (م852ھ) تہذیب التہذیب 86:2

2. ابن حبان: محمد بن حبان بن احمد ابوحاتم (م354ھ) الثقات 302:4

3. ذہبی: محمد بن احمد بن عثمان (م748ھ) سیر اعلام النبلاء 383:13

4. العسقلانی: احمد بن علی بن حجر (م852ھ) تقریب التہذیب 196:4

مرتبہ

آپ ثقہ راوی ہیں۔ابن معین اورابوذرعہ نے ثقہ کہا ہے۔ ابن حبان نے بھی ثقات میں شمار کیا ہے۔ (1)

عجلی اورنسائی نے بھی ثقہ کہا ہے۔ (2)

وفات

ابن زبر نے کہا ہے آپ 100 ہجری میں فوت ہوئے۔ (3)

مسروق

نام نسب کنیت

آپ کا نام مسروق بن الاجدع بن مالک بن امیہ بن عبداللہ بن مر بن سلامان الھمدانی الوداعی الکوفی ہے ۔آپ کی کنیت ابوعائشہ ہے۔

شیوخ

حضرت ابوبکرؓ،عمرؓ،عثمان،علیؓ معاذ بن جبلؓ،خباب بن الارتؓ، ابن مسعودؓ،ابی بن کعبؓ،مغیرہ بن شعبہؓ زید بن ثابتؓ ابن عمرؓ،ابن عمروؓ،معقل بن سنانؓ، حضرت عائشہؓ،ام رومان،سبیعہ الاسلمیہ،ام سلمہؓ وغیرہ

تلامذہ

محمد بن منتشر بن اجدع،ابووائل،ابوالضحی شعبی،ابرہیم النخعی،ابواسحاق السبیعی،یحی بن وثاب،عبدالرحمان بن مسعود،ابوالشعثاء المحاربی،عبداللہ بن مرہ،مکحول الشامی،وغیرہ

مرتبہ

آپ ثقہ راوی ہیں۔آپ قادسیہ کے جہاد میں شریک ہوئے تھے اور زخمی ہوئے تھے۔شعبی کہتے ہیں کہ آپ فتوی کو شریح سے زیادہ جانتے تھے۔عجلی نے ثقات میں شمار کیا ہے۔ (4)

اورابن حبان نے بھی ثقات میں شمار کیا ہے۔ (5)

وفات

ابن سعد نے آپ کی وفات 63 ہجری بتائی ہے۔جبکہ ابونعیم نے 62 ہجری بتائی ہے۔ (6)

1. ابن حبان: محمد بن حبان بن احمد ابوحاتم (م354ھ) الثقات 391:5
2. عجلی: احمد بن احمد عبداللہ بن صالح ابوالحسن (م261ھ) معرفۃ الثقات 278:2
3. العسقلانی: احمد بن علی بن حجر (م852ھ) تہذیب التہذیب 191:10
4. عجلی: احمد بن احمد عبداللہ بن صالح ابوالحسن (م261ھ) معرفۃ الثقات 273:2
5. ابن حبان: محمد بن حبان بن احمد ابوحاتم (م354ھ) الثقات 456:5
6. العسقلانی: احمد بن علی بن حجر (م852ھ) تہذیب التہذیب 100:10

عبداللہ بن مسعود

نام نسب کنیت

آپ کا نام عبداللہ بن مسعود بن حارث بن شمخ بن مخزوم بن صاہلہ الھذ لی ہے۔اور بعض نے آپ کا نسب عبداللہ بن مسعود بن غافل بن حبیب بن شمخ بتایا ہے۔آپ کی کنیت ابوعبدالرحمان ہے۔

شیوخ

نبی ﷺ،سعد بن معاذؓ،عمرؓ،صفوان بن عسال وغیرہ

تلامذہ

آپ کے بیٹے عبدالرحمٰن اورابوعبیدہ،ان کے علاوہ عبداللہ بن عتبہ بن مسعود،ابوسعید الخدریؓ،انسؓ،جابرؓ،ابن عمرؓ،ابوموسی اشعریؓ،ابوامامہؓ،ابوطفیلؓ،ابن زبیرؓ،ابن عباسؓ،ابورافعؓ،ان صحابہ کرامؓ کے علاوہ علقمہ،اسود بن یزید،مسروق،زید بن وہب،ابووائل،قاضی شریح،عبداللہ بن شداد،عبدالرحمان بن ابی لیلی،قیس بن ابی حازم،ھذیل بن شرحبیل،ابوالاسودالدؤلی،

مرتبہ

آپ قدیم الاسلام صحابی رسول ہیں اوردونوں ہجرتوں میں شریک رہے۔آپؓ نے تمام غزوات میں بھی شرکت کی آپؓ نبی ﷺ کی خدمت میں مشغول رہتے تھے آپ کو صاحب نعل رسول اللہ ﷺ بھی کہا جاتا ہے۔ (1)

آپ بڑے فقیہ تھے اور قرآن کریم کے بڑے قاری تھے۔ (2)

وفات

آپ نے 32 ہجری میں مدینہ میں وفات پائی۔ (3)

حدیث نمبر:6

حَدَّثَنا عَبدُاللهِ قَالَ حَدَّثَنِی ابُو مَعمرٍ قَالَ حَدَّثَنا سُفیَانُ عَن ابنِ اَبِی نَجِیحٍ عَن مُجَاهِدٍ قَالَ لَقَد مَاتَ ابنُ عباسٍ یومَ مَاتَ وَهُوَ حبرُ هَذِهِ الاَمَّة

(4)

ابن ابی نجیح سے روایت ہے کہ جس دن حضرت عبداللہ بن عباسؓ فوت ہوئے تو حضرت مجاہد نے فرمایا کہ وہ حبر الامہ (امت کے سب سے بڑے عالم) تھے۔

فضائل:

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو علمی وسعت اور رسوخ کی وجہ سے پوری امت کا سب سے بڑا عالم کہا جاتا تھا۔

1. العسقلانی:احمد بن علی بن حجر(م852ھ)تہذیب التہذیب 25:6
2. عجلی:احمد بن احمد عبداللہ بن صالح ابوالحسن (م261ھ)معرفۃ الثقات 59:2
3. ابن حبان:محمد بن حبان بن احمد ابوحاتم (م354ھ) الثقات 209:3
4. احمد:ابوعبداللہ محمد بن حنبل (م241ھ)فضائل الصحابہ 968:2

عبداللہ

(ان کی تفصیل فضائل الصحابہؓ کی پہلی حدیث کے ذیل میں گزر چکی ہے۔)

ابومعمر

(ان کی تفصیل صحیح بخاری کی دوسری حدیث کے ذیل میں گزر چکی ہے۔)

سفیان

(ان کی تفصیل جامع ترمذی کی پہلی حدیث کے ذیل میں گزر چکی ہے۔)

ابن ابی نجیح

نام نسب کنیت

آپ کا نام عبداللہ بن ابی نجیح یسار الثقفی المکی ہے۔آپ کی کنیت ابو یسار ہے۔

شیوخ

آپ کا والد ابو نجیح (یسار)،مجاہد،طاؤس،عطاء بن ابی رباح وغیرہ

تلامذہ

ورقاء بن عمر یشکری،شعبہ،ثوری،عبدالوارث،سفیان بن عیینہ،ابن علیہ،ابواسحاق،محمد بن مسلم،ابراہیم بن نافع،شبیل بن عباد،عبداللہ بن سعید،عمرو بن شعیب وغیرہ

(1)

مرتبہ

آپ ثقہ راوی ہیں۔آپ کو احمد نے ثقہ کہا ہے۔آپ کو ابن حبان اور عجلی نے ثقہ کہا ہے۔ (2)

وفات

آپ کی وفات 131 یا 132 ہجری میں ہوئی۔ (3)

مجاہد

نام نسب کنیت

آپ کا نام مجاہد بن جبر ہے۔اور آپ کی کنیت ابوالحجاج ہے۔

شیوخ

سعد بن ابی وقاصؓ،حضرت عائشہؓ،ام ہانیؓ،ابو ہریرہؓ،اسید بن ظہیرؓ،ابن عباسؓ،عبداللہ بن عمروؓ وغیرہ ہیں۔

1.العسقلانی:احمد بن علی بن حجر (م852ھ) تہذیب التہذیب 49:6
2. عجلی:احمد بن احمد عبداللہ بن صالح ابوالحسن (م261ھ) معرفۃ الثقات 64:2
3.ابن حبان:محمد بن حبان بن احمد ابوحاتم (م354ھ) الثقات 5:7

تلامذہ

عکرمہ، طاؤس، قتادہ، منصور، اعمش، عمرو بن دینار، ایوب السختیانی، وغیرہ

مرتبہ

آپ ثقہ راوی ہیں۔ ابن حبان نے بھی ثقات میں شمار کیا ہے۔ ابن سعد نے آپ کے بارے میں کہا ہے کہ فقِیہ عَالِم کَثِیر الحَدِیثِ (1)

وفات

ابن حبان کہتے ہین کہ آپ کی وفات 102 یا 103 ہجری کو ہوئی۔ (2)

حدیث نمبر: 7

حَدَّثَنا عَبدُاللہِ قَالَ حَدَّثَنِی مُحَمَّدُ بنُ جعفَر بنِ ابی ہَاشمِ الوَرکانِیُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبدُ الرَّحمٰنِ یَعنِی ابنَ اَبِی الزِّنَادِعَن اَبِیہِ عَن عُبَیدِاللّٰہِ بنِ عَبدِ اللہِ قَالَ کَانَ عُمرُ بنُ الخَطَّابِ اِذَا جَاءَ تہُ الاَقضِیۃُ المُعضَلۃُ یَقُولُ لِابنِ عباسٍ یَا اَبَا عَباسٍ قَد طَرَأَت عَلَینَا اَقضِیَۃُ عَضلٍ وَاَنتَ لَھَا وَلِاَمثَالِھَا ثُمَّ یَأخُذُ بِرَأیِہِ وَقَولِہِ وَمَا کَانَ یَدعُوا لِذَلِکَ اَحَدَا سِوَاہُ اِذَا کَانَت العَضلُ قَالَ یَقُولُ عُبَیدُاللّٰہِ وَعُمر فِی جدّہِ وَاجتِھَادِہ فِی ذَاتِ اللہِ وَنَظرِہِ لِلمُسلِمِینَ

(3)

حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ جب حضرت عمر فاروقؓ کو مسائل میں مشکل پیش آتی تو وہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے کہتے: اے ابو عباس (حضرت ابن عباسؓ کی کنیت) ہمیں مشکل مسائل کا سامنا ہے۔ جس کے لیے آپ اور آپ جیسوں کی ضرورت ہے۔ پھر ان کی رائے اور قول کو لیتے آپؓ کے علاوہ کسی دوسرے کو مشکل مسئلہ کے حل کے لیے نہ بلاتے۔ ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ یہ بات بھی مخفی نہیں کہ حضرت عمر فاروقؓ خود بھی اجتہاد اور مسلمانوں کے مسائل حل کرنے میں ایک اہم مقام رکھتے تھے۔

فضائل:

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اکابر صحابہ کرامؓ بھی مختلف مسائل میں آپ سے پوچھا کرتے تھے۔ اور آپ اپنی خداداد صلاحیتوں سے اس مشکل مسئلہ کا ممکن حل بتایا کرتے تھے۔

حالات رواۃ حدیث

عبداللہ

(ان کی تفصیل فضائل الصحابہؓ کی پہلی حدیث کے ذیل میں گزر چکی ہے۔)

1. ابن سعد: ابو عبد اللہ محمد بن منیع (م 230ھ) الطبقات الکبری 20:6
2. ابن حبان: محمد بن حبان بن احمد ابو حاتم (م 354ھ) الثقات 419:5
3. احمد: ابو عبد اللہ محمد بن حنبل (م 241ھ) فضائل الصحابہ 973:2

محمد بن جعفر بن ابی ہاشم ورکانی

نام نسب کنیت

آپ کا نام محمد بن جعفر بن زیاد بن ابی ہاشم الورکانی الخراسانی ہے۔آپ کی کنیت ابوعمران ہے۔

شیوخ

عبدالرحمان بن ابی الزناد، مالک بن انس، فضیل بن عیاض، شریک بن عبداللہ، ابوالمعشر مدنی، ایوب بن جابر الیمامی، معمر بن سلیمان الرقی، معافی بن عمران الموصلی، معتمر بن سلیمان التیمی وغیرہ

تلامذہ

مسلم، ابوداؤد، ابوبکر بن علی المروزی، یحی بن معین، ابن ابی خیثمہ، ابن ابی الدنیا، عبداللہ بن احمد، موسی بن ہارون، ابراہیم بن الجنید الختلی معمری، عباس الدوری، حارث بن ابی اسامہ، احمد بن علی الابار، ابویعلی، ابوالقاسم بغوی وغیرہ۔

مرتبہ

آپ ثقہ راوی ہیں۔ ابوداؤد کہتے ہیں کہ میں نے احمد بن حنبل کو دیکھا جو آپ سے روایات لکھا کرتے تھے۔احمد اور ابن معین نے آپ کو ثقہ کہا ہے۔ابو ذرعہ نے صدوق کہا ہے۔ابن حبان نے بھی ثقات میں شمار کیا ہے۔ (1)

وفات

رمضان 228 ہجری میں آپ کی وفات ہوئی۔ (2)

عبدالرحمان ابن ابی الزناد

نام نسب کنیت

آپ کا نام عبدالرحمان بن ابی الزناد بن عبداللہ بن ذکوان القرشی ہے۔آپ کے مولی المدنی ہیں۔

پیدائش

آپ کی پیدائش 101 ہجری میں ہوئی ہے۔

شیوخ

آپ کے والد ابوالزناد، موسی بن عقبہ ہشام بن عروہ، عمرو بن ابی عمرو (مولی المطلب)، سہیل بن ابی صالح، محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان، عبدالرحمان بن حارث بن عیاش بن ابی ربیعہ، صالح مولی التوأمہ، اوزاعی، معاذ بن معاذ عنبری وغیرہ۔

تلامذہ

ابن جریج، زہیر بن معاویہ، معاذ بن معاذ عنبری، ابوداؤد طیالسی، حجاج بن محمد، سعد بن عبدالحمید بن جعفر، ابن وہب، ابوعلی الحنفی، نعمان بن عبدالسلام، اصمعی، یحیٰ بن حسان، ولید بن مسلم، عبداللہ بن نافع، ابوالولید الطیالسی، ابوجعفر النفیلی محمد بن جعفر الورکانی علی ابن حجر، سوید بن سعید، وغیرہ

1. ابن حبان: محمد بن حبان بن احمد ابوحاتم (م 354ھ) الثقات 9:89

2. العسقلانی: احمد بن علی بن حجر (م 852ھ) تہذیب التہذیب 9:82

مرتبہ

آپ ثقہ راوی ہیں۔ابن مدینی کہتے ہیں کہ آپ کی جو روایت اہل مدینہ سے ہیں وہ صحیح ہیں۔اور جو بغداد والوں سے ہیں وہ اس درجہ کی نہیں۔امام ترمذی اور عجلی نے ثقہ کہا ہے۔ (1)

وفات

آپ کی وفات بغداد میں 174 ہجری میں ہوئی۔ (2)

ابیہ(ابی الزناد)

نام نسب کنیت

آپ کا نام عبداللہ بن ذکوان القرشی المدنی ہے۔آپ کی کنیت ابوعبدالرحمٰن ہے۔مگر آپ ابوالزناد سے مشہور ہیں۔

شیوخ

حضرت انسؓ،عائشہ بنت سعید، ابوامامہ بن سہل بن حنیف،سعید بن مسیّب،ابوسلمہ بن عبدالرحمان،ابان بن عثمان بن عفان،خارجہ بن زید بن ثابت،عبید بن حنین،عروہ بن زبیر،علی بن حسین،عمرو بن عثمان،اعرج،عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ،محمد بن حمزہ بن عمرو الاسلمی،اور ابن عمرؓ اور عمر بن ابی سلمہؓ سے مرسل روایت بھی کرتے ہیں۔

تلامذہ

آپ کے دونوں بیٹے عبدالرحمان اور ابوالقاسم،صالح بن کیسان،ابن ابی ملیکہ،اعمش،عبیداللہ بن عمر،ابن عجلان،ہشام بن عروہ،شعیب بن ابی حمزہ،ابن اسحاق،موسی بن عقبہ،سعید بن ابی ہلال،زائدہ بن قدامہ،ثور بن یزید،مالک،محمد بن عبداللہ بن حسن،ورقاء بن عمر یشکری،اور دونوں سفیان۔

مرتبہ

امام بخاری نے نے کہا ہے حضرت ابوہریرہ تک سب سے اصح سند ابوالزناد عن الاعرج عن ابی ہریرہ ہے۔امام احمد نے آپ کو ثقہ کہا ہے۔سفیان آپ کو امیر المؤمنین فی الحدیث کہتے ہیں۔ابن معین اور عجلی نے بھی ثقہ کہا ہے۔ (3)

ابن حبان نے بھی ثقات میں شمار کیا ہے۔ (4)

وفات

ابن سعد اور خلیفہ کہتے ہیں 130 ہجری میں وفات ہوئی۔ابن معین نے 131 کہا ہے جب کہ ابن حجر نے 132 ہجری کو ترجیح دی ہے۔

(5)

1. عجلی:احمد بن احمد عبداللہ بن صالح ابوالحسن (م 261ھ) معرفۃ الثقات 76:2
2. العسقلانی:احمد بن علی بن حجر (م 852ھ) تہذیب التہذیب 156:6
3. عجلی:احمد بن احمد عبداللہ بن صالح ابوالحسن (م 261ھ) معرفۃ الثقات 26:2
4. ابن حبان:محمد بن حبان بن احمد ابوحاتم (م 354ھ) الثقات 6:7
5. العسقلانی:احمد بن علی بن حجر (م 852ھ) تہذیب التہذیب 179:5

عبیداللہ بن عبداللہ

نام نسب کنیت

آپ کا نام عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود الھذ لی المدنی ہے۔آپ کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔

شیوخ

آپ کے والدعبداللہ بن عتبہ بن مسعود،ابن مسعودؓ،عمار بن یاسرؓ ،عمرؓ،ابوہریرہؓ،عائشہؓ،ابن عباسؓ،ابن عمرؓ،عثمان بن حنیفؓ، سہل بن حنیفؓ،نعمان بن بشیرؓ،ابوسعیدالخدریؓ،ابوطلحہ الانصاری،ابوواقداللیثی ،فاطمہ بنت قیس،زید بن خالد،عبدالرحمان بن عبدالقاری،ام قیس بنت محصن ،وغیرہ

تلامذہ

آپ کا بھائی عون،زہری،سعد بن ابراہیم،ابوالزناد،صالح بن کیسان،عراک بن مالک،موسی بن ابی عائشہ،ابوبکر بن ابی جہما لعدوی،ضمرہ بن سعید،طلحہ بن یحی،عبداللہ عبیدہ ربذی،وغیرہ

مرتبہ

آپ ثقہ راوی ہیں۔واقدی نے کہاہے آپ عالم اور ثقہ کثیرالحدیث تھے۔آپ بہترین شاعربھی تھے۔عجلی نے کہا کہ آپ نابینا ہوگئے تھے۔مدینہ کے فقیہ تابعی تھے اور ثقہ رجل صالح اور آپ عمر بن عبدالعزیز کے معلم تھے۔ (1)

ابوذرعہ نے ثقہ مأمون کہاہے۔ابن عبدالبر کہتے ہیں کوئی فقیہ آپ سے بہتر شاعر نہیں۔اور کوئی شاعر آپ سے بہتر فقیہ نہیں۔

ابن حبان نے بھی آپ کو ثقات میں شمار کیا ہے۔ (2)

وفات

ابن المدینی نے کہاہے 99ہجری میں وفات ہوئی۔ابن نمر نے کہاہے بعض نے 94اور 95ہجری کا بھی کہا ہے۔ (3)

عمر بن الخطابؓ

نام نسب کنیت

آپ کا نام عمر بن خطاب بن نفیل بن عبدالعزی بن ریاح بن عبداللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی بن غالب القرشی العدوی ہے۔آپ کی کنیت ابوحفص ہے۔

شیوخ

نبیﷺ اور ابوبکرؓ،ابی بن کعبؓ

تلامذہ

آپ کے بیٹے عبداللہؓ،حفص،اور بیٹی ام المؤمنیں حفصہؓ،عثمانؓ،علیؓ،طلحہؓ،عبدالرحمان بن عوفؓ،سعد بن ابی وقاصؓ،ابن مسعودؓ،اشعث بن قیسؓ،جریر البجلیؓ،حذیفہ الیمانؓ،عمرو بن العاصؓ،معاویہؓ،عدی بن حاتمؓ،زید بن ثابتؓ،عبداللہ بن عمروؓ،عبداللہ بن عباسؓ،عبداللہ بن زبیرؓ،کعب بن عجرہؓ،مسور بن مخرمہؓ،ابوامامہؓ،ابو قتادہؓ،ابوہریرہ،ابوموسی اشعریؓ،ام المؤمنین عائشہؓ،انسؓ،جابرؓ،براء بن عازبؓ،نعمان بن بشیر۔

ان کے علاوہ عمرو بن میمون،اسلم مولی عمر،سعید بن مسیّب،سوید بن غفلہ،قاضی شریح،عابس بن ربیعہ،عبدالرحمان بن عبدالقاری،علقمہ بن وقاص اللیثی ،قیس بن ابی حازم،ابوعبید مولی ابن ازہر وغیرہ

1. عجلی:احمد بن احمد عبداللہ بن صالح ابوالحسن(م261ھ)معرفۃ الثقات111:2

2. ابن حبان:محمد بن حبان بن احمد ابوحاتم(م354ھ) الثقات63:5

3. العسقلانی:احمد بن علی بن حجر(م852ھ)تہذیب التہذیب272:5

مرتبہ

آپ چالیس مردوں کے بعد اسلام لائے۔آپ کے اسلام لانے سے مسلمانوں کے حوصلے بلند ہو گئے۔آپ نے تمام غزوات میں شرکت کی۔ نبیﷺ کے آپ سسر بنے۔اور حضرت ابوبکرؓ کے بعد آپ امیر المؤمنین بن گئے۔

وفات

23 ہجری کو آپ نے مدینہ ہی میں شہادت پائی۔

(1)

1.العسقلانی:احمد بن علی بن حجر(م852ھ)تہذیب التہذیب 386:7

فصل چہارم:

طبقات الکبری میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے فضائل ومناقب:

(اس کتاب میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے حوالہ سے 45 روایات نقل ہیں۔ان سب کے نقل کرنے اور تجزیہ کرنے سے مقالہ کی طوالت بڑھ جائے گی لہذا صرف چند روایات کو تحقیق کے لیے پیش کروں گا)

روایت نمبر:1

اَخبَرَنَا مُحَمَّدُ بنُ عُمرَ اَخبَرَنَا عَبدُاللهِ بنُ الفُضَيلِ بنِ ابى عَبدِاللهِ عنَ اَبِيهِ عَن عَطاءِ بنِ يَسَارٍ اَنَّ عُمَرَ وَعُثمَانَ كَانَا يَدعُوَانِ ابنَ عَباسٍ فَيُشِيرُ مَعَ اَهلِ بَدرٍ وَ كَانَ يُفتِى فِى عَهدِ عُمرَ وَعُثمَانَ اِلَى يَومٍ مَاتَ

(1)

حضرت عطاء بن یسار سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ دونوں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو بلاتے تھے۔اور اہل بدر کے ہمراہ ان سے بھی مشورہ لیتے تھے۔وہ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے زمانے سے اپنی وفات تک فتوی دیتے رہے۔

فضائل:

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مشورہ لینے کے لیے امیر المؤمنین حضرت عمرؓ اور حضرت عثمان غنیؓ ان کو بلایا کرتے تھے۔اس کے علاوہ آپؓ نے حضرت عمرؓ کے زمانے ہی سے فتوی دینے کا کام شروع فرما دیا تھا جو آپؓ نے اپنی پوری زندگی برابر سرانجام دیا۔

حالات رواۃ

محمد بن عمر

نام نسب کنیت

آپ کا نام محمد بن عمر بن واقد الواقدی الاسلمی المدنی القاضی ہے۔آپ کے مولی ابوعبداللہ ہیں۔

پیدائش

آپ کی پیدائش 130 ہجری میں ہوئی۔

شیوخ

محمد بن عجلان، اوزاعی، ابن جریج، ابن ابی ذئب، مالک، سعید بن بشر، ثوری، اسامہ بن زید بن اسلم، ابومعشر مدنی، ہشام بن الغاز، عبدالحمید بن جعفر، ابی بکرہ بن ابی سبرہ وغیرہ

تلامذہ

شافعی، سلیمان بن داؤد الشاذکونی، ابوعبید القاسم بن سلام، محمد بن سعد الکاتب، ابوبکر بن ابی شیبہ، ابوعصیدہ، احمد بن عبید بن ناصح، محمد بن یحی الازدی، احمد بن خلیل برجلانی، احمد بن منصور الرمادی وغیرہ

1. ابن سعد: ابوعبداللہ محمد بن منیع (م230ھ) الطبقات الکبری 366:2

مرتبہ

آپ بغداد کے قاضی تھے۔ امام بخاری نے کہا ہے کہ متروک الحدیث ہیں۔احمد بن حنبل نے کذاب کہا ہے۔یحی بن معین نے ضعیف کہا ہے۔ابن سعد کہتے ہیں کہ آپ مغازی،سیرت اورفتوح کے عالم تھے۔دراوردی نے کہا ہے کہ آپ امیرالمؤمنین فی الحدیث ہیں۔مصعب زبیری کہتے ہیں کہ آپ ثقہ مأمون تھے۔

وفات

ذوالحجہ 207ہجری میں آپ کی وفات ہوئی ہے۔ (1)

عبداللہ بن فضیل بن ابی عبداللہ

نام نسب کنیت

آپ کا نام عبداللہ بن فضیل بن ابی عبداللہ ہے۔

شیوخ

آپ کے شیوخ میں آپ کے والد فضیل بن ابی عبداللہ کا نام سرفہرست ہے۔ان کے علاوہ رشاء بن نظیف،ابی سلمہ وغیرہ

تلامذہ

ابوعبداللہ الکردی،عبدالعزیز بن عبداللہ بن ابی سلمہ،محمد بن عمرو غیرہ

مرتبہ

آپ کی روایات انتہائی کم ہیں۔اور ثقات کی فہارس میں آپ کا تذکرہ موجود نہیں ہیں۔

ابیہ(فضیل بن ابی عبداللہ)

نام نسب کنیت

آپ کا نام فضیل بن ابی عبداللہ المدنی مولی المہری ہے۔آپ اہل مدینہ میں شمار ہوتے ہیں۔ (2)

شیوخ

آپ کے شیوخ میں عمیر المہری مولی عثمان بن عفان،قاسم بن محمد،ابوبکر بن ابی سبرہ،علی بن عبداللہ بن عباس،عبداللہ بن نیار الاسلمی وغیرہ ہیں۔

تلامذہ

آپ کے تلامذہ میں بکیر بن اشج ،مالک بن انس،ابراہیم بن محمد بن موسی،ابوعمر الجرمی وغیرہ ہیں۔

مرتبہ

آپ ثقہ راوی ہیں۔ابن حبان نے آپ کو ثقات میں شمار کیا ہے۔ (3)

ابوحاتم نے کہا ہے کہ آپ سے روایت میں کوئی حرج نہیں۔ (4)

1. العسقلانی:احمد بن علی بن حجر(م852ھ)تہذیب التہذیب325:9

2. بخاری:محمد بن اسماعیل(م258ھ)التاریخ الکبیر120:7

3. ابن حبان:محمد بن حبان بن احمد ابوحاتم(م354ھ) الثقات314:7

4. العسقلانی:احمد بن علی بن حجر(م852ھ)تہذیب التہذیب263:8

عطاء بن یسار

نام نسب کنیت

آپ کا نام عطاء بن یسار الہلالی المدنی القاص ہے۔آپ کی کنیت ابو محمد ہے۔ اہل شام آپ کو ابو عبداللہ اور مصر والے ابو یسار کہتے ہیں۔

پیدائش

آپ کی پیدائش 19 ہجری کو ہوئی۔

شیوخ

معاذ بن جبلؓ (سماع میں اختلاف ہے) ابوذرؓ، ابوالدرداءؓ، عبادہ بن صامتؓ، زید بن ثابتؓ، معاویہ بن حکم سلمی، ابوایوبؓ، ابوقتادہؓ، ابوواقد اللیثیؓ، ابو ہریرہؓ، زید بن خالد الجہنیؓ، عبداللہ بن عمروؓ، ابن عمرؓ، ابن عباسؓ، ابورافعؓ، ام المؤمنین عائشہؓ، ابوعبداللہ الصنابحیؓ، عامر بن سعد بن ابی وقاصؓ، وغیرہ

تلامذہ

ابوسلمہ بن عبدالرحمان، محمد بن عمر بن عطاء، محمد بن عمرو بن حلحلہ، ہلال بن علی، زید بن اسلم، شریک بن ابی نمر، محمد بن ابی حرملہ، عمرو بن الدینار، محمد بن ابراہیم التیمی، یزید بن عبداللہ بن قسیط، حبیب بن ابی ثابت، صفوان بن سلیم، عبداللہ بن محمد بن عقیل وغیرہ

مرتبہ

آپ ثقہ راوی ہیں۔ابن معین، ابوزرعہ اور نسائی نے آپ کو ثقہ کہا ہے۔ابن حبان نے آپ کو ثقات میں شمار کیا ہے۔ (1)

عجلی نے بھی ثقہ کہا ہے۔ (2)

وفات

آپ کی وفات 103 یا 104 ہجری میں ہوئی واقدی کے قول کے مطابق جبکہ عمرو بن علی نے کہا ہے کہ آپ نے اسکندریہ میں 84 سال کی عمر میں 103 ہجری میں وفات پائی۔

(3)

روایت نمبر:2

اَخبَرَنَا یَزِیدُ بنُ هَارُونَ قَالَ اَخبَرَنَا جُوَیبَرٍ عَن الضَّحَاكٍ عَن ابنِ عباسٍ فِی قَولِهِ تَعَالی مَایَعلَمُهُم اِلَّا قَلِیلٌ قَالَ اَنَا مِن اُولَئِكَ القَلِیل وَهُم سَبعَةٌ

(4)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے اللہ تعالی کے اس قول مَایَعلَمُهُم اِلَّا قَلِیلٌ (5)

ان کو نہیں جانتا کوئی مگر تھوڑے لوگ

1. ابن حبان: محمد بن حبان بن احمد ابوحاتم (م354ھ) الثقات 199:5
2. عجلی: احمد بن احمد عبداللہ بن صالح ابوالحسن (م261ھ) معرفۃ الثقات 137:2
3. العسقلانی: احمد بن علی بن حجر (م852ھ) تہذیب التہذیب 194:7
4. ابن سعد: ابوعبداللہ محمد بن منیع (م230ھ) الطبقات الکبری 366:2
5. الکہف: 22

کے بارے میں فرماتے ہیں کہ میں ان ہی چند لوگوں میں سے ہوں جو اس بات کو جانتے ہیں۔اور وہ (اصحاب کہف) تعداد میں سات تھے۔

فضائل

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کبھی کبھی تحدیث بالنعمت کے طور پر آپ علم اور اپنی صلاحیت کا اظہار خود بھی فرما دیتے تھے۔

حالات رواۃ روایت

یزید بن ہارون

نام نسب کنیت

آپ کا نام یزید بن ہارون بن وادی واسطی شامی ہے۔ان کو زاذان بن ثابت السلمی بھی کہا گیا ہے۔کنیت ابو خالد ہے۔

پیدائش

آپ 117 یا 118 ہجری میں پیدا ہوئے۔

شیوخ

سلیمان التیمی ،حمید الطّویل، عاصم الاحول، اسماعیل بن ابی خالد، داؤد بن ابی ہند، حسین المعلم ،محمد بن اسحاق ،سعید الجریری، ابو مالک اشجعی، یحی بن سعید، حریز بن عثمان، ابن عون، سفیان بن حسن، کہمس بن حسن، محمد بن عمرو بن علقمہ، مسلم بن سعید، ہمام، ورقاء بن ع، رو، ہشام بن حسان، ابان العطار، حجاج بن ابی زینب، دونوں حماد، ربیع بن مسلم، شعبہ، ثوری، سلیمان بن علی ربعی، سلیمان بن کثیر وغیرہ

تلامذہ

بقیہ بن ولید، آدم بن ابی ایاس، احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، یحی بن معین، علی بن المدینی، ابوبکر بن ابی شیبہ، عثمان بن ابی شیبہ، بیان بن عمرو، بندار، ابو موسی، محمد بن سلام، ابوخیثمہ، عمرو الناقد، ابن نمیر، محمد بن حاتم بن میمون، ہارون الحمال، عباس العنبر ی، وغیرہ

مرتبہ

آپ ثقہ راوی ہیں۔ابو حاتم نے ثقہ صدوق کہا ہے۔ابن حبان نے بھی ثقات میں شمار کیا ہے۔ابن المدینی، ابن معین اور عجلی نے ثقہ کہا ہے۔ (1)

وفات

آپ کی وفات 206 ہجری میں ہوئی۔ (2)

جویبر

نام نسب کنیت

آپ کا نام جویبر بن سعید الازدی البلخی الکوفی ہے۔آپ کی کنیت ابو القاسم ہے۔آپ کا نام جابر بھی بتایا گیا ہے اور جو یبر لقب تھا۔

شیوخ

انس بن مالک، ضحاک بن مزاحم، ابو صالح السمان، محمد بن واسع وغیرہ

1. عجلی: احمد بن احمد عبداللہ بن صالح ابوالحسن (م 261ھ) معرفۃ الثقات 368:2

2. العسقلانی: احمد بن علی بن حجر (م 852ھ) تہذیب التہذیب 322:11

تلامذہ

ابن مبارک ،ثوری، حماد بن زید، اسماعیل بن ابی زیاد، یحی بن ابی کثیر،عیسی بن ابراہیم ،جعفر بن محمد، معمر، ابومعاویہ، یزید بن ہارون وغیرہ

مرتبہ

ابن المدینی نے ضعیف کہا ہے۔نسائی اور دارقطنی نے آپ کو متروک کہا ہے۔یحی نے کہا ہے جویبر لیس بِشَیءٍ (1)

وفات

آپ کی وفات 140 اور 150 ہجری کے درمیان ہوئی ہے۔

(2)

ضحاک

نام نسب کنیت

آپ کا نام ضحاک بن مزحم الہلالی الخراسانی ہے۔آپ کی کنیت ابوالقاسم ہے۔بعض نے ابومحمد بھی کہا ہے۔

شیوخ

ابن عمرؓ،ابن عباسؓ، ابوہریرہؓ، ابوسعیدؓ، زید بن ارقمؓ، انس بن مالکؓ (آپ کا سماع صحابہ کرامؓ سے ثابت نہیں) اسود بن یزید اللیثی ،عبدالرحمان بن عوسجہ، عطاء، ابو الاحوص الجشمی ، النزال بن سبرہ وغیرہ

تلامذہ

جویبر بن سعید، حسن بن یحی بصری، حکیم بن دیلم ،سلمہ بن نبیط بن شریط، ابوعیسی سلیمان بن کیسان، عبدالرحمان بن عوسجہ، ابوروق عطیہ، اسماعیل بن ابی خالد، کثیر بن سلیم نہشل، ابوجناب یحی بن ابوحیہ، مقاتل بن حیان وغیرہ

مرتبہ

آپ ثقہ راوی ہیں۔امام احمد نے ثقہ مأمون کہا ہے۔ابن معین اور ابوذرعہ نے بھی ثقہ مأمون کہا ہے۔ابن حبان نے ثقہ کہا ہے اور ساتھ اس بات کی وضاحت کی ہے کہ آپ تبع تابعین میں شامل ہیں۔ (3)

ابن عجلی نے بھی ثقہ کہا ہے۔ (4)

وفات

آپ کی وفات ابونعیم نے 105 ہجری اور حسین بن ولید نے 106 ہجری بتائی ہے۔

(5)

ابن عباس

(ان کی تفصیل صحیح بخاری کی پہلی حدیث کے ذیل میں گزر چکی ہے۔)

1. ابن معین: یحی بن عبدالمعطی (م233ھ) تاریخ ابن معین 93:1 مجمع اللغۃ العربیہ، دمشق، طبع اولی 1985ء
2. العسقلانی: احمد بن علی بن حجر (م852ھ) تہذیب التہذیب 106:2
3. ابن حبان: محمد بن حبان بن احمد ابوحاتم (م354ھ) الثقات 480:6
4. عجلی: احمد بن احمد عبداللہ بن صالح ابوالحسن (م261ھ) معرفۃ الثقات 472:1
5. العسقلانی: احمد بن علی بن حجر (م852ھ) تہذیب التہذیب 398:4

روایت نمبر:3

اَخبَرَنَا اَبُو اُسَامَۃَ حَمَّادُ بنُ اُسامَۃَ قَالَ الاَعمَشُ حدّثَنَا عَن مُجَاھِدٍ قَالَ کَانَ ابنُ عَباسٍ یسَمّی البَحر مِن کَثرَۃِ عِلمِہٖ (1)

حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا نام ان کے کثرت علم کی وجہ سے بحر (علم کا دریا، سمندر) رکھ دیا گیا تھا۔

فضائل

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو بحر کا جو لقب ملا تھا۔ آپؓ کے کثرت علم کی وجہ سے تھا۔

حالات رواۃ روایت

ابواسامہ حماد بن اسامہ

نام نسب کنیت

آپ کا نام حماد بن اسامہ بن زید القرشی ہے۔ آپ کے مولی ابواسامہ الکوفی ہیں۔

شیوخ

ہشام بن عروہ، برید بن عبداللہ بن ابی بردہ، اسماعیل بن ابی خالد، اعمش، کہمس بن حسن، ابن جریج، سعد بن سعید انصاری، فطر بن خلیفہ، عبیداللہ بن عمر، محمد بن عمرو بن علقمہ، ہشام بن حسان، ثوری، شعبہ، مسعر، حماد بن زید وغیرہ

تلامذہ

شافعی، احمد بن حنبل، یحیی، اسحاق بن راہویہ، ابراہیم الجوہری، حسن بن علی حلوانی، ابوخیثمہ، قتیبہ، ابوبکر بن ابی شیبہ۔ عثمان بن ابی شیبہ، محمد بن رافع محمود بن غیلان، ہناد بن السری وغیرہ

مرتبہ

آپ ثقہ راوی ہیں۔ احمد نے آپ کو ثقہ کہا ہے۔ عجلی نے بھی ثقات میں شمار کیا ہے۔ (2)
ابن حبان نے بھی ثقہ کہا ہے۔ (3)

وفات

آپ نے 80 برس کی عمر میں 201 ہجری میں وفات پائی۔ (4)

اعمش

(ان کی تفصیل فضائل صحابہ کی حدیث نمبر 5 کے ذیل میں گزر چکی ہے۔)

مجاہد

(ان کی تفصیل فضائل الصحابہ کی حدیث نمبر 6 کے ذیل میں گزر چکی ہے۔)

1. ابن سعد: ابوعبداللہ محمد بن منیع (م 230ھ) الطبقات الکبری 366:2
2. عجلی: احمد بن احمد عبداللہ بن صالح ابوالحسن (م 261ھ) معرفۃ الثقات 318:1
3. ابن حبان: محمد بن حبان بن احمد ابوحاتم (م 354ھ) الثقات 222:6
4. العسقلانی: احمد بن علی بن حجر (م 852ھ) تہذیب التہذیب 3:3

روایت نمبر:4

اَخبَرَنَا عَارمُ بنُ الفضلِ اَخبَرَنَا حَمَّادُ بنُ زَیدٍ عَن اَبِی الزبَیرِ عَن عِکرَمَۃَ قَالَ کَانَ ابنُ عباسٍ اَعلَمُھَا بِالقُرآنِ وَکَانَ عَلِیُّ اَعلَمُھَا بِالمُبھَمَاتِ (1)

حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ (حضرت علیؓ اور حضرت ابن عباسؓ دونوں میں سے) حضرت عبداللہ بن عباس قرآن کریم کے زیادہ بڑے عالم تھے۔اور حضرت علیؓ مبہمات کے زیادہ عالم تھے۔

فضائل

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو اپنے زمانے میں قرآن کریم کے علم پر مکمل طور پر عبور حاصل تھا۔

حالات رواۃ روایت

عارم بن فضل

نام نسب کنیت

آپ کا نام محمد بن فضل السد وسی البصر ی ہے۔آپ کی کنیت ابونعمان ہے۔آپ عارم کے لقب سے مشہور ہیں۔ (2)

شیوخ

جریر بن حازم،مہدی بن میمون،وہیب بن خالد،دونوں حماد،ابو ہلال الرسبی،عبدالوارث بن سعید،ابوزید الاحول،معتمر بن سلیمان،عبدالواحد بن زیاد ،داؤد بن ابی الفرات،سعید بن زید،ابن مبارک،ابوعوانہ وغیرہ

تلامذہ

بخاری،عبداللہ بن محمد مسندی،ابوداؤد السنجی ،احمد بن سعید الدارمی،حجاج بن شاعر،ہارون بن عبداللہ الحمال،عبد بن حمید،احمد بن محمد بن المعلی الآدمی،محمد بن عبدالملک الدقیقی،احمد بن نصر نیشاپوری،خشیش بن اصرم،ابوبدر،احمد بن حنبل،ابوحاتم،ابوذرعہ وغیرہ (3)

مرتبہ

ابن وراہ نے کہا ہے کہ آپ صدوق الماَ مون ہین۔ابوحاتم نے ثقہ کہا ہے اور ساتھ اس بات کی بھی وضاحت کی ہے کہ آخری عمر میں ان پر اختلاط ہو چکا تھا۔امام بخاری،نسائی ،ابن حبان اور عجلی نے بھی یہی بات کہی ہے۔ (4)

وفات

آپ کی وفات کے بارے میں دو قول ہیں۔223ہجری اور جبکہ امام بخاری نے 224ہجری کو ترجیح دی ہے۔ (5)

1.ابن سعد:ابوعبداللہ محمد بن منیع (م230ھ) الطبقات الکبریٰ367:2
2.العسقلانی:احمد بن علی بن حجر(م852ھ) تہذیب التہذیب282:12
3.ایضا حوالہ بالا357:9
4.عجلی:احمد بن احمد عبداللہ بن صالح ابوالحسن (م261ھ) معرفۃ الثقات5:2
5.بخاری:محمد بن اسماعیل (م258ھ) التاریخ الصغیر351:2

حماد بن زید

نام نسب کنیت

آپ کا نام حماد بن زید بن درہم الازدی الجھنی ہے۔آپ کی کنیت ابو اسماعیل ہے۔

پیدائش

آپ کی پیدائش 98 ہجری میں ہوئی۔

شیوخ

ثابت البنانی، انس بن سیرین، عبدالعزیز بن صہیب، عاصم الاحول، محمد بن زیاد القرشی، ابوحمزہ الضبعی، الجعد، ابوعثمان، ابوحازم، سلمہ بن دینار، شعیب بن الحجاب، صالح بن کیسان، عبدالحمید صاحب الزیادی، ابوعمران الجونی، عمرو بن دینار، ہشام بن عروہ، اور عبیداللہ بن عمرو وغیرہ

تلامذہ

ابن المبارک، ابن مہدی، ابن وہب، قطان، ثوری، ابراہیم بن ابی علیہ، مسلم بن ابراہیم، عارم، مسدد، سلیمان بن حرب، عفان، علی بن مدینی وغیرہ

مرتبہ

آپ ثقہ راوی ہیں۔ابن حبان نے ثقات میں شمار کیا ہے۔ ابن سعد کہتے ہیں كانَ ثقة ثَبَتًا حُجَّة كَثِير الحَدِيثِ (1)

عجلی فرماتے ہیں ثقة ثبت فِی الحدِیثِ (2)

وفات

آپ کی وفات کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ 177 ہجری میں ہوئی اور دوسرا قول 179 ہجری کا ہے۔ (3)

ابی الزبیر

نام نسب کنیت

آپ کا نام محمد بن مسلم بن تدرس الاسدی ہے ۔آپ کے مولی ابوالزبیر المکی ہیں۔اور آپ ابوزبیر ہی سے مشہور ہیں۔

شیوخ

عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن زبیرؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، عبدالرحمان بن الصامت، جابر بن عبداللہ، ابوطفیل، سعید بن جبیر، عکرمہ، طاؤس، صفوان بن عبیداللہ بن صفوان، نافع بن جبیر بن مطعم، ابن کعب بن مالک، اعرج وغیرہ

تلامذہ

مالک، ثوری، عبیداللہ بن عمر، عطاء، زہری، ایوب، ابن عون، اعمش، سلمہ بن کہیل، ابن جریج، ہشام بن عروہ، موسی بن عقبہ، یحی بن سعید، ابراہیم بن طہمان، حماد بن سلمہ وغیرہ

مرتبہ

آپ ثقہ راوی ہیں۔ابن معین نے بھی آپ کو ثقہ کہا ہے۔ابن حبان نے اپنی ثقات میں ان کو حفاظ میں شمار کیا ہے۔(4) عجلی نے آپ کو ثقہ تابعی کہا ہے۔ (5)

1. ابن سعد: ابوعبداللہ محمد بن منیع (م 230ھ) الطبقات الکبری 210:7
2. عجلی: احمد بن احمد عبداللہ بن صالح ابوالحسن (م 261ھ) معرفۃ الثقات 319:1
3. ابن حبان: محمد بن حبان بن احمد ابوحاتم (م 354ھ) الثقات 218:6
4. ایضا حوالہ بالا 351:5
5. عجلی: احمد بن احمد عبداللہ بن صالح ابوالحسن (م 261ھ) معرفۃ الثقات 253:2

وفات

آپ کی وفات 126ہجری میں ہوئی۔ (1)

عکرمہ

(ان کی تفصیل صحیح بخاری کی حدیث نمبر 1 میں گزر چکی ہے۔)

روایت نمبر:5

اَخبَرَنَا مُحَمَّدُ بنُ عُمَرَ اَخبَرَنَا اَبُوبَکرِ بنُ عَبدِ اللّٰہِ بنِ اَبِی سبرَۃَ عَن مُوسَی بنِ سَعدٍ عَن عَامِرِ بنِ سعدِ بنِ اَبِی وَقَاصٍ قَالَ سَمِعتُ اَبِی یَقُولُ مَارَأَیتُ اَحَدًا اَحضَرَ فَھمًا وَلَا البَّ لُبًّا وَلَا اَکثَرَ عِلمًا وَلااَوسَعَ حِلمًا مِن ابنِ عَبَّاسٍ وَلَقَد رَأَیتُ عُمَرَ بنَ الخَطابِ یَدعُوہُ لِلمُعضِلَاتِ ثُمَّ یَقُولُ عِندَکَ قَد جَائَتکَ مُعضِلَۃٌ ثُمَّ لَانُجَاوِزُ قَولَہُ وَاِنَّ حَولَہُ لِاَھلِ بَدرٍ مِن المُھَاجِرِینَ وَالاَنصَارِ

(2)

عامر بن سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ میں نے اپنے والد کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے کسی کو حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے زیادہ حاضر الفہم، کامل العقل، کثیر العلم، متحمل مزاج نہیں دیکھا۔ میں نے حضرت عمرؓ کو دیکھا تھا وہ ان کو امور مہمہ کے لیے طلب کرتے تھے اور فرماتے تھے تمہارے پاس یہ خاص معاملہ آیا ہے۔ پھر ہم ان کی بات سے تجاوز نہیں کرتے تھے۔ حالانکہ ان کے آس پاس مہاجرین اور انصار میں سے شرکاء بدر بھی موجود ہوتے تھے۔

فضائل:

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ حاضر دماغ، عقل مند، کثرت علم اور حلیم الطبع تھے۔ اور بدری صحابہ کرام کے ساتھ آپ کو خاص طور پر اہم مشاورت میں شریک کیا جاتا تھا۔

حالات رواۃ روایت

محمد بن عمر

(ان کی تفصیل طبقات ابن سعد کی پہلی روایت کے ذیل میں گزر چکی ہے)

ابوبکر بن عبداللہ بن ابی سبرہ

نام نسب کنیت

ابوبکر بن عبداللہ بن محمد بن ابی سبرہ بن ابی رہم بن عبدالعزی بن ابی قیس بن عبدود بن نضر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی القرشی العامری المدنی۔

آپ کا نام عبداللہ بھی بتایا گیا ہے۔ اور محمد بھی۔ بعض نے کہا ہے محمد آپ کا بھائی تھا۔ آپ کبھی براہ راست اپنے دادا کے نام کی نسبت سے ذکر کر دیے جاتے ہیں۔

شیوخ

اعرج، زید بن اسلم، صفوان بن سلیم، موسی بن عقبہ، ہشام بن عروہ، شریک بن ابی نمر، عطاء بن ابی رباح، یحیٰ بن سعید انصاری، ابراہیم بن محمد، وغیرہ

1. العسقلانی: احمد بن علی بن حجر (م 852ھ) تہذیب التہذیب 392:9

2. ابن سعد: ابوعبداللہ محمد بن منیع (م 230ھ) الطبقات الکبری 369:2

تلامذہ

عبدالرزاق، سلیمان بن محمد بن سبرہ، ابن جریج وغیرہ

مرتبہ

ابن معین، ابن المدینی اور امام بخاری نے آپ کو ضعیف کہا ہے۔ ابن حبان نے کہا ہے کہ آپ ثقات سے موضوع روایات نقل کرتے ہیں۔

وفات

آپ کی وفات 162 ہجری میں ہوئی۔ (1)

موسیٰ بن سعد

نام نسب کنیت

آپ کا نام موسیٰ بن سعد بن زید بن ثابت الانصاری المدنی ہے۔ آپ کو ابن سعد بھی کہا جاتا ہے۔

شیوخ

یوسف بن عبداللہ بن سلام، حفص بن عبداللہ بن انس، حبیب بن عبداللہ بن زبیر، ربیعہ بن ابی عبدالرحمان، سالم بن عبداللہ، محمد بن یحی بن حبان، ناجیہ بن عبداللہ بن عتبہ، اس کے علاوہ آپ زید بن ثابت سے روایت کرتے ہیں۔

تلامذہ

یزید بن ابی خبیب، عمر بن محمد زید العمری، سعید بن ابی الہلال، عطاء بن خالد وغیرہ (2)

مرتبہ

آپ ثقہ راوی ہیں۔ ابن حبان نے ثقات میں شمار کیا ہے۔ (3)

عامر بن سعد

نام نسب کنیت

آپ کا نام عامر بن سعد بن ابی وقاص الزہری المدنی ہے۔

شیوخ

والد (سعد بن ابی وقاص)، عثمانؓ، عباسؓ، ابوایوب انصاریؓ، اسامہ بن زیدؓ، ابوہریرہؓ، ابوسعیدؓ، ابن عمرؓ، ام المؤمنین عائشہؓ، ام سلمہؓ، جابر بن سلمہؓ، ابان بن عثمانؓ وغیرہ

تلامذہ

آپ کا بیٹا داؤد اس کے علاوہ اسماعیل بن محمد، اشعث بن قیس، بجاد بن موسی، سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمان بن عوفؓ، محمد بن محمد بن اسود، سعید بن مسیّب، مجاہد، زہری، محمد بن ابراہیم، عطاء بن یسار، عمرو بن دینار، موسی بن عقبہ، بکیر بن مسمار، ابوطوالہ، محمد بن منکدر وغیرہ

1. العسقلانی: احمد بن علی بن حجر (م852ھ) تہذیب التہذیب 31:12
2. ایضا حوالہ بالا 302:10
3. ابن حبان: محمد بن حبان بن احمد ابوحاتم (م354ھ) الثقات 402:5

مرتبہ

آپ ثقہ راوی ہیں۔عجلی نے بھی ثقہ تابعی کہا ہے۔ابن حبان نے ثقات میں شمار کیا ہے۔

(1)

وفات

آپ کی وفات 104 ہجری میں ہوئی۔ (2)

ابی (سعد بن ابی وقاص)

نام نسب کنیت

آپ کا نام مالک بن اہیب (بعض نے وہب کہا ہے) بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب الزہری ہے۔آپ کی کنیت ابو اسحاق ہے۔آپ سعد بن ابی وقاص کے نام سے مشہور ہیں۔

شیوخ

نبی ﷺ، خولہ بنت حکیمؓ

تلامذہ

آپ کی اولاد (ابراہیم، عامر، عمر، محمد، مصعب اور عائشہؓ)، ام المؤمنین عائشہؓ، ابن عباسؓ، ابن عمرؓ، جابر بن سمرہ، سائب بن یزید، قیس بن عبادہ، عبداللہ بن ثعلبہ، ابوعثمان النہدی، علقمہ بن قیس، ابراہیم بن عبدالرحمان بن عوف، احنف بن قیس، شریح بن ہانی، عمرو بن میمون، مالک بن اوس، مجاہد بن جبر وغیرہ

مرتبہ

آپ قدیم الاسلام صحابی ہیں۔اور ہجرت بھی نبی ﷺ سے پہلے کی۔اللہ کی راہ میں پہلا تیر چلانے والے بھی آپ ہیں۔تمام غزوات میں شریک رہے۔
آپ اہل شوریٰ کے چھ ارکان میں سے ایک تھے۔قادسیہ کی فتح آپ کی قیادت میں ہوئی۔کوفہ کے امیر بھی رہے۔

وفات

آپ کی وفات میں 58,57,56,55,51 ہجری کے مختلف اقوال ہیں مگر مشہور قول 55 ہجری کا ہے۔ (3)

روایت نمبر:6

اَخبَرَنَا مُحَمَّدُ بنُ عُمرَ حَدَّثَنِی اَبُوبَکرِ بنُ عَبدِاللهِ بنِ اَبِی سَبرَۃَ عَن عَمرِوبنِ اَبِی عَمرٍو عَن اَبِی مَعبَدٍ قَالَ سَمِعتُ ابنَ عُمرَ یَقُولُ اَعلَمُنَا ابنُ عَباسٍ

(4)

حضرت ابومعبد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ ہم سب سے زیادہ عالم ہیں۔

1. ابن حبان: محمد بن حبان بن احمد ابوحاتم (م354ھ) الثقات 186:5
2. العسقلانی: احمد بن علی بن حجر (م852ھ) تہذیب التہذیب 56:5
3. ایضا حوالہ بالا 419:3
4. ابن سعد: ابوعبداللہ محمد بن منیع (م230ھ) الطبقات الکبری 369:2

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ خود بھی حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے کثرت علم کے معترف تھے۔اوران کی اس فضیلت کووہ بیان بھی کرتے تھے۔

حالات رواۃ روایت

محمد بن عمر

(ان کی تفصیل طبقات ابن سعد کی پہلی روایت کے ذیل میں گزر چکی ہے۔)

ابوبکر بن عبداللہ بن ابی سبرہ

(ان کی تفصیل طبقات ابن سعد کی پانچویں روایت کے ذیل میں گزر چکی ہے۔)

عمرو بن ابی عمرو

نام نسب کنیت

ابن معین کہتے ہیں آپ ابواسحاق السبیعی ہیں۔ (1)

(اور آپ کا ذکر فضائل الصحابہ حدیث نمبر 4 کے ذیل میں گزر چکا ہے۔)

ابومعبد

نام نسب کنیت

آپ کا نام نافذ تھا۔اور ابومعبد سے مشہور تھے۔حضرت ابن عباسؓ کے غلام تھے۔

شیوخ

حضرت ابن عباسؓ،حضرت ابن عمرؓ وغیرہ

تلامذہ

عمرو بن دینار، یحی بن عبداللہ بن صیفی،ابوزبیر،سلیمان الاحول،قاسم بن ابی بزہ،فرات القزاز

مرتبہ

آپ ثقہ راوی ہیں۔احمد،ابن معین ابوزرعہ نے ثقہ کہا ہے۔ابن حبان نے بھی آپ کو ثقات میں شمار کیا ہے۔ (2)
عجلی نے بھی آپ کو ثقہ تابعی کہا ہے۔ (3)

وفات

مدینہ میں آپ کی 104 ہجری میں وفات ہوئی۔ (4)

1. العسقلانی:احمد بن علی بن حجر(م852ھ)تہذیب التہذیب 73:8
2. ابن حبان:محمد بن حبان بن احمد ابوحاتم(م354ھ) الثقات 484:5
3. عجلی:احمد بن احمد عبداللہ بن صالح ابوالحسن(م261ھ)معرفۃ الثقات 427:2
4. العسقلانی:احمد بن علی بن حجر(م852ھ)تہذیب التہذیب 361:10

ابن عمر

نام نسب کنیت

آپ کا نام عبداللہ بن عمر بن خطاب بن نفیل القرشی العدوی ہے۔آپ کی کنیت ابوعبدالرحمان ہے۔

شیوخ

نبی ﷺ ،حضرت عمرؓ،زید بن خطابؓ،ام المؤمنین حفصہؓ،ابوبکرؓ،عثمانؓ،علیؓ،سعیدؓ،بلالؓ،زید بن ثابتؓ،صہیبؓ،ابن مسعودؓ،حضرت عائشہؓ،رافع بن خدیجؓ وغیرہ

تلامذہ

آپ کے بیٹے بلال،حمزہ،زید،سالم،عبداللہ،عبیداللہ،عمر،اور آپ کے پوتے ابوبکر بن عبیداللہ،محمد بن زید،عبداللہ بن واقد،اوران کے علاوہ حفص بن عاصم بن عمر،عبداللہ بن عبیداللہ بن عمر،نافع،اسلم مولی عمر،زید بن اسلم،خالد بن اسلم،عروہ بن زبیر،موسی بن طلحہ،عامر بن سعد،عون بن عبداللہ بن عتبہ،زبیر بن عربی،طاؤس،عطاء،عکرمہ،مجاہد سعید بن جبیر،ابوزبیر وغیرہ (1)

مرتبہ

آپ صحابی رسول اللہ ﷺ ہیں۔حضرت عمرؓ کے ساتھ بچپن ہی میں اسلام لائے ہیں۔اور ہجرت مدینہ والد سے پہلے کی۔ غزوہ بدر میں صغرسنی کی وجہ سے شریک نہیں ہوئے۔اور غزوہ احد میں نبی ﷺ نے آپ کی عمر 14 سال ہونے کی وجہ سے اجازت نہیں دی۔

(2)

اور باقی غزوات میں شریک رہے۔آپؓ کے بارے میں نبی ﷺ نے فرمایا کہ فَقَالَ رسولُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ عَبدَ اللّٰهِ رَجُلٌ صَالِحُ (3)

وفات

آپ کی وفات 87 برس کی عمر میں 73 ہجری کو مکہ میں ہوئی۔

(4)

روایت نمبر:7

اَخبرَنَا مُحَمَّدُ بنُ عُمرَ حَدَّثَنِی اَبُوبَکرِ بنُ عَبدِاللهِ بنِ اَبِی سَبرَةَ عَن عَمرِوبنِ اَبِی عَمرٍو عَن عِکرَمَةَ قَالَ سَمِعتُ مُعَاوِیَةَ بنَ اَبِی سُفیَانَ یَقُولُ مَولَاكَ وَاللّٰهِ اَفقَهُ مَن مَاتَ وَعَاشَ

(5)

1.العسقلانی:احمد بن علی بن حجر(م852ھ)تہذیب التہذیب288:5
2.ابن حبان:محمد بن حبان بن احمد ابوحاتم(م354ھ) الثقات209:3
3.بخاری:محمد بن اسماعیل(م258ھ)الصحیح(کتاب المناقب باب:مناقب عبداللہ بن عمرؓ)529:1
4.ابن حبان:محمد بن حبان بن احمد ابوحاتم(م354ھ) الثقات210:3
5.ابن سعد:ابوعبداللہ محمد بن منیع(م230ھ)الطبقات الکبری370:2

حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت معاویہؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تمہارے مولیٰ (آزاد کرنے والے آقا) اللہ کی قسم! مردہ و زندہ سب سے زیادہ فقیہ ہیں۔

فضائل: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ آپ کی فقاہت کا اعتراف کیا کرتے تھے۔ اور آپ کہ فقہی رتبہ زندہ اور فوت شدہ سب پر ترجیح دیا کرتے تھے۔

حالات رواۃ

محمد بن عمر

(ان کی تفصیل طبقات ابن سعد کی پہلی روایت کے ذیل میں گزر چکی ہے۔)

ابوبکر بن عبداللہ بن ابی سبرہ

(ان کی تفصیل طبقات ابن سعد کی پانچویں روایت کے ذیل میں گزر چکی ہے۔)

عمرو بن عمرو

ابن حجر عسقلانی نے آپ کے بارے میں یہ بات لکھی ہے کہ ابن معین کہتے ہیں آپ ابواسحاق السبیعی ہیں۔ (1)

(ان کی تفصیل فضائل الصحابہ کی کی تیسری حدیث کے ذیل میں گزر چکی ہے۔)

عکرمہ

(آپ کی تفصیل صحیح بخاری کی پہلی حدیث میں ذکر ہو گئی ہے۔)

معاویہ بن ابی سفیان

نام نسب کنیت

آپ کا نام معاویہ بن ابی سفیانؓ صخر بن حرب بن امیہ بن عبدالشمس الاموی ہے۔ آپ کی کنیت ابوعبدالرحمان ہے۔

شیوخ

نبی ﷺ، ابوبکرؓ، عمرؓ، ام المؤمنین ام حبیبہ بنت ابی سفیانؓ

تلامذہ

جریر بن عبداللہ البجلی، سائب بن یزید الکندی، ابن عباسؓ، معاویہ بن خدیج، یزید بن جاریہ، ابوامامہ بن سہل بن حنیف، ابوادریس الخولانی، سعید بن المسیب، قیس بن ابی حازم، عیسی بن طلحہ، ابومجلز، حمید بن عبدالرحمان، بن عوف، محمد بن جبیر بن مطعم وغیرہ (2)

مرتبہ

آپ فتح مکہ کے دن اسلام لائے۔ پہلے کا قول بھی موجود ہے۔ آپ کو حضرت عمرؓ نے شام کا گورنر مقرر کیا۔ اور حضرت عثمانؓ کے دور میں بھی آپ اسی عہدہ پر برقرار رہے۔ آپ کی ولایت 19 سال 3 مہینے اور 22 دن رہی۔ (3)

وفات: آپ رجب 60 ہجری مین وفات پا گئے۔

1. العسقلانی: احمد بن علی بن حجر (م852ھ) تہذیب التہذیب 73:8

2. ایضا حوالہ بالا 187:10

3. ابن حبان: محمد بن حبان بن احمد ابوحاتم (م354ھ) الثقات 373:3

خاتمہ

خلاصہ بحث

1. حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو بچپن ہی میں رسول اللہ ﷺ کی صحبت نصیب ہوئی۔اس طرح وہ ابتدائی عمر میں صحابی کے درجہ پر فائز ہو گئے۔آپؓ کی کنیت ابوالعباس ہے۔آپؓ کی والدہ حضرت لبابہ بنت الحارثؓ عورتوں میں سے حضرت خدیجہؓ کے بعد اسلام قبول کرنے والی پہلی عورت ہیں۔لہذا آپؓ کو ہوش سنبھالتے ہی اسلام کی دولت نصیب ہو گئی۔

2. فتح مکہ سے کچھ پہلے آپؓ نے اپنے والدین کے ساتھ مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی۔مدینہ میں آ جانے کے بعد آپؓ اکثر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر رہتے تھے۔ام المؤمنین حضرت میمونہؓ آپؓ کی خالہ تھیں۔اس وجہ سے آپؓ نبی ﷺ کے گھر آتے جاتے تھے۔اور بعض اوقات رات کو بھی نبی ﷺ کے گھر ہی میں رہ جاتے تھے۔

3. آپؓ نبی ﷺ کی خدمت میں پیش پیش رہتے تھے۔وضو کے لیے پانی رکھنا،کسی کاتب وحی کو بلانا،اور گھریلو چھوٹے چھوٹے کام آپؓ سرانجام دیتے تھے۔اور اکثر بغیر کہنے کے یہ کام کرتے تھے۔جس کو دیکھ کر نبی ﷺ خوش ہوتے تھے اور آپؓ کے لیے دعا فرمایا کرتے تھے۔

4. آپؓ نبی ﷺ کے ساتھ نماز میں حاضر ہوتے تھے۔اور یہ صرف مسجد کی نماز ہی تک نہیں، بلکہ جب کبھی نبی ﷺ رات کو گھر میں نفلی نماز پڑھتے تو آپؓ اگر موجود ہوتے تو ساتھ شریک ہو جاتے تھے۔آپؓ نبی ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع میں شریک رہے۔اور نبی ﷺ کو آب زمزم پیش کرنا، رمی کے لیے کنکریاں چن کر دینا آپؓ کی خصوصی خدمت میں شامل تھا۔

5. آپؓ نبی ﷺ سے علمی سوال پوچھا کرتے تھے۔اور کوئی بات جو آپؓ کو نئی لگتی تو آپؓ اس پر نبی ﷺ سے سوال کیا کرتے تھے۔

6. نبی ﷺ کے وصال کے وقت آپؓ کی عمر پندرہ برس سے زیادہ نہیں تھی۔آپؓ نے اس وقت تک قرآن کریم کا بہت سا حصہ سیکھ لیا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب نبی ﷺ کا وصال ہو گیا میں نے ایک انصاری سے کہا آؤ اور اصحاب رسول سے پوچھ پوچھ کے علم حاصل کریں۔اور ابھی ان کی تعداد کافی ہے۔اس نے مجھے کہا اے ابن عباسؓ! مجھے آپ پر تعجب ہو رہا ہے۔کیا آپ کا خیال ہے کہ لوگ آپ سے مسائل پوچھیں گے۔جب کہ ان کے درمیان نبی ﷺ کے صحابہ کرام موجود ہیں۔حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں میں نے اس کو چھوڑ دیا اور میں اصحاب رسول ﷺ سے مسائل پوچھنے میں مشغول ہو گیا۔

مجھے کسی صحابیؓ سے حدیث معلوم ہوتی تو میں اس کے دروازے پر آ جاتا اور وہ قیلولہ کر رہا ہوتا تو میں اپنی چادر کو اس کے دروازے پر اپنا سہارا بنا کر بیٹھ جاتا۔ اور ہوا کے چلنے سے گرد و غبار میرے چہرے پر پڑتی رہتی۔جب وہ گھر سے نکلتا تو مجھے دیکھتا ۔اور پھر وہ کہتا اے نبی ﷺ کے چچازاد آپ کیوں آئے ہو؟ آپ نے مجھے پیغام کیوں نہیں دیا؟ کہ میں خود آ جاتا۔میں جواب دیتا نہیں یہ میرا حق بنتا ہے کہ میں خود آؤں۔پھر میں اس سے حدیث پوچھتا۔اور وہ انصاری زندہ رہا۔یہاں تک کہ اس نے مجھے دیکھا کہ لوگ میرے ارد گرد جمع ہوتے اور مجھ سے مسائل پوچھتے۔پھر وہ کہتے تھے یہ نوجوان مجھ سے زیادہ عقلمند تھا۔

7. حضرت عمر فاروقؓ کے دور تک آپؓ کو علم دین کے اندر کافی رسوخ حاصل ہو چکا تھا۔وہ آپؓ کو اصحاب بدر کے ساتھ مشوروں میں شریک فرمایا کرتے تھے۔ اور بعض اوقات آپؓ سے قرآن کریم کی تفسیر کے بارے میں سوال کرتے تھے جس سے دوسرے صحابہ کرامؓ پر بھی آپ کی علمی فوقیت نمایاں ہو جاتی تھی۔

حضرت عثمانؓ کے دور میں بھی آپؓ مشاورت میں شریک رہا کرتے تھے۔حضرت علیؓ کے دور میں بھی آپؓ کی رائے کو بہت اہمیت دی جاتی تھی۔انہوں نے آپؓ کو بصری کا والی بھی مقرر فرمایا تھا۔

8. آپؓ نے علمی مصروفیات ہی میں تمام زندگی گزاری۔حضرت عمرؓ کے دور میں آپ نے فتوی دینا شروع کیا اور یہ سلسلہ وفات تک برابر چلتا رہا۔آپؓ

کے ہاں طلبہ کی جو مختلف علوم کے لحاظ سے گروپ بندی کی ہوئی تھی وہ درج ذیل ہے۔

۱۔ قرآن کریم (قرأت وتفسیر)

۲۔حلال وحرام (فقہ)

۳۔علم الفرائض (وراثت)

۴۔شعرواشعار (ادب)

۵۔قبیلوں اور خاندانوں کا علم (علم الانساب)

۶۔ایام عرب (علم التاریخ)

9. حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے مختلف علوم کے لیے دن مقرر کیے ہوئے تھے۔اور اس دن اسی علم کے بارے میں علمی بحث کیا کرتے تھے۔علوم کے لحاظ سے دنوں کی تقسیم یوں تھی۔

۱۔فقہ

۲۔تفسیر

۳۔مغازی

۴۔شعر

۵۔تاریخ عرب

10. حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا ترجمان القرآن ہونے کی حیثیت سے قرآن کریم کی تفسیر سے زیادہ شغف رہا ہے۔اور اس طرح قرآن کریم کی تفسیر کرنے میں وہ اپنے ہم عصر اہل علم سے بہت آگے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ قرآن کریم کی تفسیر بیان کرنے میں چند بنیادی باتوں کو بہت اہمیت دیتے تھے۔یعنی ان کے بغیر تفسیر بیان کرنا کسی طور پر مناسب نہیں سمجھتے تھے۔وہ بنیادی باتیں درج ذیل ہیں:

۱۔شان نزول بیان کرنا

۲۔ناسخ منسوخ کا بیان کرنا

۳۔آیات قرآنی پر نبیﷺ کا عمل بیان کرنا

۴۔منفرد تفسیر بیان کرنا

۵۔جامع تفسیر بیان کرنا

۶۔آیات سے اخذ شدہ مسائل بیان کرنا

۷۔آیات کی مراد بیان کرنا

۸۔سورتوں کے نزول کی ترتیب کو بیان کرنا

۹۔سورتوں کے غیر مشہور نام بیان کرنا

۱۰۔قرآنی الفاظ کے معانی بیان کرنا

۱۱۔مختلف قرأتوں کا بیان کرنا

۱۲۔سجدہ تلاوت کا بیان کرنا

۱۳۔سورتوں کے فضائل بیان کرنا

۱۴۔قرآن کریم کی آیات سے استشہاد پیش کرنا

۱۵۔شخصیات کا تعین اور تعارف کرنا

۱۶۔مختلف آیات میں تطبیق بیان کرنا۔

11. حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے وقت اور حالات کو دیکھ کر حدیث سننے کا معیار بلند کر دیا تھا اور ہر آدمی سے ہر حدیث نہیں سنتے تھے۔ بلکہ صرف وہ حدیث ہی سنتے تھے جس کی صحت آپؓ کے ہاں یقینی ہوتی تھی۔ اور یہ طرز عمل آپؓ نے اس وجہ سے اختیار کیا تا کہ لوگ احادیث بیان کرنے میں زیادہ سے زیادہ احتیاط کریں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ احادیث کی روایت کرنے میں احتیاط کا دامن تھامتے ہوئے کم سے کم روایت بیان کرتے تھے۔ اور کوئی مسئلہ بیان کرتے تو صرف مسئلہ ہی بتاتے تھے ساتھ حدیث کا حوالہ بہت کم دیتے تھے۔ اور حدیث کم بیان کرنے کا مقصود آپؓ کا یہ تھا تا کہ لوگ احادیث مبارکہ کو ان کا حقیقی مقام دیں۔ اور صرف ثقہ حضرات ہی سے صحیح حدیث لیں۔

12. حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی مسند میں 1660 احادیث موجود ہیں۔ جن میں اکثر مرفوع روایات ہیں۔ امام بخاری نے صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے جو مرویات نقل کی ہیں وہ کثیر تعداد میں ہیں۔ ان میں زیادہ تر آپؓ کے ترجمۃ الباب میں فتاوی جات اور قرآن کریم کے الفاظ کے معانی اور وضاحت بیان کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ خاطر خواہ تعداد میں آپؓ کی روایات موجود ہیں۔ آپؓ سے صحیح بخاری میں تقریبا 986 مقامات پر روایات، فتاوی جات اور قرآن کریم کے الفاظ کے معانی منقول ہیں۔ امام مسلم نے صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے 342 روایات نقل کی ہیں۔ سنن ابی داؤد میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے 429 روایات موجود ہیں۔ جامع ترمذی میں امام ترمذی نے فی الباب اور روایات مجموعی طور پر حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے 619 بیان کی ہیں۔

13. حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا فقہی مسئلہ کے بیان میں ایک خاص ترتیب کو ملحوظ رکھتے تھے۔ جب بھی آپؓ کوئی مسئلہ بیان کرتے یا آپؓ سے کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو آپؓ سب سے پہلے قرآن کریم سے دلیل پیش کرتے۔ اور اگر قرآن حکیم میں اس مسئلہ کی صراحت نہ ہوتی تو آپؓ احادیث مبارکہ سے اس پر دلیل پیش کرتے۔ اور اگر حدیث میں بھی اس کی وضاحت نہ ہوتی تو آپؓ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کا فیصلہ پیش کرتے۔ اگر ان تمام دلائل میں کوئی بات ان کو نہ ملتی تو پھر آپؓ اپنی رائے اور سمجھ سے اس پر جواب دیتے۔

14. حضرت عبداللہ بن عباسؓ ہمیشہ آسانی کو ترجیح دیتے تھے اور اسی پر فتوی دیتے تھے اور خود بھی اس آسانی پر ہی عمل کرتے اور کرواتے تھے۔ شریعت نے جب آسانی دی ہے تو اس کو اپنانا چاہیے۔

15. حضرت عبداللہ بن عباسؓ مسائل کے بیان کرنے میں بڑی احتیاط کرتے تھے۔ اور آپؓ کی حتی الوسع کوشش یہ ہوتی تھی کہ مسائل کے جائز اور ناجائز ہونے کا معیار نبی ﷺ کا عمل یا آپ ﷺ کا قول ہو۔ اسی وجہ سے آپؓ کے اکثر فتاوی میں یہ بات آپؓ کی زبان سے بار بار دہرائی ہوئی ملتی ہے کہ یہ نبی ﷺ کی سنت ہے۔ یا نبی ﷺ نے ایسا ہی کیا ہے۔ یا نبی ﷺ نے ایسے ہی حکم دیا ہے۔

16. آپؓ کے فقہی مسائل میں ایک اہم بات جو نظر آتی ہے وہ یہ کہ آپؓ جو حدیث مبارکہ بیان کرتے تھے۔ زیادہ تر آپؓ کا اسی پر عمل اور فتوی بھی ہوتا تھا۔ اور بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ آپؓ نے جو حدیث بیان کی ہو اور فقہی طور پر اس کو اختیار نہ کیا ہو۔ اگر ایسا آپؓ کرتے تو آپؓ اس کی وضاحت بھی فرما دیتے۔ بعض مسائل میں اگر دو مختلف حدیثیں آپؓ نے خود بیان کی ہوں تو تب آپؓ کسی ایک کو ترجیح دیکر اختیار کرتے تھے۔ اس صورت حال میں اکثر ان حدیثوں کے درمیان وقت کا عنصر ہوتا ہے۔ یعنی نبی ﷺ نے پہلے ایسے کیا تھا اور بعد میں ایسا کرنا شروع کر دیا تھا۔

17. آپؓ فقہی مسلک میں نبی ﷺ کا آخری عمل منتخب کرتے تھے۔ اور دوسرے بندے کی روایت سے بذات خود نبی ﷺ کے دیکھے گئے اعمال کو ترجیح دیتے تھے۔

18. آپؓ جسمانی لحاظ سے بھی اعلی صلاحیتوں کے مالک تھے۔آپ بہت خوبصورت تھے۔آپ کا چہرہ روشن،گندمی رنگ،لمبا قد، گھنے لمبے بال۔آپ اتنے حسین اور وجیہ تھے کہ لوگ چودھویں کے چاند کو دیکھ کر آپ کو یاد کرتے۔حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے حسن و جمال کی تعریف لوگوں کی زبان پر اکثر جاری رہتی۔آپ کی خوبصورتی کے بارے میں حضرت مسروق کہا کرتے تھے کہ جب میں عبداللہ بن عباسؓ کو دیکھتا ہوں تو کہتا ہوں آپ لوگوں میں سے سب سے زیادہ جمیل ہیں۔اور جب وہ بات کرتے تھے تو میں کہتا ہوں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سب سے زیادہ فصیح اللسان ہیں اور جب وہ بیان کرتے تو میں کہتا کہ آپ سب لوگوں سے زیادہ عالم ہیں۔

19. آپؓ اللہ تعالی کی نعمتوں کے اظہار کے لیے عمدہ لباس زیب تن فرمایا کرتے تھے۔کثرت خوشبو کا استعمال آپؓ کا امتیازی وصف تھا۔

20 آپؓ کی تربیت آغوش نبوت میں ہوئی تھی۔اس وجہ سے آپؓ عبادت میں بہت جستجو رکھتے تھے۔دن کا روزہ خاص کر پیر اور جمعرات کو مستقل طور پر اور رات کو نوافل اور قرآن پاک کی ترتیل اور کثرت سے تلاوت آپ کی عادت میں شامل تھا۔خشیت الٰہی کی وجہ سے روتے رہنے سے آپؓ کے چہرہ پر آنسوؤں کے پختہ نشان پڑ گئے تھے۔

21. آپؓ کی سخاوت اور مہمان نوازی اعلی درجہ کی تھی۔اور آپؓ کے دسترخوان پر مہمان موجود رہتے تھے۔آپؓ کی مہمان نوازی میں خلوص اور پر تکلف دعوت مشہور تھی۔

22. آپؓ کی عاجزی وانکساری اعلی درجہ کی تھی۔ایک مرتبہ حضرت زید بن ثابتؓ سوار ہوئے تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے احترام سے ان کی سواری کی رکاب تھام لی تو انہوں نے کہا کہ اے ابن عم رسول ایسا نہ کرو تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ہم کو اپنے علماء کا ایسا ہی ادب کرنا چاہئے تو زید بن ثابتؓ نے آپ کا ہاتھ چوم لیا اور کہا کہ ہم کو بھی اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کا ایسا ہی احترام کرنا چاہئے۔

23. حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خصوصی محبت تھی ۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے موقع کا ایک واقعہ کا جب بھی تذکرہ کرتے تو روتے روتے بے قرار ہو جاتے۔اور آپ کے سامنے جو سنگریزے پڑے ہوتے وہ بھی آنسوؤں سے تر ہو جاتے۔

24. حضرت عبداللہ بن عباسؓ فقیروں کے ساتھ تعاون کرنے کو بڑی نیکی سمجھتے تھے۔اور فرائض کی ادائیگی کے بعد غریبوں کی امداد کرنے کو نفلی عبادت پر ترجیح دیتے تھے۔اور پوشیدہ صدقہ وخیرات کرنے کو مسلمانوں کے لیے ایک وصف نمایاں شمار فرماتے تھے۔بلکہ آپؓ نفلی حج پر بھی اس کو ترجیح دیتے تھے۔

25. علمی مصروفیات کے باوجود جہاد جیسے اہم فریضہ میں بھی آپ شرکت فرمایا کرتے تھے۔آپؓ نے زندگی کے پہلے جہادی سفر کی ابتداء بیس سال کی عمر میں 17 ہجری کو شام کی طرف نکلنے سے کی۔ آپؓ نے 27 ہجری کو حضرت عبداللہ بن سعدؓ کی سربراہی میں افریقہ کے جہاد میں بھی شرکت فرمائی تھی۔اور آپؓ نے طبرستان کے جہاد میں جو 30 ہجری کو حضرت سعید بن العاصؓ کی سپہ سالاری میں ہوا شرکت کی تھی۔ اور غازی بن کے واپس آئے۔اس کے علاوہ آپؓ نے روم کی طرف بحری جہاد میں بھی شریک رہے۔اور یہ جہاد 50 ہجری کے دوران ہوا تھا۔

26. زندگی کے آخری ایام میں حضرت عبداللہ ابن عباسؓ طائف میں منتقل ہو گئے تھے۔اور وہاں ہی رہائش بھی اختیار کر لی تھی۔ اس دوران آپ کی ظاہری بینائی بھی چلی گئی تھی۔آپؓ نے تقریبا چھ سال بینائی کے بغیر گزارے ہیں اور یہ ایک بڑا عرصہ ہے۔لیکن آپؓ نے کبھی کوئی ایسی بات نہیں کی جس سے بے صبری کا اظہار ہوتا ہو۔بلکہ ہمیشہ اللہ تعالی کی قضا سمجھ کر اس پر صبر کیا ہے۔

27. حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے 68ھ میں طائف میں فوت ہوئے اور آپ کی عمر 71 سال تھی۔آپ کی طائف ہی میں تدفین ہوئی۔

نتائج بحث

1.

حضرت عبداللہ بن عباسؓ رسول اللہ ﷺ کے اسلام قبول کرنے والے چچا حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ کے بیٹے ہیں۔آپ کی پیدائش شعب ابی طالب میں ہجرت سے تین سال پہلے ہوئی۔آپ قریشی تھے۔اور بنو ہاشم قبیلہ سے تھے۔بچپن ہی سے آپؓ کو اسلام کی آغوش میں پرورش نصیب ہوئی۔

2.

ہجرت کے بعد آپؓ نبی ﷺ کی خدمت میں پیش پیش رہتے تھے۔اور آپ ﷺ کے معمولات کو دیکھتے اور سیکھتے تھے۔آپؓ نے علم کو حاصل کرنے میں انتہائی محنت اور کوشش کی۔

3.

حضرت عمرؓ،حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے مشیر اور معاون کی حیثیت سے آپؓ نے کردار ادا کیا۔

4.

آپؓ نے اشاعت علم میں طلبہ کی صلاحیتوں کو دیکھ کر ان کو مختلف علوم کے حصول پر متعین کر دیا۔اور علم کی اشاعت میں مختلف علوم کے لیے مختلف دن مقرر کیے۔اور اسی نظام الاوقات کے مطابق درس و تدریس کرتے تھے۔

5.

آپؓ تفسیر کے میدان میں نمایاں علمی مقام رکھتے ہیں۔تفسیری روایات میں صحابہ کرامؓ میں سے سب سے زیادہ روایات آپؓ ہی سے مروی ہیں۔آپؓ تفسیر بیان کرتے وقت ناسخ منسوخ،شان نزول،اور نبی ﷺ کے عمل کو خاص اہمیت سے بیان کرتے تھے۔

6.

. آپؓ کثیر الروایہ صحابہ کرام میں شامل ہیں۔فقہاء صحابہ کرامؓ میں آپ عبادلہ اربعہ میں شامل ہیں۔ آپؓ کے بیان کردہ فقہی مسائل بھی مصادر احادیث میں موجود ہیں۔

7.

آپؓ کے وسیع علم کی وجہ سے آپ کو بحر ، حبر اور ترجمان القرآن کے القاب سے نوازا گیا ہے۔

8.

آپؓ کے فضائل کے بارے میں صحیح بخاری میں 3, صحیح مسلم میں 1 صحیح ابن حبان میں 3 جامع ترمذی میں 3 فضائل الصحابہ (احمد بن حنبل) میں 128 اور طبقات ابن سعد میں 45 روایات موجود ہیں۔

9.

جو روایات محدثین نے اخذ کی ہیں ان کی استنادی حیثیت کے حوالے سے حافظ ابن حجر،علی بن مدینی،ابن حبان،امام عجلی اور یحی بن معین نے متعین کی ہے۔

10.

استنادی حیثیت میں بعض رواۃ کو یحی ابن معین،ابن حجر اور علی بن معین نے ضعیف قرار دیا ہے۔

سفارشات

1.

صحابہ کرامؓ نبی ﷺ کے تربیت یافتہ شاگرد ہیں۔اور نبی ﷺ کی جامع صفات میں سے ہر صحابی میں کوئی نہ کوئی انفرادی صفت موجود ہے جو اس کو دیگر صحابہ کرامؓ سے ممتاز کرتی ہے۔لہذا تمام صحابہ کرامؓ پر تحقیقی کام کیا جائے۔

2.

بعض صحابہ کرامؓ کی زندگی کے مختلف پہلو امت مسلمہ کے لیے مشعل راہ ہیں۔ لہذا ان کی زندگی کے ایک ایک پہلو پر تحقیقی کام کیا جائے۔

3.

حضرت عبداللہ بن عباسؓ ترجمان القرآن ہیں۔اور تفسیری روایات اکثر آپؓ سے منقول ہیں۔لہذا مصادر حدیث کو پیش نظر رکھ کر آپؓ کی تفسیری روایات کو جمع کیا جائے اور روایت درایت کے اصولوں کو مدنظر رکھ کر تحقیقی کام کیا جائے۔اور آپؓ کے منہج تفسیر پر بھی کام کیا جائے۔

4.

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے اجتہادی مسائل کو جمع کیا جائے۔اور آپؓ کے منہج فقہ پر بھی تحقیقی کام کیا جائے۔

5.

حکومتی سطح پر صحابہ کرامؓ کے نام اور موضوعات سے اجتماعات اور کانفرنسیں منعقد کی جائیں۔تاکہ صحابہ کرامؓ کی زندگی اور طرز عمل کتابوں سے منظر عام پر آجائے۔ اور اس پر عمل پیرا ہو کر اسلامی معاشرہ کی مثال زندہ ہو سکے۔

6.

تعلیم وتعلم سے منسلک صحابہ کرامؓ کے منہج درس وتدریس پر تحقیقی کام کیا جائے۔اور حاصل ہونے والے نتائج کو تعلیمی اداروں میں رائج کیا جائے ۔تاکہ تعلیم کا معیار مزید بلند ہو سکے۔

7.

صحابہ کرامؓ کے واقعات، حالات، طرز عمل کو تعلیمی اداروں کے لازمی نصاب کا مستقل طور پر حصہ بنا دیا جائے۔تاکہ طالب علم تعلیم مکمل ہونے تک صحابہ کرامؓ کے بارے میں بہت کچھ معلومات حاصل کر چکا ہو۔اور عملی زندگی میں ان مبارک شخصیات کی طرز زندگی کو اپنائے۔

فہرست آیات (آیات کی فہرست سورتوں کی ترتیب سے مرتب کی گئی ہے)

نمبر شمار	آیات	سورۃ کا نام اور آیت نمبر	صفحہ نمبر
1.	وَاسۡتَعِيۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ وَالصَّلٰوةِ وَاِنَّهَا لَكَبِيۡرَةٌ اِلَّا عَلَى الۡخَاشِعِيۡنَ	البقرۃ:45	138,27
2.	اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيۡهِ رَاجِعُوۡنَ	البقرۃ:156	26
3.	اِنۡ تَرَكَ خَيۡرَ اۨلۡوَصِيَّةُ لِلۡوَالِدَيۡنِ	البقرۃ:180	118
4.	يُرِيۡدُ اللّٰهُ بِكُمُ الۡيُسۡرَ وَلَا يُرِيۡدُ بِكُمُ الۡعُسۡرَ	البقرۃ:185	127
5.	وَاتَّقُوۡ يَوۡمًا تُرۡجَعُوۡنَ فِيۡهِ اِلَى اللّٰه	البقرۃ:281	133
6.	وَاِنۡ تُبۡدُوۡا مَا فِىۡۤ اَنۡفُسِكُمۡ اَوۡ تُخۡفُوۡهُ يُحَاسِبۡكُمۡ بِهِ اللّٰهِ	البقرۃ:284	121
7.	لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَهَا لَهَا مَا كَسَبَت وَعَلَيۡهَا مَا اكۡتَسَبَت	البقرۃ:286	121
8.	كُنۡتُمۡ خَيۡرَ اُمَّةٍ اُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ	ال عمران:110	130
9.	ومَا كَانَ لِنَبِىٍّ اَنۡ يَّغُلَّ	ال عمران:161	116
10.	وَلِكُلٍّ جَعَلۡنَا مَوَالِىَ	النساء:33	120
11.	وَمَنۡ يَّقۡتُلۡ مُؤۡمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا	النساء:93	118
12.	يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا ضَرَبۡتُمۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوۡا	النساء:94	117
13.	اِلَّا الۡمُسۡتَضۡعَفِيۡنَ مِنَ الرجالِ والنساءِ والولدان	النساء:98	6
14.	اليومَ اَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ دِيۡنَكُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ نِعۡمَتِىۡ وَرَضِيۡتُ لَكُمُ الۡاِسۡلَامَ دِيۡنًا	المائدہ:3	90
15.	اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيۡنَ يُحَارِبُوۡنَ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ	المائدہ:33	203
16.	وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشۡرِكِيۡنَ	الانعام:23	148
17.	اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰٮهُمُ اقۡتَدِهۡ	الانعام:90	140
18.	قَد خسِرَ الذينَ قَتَلُوۡۤا اَوۡلَادَهُمۡ سَفَهًا بِغَيۡرِ عِلۡم	الانعام:140	105
19.	قُل لَّاۤ اَجِدُ فِىۡ مَاۤ اُوۡحِىَ اِلَىَّ مُحَرَّمًا	الانعام:145	144,2
20.	يٰبَنِىۡۤ اٰدَمَ لَا يَفۡتِنَنَّكُمُ الشَّيۡطٰنُ	الاعراف:27	202
21.	اِلَّا تَنۡفِرُوۡا يُعَذِّبۡكُمۡ عَذَابًا اَلِيۡمًا	التوبہ:39	119
22.	لَا يَسۡتَاۡذِنُكَ الَّذِيۡنَ يُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ	التوبہ:44	120
23.	وَمَا كَانَ لِاَهۡلِ الۡمَدِيۡنَةِ	التوبہ:120	119
24.	وَمَا كَانَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ لِيَنۡفِرُوۡا كَآفَّة	التوبہ:122	119
25.	وَقَضَيۡنَاۤ اِلٰى بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ فِى الۡكِتٰبِ لَتُفۡسِدُنَّ فِى الۡاَرۡضِ	بنی اسرائیل:4	126
26.	وَمَا جَعَلۡنَا الرُّءۡيَا الَّتِىۡۤ اَرَيۡنٰكَ اِلَّا فِتۡنَةً لِّلنَّاس	بنی اسرائیل:60	129
27.	وَلَا تَجۡهَرۡ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتۡ بِهَا	بنی اسرائیل:110	116
28.	مَا يَعۡلَمُهُمۡ اِلَّا قَلِيۡلٌ	الكہف:22	257

29.وَاذْكُرْ رَبَّكَ اِذَا نَسِيتَ	الکہف:24	126
30.قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَدُنِّى عُذْرَا	الکہف:76	137
31.وَقَد بَلَغتُ مِنَ الكِبَرِ عتِيًّا	مریم:8	134,69
32. وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا	مریم:64	144
33. فَمَنِ التَّبعَ هُدَاىَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشقٰى	طہ:123	131
34. وَاَذِّنْ فِى النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَال	الحج:30	45
35.أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُم ظُلِمُوا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلَى نَصْرِهِم لَقَدِيْرٌ	الحج:39	115
36. اِلَّا عَلَى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ	المؤمنون:6	193
37. وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ	النور:31	129
38.وَمِن بَعدِ صلَوةِ العِشَاءِ	النور:58	128
39. اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ آمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ	النور:62	120
40.وَاَنْذِر عَشِيرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ	الشعراء:214	122
41. وَالَّذِيْنَ لَايَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلَهَا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ	الفرقان:68	118
42. سُبحَانَ اللّٰهِ حِينَ تُمسُونَ وَحِينَ تُصبِحُونَ	الروم:17	143,128
43. لقَد كَانَ لَكُمْ فِىْ رَسُولِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ	الاحزاب:21	145,144
44.سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهُ يُسَبِّحْنَ بِاالْعَشِيِّ وَالاِشْرَاق	ص:18	127
45.وَالْاَرْضُ جَمِيعا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَالسَّمواتُ مَطْوِيَّات بِيَمِيْنِه	الزمر:67	78
46.وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِىْ اَسْتَجِبْ لَكُم اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِىْ	المؤمن:60	125
47. اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِى الْقُرْبىٰ	الشوریٰ:23	32
48. وَجَاءَ تُ سَكرَةُ المَوتِ بِالحَقِّ ذَلِكَ مَاكُنتَ مِنهُ تَحِيد	ق:19	18
49. مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَى	النجم:11	130
50. سَيُهزَمُ الجَمعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ	القمر:45	163
51.يَأَيُّها الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَا اَوْلَادُكُم عَنْ ذِكْرِ اللّٰه	المنافقون:9	82
52. لا تُحرك به لِسانك لِتعجل بِه	القیامہ:16	139,72
53.وَالْمُرْسَلَاتِ عُرْفًا	المرسلات:1	60
54. تَرْمِىْ بِشَرَرٍ كَالْقَصَرِ	المرسلات:32	135
55.كَأَنَّهُ جِمَالَتٌ صُفْرٌ	المرسلات:33	135
56.سَبِّحِ اسْمِ رَبِّكَ الْاَعْلَى	الاعلیٰ:1	123
57. يَآ اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةَ اِرْجِعِىْ اِلٰى رَبِّكَ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةَ	الفجر:27	49
58.اِذَا جَاءَ نَصرُ اللّٰهِ وَالفَتحُ	النصر:1	81,76,10

فہرست احادیث (مقالہ کے ترتیب سے بنائی گئی ہے۔)

نمبر شمار	احادیث	صفحہ نمبر
1	اَتَی النبیُّ ﷺ الخَلاءَ فَوَضَتُ لَہُ وَضوءَ فَلَما خرجَ قالَ مَن وَضَعَ ھذا قالَ ابنُ عباسٍ قالَ اللّٰھُمَّ فقھہ	8
2	کانَ النبیُّ ﷺ یَتحری صَومَ الاثنینِ والخمیس	22
3	مَا مِن رَجلٍ مُسلمٍ یموتُ فَیقومُ عَلَی جَنازتِہِ اَربَعونَ رَجلا لَا یُشرِکُونَ بِاللہِ شَیئًا اِلا شَفعَھُم اللہُ فِیہِ	26
4	کانَ رسولُ اللہِ ﷺ فی بیتِ میمونۃَ فوضَعتُ لہُ وَضُوءَ فقالَت لہُ میمُونۃُ وضعَ لکَ عبدُ اللہِ بنِ عباسٍ فقالَ اللّٰھُمَّ فقھہُ فِی الدینِ وَعلِّمہُ التأوِیلَ	50
5	ھَلمَّ القُط لِی فَلَقَطتُ لہُ حَصَیاتٍ مِن حَصَی الخَذفِ فَلَمَّاوَضَعھُنَّ فِی یدِہِ قالَ نعم بِاَمثَالِ ھَؤُلَاءِ وَالغُلُوُّ فِی الدینِ فَأِنَّما ھلَکَ مَن کَانَ قَبلکم بِالغُلُوِّ فی الدِّینِ	52
6	قولوا اللّٰھمّ ان نعوذُبکَ مِن عذابِ جھنم واعوذُ بک من عذابِ القبرِ واعوذُ بکَ منُ فِتنَۃِ المَسیحِ الدَّجالِ واعوذُ بکَ من فتنۃِ المَحیا والمَماتِ	54
7	کانَ رسولُ اللہِ ﷺ یُعلمنَا التشھدَ کما یُعلمنَا السُورَۃَ مِن القُرآنِ فکانَ یقولُ التحیاتُ المبارَکاتُ الصلوات الطیبات لِلہِ السَلامُ علیکَ ایھا النبیُ وَرَحمَۃُ اللہِ وَبرکاتہُ السلامُ علینا وَعَلیٰ عِبَادِ اللہِ الصالِحِینَ اَشھَد ان لا الہَ الا اللہُ وَاَشھدُ ان محمدا رسولُ اللہِ	54
8	اِنَّ الوُضوءَ لا یَجبُ اَلَّا علی من نامَ مضطجعاً فَاِنَّہ اِذا اضطجعَ اِستَرَخَتْ مَفا صلہُ	55
9	یا غلامُ انی اُعلِّمُکَ کلماتٍ احفَظ اللہَ یحفَظُکَ احفظ اللہَ تَجِدہُ تُجاھکَ اذا سأَلتَ فاسْأَلِ اللہَ واذا استَعنتَ فاستعِن بِاللہِ واعلَم اَنَّ الاُمۃَ لَواجتَمعتُ علی اَن یَنفَعوکَ بشیءٍ لم ینفعوک اَلَّا بِشیءٍ قد کتبَہُ اللہُ لکَ وَلو اجتمعوا علی اَن یضروکَ بشیءٍ لم یضروک الا بشیءٍ قد کتبہُ اللہُ علیکَ رُفِعتِ الاَقلامُ و جفَّتِ الصحفُ	55
10	لقد قلتُ بعدہِ اربعَ کلماتٍ ثلاثَ مرَّاتٍ لو وُزِنَتْ بما قلتِ منذُ الیومِ لوَزَنتُھنَّ سبحان اللہِ وَبحمدہِ عددَ خلقِہِ وَرِضا نَفسِہ وزِنۃَ عرشِہِ ومداد کلماتہِ	59
11	بَینَما مُوسیٰ فِی مَلَاءٍ مِن بَنِی اِسرائِیلَ اِذ جَاءَ ہُ رَجُلٌ فَقَالَ ھَل تَعلَمُ اَحَدًا اَعلَم مِنکَ قالَ موسیٰ لَا	61
12	اِنَّا لم نَرُدَّہ علیکَ اِلا اَنَّا حُرُم	66
13	مَاءُ زمزَم لِمَا شُرِبَ لہُ فَأِن شَرِبتَہُ تَستَشفِی بِہِ شَفَاکَ اللہُ وَاِنُ شربتہُ مُستَعِذا بہِ عَاذکَ اللہُ وَاِن شَربتَہُ لِیُقطَع ظَمأُکَ قطَعَہُ	70
14	مَن وَجدتموہُ وقعَ علی بَھیمۃٍ فاقتلوہُ واقتلوا البھیمۃَ	91
15	مَن الوفدُاو من القومُ قالوا رَبیعۃُ قالَ مرحباً بِالقومِ او بالوفدِ غَیرَ خزایا وَلا النَّدامی	96
16	اغتسلوا یومَ الجمعۃِ واغسلوا رؤسکم وَاِن لم تکونوا جُنبا واصیبو ا من الطیبِ	97
17	ضَمَّنِی رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ اِلَیہِ فَقَالَ اللّٰھُمَّ عَلِّمہُ الحِکمَۃَ	113
18	کانَ اِذَا قَرَأَ سَبِّحِ اسمِ رَبِّکَ الاَعلَی قَالَ سُبحَانَ رَبِّیَ االاَعلَی	123
19	أَقرَأَنِی جبرِیلُ عَلَیہِ السَّلَامُ عَلَی حَرفٍ فَرَاجَعتُہُ فَلَم اَزَل اَستَزِیدُ ہُ فَیَزِیدُنِی حَتَّی انتھَی اِلَی سَبعَۃِ اَحرُفٍ	136
20	اِذَا زُلزِلَتْ تَعدِلُ نِصفَ القُرآنِ وَقُل ھُوَاللّٰہُ اَحدٌ تَعدِلُ ثُلُثُ القُرآنِ وَقُل یَأَیُّھَا الکَافِرُونَ تَعدِلُ رُبُعُ القُرآنِ	142
21	لَا تَلَقَّوُا الرُّکبَانَ وَلَا یَبِیعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ	157

21. لَا تَصُومُوا قَبلَ رَمضَانَ صُومُوا لِرُؤيَتِهِ وَافطِرُوا لِرُؤيَتِهِ فَاِن حَالَت دُونَهُ غَيَايَةٌ فَاكمِلُوا ثَلَاثِينَ يومَا 159

22. جَاءَ اَعرَابِيٌّ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ اِنِّى رَأَيتُ الهِلَالَ قَالَ اَتَشهَدُ اَن لَا اِلَهَ اَلَّا اللّٰة اَتَشهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ قَالَ نَعَم قَالَ يَا بِلَالُ أَذِّن فِى النَّاسِ اَن يَصُومُوا غَدًا 159

23. اِنَّكَ تَأتِى قَومَا اَهلَ كِتَابٍ فَدعُهُم اِلَى شَهَادَةَ اَن لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ وَاَنِّى رَسُولُ اللهِ فَأَن هُم اَطَاعُوكَ لِذَلِكَ 160

24. هَلَمَّ القُط لِى فَلَقَطتُ لهُ حَصَياتٍ مِن حَصَى الخَذفِ فَلَمَّاوَضَعَهُنَّ فِى يدِهِ قالَ نَعم بِاَمثَالِ هَؤُلَاءِ وَالغُلُوُّ فِى الدينِ فَأَنَّما هلَكَ مَن كَانَ قَبلكم بِالغُلُوِّ فى الدِّينِ 161

25. جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ ﷺ اِنِّى كُتِبتُ فِى غَزوَةِ كَذَا وَكَذَا وَامرَأَتِى حَاجَّةٌ قَالَ ارجع فَحُجَّ مَعَ اِمرَأَتِكَ 162

26. مَن حَجَّ مِن مَكَّةَ مَاشِيَاحتَّى يَرجِعَ اِلَى مَكةَ كَتَبَ اللهُ لهُ بِكُل خطوةٍ سبعَ مِائةٍ حسنةَ مِثل حسناتِ الحَرَمِ 162

27. اللّٰهُمَّ اِنِّى اَنشُدُكَ عَهدَكَ وَوَعدَكَ اللَّهُمَّ اِن شِئتَ لَم تُعبَد 163

28. خيرُ الناسِ فِى الفتَنِ رجلٌ آخِذُ بِعنَانِ فَرَسِهِ اَو قَالَ بِرسنِ فَرَسِهِ خَلف اَعدَاءِ اللهِ يُخيفُهُم وَيُخيفُونَهُم اَو رَجلُ مُعتَزِلُ فِى بادِيَتِهِ يُؤَدِّى حَقَّ اللّٰهِ تعالَى الَّذِى عَلَيهِ 164

29. آيَةُ بَيننَا وَبين المُنَافِقِينَ اِنَّهُم لا يَتضلعُونَ مِن زَمزَم 165

30. البِسُوا مِن ثِيَابِكُم البَيَاضَ وَكَفَّنُوا فِيهَا موتَاكُم 167

31. الأَيِّمُ اَحَقُّ بِنفسِهَا مِن وَلِيِّهَا وَالبِكرُ تُستَأذَنُ فِى نَفسِهَا وَاِذنُهَا صُمَاتُهَا 168

32. كانَ رسولُ اللهِ ﷺ يُعلمنَا التشهدَ كما يُعلمنَا السُورةَ مِن القُرآنِ فكانَ يقولُ التحياتُ المبارَكاتُ الصلوات الطيباتُ لِلهِ السَلامُ عليكَ ايها النبىُ وَرَحمَةُ اللهِ وَبركاتهُ السلامُ علينا وَعَلىٰ عِبَادِ اللهِ الصالِحينَ اَشهَد ان لا الهَ الا اللهُ وَاَشهدُ ان محمدا رسولُ اللهِ 177

33. فَاِذَا كَانَ العَامُ المُقبلُ اِن شَاءَ اللهُ صُمنَا اليَومَ التاسِع 198

34. ضَمَّنِى النَّبِىُّ ﷺ اِلَى صَدرِهِ وَقَالَ اَللّٰهُمَّ عَلِّمهُ الحِكمَةَ 209

35. اَنَّ النَّبِىَّ ﷺ اَتَى الخَلَاءَ فَوَضَعتُ لَهُ وَضُوءَ فَلَمَّا خَرَجَ قَالَ مَن وَضَعَ هَذَا 216

36. ضَمَّنِى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ اِلَيهِ فَقَالَ اللّٰهُمَّ عَلِّمهُ الحِكمَةَ 221

37. اللّٰهُمَّ فَقِّههُ فِى الدِّينِ وَ عَلِّمهُ التَّأوِيلَ 223

38. اَنَّهُ رَاَى جِبرِيلَ مَرَّتَينِ وَدَعَا لَهُ النَّبِىُّ ﷺ مَرَّتَينِ 226

39. دَعَا لِى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ اَن يُؤتِيَنِى اللّٰهُ الحِكمَةَ مَرَّتَين 230

40. اللّٰهُمَّ عَلِّمهُ الحِكمَةَ 235,233

41. اِنَّ عَبدَ اللّٰهِ رَجُلٌ صَالِحُ 267

فہرست اعلام

نمبر شمار	اعلام	صفحہ نمبر
1.	ابان بن عثمان	19
2.	ابی بن کعب	61
3.	ابو احمد	228
4.	احمد بن حنبل	236,10
5.	احمد بن علی بن مثنی	220
6.	ابو اسحاق	243
7.	اسماء بنت ابن عباس	12
8.	اسماعیل	236
9.	اسماعیل ابن علیہ	238
10.	اعمش	246
11.	ایوب	238
12.	ابو ایوب انصاری	23
13.	بخاری	5
14.	ابو بکر	71
15.	ابو بکر بن ابی شیبہ	224
16.	ابو بکر بن عبداللہ بن ابی سبرہ	263
17.	ابو بکر بن نضر	217
18.	بلال	56
19.	بندار	227
20.	ترمذی	190,90
21.	جابر بن زید	3
22.	ابن جعفر	7
23.	جعفر بن عون	245
24.	جویبر	258
25.	ابو جہضم	230
26.	ابن حبان	210
27.	ابن حجر	153
28.	حر بن قیس	146

29.	حسن بصری	86
30.	حسن بن سفیان	224
31.	حسین	111,11
32.	حفصہ	65
33.	حماد بن اسامہ	260
34.	حماد بن زید	262
35.	خالد الحذاء	211
36.	خالد بن عبداللہ	223
37.	خالد بن ولید	7
38.	خدیجہ	5
39.	ذکوان	84
40.	ذہبی	46,10
41.	ابو الزبیر	262
42.	ابن زبیر	11,7
43.	ابو الزناد	252
44.	زہری	174
45.	زہیر بن حرب	216
46.	زید بن ارقم	63
47.	زید بن ثابت	99,25
48.	سعد بن ابی وقاص	265
49.	ابو سعید	106,94,84
50.	سعید بن جبیر	226,9
51.	سعید بن العاص	207
52.	سفیان	228
53.	سفیان بن عیینہ	240
54.	ام سلمہ	53
55.	سلیمان بن حرب	225
56.	سہل بن سعد	7
57.	سیف	244
58.	شباب بن صالح	222

.59	ضحاک	259,19
.60	طاؤس	239,34
.61	عائشہؓ	244,65,29,22
.62	عارم بن فضل	261
.63	عامر بن سعد	264
.64	عباس بن عبداللہ بن عباس	12
.65	عباس بن عبدالمطلب	93,4,2
.66	عبدالرحمان بن ابی الزناد	251
.67	عبدالرحمان بن عبداللہ بن عباس	12
.68	عبدالرحمان بن عوف	76
.69	عبداللہ بن احمد	235
.70	عبداللہ بن ابی بریدہ	71
.71	عبداللہ بن ابی زیاد	218
.72	عبداللہ بن سعد	206
.73	عبداللہ بن عباس	---,5,4,3,2
.74	عبداللہ بن عثمان بن خثیم	225
.75	عبداللہ بن فضیل بن ابی عبداللہ	256
.76	عبداللہ بن مسعود	248,99
.77	عبداللہ بن ابی ملیکہ	18
.78	عبدالکریم جذری	240
.79	عبدالملک بن ابی سلیمان	232
.80	عبدالوارث	210
.81	عبدالوہاب ثقفی	233
.82	عبیداللہ بن عبداللہ بن عباس	12
.83	عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ	253
.84	ابوعبیدہ بن جراح	206
.85	عثمان	108,11
.86	عجلی	210
.87	عطاء	232
.88	عطاء بن یسار	257

89.	عکرمہ	212,94,12
90.	علی	93,11
100.	علی بن عبداللہ بن عباس	94,12
101.	عمار	94
102.	عمر	253,65,10
103.	ابن عمر	267,106
104.	عمرو بن العاص	110
105.	عمرو بن عمرو	266
106.	فضل بن عبداللہ بن عباس	12
107.	فضیل بن ابی عبداللہ	256
108.	قاسم بن مالک المزنی	231
109.	کریب	183
110.	لبابہ بنت الحارث	4,2
111.	لبابہ بنت عبداللہ بن عباس	12
112.	لیث	229
113.	مجاہد	249,34,3
114.	محمد بن حنفیہ	47,3
115.	محمد بن جعفر	242
116.	محمد بن جعفر بن ابی ہاشم ورکانی	251
117.	محمد بن حاتم المؤدب	230
118.	محمد بن عبداللہ بن عباس	12
119.	محمد بن عمر	255
120.	محمود بن غیلان	227
121.	مسدد	209
122.	مسروق	247,13
123.	مسلم	153
124.	مسلم بن صبیح	246
125.	مسور بن مخرمہ	21
126.	معاویہ	268,183,7
127.	ابو معبد	266

.128	ابومعمر	213
.129	منذرثوری	3
.130	موسی	214
.131	ابوموسی اشعری	110
.132	موسی بن سعد	264
.133	میمونہ	29,15,2
.134	نوف بکالی	146
.135	واقدی	46,10
.136	ورقاء بن عمر یشکری	218
.137	وہب بن بقیہ	222
.138	وہیب	215
.139	ہاشم بن قاسم	217
.140	یزید بن ہارون	258

فہرست اماکن

نمبر شمار	اماکن	صفحہ نمبر
1.	ابواء	66
2.	افریقہ	206
3.	بحرین	69
4.	بصرہ	67
5.	جعرانہ	190
6.	حدیبیہ	190
7.	خراسان	207
8.	روم	207
9.	سمرقند	2
10.	شام	205,11,2
11.	طائف	44,12,2
12.	طبرستان	207
13.	عرفہ	61
14.	عسفان	26
15.	قدید	26
16.	قسطنطنیہ	208
17.	کوفہ	111
18.	مدینہ	141,6,2
19.	مزدلفہ	61
20.	مکہ	141.61,6
21.	منیٰ	112,8
22.	ودان	66

مراجع ومصادر

1. قرآن کریم

2. ابن اثیر: ابوالحسن علی بن ابی الکرم (م 630ھ) اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، دار الکتب العلمیہ، 1994ء

3. ابن اثیر: ابوالحسن علی بن ابی الکرم (م 630ھ) الکامل فی التاریخ، دار صادر، بیروت، س.ن

4. احمد: ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل (م: 241ھ) الاسامی والکنی، مکتبۃ دار الاقصی، کویت، 1985ء

5. احمد: ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل (م: 241ھ) الزھد دار الکتاب العربی، بیروت، 1994ء

6. احمد: ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل (م: 241ھ) العلل ومعرفۃ الرجال، المکتب الاسلامی، بیروت، 1988ء

7. احمد: ابوعبداللہ بن محمد بن حنبل (م: 241ھ) فضائل الصحابہ، جامعہ ام القری، مکہ، س ن

8. احمد: ابوعبداللہ بن محمد بن حنبل (م: 241ھ) مسند الامام احمد، مؤسسۃ الرسالۃ 1421ھ

9. اصبہانی: ابونعیم احمد بن عبداللہ (م: 430ھ) تاریخ اصبہان، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1990ء

10. اصبہانی: ابونعیم احمد بن عبداللہ (م: 430ھ) حلیۃ الاولیاء دار الکتاب العربی، بیروت، س ن

11. اصبہانی: ابونعیم احمد بن عبداللہ (م: 430ھ) الضعفاء، دار الثقافہ 1984ء

12. اصبہانی: ابونعیم احمد بن عبداللہ (م: 430ھ) معرفۃ الصحابہ، دار الوطن للنشر، ریاض، 1998ء

13. الباجی: ابوالولید سلیمان بن خلف (م 474ھ) التعدیل والتجریح، دار اللواء للنشر والتوزیع۔ ریاض 1986ء

14. بخاری: ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل (م: 256) الادب المفرد، دار البشائر الاسلامیہ، بیروت، 1989ء

15. بخاری: ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل (م: 256) التاریخ الصغیر، ادارۃ المعارف العثمانیہ، حیدرآباد، س.ن

16. بخاری: ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل (م: 256) التاریخ الکبیر ادارۃ المعارف العثمانیہ، حیدرآباد، س.ن

17. بخاری: ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل (م: 256) صحیح بخاری، قدیمی کتب خانہ کراچی، 1961ء

18. بخاری: ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل (م: 256) الضعفاء الصغیر، دار الوعی حلب، 1396ھ

19. بخاری: ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل (م: 256) الکنی، دار الفکر، بیروت، س.ن

20. ابن بطال: ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک (م 449ھ) شرح صحیح البخاری لابن بطال، مکتبۃ الرشد، ریاض، 2003ء

21. بغوی: ابومحمد حسین بن مسعود بن محمد (م 516ھ) شرح السنہ، المکتب الاسلامی، بیروت، 1984ء

22. بلاذری: احمد بن یحی بن جابر (م: 279ھ) انساب الاشراف، دار الفکر، بیروت، 1996ء

23. بیہقی: ابوبکر احمد بن حسین (م 458ھ) الآداب، دار الکتب العلمیہ، 1986ء

24. بیہقی: ابوبکر احمد بن حسین (م 458ھ) سنن الکبری، مجلس دائرۃ المعارف النظامیہ، حیدرآباد 1344ء

25. بیہقی: ابوبکر احمد بن حسین (م 458ھ) شعب الایمان، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1410ھ

26. ترمذی: ابوعیسی محمد بن عیسی (م 279ھ) جامع ترمذی، سعید کمپنی، کراچی، س.ن

27. ابن جارود: ابومحمد عبداللہ بن علی (م 307ھ) المنتقی من السنن المسندہ، مؤسسۃ الکتاب الثقافیہ، بیروت، 1988ء

28. ابن جوزی: جمال الدین ابوالفرج عبدالرحمان بن علی (م 597ھ) کشف المشکل من حدیث الصحیحین، دار الوطن، ریاض، س.ن

29. ابوحاتم: عبدالرحمان بن ابی حاتم محمد بن ادریس (م 327ھ) الجرح والتعدیل دار احیاء التراث العربی، بیروت، 1952ء

30. ابن حبان: محمد بن حبان بن احمد ابوحاتم (م354ھ) الثقات ، دارالفکر طبع اول 1975ء

31. ابن حبان: محمد بن حبان بن احمد ابوحاتم (م354ھ) صحیح ابن حبان، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، 1993ء

32. ابوالحجاج: یوسف بن عبدالرحمان (م742ھ) تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، 1980ء

33. ابن خزیمہ: ابوبکر محمد بن اسحاق (م311ھ) صحیح ابن خزیمہ، المکتب الاسلامی بیروت، 1970ء

34. ابن خلکان: احمد بن محمد بن ابراہیم (م681ھ) وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان، دارصادر، بیروت، س.ن

35. دارقطنی: ابوحسن علی بن عمر (م385ھ) سنن دارقطنی ، دارالمعرفۃ بیروت، 1386ھ

36. دارقطنی: ابوحسن علی بن عمر (م385ھ) العلل الواردہ فی الاحادیث النبویہ، دارالطیبہ ، ریاض، 1985ء

37. دارمی: عبداللہ بن عبدالرحمان ابومحمد (م255ھ) سنن دارمی دارالکتاب العربی، بیروت 1407ھ

38. ابوداؤد: سلیمان بن اشعث (م275ھ) الزہد، دارالمشکوۃ للنشر والتوزیع، حلوان، 1993ء

39. ابوداؤد: سلیمان بن اشعث (م275ھ) سنن ابی داؤد، مکتبہ حقانیہ، ملتان، س.ن

40. ابوداؤد طیالسی: سلیمان بن داؤد بن جارود (م204ھ) مسند ابی داؤد الطیالسی، دارالحدیث، بیروت، س.ن

41. ذہبی: محمد بن احمد بن عثمان (م748ھ) تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر والاعلام، دارالغرب الاسلامی، 2003ء

42. ذہبی: محمد بن احمد بن عثمان (م748ھ) تذکرۃ الحفاظ ، داراحیاء التراث العربی س۔ن

43. ذہبی: محمد بن احمد بن عثمان (م748ھ) سیر اعلام النبلاء مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، 1981ء

44. ذہبی: محمد بن احمد بن عثمان (م748ھ) المعجم المختص (بالمحدثین) مکتبۃ الصدیق، طائف، 1408ھ

45, ذہبی: محمد بن احمد بن عثمان (م748ھ) میزان الاعتدال فی نقد الرجال، دارالمعرفۃ للطباعۃ والنشر بیروت، 1963

46. ابن راہویہ: ابویعقوب اسحاق بن ابراہیم بن مخلد، (م238ھ) مسند اسحاق بن راہویہ، مکتبۃ الایمان، مدینہ منورہ، 1991ء

47. الزرقانی: محمد بن عبدالباقی بن یوسف (م1122ھ) شرح الزرقانی علی الموطا الامام مالک، دارالکتب العلمیہ ، بیروت، 1411ء

48. السبکی: عبدالوہاب بن تقی الدین (م771ھ) قاعدۃ فی الجرح والتعدیل، دارالبشائر، بیروت، 1990ء

49. ابن سعد: ابوعبداللہ محمد (م230ھ) الطبقات الکبری دارصادر بیروت، 1968ء

50. سیوطی: عبدالرحمان بن ابی بکر جلال الدین (م911ھ) الجامع الصغیر، دارالفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، بیروت، س.ن

51. سیوطی: عبدالرحمان بن ابی بکر جلال الدین (م911ھ) حسن المحاضرہ فی تاریخ مصر والقاہرہ، داراحیاء الکتب العربیہ، مصر 1387ھ

52. سیوطی: عبدالرحمان بن ابی بکر جلال الدین (م911ھ) الخصائص الکبری، دارالکتب العلمیہ ، بیروت، 1985ء

53. سیوطی: عبدالرحمان بن ابی بکر جلال الدین (م911ھ) السعاف المبطأ برجال الموطأ، المکتبۃ التجاریۃ الکبری، مصر، 1969ء

54. سیوطی: عبدالرحمان بن ابی بکر جلال الدین (م911ھ) الشمائل الشریفہ، دارطائر العلم للنشر والتوزیع س ن

55. شافعی: ابوعبداللہ محمد بن ادریس (م204ھ) مسند الامام الشافعی، دارالکتب العلمیہ ، بیروت، 1951ء

56. ابن شاہین: ابوحفص عمر بن شاہین (م۳۸۵ھ) تاریخ السماء الثقات، دارالسلفیہ، کویت، 1984ء

57. الصالح: ابراہیم (م1407ھ) علوم الحدیث ومصطلحہ، دارالعلم للملایین ، بیروت، 1984ء

58. ابن صلاح: عثمان بن عبدالرحمان (م643ھ) معرفۃ انواع علوم الحدیث (مقدمہ ابن صلاح)، دارالفکر، سوریا 1986ء

59. طبرانی: ابوالقاسم سلیمان بن احمد (م310ھ) المعجم الاوسط، دارالحرمین، قاہرہ 1415ھ

60. طبرانی: ابوالقاسم سلیمان بن احمد (م310ھ) المعجم الصغیر، المکتب الاسلامی، دارعمار، بیروت 1405ھ

61. طبرانی: ابوالقاسم سلیمان بن احمد (م310ھ) المعجم الکبیر مکتبۃ العلوم والحکم، الموصل، 1983ء

62. طبری: ابوجعفر محمد بن جریر (م310ھ) تاریخ الامم والملوک دار الکتب العلمیہ، بیروت 1407ھ

63. طبری: ابوجعفر محمد بن جریر (م310ھ) جامع البیان فی تاویل القرآن، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، 2000ء

64. طحاوی: ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامہ (م321ھ) شرح مشکل الآثار، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، 1994ء

65. ابن عبدالبر: ابوعمر یوسف بن محمد (م: 463ھ) الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب دار الجیل، بیروت س۔ن

66. ابن عبدالبر: ابوعمر یوسف بن محمد (م: 463ھ) التمہید لما فی الموطا من المعانی والاسانید، وزارۃ عموم الاوقاف والشؤن الاسلامیہ، المغرب، 1387ء

67. ابن عبدربہ: شہاب الدین احمد بن محمد (م328ھ) العقد الفرید، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1404ھ

68. عبدالرزاق: ابوبکر بن ہمام (م211ھ) مصنف عبدالرزاق المکتب الاسلامی، بیروت 1403ھ

69. العبسی: ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ (م235ھ) مصنف ابن ابی شیبہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی، س ن

70. عجلی: احمد بن احمد عبداللہ بن صالح ابوالحسن (م261ھ) معرفۃ الثقات مکتبہ الدار المدینۃ المنورہ طبعہ اولی 1985ء

71. ابن عدی: ابواحمد بن عدی (م365ھ) الکامل فی ضعفاء الرجال، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1997ء

72. العراقی: ابوالفضل زین الدین عبدالرحیم بن حسین (م806ھ) تقریب الاسانید وترتیب المسانید، المکتب الاسلامی، بیروت، س۔ن

73. ابن عساکر: ابوالقاسم علی بن الحسن (م571ھ) تاریخ دمشق، دار الفکر للطبعہ والنشر والتوزیع، 1995ء

74. عسقلانی: احمد بن علی ابن حجر (م852ھ) الاصابہ فی تمیز الصحابہ، دار احیاء التراث العربی، بیروت، س۔ن

75. عسقلانی: احمد بن علی ابن حجر (م852ھ) تغلیق التعلیق علی صحیح البخاری، المکتب الاسلامی دارعمار، بیروت، 1405ھ

76. عسقلانی: احمد بن علی ابن حجر (م852ھ) تقریب التہذیب، دار المعرفۃ للطباعۃ والنشر، بیروت س۔ن

77. عسقلانی: احمد بن علی ابن حجر (م852ھ) تہذیب التہذیب، دار صادر، بیروت، س۔ن

78. عسقلانی: احمد بن علی ابن حجر (م852ھ) فتح الباری شرح صحیح البخاری، دار المعرفۃ، بیروت س۔ن

79. ابوعوانہ: یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم (م316ھ) المسند الصحیح المخرج علی صحیح مسلم (مستخرج ابی عوانہ) دار المعرفۃ، بیروت، 1998ء

80. عیاض: قاضی ابوالفضل (م544ھ) الشفاء بتعریف حقوق المصطفی، المکتب الاسلامی، بیروت س۔ن

81 عینی: ابومحمد محمود بن احمد بن موسی بن احمد (م855ھ) عمدۃ القاری شرح صحیح الباری، دار احیاء التراث العربی، بیروت س۔ن

82. القاسمی: محمد جمال الدین بن محمد سعید بن قاسم (م1332ھ) الجرح والتعدیل، مؤسسۃ الرسالۃ، 1979ء

83. ابن قتیبہ: ابومحمد عبداللہ بن مسلم (م476ھ) الامامۃ والسیاسۃ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، س۔ن

84. ابن قدامہ: ابومحمد عبداللہ بن احمد، المغنی فی فقہ الامام احمد، المکتب الاسلامی، بیروت، س۔ن

85. القشیری: مسلم بن حجاج ابوالحسن (م261ھ) صحیح مسلم، قدیمی کتب خانہ، کراچی، 1930ء

86. ابن قیم: محمد بن ابی بکر بن ایوب (م751ھ) اعلام الموقعین عن رب العالمین، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1991ء

87. ابن کثیر: ابوالفداء اسماعیل بن عمر (م774ھ) البدایہ والنہایہ مکتبۃ المعارف بیروت، 1966ء

88. ابن کثیر: ابوالفداء اسماعیل بن عمر (م774ھ) السیرۃ النبویہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت س۔ن

89. الکشمیری: محمد انور شاہ بن معظم شاہ (م1353ھ) العرف الشذی شرح السنن ترمذی، مؤسسۃ الضحی للنشر والتوزیع، س ن

90. ابن ماجہ: ابوعبداللہ محمد بن یزید (م 275ھ)، سنن ابن ماجہ دار الفکر بیروت، س۔ن

91. مالک: مالک بن انس (م 179ھ)، مؤطا امام مالک، داراحیاء التراث العربی، بیروت، س۔ن

92. ابن معین: یحی بن عبدالمعطی (م 233ھ) تاریخ ابن معین، مجمع اللغۃ العربیہ، دمشق، طبع اولی 1985ء

93. ابن المقری: ابوبکر محمد بن علی بن عاصم بن زاذان (م 381ھ) معجم ابن المقری مکتبۃ الرشد، ریاض مطبوعہ 1419ھ

94. نسائی: ابوعبدالرحمان احمد بن شعیب (م 303ھ) تسمیۃ مشائخ النسائی وذکر المدلسین، دار عالم الفوائد، مکہ، س۔ن

95. نسائی: ابوعبدالرحمان احمد بن شعیب (م 303ھ) سنن النسائی، داراحیاء التراث العربی بیروت، س۔ن

96. نووی: ابوزکریا محی الدین یحی بن شرف (م 676ھ) الاذکار النوویہ، دار الفکر، بیروت، 1994ء

97. نووی: ابوزکریا محی الدین یحی بن شرف (م 676ھ) التقریب ووالتیسیر، دار الکتاب العربی، بیروت، 1985ء

98. نووی: ابوزکریا محی الدین یحی بن شرف (م 676ھ) ریاض الصالحین، دار الفکر، بیروت، 1987ء

99. نووی: ابوزکریا محی الدین یحی بن شرف (م 676ھ) المنہاج شرح صحیح مسلم، داراحیاء التراث العربی، بیروت، 1392ھ

100. نیشاپوری: ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم (م: 405ھ) المستدرک علی الصحیحین دار الکتب العلمیہ، بیروت، س ن

101. ابن ہشام: عبدالملک بن ہشام بن ایوب (م 218ھ) السیرۃ النبویہ لابن ہشام، دار الجیل، بیروت، 1411ھ

102. ہندی: علی بن حسام الدین (م 975ھ) کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، 1989ء

103. الہیثمی: نورالدین علی بن ابی بکر (م 807ھ) بغیۃ الباحث عن زوائد مسند الحارث، مرکز خدمۃ السنہ والسیرۃ النبویہ، مدینہ منورہ، 1992ء

104. الہیثمی: نورالدین علی بن ابی بکر (م 807ھ) مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، دار الفکر، بیروت 1412ھ

105. ابویعلی: احمد بن علی بن مثنی (م 307ھ) مسند ابی یعلی، دار المامون للتراث، دمشق، 1984ء